الہامِ منظوم

دفترِ سوم

الہام منظوم

ترجمۂ اردو

مثنوی مولانا روم

دفتر سوم

مترجمہ

مولوی فیروز الدین مصنف و مؤلف
یادگار دربار اسلام۔ یادگار سعدی۔ کشف المحجوب۔ تجرید البخاری۔
حقوق و فرائض اسلام۔ سلسلۂ اسلامیہ۔ فیروز اللغات اردو عربی
و متعدد کتب نصاب تعلیم

۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ع

قیمت درجہ اول چکنا کاغذ مجلد [illegible] درجہ دوم [illegible]
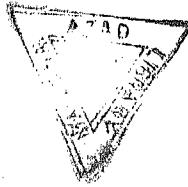
فہرست مضامین الہام منظوم دفتر سوم

عنوان	نمبر صفحہ
دفتر سوم	١
ایک انا[illegible] ہاتھیوں کے شکاری	٩
بچگان پیل کے معترضوں کا قصہ	١٢
مسافروں اور فیل بچوں کی حکایت	١٦
دوستوں کی خطائیں بھی محبوب ہیں	١٩
حضرت موسیٰ کو حق تعالیٰ کا حکم دینا	٢٠
حاجتمند کا اللہ اللہ کا [illegible] کہنا	٢١
ایک دہقان اور ایک شہری	٢٦
اہل سبا کا قصہ	٣٠
حضرت عیسیٰ اور [illegible] لوگ	٣٣
اہل سبا کا باقی قصہ	٣٨
خواجہ اور دہقانی کا قصہ	٤٣
باز اور بطخیں	٤٥
خواجہ اور دہقان	٤٦
اصحاب ضروان کا قصہ	٥٠
گاؤں کو خواجہ کی روانگی	٥٢
خواجہ اور ایک [illegible]	٥٦
مجنون کا سگ لیلیٰ سے محبت کرنا	٥٩
خواجہ اور اس کے خاندان کا گاؤں پہنچنا	٦٦
ایک گیدڑ کا مور بننے کا دعوے	٧٥
ایک شیخی خورہ	٧٦
بلعم باعور و شیطان لعین	٧٨
بلی کا دُنبے کی [illegible]	٧٩
گیدڑ کا دعوئے طاؤسی	٨٠
گیدڑ سے فرعون کی مشابہت	٨١
منافق کی نشانی	٨٣
ہاروت و ماروت کا قصہ	٨٣
ایک بکرا اور بکری	٨٥
ہاروت و ماروت کا زمین پر آنے کی تمنا کرنا	٨٧
فرعون کا خواب دیکھنا	٨٨
فرعون کا بنی اسرائیل کو بلانا	٩٠
ایک تمثیلی حکایت	٩١
فرعون کا خوش خوش واپس آنا	٩٢
حضرت عمران کا بی بی کو نصیحت کرنا	٩٣
فرعون کا شور و غل سے ڈرنا	٩٣
نجومیوں کا شور و غوغا	٩٥
زچہ عورتوں کو فرعون کا بلانا	٩٦
حضرت موسیٰ کا پیدا ہونا	١٠٠
مادر موسیٰ کو وحی آنا	١٠١
ایک سپیرے کی کہانی	١٠٣
فرعون کا حضرت موسیٰ سے سوال و جواب کرنا	١١٣
حضرت موسیٰ کا جواب	١١٤
فرعون کا جواب	١١٤
حضرت موسیٰ کا فرعون کو مہلت دینا	١١٦
فرعون کا جادوگروں کو تلاش کرنا	١٢٢
جادوگروں کا اپنے باپ کی قبر پر جانا	١٢٤
ساحر مردہ کا جواب دینا	١٢٥
عصا[illegible] موسیٰ اور جادوگروں کی تشبیہ	١٢٧
حضرت موسیٰ کا باقی قصہ	١٢٩

عنوان	نمبر صفحہ
جادوگروں کا فرعون کے پاس آنا	١٣٢
اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل میں اختلاف	١٣٣
حضرت نوحؑ سے لڑکے کی سرکشی	١٣٨
دو حدیثوں کی مطابقت	١٤٣
حیرت بحث و تکرار کی مانع ہے	١٤٥
صحابۂ کرامؓ میں کوئی حافظ نہ تھا	١٤٦
معشوق کے سامنے عاشق کا نامۂ محبت پڑھنا	١٤٨
ایک سست آدمی کا قصہ	١٥٣
اس کے گھر میں گائے کا گھس آنا	١٥٧
عالم اور گمان	١٦٠
مدرسے کے لڑکے اور استاد	١٦١
لوگوں کی عقل میں اختلاف	١٦٢
لڑکوں کا مکر سے استاد کو وہم میں ڈالنا	١٦٣
فرعون کا وہم سے پریشان ہونا	١٦٤
استاد کا وہم و خیال سے بیمار ہو جانا	١٦٥

عنوان	نمبر صفحہ
استاد کا بیماری کے وہم سے رونا	١٦٦
استاد کو پھر وہم میں ڈالنا	١٦٧
لڑکوں کا جانا اور ماں کا پوچھنا	١٦٨
ماں کا استاد کی بیمار پرسی کو جانا	١٦٩
جسم روح کا لباس ہے	١٧٠
ایک خلوت نشین درویش کا قصہ	١٧١
ایک شخص اور ایک سنار	١٧٢
پہاڑی زاہد کا قصہ	١٧٣
بندہ دام کی تشبیہ قضا سے	١٧٥
فقیر کا درخت سے امرود کا توڑنا	١٧٨
درویش کا ہاتھ کاٹا جانا	١٧٩
شیخ اقطع کی کرامت	١٨٢
فرعون کے جادوگر	١٨٣
ایک پتھر اور ایک ڈھیلا	١٨٦
حضرت عزیرؑ کا گدھا	١٨٧
ایک بزرگ کا اپنے بچوں کی موت پر نہ رونا	١٨٨
شیخ کا نہ رونے کے واسطے عذر کرنا	١٩١
ایک شیخ نابینا کا قرآن پڑھنا	١٩٥
حضرت لقمانؑ کا صبر کرنا	١٩٦
شیخ نابینا کا باقی قصہ	١٩٧

عنوان	نمبر صفحہ
اولیاء اللہ کا قصہ	١٩٩
بہلول اور ایک صاحب دل	٢٠١
حضرت دقوقی اور انکی کرامت	٢٠٣
حضرت دقوقی کا قصہ	٢٠٦
حضرت موسیٰ کی زیادت طلبی	٢٠٨
قصہ حضرت دقوقی کی طرف رجوع	٢٠٩
ساحل دریا پر سات شمعوں کا نظر آنا	٢١١
ان ساتوں شمعوں کا ایک ہو جانا	٢١١
سات شمعوں کا سات مرد بن جانا	٢١٢
پھر ان سات مردوں کا سات درخت بن جانا	٢١٣
ان درختوں کا مخلوق کی آنکھوں سے پوشیدہ رہنا	٢١٤
ساتوں درختوں کا پھر ایک ہو جانا	٢١٧
ان سات درختوں کا سات مرد بن جانا	٢١٨
دقوقی کا ان کی امامت کرنا	٢٢١
دقوقی کا امامت کے لیے آگے بڑھنا	٢٢٥

عنوان	نمبر صفحہ	عنوان	نمبر صفحہ	عنوان	نمبر صفحہ
اولیاء اللہ پوشیدہ ہیں	۳۳۱	اس شخص کا حضرت موسیٰ کی طرف دوڑنا	۳۵۹	نفس و اثبات میں جمع و تطبیق	۳۹۰
حضرت انسؓ بن مالک کا دسترخوان	۳۳۲	حضرت موسیٰ کا دعا کرنا	۳۶۱	درویش کامل کی فنا و بقا	۳۹۱
آنحضرت کا قافلہ عرب کی فریادرسی کرنا	۳۳۵	اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ کی دعا قبول کرنا	۳۶۲	وکیل صدر جہاں کا قصہ	۳۹۳
رسول خدا کا معجزہ	۳۳۷	ایک عورت کی کہانی	۳۶۳	حضرت مریم کے پاس روح القدس کا آنا	۳۹۴
خواجہ کا غلام کو نہ پہچاننا	۳۳۹	حضرت امیر حمزہ کا بے زرہ جنگ میں آنا	۳۶۵	روح القدس کی حضرت مریم سے گفتگو	۴۰۱
خدا نے سب کچھ مطابق حاجت پیدا کیا	۳۴۲	حضرت حمزہ کا جواب	۳۶۶	اسی وکیل کا بخارا کو جانا	۴۰۳
ایک کافرہ کا حضورؐ کی خدمت میں آنا	۳۴۴	خرید و فروخت میں دفع نقصان کا حیلہ	۳۷۲	عاشق و معشوق کے سوال و جواب	۴۰۵
ایک عقاب کا موزہ رسولؐ کو لے جانا	۳۴۶	حضرت بلالؓ کا خوشی سے انتقال کرنا	۳۷۵	دوستوں کا بخارا جانے سے اسے منع کرنا	۴۰۷
اس حکایت میں ایک عبرت ہے	۳۴۷	موت سے جسم کو ویران ہونے کی حکمت	۳۷۶	مرد عاشق کا جواب دینا	۴۰۸
حضرت موسیٰ سے ایک شخص کی استدعا	۳۴۹	دنیا اور خواب کی تشبیہ	۳۷۸	بخارا کی طرف عاشق کی روانگی	۴۱۱
حضرت موسیٰ کو وحی آنا	۳۵۱	غفلت کا پانی اور تاریکی جسم سے ہے	۳۸۰	عاشق کا بخارا پہنچنا	۴۱۲
مرد طالب کا مرغ اور کتے کی بولی سیکھنا	۳۵۲	نفس مطلق کی تشبیہ	۳۸۱	عاشق کا جواب	۴۱۴
مرغ کا کتے کو جواب دینا	۳۵۳	سننے والوں اور مریدوں کے آداب	۳۸۲	عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا	۴۱۷
مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا	۳۵۵	ہر حیوان کا اپنے دشمن سے بچنا	۳۸۵	ایک مسجد اور عاشق کی کہانی	۴۱۸
مرغ کا خواجہ کی موت کی اطلاع دینا	۳۵۷	مثال تقلید و تحقیق میں فرق	۳۸۷	اس مہمان کش مسجد میں ایک مہمان کا آنا	۴۱۹
				اہل مسجد کا مہمان کو منع کرنا	۴۲۰

عنوان	نمبر صفحہ
عاشق کا جواب ...	۴۲۱
حکیم جالینوس کا قول	۴۲۲
اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا ...	۴۲۶
آنحضرت سے شیطان کی مخالفت ...	۴۳۰
مہمان کو ملامت گروں کی دوبارہ نصیحت ...	۴۳۶
مہمان کا جواب ...	۴۳۷
مصیبت میں مومن کے بہلنے کی تمثیل	۴۴۴
مومن کا آگاہی بلا پر صابر ہونا ...	۴۴۸
خاتون کا جننے سے عذر کرنا	۴۴۹
مہمان مسجد کا قصہ ...	۴۵۰
کم فہموں طعنہ زنوں کی بداندیشی ...	۴۵۱
ان للقرآن ظہراً و بطناً کی تفسیر ...	۴۵۵
اولیاء انبیا کا پہاڑوں اور غاروں میں رہنا ...	۴۵۶
اولیا و کلام اللہ کی تشبیہ	۴۵۷
یا جبال اوّبی معہ والطیر کی تفسیر ...	۴۵۸
مثنوی پر طعنہ مارنے والے کا جواب ...	۴۵۹
پانی پینے سے گھوڑے کے بچے کا بھاگنا ...	۴۶۱
مہمان مسجد کا باقی قصہ	۴۶۳
واجلب علیہم بخیلک و رجلک کی تفسیر ...	۴۶۴
مہمان مسجد کو آواز طلسم سنائی دینا ...	۴۶۶
صدر جہاں سے عاشق کی ملاقات	۴۶۹
ہر شے کا اپنی جنس کو جذب کرنا	۴۷۳
عالم ارواح کی طرف روح کا کھینچنا ...	۴۷۵
اندروں کا توڑتا انسان کو تنبیہ کرنا ہے ...	۴۷۷
آنحضرت کا قیدیوں کو دیکھکر تبسم فرمانا ...	۴۷۹
ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح کی تفسیر ...	۴۸۰
آنحضرت کی جنگ حدیبیہ سے واپسی ...	۴۸۲
والقضاء علی یونس کی تفسیر	۴۸۳
طعنہ زنوں کے طعنہ سے آنحضرت کی آگاہی ...	۴۸۴
آنحضرت کی طرف سے قیدیوں کے ضمیر کا جواب ...	۴۸۵
باغی آسودگی میں بھی مقہور ہے ...	۴۸۸
عاشق و معشوق کا حساب کرنا	۴۹۲
بخاری عاشق کا صدر جہاں کے پاس پہنچنا ...	۴۹۴
دربار سلیمان میں مچھر کی فریاد	۴۹۵
حضرت سلیمان کا مچھر کو حکم دینا	۴۹۷
عاشق بیہوش پر معشوق کی نوازش ...	۴۹۹
عاشق بیہوش کا ہوش میں آنا ...	۵۰۴
ایک مہجور و آفت زدہ عاشق کی حکایت ...	۵۰۸
عاشق کا معشوق کو پانا ...	۵۱۲
تمت ...	۵۱۵

ختم شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الہام منظوم

دفتر سوم

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار ۔ این سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار

ای ضیاء الحق حسام الدین لاؤ ۔ تا کہ ہو سنت یہ دفتر تیسرا

برگشا گنجینۂ اسرار را ۔ در سوم دفتر بہل اعذار را

کھول دے گنجینۂ معنی کے در ۔ تیسرا دفتر ہے ترک عذر کر

قوتت از قوت حق میزہد ۔ نہ از عروقے کز حرارت میجہد

تیری قوت ہے خدا کے زور سے ۔ نہ رگوں سے ہے کہ جو گرمی سے جھٹے

این چراغ شمس کو روشن بود ۔ نہ از فتیلہ و پنبہ و روغن بود

جس طرح روشن چراغ شمس ہے ۔ تیل بتی کے بغیر اپنے سے ہے

سقف گردون کو چنین دائم بود ۔ نہ ز طناب و استنے قائم بود

آسماں کی چھت جو ہے قائم ہوئی ۔ رسیوں سے اور ستونوں سے ہے بری

قوت جبریل از مطبخ نبود ۔ بود از دیدار خلاق ودود

قوت جبریل کھانے سے نہ تھی ۔ تھی یہ قوت جلوۂ اللہ کی

ہمچنین این قوت ابدال حق ۔ ہم ز حق دان نز طعام و از طبق

قوت ابدال حق بھی مہرباں ۔ ہے خدا سے کھانے پینے سے نہاں

جسمشان را ہم ز نور اسرشتہ اند ۔ تا ز روح و از ملک بگذشتہ اند

جسم ان سب کے بنے ہیں نور سے ۔ وہ ہیں روحوں اور فرشتوں سے پرے

۱ یعنی جس طرح بعض افعال کا تین بار ادا کرنا سنت ہے ۔

چونکہ موصوفی باوصاف جلیل — پر تو آتش شد گلستان چون خلیل

چونکہ تو رکھتا ہے اوصاف جلیل — آگ تجھ پر باغ ہے مثل خلیل ؑ

گردد آتش بر تو ہم بردٌ و سلام — ای عناصر مر مزاجت را غلام

آگ تجھ پر کیوں نہ ہو سرد اور سلام — ہیں عناصر طبع تیری کے غلام

ہر مزاجے را عناصر مایہ است — وین مزاجت برتر از ہر پایہ است

یہ جو ہیں عنصر طبیعت کے لئے — طبع افضل تیری ہر اک پائے سے

این مزاجت در جہان منبسط — وصف وحدت را کنون شد ملتقط

وسعت عالم میں یہ تیرا مزاج — منتخب وصف الٰہی سے ہے آج

اے دریغا عرصۂ افہام خلق — سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

تنگ ہے میدان فہم خلق کا — خلق کو بہرہ نہیں ہے حلق کا

اے ضیاء الحق بحذق رای تو — حلق بخشد سنگ را حلوای تو

ہے ضیاء الحق وہ دانائی تیری — تیرا حلوا حلق پتھر کو بھی دے

کوہ طور اندر تجلی حلق یافت — تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت

طور نے جلووں میں پایا حلق تھا — مے تو پی پر تاب کب وہ لا سکا

صار دکًّا منہ وانشق الجبل[۲] — ہل رأیتم من جبل رقص الجمل

کوہ ٹکڑے ہو کے جلوے سے پھٹا — کس نے دیکھا کوہ سے رقص اونٹ کا

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس — حلق بخشی کار یزدانست و بس

لقمہ دینا ہر کوئی ہے جانتا — حلق بخشی ہے فقط کار خدا

۱؎ سلامتی بخشنے والی ۔

۲؎ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ اعظم شانہٗ نے فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسیٰ صعقا ۔ یعنی جب موسیٰ کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ نما ہوا ۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے ۔

حلق بخشد جسم را و روح را ‏ حلق بخشد بہر ہر عضوے جدا

حلق بخشے جسم کو اور روح کو ‏ حلق کی ہر عضو میں تقسیم ہو

این گہے بخشد کہ اجلالی شوی ‏ از دغا و از دغل خالی شوی

ہاں مگر جس وقت اجلالی ہو تو ‏ ہر دغا ہر مکر سے خالی ہو تو

تا نگوئی سر سلطاں را بکس ‏ تا نریزی قند را پیش مگس

تا کسی سے تو نہ بھید اسکا کہے ‏ قند کو محفوظ مکھی سے رکھے

گوش آنکس نوشد اسرار جلال ‏ کو چو سوسن دہ زبان افتاد ولال

سنتے ہیں کان اس کے اسرار جلال ‏ ہو زبان مانند سوسن جس کی لال

حلق بخشد خاک را لطف خدا ‏ تا خورد آب و بروید صد گیا

خاک کو بھی حلق دیتا ہے خدا ‏ پانی پی کر گھاس دیتی ہے اگا

باز حیواں را ببخشد حلق و لب ‏ تا گیاہش را خورد اندر طلب

ہے وہ حیوانوں کو دیتا حلق و لب ‏ تا کہ کھائیں گھاس ہنگام طلب

چون گیاہش خورد حیوان گشت زفت ‏ گشت حیوان لقمۂ انسان و رفت

گھاس کھا کھا کر قوی حیواں ہوا ‏ اور پھر وہ لقمۂ انسان ہوا

باز خاک آمد شد اکال بشر ‏ چون جدا شد از بشر روح و بصر

کھا گئی پھر خاک اس انسان کو ‏ کر دیا فانی نظر اور جان کو

ذرہا دیدم دہانشاں جملہ باز ‏ گر بگویم خوردشاں گردد دراز

ذروں کا منہ میں نے دیکھا ہے کھلا ‏ داستاں ہو طول کھولوں جو راز اسکا ذرا

برگہا را برگ از انعام او ‏ دایگان را دایہ لطف عام او

برگ با سامان ہیں انعام سے ‏ دایہ اس کا لطف ذاتی کے لیے

سالہ گنگ

رزق ہا را رزق‌ہا او می‌دہد ‖ زانکہ گندم بے غذائے کے زہد
رزق کو بھی رزق دیتا ہے وہ ہی ‖ بے غذا بھی ہے اُگا گیہوں کبھی؟

نیست شرح ایں سخن را منتہی ‖ پارہ گفتم بداں زاں پارہا
اس سخن کی شرح ہے لا انتہا ‖ میں نے اک ٹکڑا ہے ٹکڑوں سے لیا

جملہ عالم آکل و ماکول داں ‖ باقیاں را مقبل و مقبول داں
ساری دنیا آکل و ماکول ہے ‖ جو ہے باقی مقبل و مقبول ہے

ایں جہان و ساکنانش منتشر ‖ واں جہان و ساکنانش مستمر
یہ جہان اور اس کے ساکن منتشر ‖ وہ جہان اور اس کے ساکن مستمر

ایں جہان و عاشقانش منقطع ‖ اہلِ آں عالم مخلد مجتمع
یہ جہان اور اسکے عاشق ہیں فنا ‖ اس جہاں والے ہیں سب اہلِ بقا

پس کریم آنست کو خود را دہد ‖ آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد
ہے کریم اب وہ کہ جو اپنے کو دے ‖ آبِ حیواں تا کہ باقی رہ سکے

باقیات الصالحات آمد کریم ‖ رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
ہے کریم اب باقیات الصالحات ‖ جسکو ہے خوف اور آفت سے نجات

گر ہزار اند یک تن بیش نیست ‖ چوں خیالاتِ عدد اندیش نیست
ہوں ہزاروں ایک سے بڑھکر نہیں ‖ ہیں خیالاتِ عدد اندیش سب

آکل و ماکول را حلق است و نائے ‖ غالب و مغلوب را عقلست و رائے
آکل و ماکول کو ہے حلق و نائے ‖ غالب و مغلوب کو ہے عقل و رائے

۱؎ کھانے والا اور کھایا جانے والا ۔

۲؎ دائم ۔ مجتمع ۔

۳؎ قولہ تعالیٰ عز و جل : - والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر مردا ۔
یعنی جو نیک باتیں انسان سے باقی رہ جائیں - وہ خدا کے نزدیک از روئے ثواب اور از روئے بازگشت بہتر ہیں ۔

حلق بخشید او عصائے عدل را ۔۔۔ خورد او چنداں عصا و حبل را

حلق یوں اپنے عصا کو دے دیا ۔۔۔ وہ عصا اور رسیوں کو کھا گیا[1]

واندرو افزوں نشد زاں جملہ اکل ۔۔۔ زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل

اس میں کھانے کی فراوانی نہ تھی ۔۔۔ کیونکہ اس کی شکل حیوانی نہ تھی

مر یقیں را چوں عصا حق حلق داد ۔۔۔ تا بخورد او ہر خیالے را کہ زاد

وہ یقیں کو حلق دے مثل عصا ۔۔۔ تا خیالوں کو کرے اس کی غذا

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست ۔۔۔ رازق حلق معانی ہم خداست

مثل ظاہر ہے معانی کا گلا ۔۔۔ رازق حلق و معانی ہے خدا

پس ز ماہی تا بمہ از خلق نیست ۔۔۔ کہ بجذب مایہ او را حلق نیست

ماہ سے تا ماہی کوئی بھی نہیں ۔۔۔ حلق جس کو ہو نہ حاصل بالیقیں

حلق جاں از فکر تن خالی شود ۔۔۔ آنگہے روزیش اجلالی شود

حلق جاں ہو فکر تن سے رستگار ۔۔۔ رزق اجلالی سے پھر ہو مایہ دار

حلق عقل و دل چو خالی شد ز فکر ۔۔۔ یافت او بے شبہہ معدہ رزق بکر

حلق عقل و دل ہو خالی فکر سے ۔۔۔ رزق اچھوتا اس کو خالق سے ملے

شرط تبدیل مزاج آمد بداں ۔۔۔ کز مزاج بد بود مرگ بداں

شرط تبدیلی طبیعت کی ہے ہاں ۔۔۔ بد مزاجی ہے ہلاکت بے گماں

چوں مزاج آدمی گلخوار شد ۔۔۔ زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد

طبع جس انسان کی گل خوار ہے ۔۔۔ زرد ہے بدرنگ ہے اور خوار ہے

چوں مزاج زشت او تبدیل یافت ۔۔۔ رفت زشتی از رخش چوں شمع تافت

جب مزاج بد کی تبدیلی ہوئی ۔۔۔ چہرکا مثل شمع زشتی مٹ گئی

[1] یعنی جناب موسیٰ علیہ السلام کا عصا ساحروں کے عصا اور رسیوں کو کھا گیا

دایه کو طفل شیر آموز را | تا بنعمت خوش کند بدفوز را

ڈھونڈے دایہ دودھ پیتے طفل کو | جو کرے خوش اور دے نعمت کی خو

دایه کو شیرخواره طفل را | تا ز نعمتها کند او را غذا

ڈھونڈے دایہ طفل کی بہر غذا | نعمتوں سے جو کرے نشو و نما

گر ببندد راهِ یک پستان او | بر گشاید راهِ صد بستان بر او

ایک پستاں کو جو اس سے روک لے | راہِ سرباغوں کی اس پر کھول دے

زانکه پستان شد حجابِ آن ضعیف | از هزاران نعمت و خوان و رغیف

کیونکہ پستاں ہے حجاب اس طفل کا | نعمتوں اور روٹیوں سے بے ملا

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام | اندک اندک جهد کن تم الکلام

زندگی اپنی ہے ترکِ شیر پر | تھوڑی تھوڑی اس میں کوشش کیجیے

چون جنین بد آدمی خون بد غذا | از نجس مؤمن برد پاکی کذا

پیٹ میں تھی خون بچے کی غذا | مومن اس کو اب نجس سے ہے بچا

چون جنین بد آدمی خونخوار بود | بود او را بود از خون تار و پود

پیٹ میں خونخوار تھا یہ آدمی | خون ہی سے تھا مدار زندگی

از فطامِ خون غذااش شیر شد | وز فطامِ شیر لقمه گیر شد

ترکِ خوں سے دودھ تھا اسکی غذا | دودھ جب چھوٹا تو پھر لقمہ ملا

وز فطامِ لقمه لقمانی شود | طالبِ مطلوبِ پنهانی شود

لقمہ کو چھوڑے تو پھر لقمان ہو | طالبِ مطلوب یہ انسان ہو

گر جنین را کس بگفتی در رحم | هست بیرون عالمی بس منتظم

بچے سے گر پیٹ میں کہتا کوئی | اک جہاں باہر ہے اچھا اور بھی

یک زمین خرمی با عرض و طول | اندرو صد نعمت و چندین اکول

لمبی چوڑی اک زمیں ہے خوشگوار | نعمتیں جس میں ہیں بے حد و شمار

کوہہا و بحرہا و دشتہا ۔ بوستانہا باغہا و کشتہا

دشت بھی دریا بھی ہیں کہسار بھی ۔ باغ بھی ہیں کھیت بھی گلزار بھی

آسمانی بس بلند و پر ضیا ۔ آفتاب و ماہتاب و صد سہا

آسماں بھی ہے بلند و پُر ضیا ۔ چاند سورج اور تاروں سے بھرا

از شمال و از جنوب و از دبور ۔ باغہا دارد عروسیہا و سور

اُتر اور دکن سے چل چل کر ہوا ۔ کرتی ہے باغوں کو شاداب اور ہرا

در صفت ناید عجایبہای آں ۔ تو دریں ظلمت چہ در امتحاں

کیا صفت ہو اس کی نادر چیزوں کی ۔ تجھ کو کیوں بھاتی اندھیری کوٹھڑی

خوں خوری در چار میخ تنگنا ۔ در میان حبس انجاس و عنا

خون پیتا ہے شکنجے میں پھنسا ۔ اور ہے حبس و نجاست میں پڑا

او بحکم حال خود منکر بدے ۔ زیں رسالت معرض و کافر شدے

اسکو حسب حال کب آتا یقیں ۔ کرتا انکار ان پیاموں سے جنیں

کایں محالست و فریبست و غرور ۔ زانکہ وہم کور ازیں معنی ست دور

اور کہتا ہے محال اور مکر و زور ۔ کیونکہ وہم کور ہے ان سب سے دور

جنس چیزے چوں ندید ادراک او ۔ نشنود ادراک منکرناک او

جنس سے ادراک کو سوجھی نہیں ۔ کیسے منکر فہم کو آئے یقیں

ہمچنانکہ خلق عام اندر جہاں ۔ زاں جہاں ابدال میگویندشاں

بس یونہی خلق جہاں کے سامنے ۔ کہتے ہیں ابدال حال اس سمت کے

کایں جہاں چاہیست بس تاریک و تنگ ۔ ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ

یعنی دنیا ہے کنواں تاریک و تنگ ۔ عالم بالا ہے بس بے بو و رنگ

ہیچ در گوش کسے زیشاں نرفت ۔ کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت

لیکن اس کو کوئی سنتا ہی نہیں ۔ طمع ہے سخت اک حجاب اے ہمنشیں

گوش را بند و طمع از استماع | چشم را بند و غرض از اطلاع

طمع کر دے کان کو سننے سے بند | آنکھ کو کر دے غرض جلوے سے بند

همچنانکه آن جنین را طمع خون | کان غذائے اوست در اوطانِ دون

اس جنیں کو جیسے لالچ خون کا | ہے مقام دون میں جو اسکی غذا

از حدیث این جهان محجوب کرد | خون تن را بر دلش محبوب کرد

باتیں اس دنیا کی سمجھا کب ذرا | خون ہے محبوب اس کا ہو گیا

زین همه انواع نعمت ماند فرد | غیر خون او می نداند چاشت خورد

رہ گیا محروم ان لذات سے | کھاتا کیا پایا بجز اک خون کے

پس تو هم طمع خوشی این جهان | شد حجاب آن خوشی جاودان

تجھ پہ لالچ اس خوشی کا ایں جہاں | اس خوشی کا ہے حجاب جاوداں

طمع ذوق این حیات پر غرور | از حیات راستینت کرد دور

طمع سے یہ زندگی پُر غرور | کر رہی ہے زندگی تو سے دور

پس طمع کورت کند نیکو بدان | بر تو پوشاند یقین را بیگمان

طمع کر دیتی ہے اندھا جان سے | یہ چھپاتی ہے یقین کو مان لے

حق ترا باطل نماید از طمع | در تو صد کوری فزاید از طمع

حق نظر آتا ہے باطل برملا | طمع سے بڑھتا ہے اندھاپن ترا

از طمع بیزار شو چون راستان | تا نهی پا بر سر آن آستان

طمع سے جوں راستاں بیزار ہو | تا رکھے اس آستاں پہ پاؤں کو

گاه اندر آن چون راقی وارهی | از غم و شادی قدم بیرون نهی

پائے گا اس در سے آزادی اگر | قید سے شادی و غم کی چھوٹ کر

چشم جانت روشن و حق بین شود | بی ظلام کفر نور دین شود

چشم جاں روشن ہو اور حق بیں ضرور | نور دیں پاوے کفر کی ظلمت ہو دور

پند پیران را پذیرا شو بجاں ‖ تا رہی از خوف و مانی در اماں

پند پیروں کی پذیرا کر بجاں ‖ تاکہ چھوٹے خوف سے۔ پائے اماں

بشنو اکنون قصۂ تمثیل آں ‖ تا بیابی در حقیقت نورِ جاں

اب مثالاً ایک قصہ سن بیاں ‖ تا حقیقت میں تو پائے نورِ جاں

ایک دانا اور ہاتھیوں کے شکاری

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں ‖ دید دانائے گروہِ دوستاں

ایک دانا جبکہ ہندستاں گیا ‖ دیکھا۔ واں کچھ دوست بیٹھے ایک جا

گرسنہ ماندہ شدہ بی برگ و عور ‖ می رسیدند از سفر در راہ دور

بھوکے پیاسے اور بے ساماں تھے ‖ دور سے کر کے سفر آئے ہوئے

مہر داناییش جوشید و بگفت ‖ خوش سلامے شاں و چوں گل بر شگفت

جوش جب اس کی محبت میں اٹھا ‖ مثلِ گل کھل کر سلام ان کو کیا

گفت دانم کز تجوّع وز خلا ‖ جمع آمد رنجتاں زیں کربلا

اور کہا۔ شاید کہ بھوک اور پیاس سے ‖ اس جگہ تکلیف میں تم ہو پڑے

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل ‖ تا نباشد خوردتاں فرزندِ پیل

لیکن اللہ اللہ اے قوم جلیل ‖ تم نہ کھانا بھول کر فرزندِ پیل

پیل ہست ایں سو کہ اکنوں می روید ‖ پندِ من از جان و از دل بشنوید

ہیں ادھر ہاتھی۔ جدھر جاتے ہو تم ‖ یہ نصیحت سن لو گر جاتے ہو تم

پیل بچگانند اندر راہتاں ‖ صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہتاں

پیل کے بچے ملیں گے راہ میں ‖ اور شکار اُن کا اُچھا رہیگا نہیں

بس ضعیفند و لطیفند و سمیں ‖ لیک مادرشاں بود اندر کمیں

وہ لطیف اور ہونگے فربہ بیگماں ‖ پیچھے پیچھے ہوگی لیکن اُنکی ماں

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ — می بگردد در حنین و آہ آہ

اپنے بچوں کے لیے کوسوں وہاں — دوڑتی پھرتی ہے با آہ و فغاں

دود آتش آید از خرطوم او — الحذر از کودکِ مرحوم او

سونڈ سے اس کی نکلتا ہے دھواں — بچۂ مردہ سے اس کے الاماں

اولیا اطفالِ حقند اے پسر — غائبے و حاضرے بس باخبر

اولیا اطفال حق ہیں اے پسر — ہاں حضور و غیب میں وہ باخبر

غائبی مندیش از نقصانِ شاں — کو کشد کین از برائے جانِ شاں

حق سے تو غائب ہے - ان کو مت ستا — بدلہ لے گا جان کا ان کی خدا

گفت اطفالِ منند ایں اولیا — در غریبی فرد از کار و کیا

قول حق ہے طفل ہیں میرے ولی — ہے فزوں دولت سے انکی مفلسی

از برائے امتحاں خوار و یتیم — لیک اندر سر منم با او ندیم

امتحاناً ہیں وہ سب خوار و یتیم — ہوں مگر پوشیدہ میں انکا ندیم

پشت دار جملہ عصمتہائے من — گوئیا ہستند خود اجزائے من

ہیں مری عصمت کے وہ پشت و پناہ — گویا اجزا ہیں مرے وہ خوش نگاہ

ہاں و ہاں ایں دلق پوشانِ منند — صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند

گدڑی والے میرے بندے نیک ہیں — گو وہ لاکھوں ہیں مگر سب ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوبے ہنر — موسیٰؑ فرعون را زیر و زبر

ورنہ کرتی کس طرح چوب ہنر — موسیٰؑ کی فرعون کو زیر و زبر

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد — نوحؑ شرق و غرب را غرقاب خود

بد دعا سے ورنہ کیونکہ بے حجاب — نوحؑ مشرق و مغرب کرتے غرق آب

برنکندے یک دعائے لوط را — جملہ شہرستانِ شاں را بیمراد

کھو دیتیں کیونکہ دعائیں لوط کی — ان کے سب شہروں کو جڑ سے مدعی

گشت شہرستان چون فردوس شان
دجلۂ آب سیہ رو بین نشان

شہر ان کے غیرت فردوس تھے
کالے پانی کے سمندر بن گئے

سوئے شام است این نشان این خبر
در رہ قدسش ببینی بر گذر

شام کی جانب ملیں گے یہ نشان
راہ میں بیت المقدس کی وہاں

صد ہزاران اولیائے حق پرست
خود بہر قرنے سیاستہا بدست

اولیا گذرے ہیں لاکھوں ہاں سے
تھے سیاست والے جو اپنے عہد کے

گر بگویم این بیان افزون شود
خود جگر چہ بود کہ خارا خون شود

گر کہوں تو طول پکڑے یہ بیاں
یہ جگر کیا کہ وہ خوں ہو جائے ہاں

خون شود خارا و باز آن بفسرد
تو نبینی خون شدن کوری و رد

کوہ خوں ہو جائے اور وہ پھر جمے
تو نہ اندھے پن سے دیکھ اسکو سکے

حرفہ کوری دوربین و تیز چشم
لیک از اشتر نبیند غیر پشم

یہ عجب کوری ہے ہو کر تیز چشم
صرف اونٹوں کی نظر آتی ہے پشم

مو بمو بیند ز صرفہ حرص انس
رقص بی مقصود دارد ہمچو خرس

حرص کو انساں سے یکسر دیکھتا
ریچھ سا بے فائدہ ہے ناچتا

مو بمو بیند ز حرص خود بشر
رقص وخالی ز خیر و چہ ز شر

دیکھتا ہے حرص خود اپنی بشر
خیر کب ہے رقص میں اسکے نہ شر

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی
پنبہ را از ریش شہوت برکنی

رقص اس جا کر جہاں ٹوٹے خودی
ریش شہوت سے نکالے تو روئی

رقص و جولان بر سر میدان کنند
رقص اندر خون خود مردان کنند

رقص کر ہیں ناچتے میدان میں
خون ہی میں مرد رقص اپنے کریں

چون رہند از دست خود دستے زنند
چون جہند از نقص خود رقصے کنند

وہ خودی سے چھوٹ کر تالی بجائیں
نقص سے چھوٹیں تو رقص اپنا دکھائیں

مطربانشان از درون دف میزنند	بحرها در شورشان کف میزنند
ہیں بجاتے مطرب ان میں چھپ کے دف	شور سے اُن کے سمندر ہیں بجے کف
تو نبینی برگها با شاخها	کف زنان رقصان بتحریک صبا
کیا نہیں شاخ اور پتے دیکھتا	جو صبا سے رقص میں ہیں برملا
تو نبینی لیک بهر گوششان	برگها با شاخها هم کف زنان
دیکھ کیا اُن کے کانوں کے لیے	ہیں بجاتے تالیاں پتے بڑے
تو نبینی برگها را کف زدن	گوش دل باید نه این گوش بدن
تالیاں بجنا نظر آتا نہیں	گوش دل سے سن تو آ جائے یقیں
گوش سر بر بند از هزل و دروغ	تا ببینی شهر جان را با فروغ
دور کر کانوں سے تو ہزل و دروغ	شہر جاں کا تا نظر آئے فروغ
هین دهان بر بند از هزل ای عمو	جز حدیث روی او چیزی مگو
ہزل سے اپنے دہاں کو بند کر	باتیں کر صرف اسکی تو اے [illegible]
سر کشد گوش محمد در سخن	کش بگوید در نبی حق هو اذن
گوش احمد ہزل کو سنتے نہ تھے	جو کہ اذن۔ ان کو کہا اللہ نے
سربسر گوش است و چشم است آن نبی	رحمت حق مرضع است و ما صبی
گوش ہیں و دیدہ ہیں نبی محترم	رحمتِ حق دایہ ہے بچے ہیں ہم
این سخن پایان ندارد باز ران	سوے اہل پیل و بر آغاز ران
اس سخن کی حد نہیں کچھ اے پسر	قصہ اہل پیل کا آغاز کر

بچگانِ پیل کے متعرضوں کا قصہ

هر دهان را پیل بویی میکند	گرد معده هر بشر بر میتند
پیل سونگھے سب کے منہ کو برملا	ہر بشر کے معدے پہ ہے گھومتا

لہ شامل کان ۱

تا کجا یابد کباب پور خویش ۔ تا نماید انتقام و زور خویش

پائے جس جا اپنے بچے کے کباب ۔ لے سکے بدلہ اس سے بیہودہ کا بیتاب

گوشتہائے بندگان حق خوری ۔ غیبت ایشان کنی کیفر بری

گوشت کھائے بندگان حق کا تو ۔ ان کی غیبت کر کے سن اے کینہ جو

ہیں کہ بویائے دہانتان خالق است ۔ کے برد جان غیر آن کو صادق است

سونگھے گا اللہ خود اُن کا دہاں ۔ جو ہیں صادق ان کی بچ جاوے گی جاں

وائے آن افسوسئے کش بوئے گیر ۔ باشد اندر گور منکر یا نکیر

وائے اس پر جس کی بُو لے خورده گیر ۔ سونگھیں اگر قبر میں منکر نکیر

نے دہان دزدیدن امکان نے اماں ۔ نے دوا خوش کردن از دارو دہان

منہ چھپانے کا وہاں موقع کہاں ۔ اور نہ دیوے کام کچھ بخشش وہاں

آب و روغن نیست مر روپوش را ۔ راہ حیلت نیست عقل و ہوش را

آب و روغن مُنہ چھپانے کو کہاں ۔ عقل کیونکر حیلہ جو ہو بیگماں

چند کوبد زخمہائے گرزشان ۔ بر سر ہر ژاژخا و ہرزہ شان

کسقدر کوٹیں گے اپنے گرز سے ۔ سر کو اور چوتڑ کو ہر بیہودہ کے

گرز عزرائیل را بنگر اثر ۔ گر نہ بینی چوب و آہن در صور

دیکھ اثر تو گرز عزرائیل کا ۔ چوب و آہن گر نہیں نظروں سے جدا

ہم بصورت مینماید گہ گہے ۔ زان ہمان رنجور باشد آگہے

گو کبھی آتی ہے صورت بھی نظر ۔ ہو وہی بیمار کو اس کی خبر

گوید آن رنجور کاے یاران حرم ۔ چیست این شمشیر بر فرق سرم

کہتا ہے بیمار غمخواروں سے یوں ۔ میرے سر پہ کیا ہے یہ تلوار سی

چون نمی بیند کس از یاران او ۔ در جواب آیند یاران کاے عمو

دوستوں کو وہ نہیں آتی نظر ۔ وہ یہ دیتے ہیں جواب اسے بے خبر

ماہئی بینیم باشد این خیال | چہ خیالست این کہ ہست این ارتحال

کچھ نظر آتا نہیں یہ ہے خیال | یہ تخیل ہے بوقت انتقال

چہ خیالست این کہ این چرخ نگوں | از نہیب آن خیالے شد چو نون

یہ گماں کیا ہے کہ چرخ سرنگوں | ہے خیال خوف سے مانند نون

گرزہا و تیغہا محسوس شد | پیش بیمار و سرش منکوس شد

گرز اور تلوار محسوس اب ہوئے | جھک گیا بیمار کا سر خوف سے

او ہمی بیند کہ آن از بہر اوست | چشم دشمن بستہ زان و چشم دوست

دیکھتا ہے وہ کہ ہے اس کے لئے | دوست دشمن کس طرح دیکھیں اسے

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد | چشم او روشن کہ چون خونریز شد

حرص دنیا رخصت اور بینائی تیز | آنکھ اس کی روشن اور ہے خونریز

مرغ بے ہنگام شد آن چشم او | از نتیجہ کبر او و خشم او

مرغ بے ہنگام آنکھ اس کی ہوئی | اس کی نخوت کا نتیجہ تھا یہی

سر بریدن واجب آمد مرغ را | کو بغیر وقت جنباند درا

کاٹنا سر مرغ کا واجب ہوا | جسنے یوں بیوقت دی ایسی صدا

ہر زمان نزعیست جزو جانت را | بنگر اندر نزع جان ایمانت را

جان تیری نزع میں ہے ہر گھڑی | نزع جاں میں دیکھ ایمان اے اخی

عمر تو مانند ہمیان زر است | روز و شب مانند دینار اشمر است

زر کی تھیلی ہے تیری عمر یار | روز و شب ہے مثل درہم کے شمار

میشمارد میدہد زر بیوقوف | تا کہ خالی گردد و آید خسوف

دیتا ہے گن گن کے ناداں اپنا زر | تھیلی تا ہو جائے خالی زود تر

گر ز کہ بستانی و ننہی بجائے | اندر آید کوہ زان دادن ز پائے

کوہ سے لیکر نہ گر تو کچھ رکھے | عاجز آئے کوہ بھی اس دینے سے

۱ نون کی طرح [illegible] خمیدہ و [illegible]

پس بہ ہر جائے ہر دم را عوض	تا ز واسجد و اقترب یابی غرض
رکھ[1] نفس کی ہر جگہ پر اک عوض	پائے "واسجد و[2] اقترب سے" تا غرض
در تمامی کارہا چندیں مکوش	جز بکارے کہ بود در دیں بکوش
اتنی سب کاموں میں تو کوشش نہ کر	دین کے کاموں میں کوشش کر مگر
عاقبت تو رفت خواہی ناتمام	کارہایت ابتر و نان تو خام
تجھ کو جانا ہی پڑے گا ناتمام	کام ابتر ہیں ترے ۔ توشہ ہے خام
ویں عمارت کردن گور و لحد	نے بسنگ است و نہ چوب و نے لبد
گور کی تعمیر پہ اسکے ہے خبر	مت لگا تو اینٹ پتھر اور زر
بلکہ خود را در صفا گورے کنی	در منی آں کنی دفن ایں منی
قبر کو اپنی صفا کر کے بنا	دفن کر اپنی خودی کو اس میں جا
خاک او گردی و مدفون غمش	تا دمت یابد مددہا از دمش
اسکی ہو خاک ۔ اسکے غم میں ہو فنا	اس کے دم سے پائے قوت دم ترا
گورخانہ قبہ ہا و کنگرہ	نبود از اصحاب معنی آں سرہ
گور خانے اور قبے کنگرے	کچھ نہیں اہل حقیقت کے لئے
بنگر اکنوں زندۂ اطلس پوش را	ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
غور تو کر زندہ اطلس پوش پر	کچھ بھی اطلس سے ہے خوبی ہوش پر
در عذاب منکرست آں جان او	کژدم غم در دل غمدان او
ہے فرشتوں کی سزا میں اس کی جان	غم کا بچھو اس کے دل میں ہے ہر آن
از بروں بر ظاہرش نقش و نگار	وز دروں اندیشہائش زار زار
ظاہری ہیں اس کے یہ نقش و نگار	اور اندر سے ہیں اندیشے فگار

[1] یعنی جو سانس جائے ۔ اس کے بدلے کوئی نیکی ضرور ہو جائے ۔

[2] سجدہ کرو اور قریب آؤ ۔

وان یکی بیند رآن نی کهن	چون نبات اندیشه و شکر سخن
گدڑی والوں میں تو اکثر پائے گا	ایکھ شیریں اور سخن شکر نما

مسافروں اور فیل بچوں کی حکایت

گفت ناصح بشنوید این پند من	تا دل و جانتان نگردد ممتحن
بولا ناصح - پند تم میری سنو	امتحان جان و دل میں کیوں پڑو
با گیاه و برگها قانع شوید	در شکار پیل بچگان کم روید
گھاس میں پتوں ہی پہ رکھو انحصار	پیل بچوں کا نہ کھیلو تم شکار
من برون کردم ز گردن وام نصح	جز سعادت کے بود انجام نصح
میں نے گردن سے اتارا دام پند	ہے سعادت ہی فقط انجام پند
من به تبلیغ رسالت آمدم	تا رهانم مر شما را از ندم
یہ ہے مقصد میرے اس پیغام کا	تا ندامت سے میں تم کو دوں چھڑا
هین مبادا که طمعتان ره زند	طمع برگ از بیخهاتان بر کند
ہو نہ ایسا کہ تری ہو طمع سے	طمع دنیا سے جڑوں کو کھود دے
این بگفت و خیربادی کرد و رفت	گشت قحط و جوعشان در راه زفت
یہ کہا اور ان سے رخصت ہو گیا	ہو گئی بھوک ان کی رستے میں سوا
ناگهان دیدند سوی جاده‌ای	پور پیلی فربهی نوزاده‌ای
ناگہاں رستے میں دیکھا ایک بار	فیل بچہ، موٹا تازہ، شیرخوار
اندر افتادند چون گرگان مست	پاک خوردندش فرو شستند دست
بھیڑیئے کی طرح سب اس پہ گرے	اور اسے کھا پی کے فارغ ہو گئے
آن یکی همره نخورد و پند داد	که حدیث آن فقیرش بود یاد
کھانے میں صرف ایک نے شرکت نہ کی	یاد اس کو بات تھی درویش کی

از کبابش مانع آمد آن سخن — بخت نو بخشد ترا عقل کہن

اس کو کھانے سے ہوئی مانع وہ بات — بخشتا ہے عقل بخت نو صفات

پس بخوردند و بخفتند آن ہمہ — آن گرسنہ پاسبانِ آن رمہ

خیر سب کھا پی کے اس کو سو گئے — بھوکے نے کی پاسبانی بیٹھ کے

دید پیلے سہمناکے میرسید — اولا آمد سوئے حارس ودوید

فیل دیکھا اس نے اک آتا ہوا — پہلے وہ در پئے نگہباں کے ہوا

بوئے میکرد آن دہانش را سہ بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار

اس کے منہ کو اس نے سونگھا تین بار — لیکن آئی کچھ نہ بوئے ناگوار

چند بارے گردِ او برگشت و رفت — مر ورا نازارد آن شہ پیل زفت

پھر کے اس کے گرد پھر آگے بڑھا — فیل نے اس کا نہ کچھ نقصاں کیا

مر لبِ ہر خفتہ را بوئے کرد — بوئے می آمد ورا زان خفتہ مرد

سونے والوں کا جو منہ سونگھا اخی — اس کو اپنے بچے کی بو آ گئی

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بود — بر درانید و بکشتش پیل زود

کھائے تھے جو پیل بچے کے کباب — پھاڑ ڈالا ان کو ہاتھی نے شتاب

در زمان او یک بیک را زان گروہ — بر درانید و نبودش زان شکوہ

فرد اک اک اس جماعت کا وہاں — پھاڑ ڈالا فیل نے بے خوف ہاں

بر ہوا انداختے ہر یک را گزاف — تا ہمی زد بر زمین میشد شگاف

تھا وہ لوگوں کو ہوا پہ پھینکتا — چور ہو جاتے تھے گر کر بر ملا

اے خورندہ خونِ خلق از رہ برد — تا نیارد خونِ ایشانت نبرد

خون خلقت کھانے والے باز آ — خون ان کا رنگ اک دن لائیگا

مالِ ایشان خونِ ایشان را یقین — زانکہ مال از زور آید در یمین

مال کو انکے تو ان کا خون جان — زور ہی سے ملتا ہے زر کر تو دھیان

مادران پیل بچہ کین کشند	پیل بچہ خوارہ را کیفر کشند
کینہ مادر ہیل بچے کی رکھے	ہیل بچہ خوار سے بدلہ وہ لے
پیل بچہ میخوری اے پارہ خوار	ہم برآرد خصم پیل از تو دمار
ہیل بچہ کھاتا ہے اے پارہ خوار	ہیل دشمن ہو کے کرنے کا شکار
بوئے رسوا کرد مکر اندیش را	پیل داند بوئے خصم خویش را
بُو فریب اندیش کو رسوا کرے	بوئے دشمن ہیل کو آنے لگے
آنکہ یابد بوئے رحماں از یمن	چون نیابد بوی باطل را ز من
جو یمن سے بوئے خوش خالق کی پائے	بوئے باطل کیوں نہ میری اسکو آئے
مصطفیٰ چوں بوئے برد از راہ دور	چون نیابد از دہان ما بخور
مصطفیٰ کو دُور سے بُو آ گئی	منہ سے میرے بُو نہ کیونکر آئیگی
ہم بیابد لیک پوشاند ز ما	بوئے نیک و بد بر آید بر سما
آتی ہے بُو، پر وہ رکھتے ہیں نہاں	بوئے نیک و بد سے جھکے آسمان
تو ہمی خسپی و بوئے آں حرام	میزند بر آسمان سبز فام
تُو تو سو جاتا ہے اور بوئے حرام	کرتی ہے سیر فلک اے خستہ کام
ہمرہ انفاس زشتت می شود	تا بہ بوگیران گردوں میرود
جاتی ہے وہ ساتھ سانسوں کے ترے	سونگھتے ہیں سونگھنے والے اسے
بوئے کبر و بوئے حرص و بوئے آز	در سخن گفتن بیاید چون پیاز
بوئے نخوت بوئے حرص اور بوئے آز	بات کرنے سے ہے آتی جوں پیاز
گر خوری سوگند من کے خوردہ ام	از پیاز و سیر تقوی کردہ ام
گو تو کھائے اس کے کھانے کی قسم	پیاز لہسن چھوڑ بیٹھا ہوں بہم
آن دمت سوگند غمازی کند	بر دماغ ہمنشینان بر زند
سانس تیری کھائے لیکن چغلیاں	ہمنشینوں کے دماغوں سے وہاں

لہ رشوتہ خوارہ

پس دعاہا رد شود از بوئے آں — آں دل کژ می نماید از زبان

اس کی بُو سے ہوتی ہے رد ہر دعا — ہے زباں دل کی کجی کا آئنا

اخسئوا[۱] آمد جواب آں دعا — چوب رد باشد جزائے ہر دغا

اخسئوا آئے دعاؤں کا جواب — ہو جزائے ہر دغا ناکامیاب

گر حدیثت کژ بود معنیت راست — آں کژی لفظ مقبول خدا است

بات اگر ٹیڑھی ہو اور مطلب بجا — ایسی کج باتیں ہیں مقبول خدا

ور بود معنی کژ و لفظت نکو — آں چناں معنی نیرزد یک تسو

کج ہوں معنی اور لفظ اچھے اگر — ہیں یہ معنی لا محالہ بے اثر

دوستوں کی خطائیں بھی محبوب ہیں

آں بلال صدق در بانگ نماز — حی را ہی خواند از روئے نیاز

جب اذاں دیتے بلالؓ پاکباز — حیّ "کو ہی" کہتے از روئے نیاز

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست — ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

لوگ بولے یا نبیؐ ہے ناروا — یہ خطا ہے جبکہ آغاز بنا

اے نبیؐ و اے رسول کردگار — یک مؤذن کو بود افصح بیار

یا نبیؐ، اتنا کرم فرمایئے — اک مؤذن خوش گلو بلوایئے

عیب باشد اوّل دین و صلاح — لحن خواندن لفظ حیّ علی الفلاح

عیب ہے آغاز دیں ہے اور صلاح — یوں پکاریں لفظ حیّ علی الفلاح

خشم پیغمبر بجوشید و بگفت — یک دو رمزے از عنایات نہفت

غصہ میں آئے جنابِ مصطفیٰؐ — راز کی دو ایک باتیں دیں بتا

[۱] قولہ تعالیٰ عز و جل قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون یعنی دوزخیوں سے خدائے تعالیٰ خطاب فرماتا ہے۔ کہ تم اس میں پڑے رہو اور بات نہ کرو۔

کاے خساں نزدِ خدا ہی بلالؓ   بہتر از صدحیؔ وحیؔ قیل وقال

بولے نزدِ کبریا ہیؔ بلالؓ   حیؔ سے بہتر ہے ہاں بے قیل وقال

وامشورانید تا من رازتاں   وانگویم زآخر و آغازتاں

مت ٹٹولو ورنہ ہیں رازِ نہاں   اوّل و آخر سے کر دونگا عیاں

گر نداری تو دمِ خوش در دعا   رو دعا میخواہ ز اخوانِ صفا

جب سلیقہ ہی دعاؤں کا نہیں   پاک لوگوں کی دعا سے بالیقیں

حضرتِ موسیٰؑ کو حق تعالیٰ کا حکم دینا

بہرِ ایں فرمود با موسیٰؑ خدا   وقتِ حاجت خواستن اندر دعا

اس لیئے فرمان حق موسیٰؑ کو تھا   جب وہ کرتے مجھ سے ضرورت میں دعا

کاے کلیم اللہ ز من میجو پناہ   با دہانے کہ نکردی تو گناہ

اے کلیم اللہ لے میری پناہ   ایسے منہ سے جو نہیں صرف گناہ

گفت موسیٰؑ من ندارم آں دہاں   گفت مارا از دہانِ غیر خواں

بولے موسیٰؑ میرا منہ ایسا کہاں   حکم آیا۔ مانگ اوروں کا دہاں

آنچناں کن کہ دہانہا مر ترا   در شب و در روزہا آرد دعا

غیروں سے اپنے لیئے تو لے دعا   ہر دہن دن رات ہی مانگے دعا

از دہانِ غیر کے کردی گناہ   از دہانِ غیر برخواں کای الٰہ

غیر کے منہ سے کیا ہے کب گناہ   غیر کے منہ سے تو کہلا یا الٰہ

یا دہانِ خویشتن را پاک کن   روح خود را چابک و چالاک کن

یا تو اپنے ہی دہن کو پاک کر   رُوح کو بھی چُست اور چالاک کر

ذکرِ حق پاکست چوں پاکی رسید   رخت بر بندد برون آید پلید

ذکرِ حق ہے پاک، جب پاکی ملی   بس پلیدی دل سے باہر آ گئی

میگریزد ضدہا از ضدہا — شب گریزد چوں برفروزد ضیا

ہاں ضدوں سے بھاگ جاتی ہیں ضدیں — روشنی سے رات بھاگے، آن میں

چوں درآید نام پاک اندر دہاں — نہ پلیدی ماند و نے آں دہاں

نام پاک آتا ہے جب منہ میں ذرا — پھر پلیدی کا پتہ لگتا ہے کیا

حاجتمند کا اللہ اور اللہ کا لبیک کہنا

آں یکے اللہ مے گفتے شبے — تا کہ شیریں گردد از ذکرش لبے

رات کو "اللہ" کہتا تھا کوئی — ذکر سے تا ہونٹ پائیں چاشنی

گفت شیطانش خمش اے سخت رو — چند گوئی آخر اے بسیار گو

بولا شیطاں اُس سے چپ ہو مردِ خدا — کبتک "اللہ اللہ" بولے جائیگا

ایں ہمہ اللہ گفتی اے عتو — خود یکے اللہ را لبیک کو

اللہ اللہ تو نے اے سرکش کہا — اس سے کب لبیک کی آئی صدا؟

مے نیاید یک جواب از پیش تخت — چند اللہ میزنی با روئے سخت

جب وہاں سے کچھ جواب آتا نہیں — اللہ اللہ کرنا پھر زیبا نہیں

او شکستہ دل شد و بنہاد سر — دید در خواب او خضر را در خضر

اسکا دل ٹوٹا جھکایا اُسنے سر — خضر آئے خواب میں اُسکو نظر

گفت ہیں از ذکر چوں واماندۂ — چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ

بولے چھوڑا ذکر کیوں اے شاد کام — تو پشیماں کیوں ہے لیکر اسکا نام

گفت لبیکم نمے آید جواب — زاں ہمی ترسم کہ باشم ردِ باب

بولا رب لبیک کہتا ہی نہیں — مجھ کو ہے ردِ دعا کا اب یقیں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن — کہ برو با او بگو اے ممتحن

خضر بولے مجھ سے حق نے ہے کہا — جا تو اُسکے پاس اور کہہ دے ذرا

گفت آں اللہ تو لبیک ماست
ویں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

یہ ترا "اللہ" مری لبیک ہے
تیرا درد و سوز میرا پیک ہے

نے ترا در کار من آوردہ ام
نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام

کیا نہیں تجھ سے لیا میں نے یہ کام
کر دیا مشغول ذکر اے نیک نام

حیلہا و چارہ جوئیہائے تو
جذب ما بود و کشاد آں پائے تو

تیرے حیلے اور چارہ جوئیاں
تھیں ہمارے جذب کی نیرنگیاں

ترس و عشق تو کمند لطف ماست
زیر ہر یا رب تو لبیکہاست

تیرا خوف و عشق ہے رحمت کی لے
تیری ہر "یا رب" میں سو لبیک ہے

جان جاہل زیں دعا جز دور نیست
زانکہ یا رب گفتنش دستور نیست

اس دعا سے جان جاہل دور ہے
اسکا یا رب کہنا کب دستور ہے

بر دہان و بر لبش قفلست و بند
تا ننالد با خدا وقت گزند

اس کے منہ اور لب پہ ہیں تالے لگے
تا نہ روئے وقت میں تکلیف کے

داد مر فرعون را صد ملک و مال
تا بکرد او دعوی عز و جلال

دیدیا فرعون کو جب ملک و مال
کرتا تھا وہ دعوی جاہ و جلال

در ہمہ عمرش ندید او درد سر
تا ننالد سوئے حق آں بدگہر

عمر بھر اس نے نہ پایا درد سر
تا نہ روئے سوئے حق وہ بدگہر

داد او را جملہ ملک ایں جہاں
حق ندادش درد و رنج و اندہاں

ملک دنیا اس کو سارا دیدیا
کب اسے اللہ نے رنجیدہ کیا

زانکہ درد و رنج یار اندہاں
شد نصیب دوستانش در جہاں

کیونکہ اس نے رنج کا بار گراں
دیدیا یاروں کو اپنے بیگماں

درد آمد بہتر از ملک جہاں
تا بخوانی تو خدا را در نہاں

درد بہتر ہے جہان و مال سے
تا کہ تو ذکر خدا چھپ کر کرے

خواندنِ بے درد از افسردگیست
ذکر بے دردوں کا ہے افسردگی
خواندنِ با درد از دل بردگیست
ذکرِ اہلِ درد ہے دل بردگی

آں کشیدن زیرِ لب آواز را
کھینچنا وہ زیرِ لب آواز کا
یاد کردن مبدء و آغاز را
یاد کرنا فکر سے آغاز کا

آں شدہ آوازِ صافی و حزیں
صاف کہتا ہے بآوازِ حزیں
کاے خدا اے مستغاث اے معیں
اے خدا فریادرس اور اے معیں

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست
نالۂ سگ میں بھی جذبہ ہے کثیر
زانکہ ہر راغب اسیرِ رہزنیست
کیونکہ ہر راغب ہے رہزن کا اسیر

چوں سگِ کہفے کہ از مردار رست
جیسے کتا کہف کا مردار سے
بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
چھٹ کے پہنچا خوان پر سلطان کے

تا قیامت میخورد او پیشِ غار
تا قیامت پیتا ہے وہ پیشِ غار
عارفانہ آبِ رحمت بی تغار
عارفانہ آبِ رحمت بار بار

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست
سگ بہت ایسے ہیں جو گمنام ہیں
لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
انکو پردے میں میسر جام ہیں

جاں بدہ از بہرِ ایں جام اے پسر
جان دے اس جام پر تو اے پسر
بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
بے جہاد و صبر کب ہوگی ظفر

صبر کردن بہرِ ایں نبود حرج
صبر کرنے میں نہیں ہے کچھ حرج
صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
صبر کر الصبر مفتاح الفرج

زیں کمیں بی صبر و حزمے کس نجست
ہیں بچا نہیں حزم سے اور صبر سے
حزم را خود صبر باشد پا و دست
صبر دست و پا ہیں گویا حزم کے

حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست
حزم کر کھانے سے کہ وہ ہے زہر کا
حزم کردن زورِ نورِ اولیاست
حزم کرنا ہی ہے نورِ اولیا

کاہ باشد کو بہر بادے جہد | کوہ کے مر باد را وزنے نہد
کانپتی ہے گھاس ہر اک باد سے | کوہ لیکن کیا ہوا کی پت کرے

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا | کاے برادر راہ خواہی ہین بیا
ہر طرف سے ہے چھلاووں کی پکار | اس طرف آ جا - ادھر ہے رہگذر

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق | من قلاوزم دریں راہِ دقیق
میں رہونگا راہ میں تیرا رفیق | پیشوا ہوں میں یہ رستہ ہے دقیق

نے قلاوز است نے رہ داند او | یوسفا کم رو سوئے ایں گرگ خو
وہ نہ رہبر ہے نہ جانے راستا | یوسف!! ایسے گرگ کی جانب نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد ترا | چرب و نوش و دامہائے ایں سرا
حزم وہ شے ہے - نہ دھوکا دیں تجھے | دامہائے چرب و شیریں دہر کے

کہ نہ چربے دارد و نہ نوش او | سحر خواند میدمد در گوش او
کیونکہ وہ چرب اور شیریں کچھ نہیں | کان میں پھونکیں وہ جادو بالیقیں

کہ بیا مہمان ما اے روشنی | خانہ آن تست و تو آن منی
آ تو مہماں ہو مری اے روشنی | گھر ہے تیری ملکیت اور تو مری

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام | یا سقیم و خستہ ایں دخمہ ام
حزم یہ ہے - تو کہے ناچار ہوں | ہاضمے سے خستہ و بیمار ہوں

یا سرم درد است دردِ سر ببر | یا مرا خواند است آں خالو پسر
یا بدن دکھتا ہے اور ہے دردِ سر | یا بلاتا ہے وہ خالو کا پسر

زانکہ یک نوشت دہد با نیشہا | کہ بکارد در تو نوشش ریشہا
کیونکہ اُن کے نوش میں سو نیش ہیں | نیش سب تجھ کو وہ جبر ریش ہیں

زر اگر پنجاہ یا شصتت دہد | ماہیا او گوشت در شستت نہد
گر پچاس اور ساٹھ درہم تجھ کو دیں | شست میں وہ گوشت اسے مچھلی رکھیں

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل ۔ جوز پوسیدہ است گفتار دغل

[illegible] وہ دیتے ہیں کہاں ۔ ہیں گھنے اخروٹ باتیں پُر زیاں

زغزغ آں عقل و مغزت اے دو ۔ صد ہزاراں عقل را یک نشمرد

انکی ژق ژق کھائے عقل و مغز کو ۔ کب گنے وہ عقل کو کتنی ہی ہو

یار تو خرجین تست و کیسہ ات ۔ گر تو رامینی بجو جز ویسہ ات

یار ہے خرجین و کیسہ کر نہ آہ ۔ تو ہے رامیں[۱] ویس ہی پر رکھ نگاہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست ۔ ویں بروں ہا ہمہ آفات تست

ویسہ معشوقہ ہے تیری ذات ہی ۔ جو ہیں باہر وہ ہیں سب آفات ہی

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند ۔ تو نگوئی مست و خواہان منند

حزم یہ ہے جب تری دعوت کریں ۔ تو نہ سمجھے غمگسار اپنا انہیں

دعوت ایشاں صفیر مرغ داں ۔ کہ کند صیاد در مکمن نہاں

ان کی دعوت کو صفیر مرغ جان ۔ گھات میں صیاد ہوگا بیگمان

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ این ۔ میکند آواز و فریاد و انیں

مرغ مردہ رکھ لیا آگے عیاں ۔ دیتا ہے آواز، کرتا ہے فغاں

مرغ پندارد کہ جنس او ست او ۔ جمع آید بر درد شاں پوست او

مرغ سمجھیں وہ ہے انکی جنس سے ۔ جمع ہوں تو کھال سب کی کھینچ لے

جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق ۔ تا نگردد گیج ازاں دانہ ملق

ہاں مگر وہ مرغ جس میں حزم ہے ۔ دانے کی جانب کب اسکا عزم ہے

ہست بے حزمی پشیمانی یقیں ۔ حزم را مگذار و محکم کن تو دیں

کیا یہ بے حزمی پشیمانی نہیں ۔ حزم کو مت چھوڑ کر مضبوط دیں

[۱] رامین اور ویس دو عاشق و معشوق گذرے ہیں۔ ویس مطلوب اور رامین طالب [illegible]

زانکہ بے حزمی شقاوت بر دہد — دین رود از دست و درد سر دہد

کیونکہ بے حزمی شقاوت ہے پسر — دین جائے ہاتھ سے ہو درد سر

بشنو این افسانہ را و شرح این — تا شوی حازم برائے حفظ دین

سن یہ افسانہ اور اسکی شرح بھی — تا ہو حازم حفظ دیں کا اے اخی

ایک دہقانی اور ایک شہری

اے برادر بود اندر ما مضیٰ — شہرئے با روستائے آشنا

بھائی یہ قصہ ہے اگلے وقت کا — شہری اک دہقان کا تھا آشنا

روستائے چوں سوئے شہر آمدے — خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے

آتا سوئے شہر دہقانی اگر — تو ٹھہرتا آکے اس شہری کے گھر

دو مہ و سہ ماہ مہمانش بدے — بر دکان او و بر خوانش بدے

رہتا اسکا میہماں دو تین ماہ — بیٹھتا خواں و دکاں پہ خوش نگاہ

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں — راست کردے مرد شہری رائگاں

حاجتیں جو اس کی ہوتیں ہر گھڑی — پوری کرتا مفت شہری واقعی

رو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو

شہری سے اکثر کہا کرتا تھا یوں — گاؤں میں میرے نہیں آتے ہو کیوں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمان گلشن است و نو بہار

اللہ اللہ بچوں کو بھی لائیے — ہے بہار اور موسم گل آئیے

یا بتابستاں بیا وقت ثمر — تا ببندم خدمتت را من کمر

آئیے گرمی میں یا وقت ثمر — آپ کی خدمت پہ باندھوں گا کمر

خیل فرزنداں و قومت را بیار — در دہ ما باش خوش ماہے سہ چار

لڑکے بھی ہوں ساتھ اور سب یار غار — گاؤں میں رہیئے مہینے تین چار

ے حزم کرنیوالا

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود — کشت زار و لالہ دلکش بود

ہے بہاریں گاؤں کی بھی خوشگوار — لالہ پھلتا ہے میانِ سبزہ زار

وعدہ دادے خواجہ او را وقتِ حال — تا در آمد بعد وعدہ ہشت سال

ٹالنے کو وعدہ خواجہ نے کیا — آٹھ سال اس وعدے کو گزرے بتا

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے — عزم خواہی کرد آمد ماہِ دے

وہ یونہی ہر سال کو کہتا رہا — کیا ارادہ ہے کہ اب ماگھ آگیا

او بہانہ ساختے کامسال ما — از فلاں خطہ بیامد میہماں

وہ بہانے کرتا امسال اسے تھا — ایک مہماں اس جگہ سے آیا تھا

سالِ دیگر گر توانم وارہید — از مہمات آں طرف خواہم دوید

دوسرے سال اب اگر فرصت ملی — کام سے، آؤں گا بے شک اے اخی

گفت ہستند آں عیالم منتظر — بہر فرزندانِ تو اے اہلِ بر

بولا ہیں سب بال بچے منتظر — تیرے بچوں کے لئے اے اہلِ بر

باز ہر سالے چو لکلک آمدے — تا مقیم قبۂ شہری شدے

مثلِ لکلک ہر برس آتا تھا وہ — گھر میں شہری کے ٹھہر جاتا تھا وہ

خواجہ ہر سالے ز زر و مالِ خویش — خرج او کردے گشودے بالِ خویش

خواجہ ہر سال اس پہ اپنا مال و زر — خرچ کرتا تھا بہت دل کھول کر

آخریں کرّت سہ ماہ آں پہلواں — خوان نہادش بامداداں و شباں

تیسرے ماہ اس طرح آخر لاکلام — کھانا دہقانی نے کھایا صبح و شام

از خجالت باز گفت او خواجہ را — چند وعدہ چند بفریبی مرا

پھر یہ خواجہ سے خجالت سے کہا — تو نے وعدے کر کے دھوکے میں رکھا

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست — لیک ہر تحویل اندر حکم ہوست

بولا خواجہ جسم و جاں ہیں وصل جو — ہے مگر ہر کام زیرِ حکمِ ہو

آدمی چون کشتی است و بادبان — تا کی آرد باد را آن بادران
آدمی کشتی ہے اور اک بادبان — بھیجتا ہے باد لیکن بادران

باز سوگندان بدادش کای کریم — گیر فرزندان بیا بنگر نعیم
پھر اسے آنے کی اُسنے دی قسم — ساتھ لا بچوں کو دیکھ آکر ارم

دست او بگرفت سہ کرت بعہد — کالله الله زو بیا بنمای جہد
ہاتھ پکڑا لے کے وعدے تین بار — اور کہا جلدی سے آنا میرے یار

بعد دہ سالہ بہر سالی چنیں — لابہا و وعدہای شکّرین
دس برس تک ہر برس وعدے کئے — چاشنی میں شکر کی ڈوبے ہوئے

کودکان خواجہ گفتند ای پدر — ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
خواجہ کے بچے بھی بولے اے پدر — چاند بادل سایہ کرتے ہیں سفر

حقہا بر وی تو ثابت کردہ — رنجہا در کار او بس بردہ
تم نے ثابت اُسپہ حق اپنے کئے — رنج اس کے کام میں تم نے سہے

او ہمی خواہد کہ بعضی حق آں — واگذارد چون شوی تو میہمان
چاہتا ہے حق کرے وہ کچھ ادا — میہماں رکھ کر تجھے اے باصفا

بس وصیت کرد ما را او نہاں — کہ کشیدش سوی دہ لابہ کناں
کر گیا ہے یہ نصیحت وہ ہمیں — گاؤں لے جائیں خوشامد سے تمہیں

گفت حقست این ولی اے سیبویہ — اتق من شر من احسنت الیہ
بولا یہ سچ ہے مگر سن تو سہی — اُسکے شر سے ڈر۔ بھلائی جس سے کی

دوستی تخم دم آخر بود — ترسم از وحشت کہ او فاسد شود
دوستی ہے بیج پچھلے وقت کا — ہو نہ فاسد۔ خوف ہے یہ برملا

صحبتی باشد چو شمشیر قطوع — ہمچو دی در بوستان و در زروع
صحبت اک تلوار ہے جو کاٹ دے — ماگھ جیسے کشت و بستاں کے لئے

صحبتے باشد چو فصل نوبہار — زو عمارتہا و دخل بیشمار

صحبت اک ہے مثل فصل نوبہار — جس سے ہے تعمیر و رونق بیشمار

خرم آں باشد کہ ظنّ بد بری — تا گریزی و شوی از بد بری

خرم اس میں ہے کہ ظنّ بد رہے — تا بدی سے بھاگ کر اس سے بچے

خرم سوء الظن گفتہ است آں رسول — ہر قدم را دام میداں اے فضول

خرم سوء الظن ہے کہتے ہیں رسول — ہر قدم کو جان تو دام اے فضول

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ — ہر قدم دامیست کم رو اوستاخ

ہر بیاباں ہے کشادہ اور بڑا — ہر قدم پہ جال ہے ناداں اٹھ جا

آں بزِ کوہی دود کہ دام کو — چون بتازد دامش افتد در گلو

دوڑے کو ہی بز کہ پھندا ہے کہاں — دوڑے تو پھندے میں آئے ناگہاں

آنکہ میگفتی کہ کو اینک ببیں — دشت میدیدی نمیدیدی کمیں

تو جو کہتا تھا کہاں ہے دیکھ اب — تھا نظر میں دشت تھی یہ گھات کب

بے کمین و دام صیاد اے عیار — دنبہ کے باشد میان کشت زار

بے کمین و دام صیاد اے اخی — کھیت میں دنبہ نہیں ہوتا کبھی

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں — استخوان و کلہ ہاشان را ببیں

جو تھے دنیا میں بڑے گستاخ خو — ہڈیاں اور جبڑے انکے دیکھ تو

چوں بگورستان روی اے مرتضیٰ — استخوان شان را بپرس از ما مضیٰ

جائیے گورستاں کی جانب تو اگر — ہڈیوں سے پوچھ ماضی کی خبر

تا بظاہر بینی آں مستان کور — چون فرو رفتند در چاہِ غرور

آئیں تجھ کو تا نظر مستانِ کور — کس طرح انکو ملا چاہِ غرور

چشم اگر داری تو کورانہ میا — ور نداری چشم دست آور عصا

آنکھیں رکھتا ہے تو کورانہ نہ آ — اور جو اندھا ہے تو حاصل کر عصا

ساتھ حدیث شریف ہے کہ الحزم سوء الظن ...

آں عصائے حزم و استدلال را ۔ چوں نداری دیدہ مکن پیشوا

وہ عصا حزم اور استدلال کا ۔ گر نہیں آنکھیں اُسے کر پیشوا

ور عصائے حزم و استدلال نیست ۔ بے عصا کش در سر ہر رہ مایست

وہ عصا بھی گر نہیں اے نیک خو ۔ بے عصا کش مت ٹھہر رستے میں تو

گام زاں ساں نہ کہ نابینا نہد ۔ تاکہ پا از سنگ و از چہ وارہد

رکھ تو نابیناؤں کی صورت قدم ۔ تا نہ بچے ٹھوکر کنوئیں سے دمبدم

لرز لرزاں و بترس و احتیاط ۔ می نہد پا تا نیفتد در خباط

ڈرتے ڈرتے احتیاط و خوف سے ۔ پاؤں رکھتا ہے نہ آفت میں پڑے

اے ز دودے جستہ در نارے شدہ ۔ لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ

تو دھوئیں سے چھوٹ کے آتش میں گرا ۔ لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بنا

اہل سبا کا قصہ

تو نخواندی قصۂ اہل سبا ۔ یا بخواندی و ندیدی جز صدا

کیا نہ دیکھا قصۂ اہل سبا ۔ یا پڑھا لیکن نہ دیکھا جز صدا

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست ۔ سوئے معنی ہوش کہ را راہ نیست

ہے صدا سے بے خبر خود کوہ بھی ۔ کوہ کو معنی سے ہو کیا آگہی

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش ۔ چوں خمش کردی تو او ہم شد خموش

وہ صدا دیتا ہے بس بے گوش و ہوش ۔ تو جو چپ ہو وہ بھی ہو جائے خموش

داد حق اہل سبا را بس فراغ ۔ صد ہزاراں قصر و ایوان و باغ

حق سے تھا اہل سبا کو اک فراغ ۔ انکے تھے لاکھوں محل ، ایوان و باغ

شکر آں نگذاشتند آں بد رگاں ۔ در وفا کمتر فتادن از سگاں

شکر نعمت کا نہ کرتے تھے بہم ۔ تھے وفا میں گویا کتوں سے بھی کم

ہر سگے را لقمہ نانے ز در — چوں رسد بر در ہمی بندد کمر

کتے کو جس در سے اک لقمہ ملے — وہ اسی در پر سدا بیٹھا رہے

پاسبان و حارس در میشود — گرچہ بروے جور و سختی می رود

ہو نگہبان اور در کا پاسبان — چاہے جتنی اس پہ ٹوٹیں سختیاں

ہم بر آں در باشدش باش و قرار — کفر داند کرد غیرے اختیار

صرف اسی در پہ وہ پاتا ہے قرار — کفر جانے غیر پر کرنا مدار

ور سگے آید غریبے روز و شب — آن سگانش می کنند آن دم ادب

آتا ہے کتا مسافر گر کوئی — اسکو دیتے ہیں سزا کتے سبھی

کہ برو آنجا کہ اول منزلست — حق آں نعمت گروگان دلست

کہتے ہیں تو اپنے پہلے گھر کو جا — رہن ہے نعمت کے حق میں دل ترا

می گزندش کہ برو بر جائے خویش — حق آں نعمت فرو مگذار بیش

کاٹتے ہیں کہتے ہیں جا اپنے گھر — حق نعمت کو نہ اس کے ترک کر

از در دل و اہل دل آب حیات — چند نوشیدی و وا شد چشمہات

دل اور اہل دل سے آب زندگی — ہے پیا اور کھل گئیں آنکھیں تری

پس غذائے وجد و سکر بیخودی — از در اہل دلان بر جان زدی

پس غذا سے وجد و سکر بیخودی — لوٹے دروازے سے اہل دل کے لی

باز ایں در را رہا کردی ز حرص — گرد ہر دکان ہمی گردی ز حرص

حرص سے پھر چھوڑ بیٹھا تو یہ در — گھومتا پھرتا ہے ہر دکان پر

بر در آں منعمان چرب دیگ — می دوی بہر ثرید مردریگ

تو امیروں کے در پر شوربہ پر — دوڑتا ہے گوشت روٹی کو منگ

چربش اینجا داں کہ جاں فربہ شود — کار ناامید اینجا بہ شود

چربی وہ جو جان کو فربہ کرے — کام ناامیدوں کا جس جا بن سکے

حضرت عیسیٰؑ اور دردمند لوگ

صومعہ عیسیٰ ست خوانِ اہلِ دل	ہاں وہاں اے مبتلا ایں در مہل
خانقہ عیسیٰؑ کی ہے خوانِ وفا	چھوڑ اس در کو نہ تو اے مبتلا
جمع گشتندے زہر اطراف خلق	از ضریر و شل و لنگ و اہلِ دلق
جمع چاروں سمت سے ہوتی تھی خلق	لولے لنگڑے اور مریض و اہلِ دلق
بر درِ آں صومعہ عیسیٰؑ صباح	تا بدم ایشاں رہاند از جناح
خانقاہِ عیسوی پہ ہر سحر	آتے تھے تا ہو گناہوں سے مفر
او چو فارغ گشتے از اورادِ خویش	چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ فارغ ہوتے اپنے وِرد سے	آتے تھے باہر کوئی نو دس بجے
جوق جوق مبتلا دیدے نزار	شستہ بر در با امید و انتظار
دیکھتے تھے سیکڑوں زار و نزار	خانقہ کے در پہ مصروفِ انتظار
گفتے اے اصحاب آفت از خدا	حاجتِ مقصود جملہ شد روا
کہتے اے لوگو وہ ہے صرف اِک خدا	حاجتیں سب کی جو کرتا ہے روا
ہیں رواں گردید بے رنج و عنا	سوئے غفاری و اکرامِ خدا
ہاں رواں ہو جاؤ بے رنج و عنا	جانبِ غفران و اکرامِ خدا
جملگاں چوں اشتراں بستہ پائے	کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے
اونٹ کے مانند سب تھے بستہ پا	عقل سے تو ان کے زانو کھولتا
جملہ صحت یافتہ گشتہ رواں	از دمِ جاں بخش عیسیٰؑ در زماں
سب نے صحت پائی اور چلتے ہوئے	اِس مسیحا کے دمِ جاں بخش سے
شد روا آں حاجتِ جملہ علیل	زادِ حق وا ز دمِ نیک جلیل
سب مریضوں کی ہوئی حاجت روا	اُنکے دم سے کیونکہ تھا حکمِ خدا

خوش دل و شادمانہ سوئے خاں | از دعائے وے شدند پا دواں
گھر گئے اپنے وہ خوش دل شادماں | دوڑتے ان کی دعا سے بیگماں

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم | تندرست و شادمان و محترم
سب تھے بے درد و الم بے رنج و غم | تندرست و شادماں و محترم

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں | از دم میمون آں صاحبقراں
اپنے اپنے گھر وہ ہوتے تھے رواں | تھا مبارک وہ دم صاحبقراں

آزمودی تو بسے آفات خویش | یافتی صحت ازاں یاران کیش
آفتوں میں آزمایش تو نے کی | اولیاء اللہ سے صحت ملی

چنداں لنگی تو رہوار شد | چند جانت بے غم و آزار شد
بن گیا رہوار لنگڑا پن ترا | جان سے آزار بھی سب مٹ گیا

اے مغفل رشتہ بر پائے بند | تا ز خود ہم گم نگردی اے لوند
اے مغفل! باندھ رسی پاؤں پر | آپ سے بھی گم نہ ہو تو بے خبر

ناسپاسی و فراموشی تو | یاد ناورد آں عسل نوشی تو
ناسپاسی اور فراموشی تری | بھول جاتی ہے عسل نوشی تری

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد | چوں دل اہل دل از تو خستہ شد
ہو گیا آخر وہ رستہ تجھ پہ بند | اہل دل کا دل ہوا جیسا دردمند

زود شاں دریاب استغفار کن | ہمچو ابرے گریہائے زار کن
ڈھونڈ ان کو جلد ۔ استغفار کر | ابر کے مانند گریہ زار کر

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد | میوہائے پختہ بر خود وا کفد
تیری جانب تا کہ باغ انکا کھلے | پختہ میوے پھٹ پڑیں تیرے لئے

ہم بر آں در گرد و از سگ کم مباش | با سگ کہفشاں شدی خواجہ تاش
مثل سگ اس در پہ رکھ تو بود و باش | کہف کے کتے کا تا ہو خواجہ تاش

لہ پابستہ ۔

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند ۔ کہ دل اندر خانہ اوّل بہ بند

جبکہ کتا پند یہ کتوں کو دے ۔ چاہیئے تو پہلے ہی گھر پر رہے

از در اوّل کہ خوردی استخواں ۔ سخت گیر و حق گزار آں را بماں

پہلے گھر سے کھائی تھیں جو ہڈیاں ۔ حق گزاری کر ۔ پکڑ اس گھر کو ہاں

میگزندش تا ز ادب آنجا رود ۔ در مقام اوّلین مفلح شود

کاٹتے ہیں تا چلا جائے وہاں ۔ نفع ہو پہلی جگہ سے بیگماں

میگزندش کاے سگ طاغی برو ۔ با ولی نعمت یاغی مشو

کاٹتے ہیں اے سگِ باغی! تو جا ۔ کیوں ولی نعمت سے اپنے پھر گیا

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش ۔ پاسبان و چابک و برجستہ باش

مثل زنجیر اس کے در سے رہ بندھا ۔ مستعد رہ ۔ کر نگہبانی سدا

صورت نقض وفائے ما مباش ۔ بیوفائی را مکن بیہودہ فاش

توڑتا ہے کیوں ہماری تو وفا ۔ بیوفائی کی نہ کر تشہیر جا

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار ۔ رو سگاں را ننگ و بدنامی میار

جب کہ کتوں کا ہے شیوہ یہ وفا ۔ کر نہ بدنام ان سگوں کو بر ملا

بیوفائی چوں سگاں را عار بود ۔ بیوفائی چوں روا داری نمود

بیوفائی سے ہے جب کتوں کو عار ۔ بیوفائی تو نے کیوں کی اختیار

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا ۔ گفت من اوفیٰ بعہدٍ غیرنا

حق تعالیٰ کو بھی ہے فخر وفا ۔ پڑھ تو من اوفیٰ بعہدہٖ غیرنا

بیوفائی داں وفا با ردِّ حق ۔ بر حقوق حق ندارد کس سبق

بیوفائی ہے وفا ردِّ حق سے ۔ کون ہے حق خدا سے بڑھ گیا

ٌ قولہ تعالیٰ عزوجل :- ومن اوفیٰ بعہدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم ۔ یعنی خدا سے بڑا وعدہ وفا کرنے والا کون ہے ۔
یعنی اپنی خرید و فروخت میں خوش ہو جس سے خرید و فروخت کیا ہے تم نے مردود

نور را ہم نور شو با نار نار ۔۔۔ جائے گل گل باش جائے خار خار

نور سے ہو نور اور آتش سے نار ۔۔۔ گل کی جا تو گل ہو جائے خار خار

حق مادر بعد ازاں شد کاں کریم ۔۔۔ کرد او را از چنیں تو غریم

حق مادر ہے پس حق خدا ۔۔۔ تیری صورت سے غریم اسکو کیا

صورتے کردت درون جسم او ۔۔۔ داد در حملش ترا آرام خو

جسم میں اس کے بنی صورت تری ۔۔۔ حمل میں اس سے تجھے راحت ملی

ہمچو جزو متصل دید او ترا ۔۔۔ متصل را کرد تدبیرش جدا

مثل جزو متصل جب تو ملا ۔۔۔ متصل کو کر دیا اس نے جدا

حق ہزاراں صنعت و فن ساختست ۔۔۔ تا کہ مادر بر تو مہر انداختست

یہ ہے صنعت رحمت اللہ کی ۔۔۔ تیری ماں نے مہربانی تجھ پہ کی

پس حق حق سابق از مادر بود ۔۔۔ ہر کہ آں حق را نداند خر بود

حق مادر سے ہے اوّل حق حق ۔۔۔ حق نہ جانا جس نے خر ہے بالقلق

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر ۔۔۔ با پدر کردش قریں آں خود مگیر

جس نے ماں اور دودھ کو پیدا کیا ۔۔۔ پھر کیا جفت پدر دیکھ اسے قنا

اے خداوند اے قدیم احسان تو ۔۔۔ آنکہ دانم و آنکہ نے ہم آن تو

ہے قدیم اے کبریا احساں ترا ۔۔۔ جو میں جانوں یا نہ جانوں ہاں ترا

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن ۔۔۔ زانکہ حق من نمے گردد کہن

تو نے فرمایا کہ حق کو یاد کر ۔۔۔ کیونکہ میرا حق نہ ہوگا کہنہ تر

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح ۔۔۔ با شما از حفظ در کشتی نوح

یاد ہے وہ مہربانی کی نگاہ ۔۔۔ نوح کی کشتی میں تمکو دی پناہ

اصل اجداد شمارا آں زماں ۔۔۔ دادم از طوفان و از موجش اماں

کس طرح اجداد و آبا کو وہاں ۔۔۔ میں نے دی طوفاں کی موجوں سے اماں

لہ ناداں زدہ

با تو باشد در مکان و لامکاں ۔ چوں بماند از سرا و از دکاں
ساتھ ہو تیرے مکاں تا لامکاں ۔ کیوں اسے چھوڑے تو ہو گھرو دکاں

او بر آرد از کدورتہا صفا ۔ مر جفاہائے ترا گیرد وفا
اخذ کر لے وہ کدورت سے صفا ۔ وہ جفا کو بھی تری سمجھے وفا

چوں جفا آری فرستد گوشمال ۔ تا ز نقصاں وا روی سوئے کمال
تو جفاؤں پر تجھے دے گوشمال ۔ چھوٹ کے تو نقصان سے پائے کمال

چوں تو وردے ترک کردی در روش ۔ بر تو قبضے آید از رنج و تپش
تو نے ترکِ ورد کی گر لی روش ۔ قبض کی بھی پائے گا رنج و تپش

آں ادب کردن بود یعنی مکن ۔ ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن
اس سزا دینے کا یہ مطلب ہوا ۔ پھر نہ اُس عہدِ کہن سے تُو کرتا

پیش ازاں کایں قبض زنجیرے شود ۔ اینکہ دلگیرست پاگیرے شود
قبض جب تک صورتِ زنجیر نا ہو ۔ اب جو ہے دلگیر وہ پاگیر ہو

رنج معقولت شود محسوس و فاش ۔ تا نگیری ایں اشارت را بلاش
رنج معقولی ترا ہو آشکار ۔ اِن اشاروں کا تو کچھ سمجھے وقار

در معاصی قبضہا دلگیر شد ۔ قبضہا بعد از اجل زنجیر شد
جو تھی عصیاں سے ہوا دلگیر قبض ۔ بن گیا بعدِ اجل زنجیر قبض

نعط من اعرض ہنا عن ذکرنا ۔ عیشۃ ضنکا و نحشر بالعمی
پھیر لے جو منہ ہمارے ذکر سے ۔ عیش ہو تنگ اور اندھوں میں اٹھے

دزد چوں مال کساں را می برد ۔ قبض و دلتنگی دلش را میخلد
مال جب کچھ چور لیتا ہے چرا ۔ قبض و دل تنگی سے دل ہے ٹوٹتا

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست ۔ قبض آں مظلوم کز شرت گریست
وہ یہ کہتا ہے کہ ہے یہ قبض کیا ۔ قبض ہے مظلوم سے جو رو پڑا

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند ۔ بادِ اصرار آتشش را دم کند
قبض پر جب التفات اسکا ہو کم ۔ بادِ اصرار آگ کو کرتی ہے دم

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم ۔ گشت محسوس آں معانی زد علم
قبض دل ہے قبض برق انداز کا ۔ اس کا معنی اور مطلب یہ کھلا

قبضہا زنداں شدست و چارمیخ ۔ قبض بیخ است برآرد شاخ و بیخ
قبض ہے یہ قید خانہ چار میخ ۔ قبض ہے جڑ جس سے نکلیں شاخ و بیخ

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار ۔ قبض و بسطِ اندروں بیخے شمار
بیخ پنہاں بھی ہے اور ہے آشکار ۔ بیخ قبض و بسطِ دل کو کر شمار

چونکہ بیخش بد بود زودش بکن ۔ تا نروید زشت خارے در چمن
جڑ بڑی ہو تو اکھاڑ اور پھینک دے ۔ تا کوئی کانٹا نہ گلشن میں اُگے

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن ۔ زانکہ سرہا جملہ میروید ز بن
قبض دیکھے قبض کی کچھ فکر کر ۔ جڑ سے سر ہوتے ہیں پیدا کر نظر

بسط دیدی بسطِ خود آبے دہ ۔ چوں برآید میوہ با اصحاب دہ
بسط دیکھے بسط کو پانی بھی دے ۔ بانٹ دے اصحاب کو میوے جو لے

بازگرد و قصۂ اہلِ سبا ۔ باز گو تا باز گویم مرحبا
لوٹ سوئے قصۂ اہلِ سبا ۔ پھر سنا اور پھر کہوں میں مرحبا

اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہلِ صبا بودند خام ۔ کارِ شاں کفرانِ نعمت با کرام
تھے سبا والے مثالِ طفلِ خام ۔ اور تھا کفرانِ نعمت اُن کا کام

باشد آں کفرانِ نعمت در مثال ۔ کہ کنی با محسن خود تو جدال
ہے یہی کفرانِ نعمت کی مثال ۔ جیسے محسن سے کرے تو خود جدال

کہ نمی باید مرا ایں نیکوئی
من برنجم زیں چہ رنجہ میشوی

بس مجھے منظور یہ نیکی نہیں
میں ہوں غم گیں تو ہے کیوں اندوہ گیں

لطف کن ایں نیکوئی را دور کن
من نخواہم چشم زود م کور کن

لطف کہ نیکی کو اپنی دور رکھ
آنکھوں کی حاجت نہیں معذور رکھ

پس سبا گفتند باعد بیننا
شیننا خیرلنا خذ زیننا

لوگ کہتے تھے کہ قربت دور کر
ناخوشی اچھی ، خوشی سے در گذر

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ
نے زنان خوب نے امن و فراغ

چاہتیں ہم کو نہ یہ ایوان و باغ
وقت ہے اچھا نہ ہے امن و فراغ

شہرہا نزدیک ہم دیگر بدست
آں بیابانست خوش کانجا دد است

یہ قریبی شہر ہیں آپس میں بد
اچھا وہ جنگل ہو جس میں دام ودد

یطلب الانسان فی الصیف الشتا
فاذا جاء الشتا انکر ذا

آدمی گرمی میں جاڑا مانگتا
اور جاڑوں میں ہے گرمی کی دعا

فھو لا یرضی بحال ابدا
لا بضیق لا بعیش رغدا

خوش ہمیشہ کب ہے یہ اک حال پر
عیش و تنگی دونوں سے چاہے مفر

قتل الانسان ما اکفرہ
کلما نال الھدیٰ انکرہ

کافر نعمت ہے انسان کس قدر
اور ہدایت سے ہے منکر سر بسر

نفس زینسانست زانش کشتنی
اقتلوا انفسکم گفت آں سنی

قتل کے لائق ہے نفس اسواسطے
نفس کو مارو ... فرما گئے

خار سہ سو لیست ہر سو کش نہی
در خلد از زخم او توکے رہی

ہے سہ پہلو خار جس پہلو رکھو
چبھ ہی جائے گا تم اس سے کدھر بچو

آتش ترک ہوا در خار زن
دست اندر یار نیکو کار زن

آتش ترک ہوس سے پھونک خار
یار نیکو کار کو کر اختیار

لہ پ ۳۰ ع ۱۱ سورہ عبس

چوں ز حد بردند اصحاب سبا | کہ بہ پیش ما وبا بہ از صبا

حد سے بڑھ کر بولے اصحاب سبا | ہم کو طفلی زیرکی سے ہے سوا

ناصحان شاں در نصیحت آمدند | از فسوق و کفر مانع مے شدند

ان کو دیتے تھے نصیحت پندگر | کہتے تھے تم کفر سے دیکھو حذر

قصد خون ناصحاں میداشتند | تخم فسق و کافری میکاشتند

تھے وہ خواہاں ناصحوں کے خون کے | بیج کفر و فسق کے بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں | از قضا حلوا شود رنج دہاں

تنگ ہو وقت قضا سارا جہاں | اور حلوا ہوتا ہے رنج دہاں

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا | تحجب الابصار اذا جاء القضا

تنگ ہو میدان جب آئے قضا | روشنی آنکھوں کی لے جائے قضا

چشم بستہ می شود وقت قضا | تا نہ بیند چشم کحل چشم را

بند کرتی ہے قضا آنکھیں اپسرا | آنکھ کو آتا نہیں سرمہ نظر

مکر آں فارس چو انگیزید گرد | آں غبارت ز آں سوارت دور کرد

گرد اڑائی مکر کی اسوار نے | رہ گیا تو دور چھپ کر گرد سے

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار | ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار

جا سوئے فارس نہ جا سوئے غبار | ورنہ تجھ پر آ پڑے مکر سوار

گفت حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد | دیدہ گرگ چوں زاری نکرد

کھا گئے جس کو گرگ حق اس سے کہے | کیوں نہ رویا بھیڑیے کی گرد سے

او نمیدانست گرد گرگ را | با چنیں دانش چرا کرد او چرا

جانتا تھا وہ نہ گرد گرگ کیا؟ | عقل پائی تھی تو ایسا کیوں کیا؟

گوسفنداں بوئے گرگ با گزند | مے بدانند و بہر سو میخزند

بکریاں جب گرگ کی پا جاتی ہیں بو | بھاگتی ہیں خوف کھا کر چار سو

مغزِ حیوانات بوئے شیر را — مے بداند ترک مے گوید چرا

پاتے ہیں حیوان جب بو شیر کی — چھوڑ دیتے ہیں چراگاہوں کو بھی

بوئے شیرِ خشم دیدی باز گرد — با مناجاتِ خدا انباز گرد

شیرِ دشمن کی جو بُو آئے تجھے — سجدے میں گر، کر دعا اللہ سے

وا نگشتند آں گروہ از گردِ گرگ — گرگِ محنت بعدِ گرگ آمد سترگ

بچ کے گردِ گرگ سے آیا کوئی؟ — گرگِ محنت گرگ سے بھی تھا قوی

بر دریدہ آں گوسفنداں از خشم — کہ ز چوپانِ خرد بستند چشم

بکریوں کو پھاڑا غصے سے انہی — عقل کے چرواہے سے بند آنکھ کی

چند چوپاں شاں بخواند و نامدند — خاکِ غم در چشمِ چوپاں میزدند

گلہ باں نے ان کو بلایا۔ وہ نہ آئیں — گردِ غم بن بن کے آنکھوں میں سمائیں

کہ برو ما خود ز تو چوپاں تریم — چوں تبع گردیم ہر یک سروریم

اور کہا تجھ سے نگہباں تر ہیں ہم — کیوں ہوں تابع جبکہ خود سرور ہیں ہم

طعمۂ گرگیم و آں یار نے — ہیزمِ ناریم و آں عار نے

گرگ کا لقمہ ہیں، کب ہیں ملکِ یار — آگ کی لکڑی ہیں، کب ہے ہم کو عار

حمیتے بد جاہلیت در دماغ — بانگِ شومی در دہنشاں کرد زاغ

جو جہالت کی حمیت سر میں تھی — منہ میں ڈالی بانگ شومی زاغ کی

بہرِ مظلوماں ہمے کندند چاہ — در چہ افتادند و میگفتند آہ

کھودتے ہیں بہرِ مظلوماں وہ چاہ — خود کنوئیں میں گر کے پھر کرتے ہیں آہ

پوستینِ یوسفاں بشگافتند — آنچہ میکردند یک یک یافتند

یوسفوں کے پوستیں تھے پھاڑتے — بدلے وہ پاتے تھے اِک اِک کام کے

کیست آں یوسف دلِ حق جوئے تو — چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو

کون ہے یوسف؟ دلِ حق جو ترا — قید ہے جو تیرے کوچے میں ہوا

جبرئیلے را بر استوں بستہ   پرّ و بالش را بصد جاں خستہ

تو نے باندھا کم سے ہے جبرئیلؑ کو   بال و پر توڑے ہیں اُسکے دیکھ تو

پیش او گوسالہ بریاں آوری   کہ کشی او را بکہداں آوری

اس کے آگے لایا ہے بچھڑا بُھنا   ہے چراگاہوں تک اس کو کھینچتا

کہ بجز را نیست مارا قوت و پوت   نیست او را جز لقاء اللہ قوت

کہتا ہے کھا یہ ہماری ہے غذا   ہے غذا اس کی فقط دیدِ خدا

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا   میکند از تو شکایت با خدا

اس شکنجہ میں وہ ہو کر مبتلا   کرتا ہے اللہ سے تیرا گلہ

کہ خدا افغاں ازیں گرگِ کہن   گویدش نک وقت آمد صبر کن

اے خدا فریاد ہے اس گرگ سے   وہ یہ کہتا ہے کہ وقت آئے تو دے

داد تو واخواہم از ہر بے خبر   داد کہ دہد جز خدائے دادگر

داد بے خبروں سے میں لونگا تری   جز خدا کے داد کیا دیگا کوئی

او ہمے گوید کہ صبرم شد فنا   در فراق روئے تو یا ربنا

کہتا ہے وہ صبر رخصت ہو چکا   تیرے شوقِ دید میں بس اے خدا

احمدم وا ماندہ در دستِ یہود   صالحم افتادہ در حبسِ ثمود

میں ہوں احمدؐ قیدیِ دستِ یہود   میں ہوں صالحؑ خستۂ قیدِ ثمود

اے سعادت بخشِ جانِ انبیاء   یا بکش یا باز خوانم یا بیا

اے سعادت بخشِ جانِ انبیاءؑ   جان لے، یا لے بلا، یا خود تو آ

با فراقت کافراں را تاب نیست   ایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست

کافروں کو تابِ فرقت جب نہیں   دوستوں کو صبر آتا ہے کہیں؟

کافراں گویند در وقتِ عذاب   ہر یکے یالیتنی کنت تراب

کافروں کی ہے صدا وقتِ عذاب   بر ملا[1] یالیتنی کنت تراب

[1] اے کاش میں مٹی ہوتا ﴿

حال او اینست کو خود زان سوست
چون بود بے تو کسے کان توست

حال اس کا یہ ہے۔ جو بیگانہ ہے
کیا کرے وہ جو ترا دیوانہ ہے

حق ہمے گوید کہ آرے اے نزہ
لیک بشنو صبر آور صبر بہ

حق یہ کہتا ہے۔ کہ اے پاکیزہ تر
صبر ہی بہتر ہے۔ کچھ دن صبر کر

صبح نزدیکست خامش دم مزن
کاندر آمد وقت بیرون آمدن

صبح ہے نزدیک۔ چپ ہو رہ ذرا
وقت آ پہنچا ہے باہر آنے کا

یک بلاشان ہمی رسد تو کم خروش
من ہمے کوشم پئے تو تو مکوش

اُن پہ آتی ہے بلا۔ آہیں نہ بھر
میں ہوں خود کوشش میں تو کوشش نہ کر

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو
دارو ئے تلخم بہ از حلوائے تو

میری کوشش تیری کوشش سے بڑی
میری تلخی تیرے حلوے سے بھلی

ہیں تحمل کن برو خاموش شو
کمترک جنباں زبان گوش شو

ہاں تحمل کر ذرا۔ خاموش ہو
باتیں کم کر اور ہمہ تن گوش ہو

حیلت و مکر و دغا بازیش دان
ہر چہ از یارت جدا اندازد آن

حیلہ و مکر و دغا جان اس کو تو
یار سے کر دے جدا جو ہو سو ہو

شد ز حد ایں باز گرد اے یار گرد
روستائے خواجہ را بیں خانہ برد

حد سے گذری بات۔ اب تو لوٹ آ
دیکھ دہقاں خواجہ کو گھر لے چلا

قصۂ اہل سبا یک گوشہ نہ
واں بگو کہ خواجہ چوں آمد بدہ

قصۂ اہل سبا رکھ در کنار
خواجہ آیا گاؤں میں کر آشکار

خواجہ اور دہقانی کا قصہ

روستائے در تملق شیوہ کرد
تا کہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد

کی جو دہقاں نے خوشامد بے شمار
حزم خواجہ کو نہ رکھا استوار

از پیام اندر پیام او خیره شد — تا زلال حزم خواجہ تیرہ شد
پے بہ پے پیغاموں سے گھبرا گیا — پانی حزم خواجہ کا گدلا ہوا

ہم ازینجا کودکانش در پسند — یرتع و نلعب بشادی میزدند
خواجہ کے بچے بھی تھے پیچھے پڑے — کھیل میں اور کود میں دلشاد تھے

ہمچو یوسفؑ کش ز تقدیر عجیب — یرتع و نلعب ببرد از ظل اب
جس طرح یوسفؑ کو قسمت دائمی — باپ سے لہو و لعب میں لے گئی

آں نہ بازی بلکہ جان بازیست آں — حیلہ و مکر و دغا بازیست آں
بازی کیا، جانبازی ہے یہ برملا — حیلہ و مکر و دغا بازی رہا

ہر چہ از یارت جدا اندازد او — مشنو آنرا کاں زیاں دارد بسی
یار سے تجھ کو جو کر ڈالے جدا — ایک بھی اس کی نہ سن ہوگا برا

گر بود آں سود صد در صد مگیر — بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر
لے نہ چاہے سود صد در صد بھی ہو — بہر زر مت چھوڑ اہل گنج سو

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد — گفت اصحاب نبی اکرم و سرد
سن خدا نے کس قدر غصہ کیا — گرم و سرد اصحاب احمدؐ سے کہا

زانکہ بر بانگ دہل در سال تنگ — جمعہ را کردند باطل بیدرنگ
قحط سالی میں ڈہل کی بانگ پر — جمعہ کو چھوڑا تھا سب نے بے خطر

تا نباید دیگراں ارزاں خرند — زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند
دوسرے تا ہوں ارزاں ترنہ لیں — اور جلب سے پھر ہمیں نقصان دیں

ماند پیغمبر بخلوت در نماز — با دو سہ درویش ثابت پر نیاز
مصطفیٰؐ پڑھتے تھے خلوت میں نماز — اور تھے دو تین اصحاب نیاز

گفت طبل لہو بازرگانیے — چونتاں ببرید از ربانیے
بولا حق، طبل تجارت جب بجا — تم ہوئے اللہ سے بے واسطہ

دیکھو صفحہ ۲۴۵

قد تفرقتم نحو قمح یا ملا ۔ ثم خلیتم نبیاً قائماً

منتشر تم گیہوں کی جانب گئے ۔ اور نمازوں میں نبیؐ تنہا رہے

بہر گندم تخم باطل کاشتید ۔ واں رسول حق را بگذاشتید

تخم باطل بہر گندم بو لیا ۔ اور رسولِ حق کو چھوڑا برملا

صحبتِ او خیر من لہو است و مال ۔ ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال

اس کی صحبت مال و زر سے ہے بھلی ۔ کس کو چھوڑا - غور کر تو سرسری

خود نشد حرص شما را ایں یقین ۔ کہ منم رزاق خیر الرازقین

تھا نہ عقادوں کو تمہاری یہ یقین ۔ میں ہوں رزاق اور خیر الرازقین

آنکہ گندم را ز خود روزی دہد ۔ کے توکلہات را ضائع نہد

گیہوں کو جو رزق دیتا ہے سدا ۔ وہ توکل ضائع کر سکتا ہے کیا

کمتر از بطی نئی آخر در آب ۔ کو دہد مر باز داعی را جواب

کم نہیں بطخ سے تو کچھ اے فتا ۔ سنتا ہے اللہ بندے کی دعا

از پئے گندم جدا گشتی ازاں ۔ کہ فرستادہ است گندم ز آسماں

بہر گندم تم ہوئے اس سے جدا ۔ جس نے گیہوں آسماں سے بھیجا

باز اور بطخیں

باز گوید بط را کز آب خیز ۔ تا ببینی دشتہا را قند ریز

چھوڑ پانی - باز نے بط سے کہا ۔ دیکھ جنگل کی بھی شیرینی ذرا

بطِ عاقل گویدش کاے باز دور ۔ آب مارا حصن امنست و سرور

بطِ عاقل بولی - ہوا اے باز دور ۔ پانی ہے بس قلعہ امن و سرور

سلہ صفحہ گذشتہ کے حیوانات کے شہر بشہر فروخت ہونے کو کہتے ہیں ۔

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب — ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب

آیا شیطاں باز بن کر اے بطو — چھوڑنا مت اس حصارِ آب کو

باز را گوئید رَو رَو باز گرد — از سرِ ما دست دار اے پایمرد

باز سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جا — کر نہ ہمت اور ہم سے ہاتھ اٹھا

ما بری از دعوتت دعوت ترا — ما ننوشیم اینچنیں تو کافرا

ہم تو بے پروا ہیں دعوت سے تری — تیرے دم میں ہم نہ آئینگے کبھی

حصن ما را قند و قندستاں ترا — من نخواہم ہدیہ ات بستاں ترا

قند ہے یہ جائے امن اپنے لئے — ہم نہ مانگیں باغ اور بستاں ترے

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم — چونکہ لشکر ہست کم ناید علم

جان ہے باقی تو کیا کم ہے غذا — فوج ہے تو پھر علم کی فکر کیا

خواجہ اور دہقان

خواجہ حازم بسے عذر آورید — بس بہانہ کرد با دیو مرید

خواجہ نے گو عذر دہقاں سے کیا — حیلے کر کے دیو ملعوں سے کہا

گفت اینندم کارہا دارم اہم — گر بیایم آں نگردد منتظم

کام ایسے ہیں ضروری آجکل — ہے نکلنا گھر سے اک طول امل

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است — ز انتظارم شاہ شب نغنودہ است

شاہ نے نازک دیا ہے مجھکو کام — ہے مری فکروں میں نیند اسکی حرام

من نیارم ترک امر شاہ کرد — من نتانم شد بر شہ روئے زرد

ٹالدوں میں حکم کیونکر شاہ کا — نادم اس کے سامنے ہو جاؤں کیا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگ خاص — میرسد از من ہمے جوید مناص

آتا ہے شہ کا سپاہی صبح و شام — پوچھتا ہے ہو گیا پورا وہ کام؟

تو روا داری کہ آیم سوئے دہ ۔۔ تا برابر و افگند سلطان گرہ

چاہتا ہے تو میں آؤں گاؤں کو ۔۔ اور مجھ سے بادشہ ناراض ہو

بعد ازاں فرمان خشمش چوں کنم ۔۔ زندہ خود را زیں نگہ مدفوں کنم

کیا کروں چارہ پھر اسکے خشم کا ۔۔ دفن ہو جاؤں میں زندہ بے حیا

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت ۔۔ حیلہا با حکم حق نفتاد جفت

اس طرح کے سو بہانے پھر کئے ۔۔ حکم حق سے ناموافق وہ رہے

گر شود ذرات عالم حیلہ پیچ ۔۔ با قضائے آسماں ہیچند ہیچ

ہوں جو ذرات جہاں مکر اور پیچ ۔۔ وہ قضا کے سامنے ہیں محض ہیچ

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں ۔۔ چوں کند او خویش را ازوے نہاں

چرخ سے کس طرح بھاگے یہ زمیں ۔۔ اپنے کو اس سے چھپا سکتی نہیں

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں ۔۔ نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں

آسماں سے آئے جو سوئے زمیں ۔۔ کوئی چارہ اور مفر اسکو نہیں

آتش از خورشید مے بارد برو ۔۔ او بہ پیش آتشش بنہادہ رو

آگ برساتا ہے اس پر آفتاب ۔۔ سامنے سورج کے وہ ہے بے نقاب

ور ہمے طوفاں کند باراں برو ۔۔ شہر ہا را میکند ویراں برو

مینہ سے اس پر آتے ہیں طوفان بھی ۔۔ شہر اس کے ہوتے ہیں ویران بھی

او شدہ تسلیم او ایوب وار ۔۔ کہ اسیرم ہر چہ مے خواہی ببار

ہے سر تسلیم جوں ایوب خم ۔۔ کہتی ہے۔ جو کچھ ہو۔ ہیں مجبور ہم

اے کہ جزو ایں زمینی سر مکش ۔۔ چونکہ بینی حکم یزداں در مکش

تو بھی ہے جزو زمین سرکش نہ ہو ۔۔ ہاں نہ ٹال اپنے خدا کے حکم کو

۱؎ یعنی زمین کہتی ہے۔

چوں خلقناکم شنیدی من تراب | خاک باشی جست از وے رو متاب
خاک سے خلقت ہے تو یہ سن چکا | خاک ہوگا۔ بس خدا اس سے منہ پھرا

بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم | گرد خاکی و منش افراشتم
دیکھ ڈالے بیج ہیں نے خاک میں | دی بلندی خاک کر کے پھر انہیں

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر | تا کنم بر جملہ میرانت میر
خاک کا پیشہ کر اب تو اختیار | تا امیروں سے زیادہ ہوں وقار

آب از بالا بہ پستی در شود | زانکہ از پستی ببالا بر رود
پانی ہے بالا سے پستی کو رواں | تا ہو پستی سے بلندی کو رواں

گندم از بالا بزیر خاک شد | بعد ازاں آں خوشۂ چالاک شد
خاک میں تھا گیہوں اوپر سے گرا | بعد ازاں وہ ایک خوشہ بن گیا

دانۂ ہر میوہ آمد در زمیں | بعد ازاں سرہا برآورد از دفیں
دانہ ہر میوے کا مٹی میں ملا | دفن ہو کر سرفراز اک دن ہوا

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک | زیر آمد شد غذائے جان پاک
نعمتیں گردوں سے آکر زیر خاک | بن گئیں آخر غذائے جان پاک

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر | گشت جزو آدمی حی دلیر
آئیں اوپر سے جو نیچے بالیقیں | تو بہادر آدمی کا جز بنیں

پس صفات آدمی شد آں جماد | بر فراز عرش پراں گشت شاد
آدمی کا وصف ٹھہریں وہ جماد[1] | عرش پر اڑنے لگیں ہو ہو کے شاد

کز جہان زندہ ز اول آمدیم | باز از پستی سوئے بالا شدیم
پہلے ہم زندہ جہاں سے آئے تھے | پستی سے پھر عالم بالا چلے

[1] بے جان نعمتیں ۔

جملہ اجزا در تحرک در سکون | ناطقاں کانا الیہ راجعون
سارے اجزا جاندار اور پر سکون ہیں[1] | لیتے ہیں انا الیہ راجعون

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں | غلغلے افگند اندر آسماں
ذکر اجزائے نہاں کے دیکھ لے | غلغلہ ہیں چرخ میں ڈالے ہوئے

چوں قضا آہنگِ نیرنجات کرد | روستائے شہری را مات کرد
تھا جو نیرنگِ قضا کا التفات | کر دیا دہقان نے شہری کو مات

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد | زاں سفر در معرضِ آفات شد
باوجودِ حزم خواجہ مات تھا | اس سفر میں موردِ آفات تھا

اعتمادش بر ثباتِ خویش بود | گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود
اعتماد اس کو ثبات اپنے پہ تھا | گو وہ تھا سیلاب لیکن لے اڑا

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر | عاقلاں گردند جملہ کور و کر
جب قضا باہر کرے گردوں سے سر | عقلمندوں کو بنا دے کور و کر

ماہیاں افتند از دریا بروں | دام گیرد مرغِ پراں را زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر جا پڑیں | مرغِ پراں ہو پریشاں دام میں

تا پری و دیو در شیشہ بود | بلکہ ہاروتی بہ بابل در رود
شیشے میں دیو و پری[2] ہوں مبتلا | بلکہ ہو ہاروت کی بابل میں جا

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت | خون او را ہیچ تربیعے نریخت
خود ہی لیکن جو ہو قربانِ قضا | خون اسکا کب نحوست نے کیا

غیر آنکہ در گریزی در قضا | ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
اور جو بھاگے قضا سے ناگہاں | ہیچ سے حیلوں سے کب ہو بچگاں

[1] ساکن اشیا یعنی جمادات پتھر بلکہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔
[2] فرشتے وغیرہ ۔

اصحاب ضروان کا قصہ

قصۂ اصحاب ضروان خواندۂ — پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ

قصۂ اصحاب ضرواں ہے پڑھا — پھر تو کیوں حیلہ گری میں ہے پڑا

حیلہ میکردند کژدم نیش چند — کہ برند از روزی درویش چند

حیلے کرتے تھے جو کژدم نیش تھے[1] — چند درویشوں کی روزی کے لئے

شب ہمہ شب میسگالیدند مکر — روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر

رات بھر کچھ سوچتے رہتے تھے مکر — مشورے کرتے تھے مل کر عمرو و بکر

خفیہ میگفتند سرہا آں بداں — تا نباید کہ خدا دریابد آں

مشورے کرتے تھے وہ چوری چھپے — تا نہ راز اُن کا خدا پر کھل سکے

باگل اندائیدہ اسگالیدہ گل — دست کارے میکند پنہاں ز دل

مٹی حال اپنا چھپاتے راج سے — ہاتھ دل سے کام پوشیدہ کرے

کیف لا یعلم ہواک من خلق — ان فی نجواک صدق ام ملق

کیا نہ جانے تیری بابت کبریا — صدق ہے یا مکر باتوں میں چھپا

کیف یغفل عن ظعین رغدا — من یعاین این مثواہ غدا

کیا یہ پوشیدہ مسافر سے رہے — کل کہاں آرام کرنا چاہیے

اینما قد ہبطا او صعدا — قد تولاہ و احصی عددا

اپنے ڈیروں کا وہ مالک بن گیا — خوب گنتی ان کی وہ ہے جانتا

خفیہ میکردند اسرار از خدا — آں سگاں جاہل ز جہل و عمی

بھید اپنے حق سے رکھتے تھے نہاں — اندھے اور جاہل وہ کتے بیگماں

---

[1] بچھو کی طرح ڈنک مارنے والا ۔

گوش کن اکنون حدیث خواجه را　　کو سوی ده چون شد و دید او جزا

قصہ اب خواجہ کا تو سن لے ذرا　　گاؤں جا کر کیا اُسے بدلا ملا

گوش را اکنون ز غفلت پاک کن　　استماع هجر آن غمناک کن

کان کو غفلت سے اپنے پاک کر　　غور کر اس ہجرت غمناک پہ

تا چها دید او ز بلا و از عنا　　در ره ده چون شد از شهر او جدا

راستے میں اس پہ کیا آئی بلا　　گاؤں کو جب شہر سے اپنے چلا

آن زکاتے دان که غمگین را دهی　　گوش را چون پیش دستانش نهی

ہے زکوٰۃ اب وہ جو تو غمگیں کو دے　　داستاں کو اس کی کانوں سے سنے

بشنوی غمهای رنجوران دل　　فاقهٔ جان شریف از آب و گل

جو ہیں غمگیں، انکے غم بھی سن ذرا　　آب و گل سے جان کو فاقہ ہوا

خانهٔ پر دود دارد پرفنے　　مر ورا بگشا ز اصغا روزنے

گھر کو پُرفن نے دھوئیں سے بھر دیا　　کھول روزن اُسکے سننے کا ذرا

گوش تو او را چو راه دم شود　　دود تلخ از خانهٔ او کم شود

کان تیرا راستہ دم کا بنے　　کم ہو دُود تلخ اس کا شانے سے

غمگساری کن تو با ما ای روی　　کہ بسوی رب اعلا میروی

غمگساری ہم سے کر اے خوش گہر　　کیونکہ ہے سوئے خدا تیرا گذر

این تردد حبس و زندانے بود　　کو نہ بگذارد کہ جان سوئے رود

یہ تردد حبس و زنداں ہے ملا　　جان کو جانے نہیں دیتا ذرا

این بدانسو و آن بدینسو میکشد　　هر یکے گوید منم راه رشد

کھینچتا ہے یہ اُدھر اور وہ اِدھر　　ہر کوئی کہتا ہے میں ہوں راہبر

این تردد عقبهٔ راه حق است　　ای خنک آنرا کہ پایش مطلق است

یہ تردد راہ حق کی گھاٹی ہے　　وہ مبارک ہے جسے آزادی ہے

بے تردد میرود در راہ راست | رہ نمیدانی بجو گامش کجاست
بے تردد سیدھے رستے پہ لگا | تو جو ہے بے راہ، ڈھونڈ اسکو ذرا

گام آہو را بگیر و رو معاف | تا رسی از گام آہو تا بناف
کھوج لے آہو سے اور چل راہ صاف | تا کہ نقش پا سے پہنچے تا بناف

زین روش بر اوج انور میروی | اے برادر گر بر آذر میروی
اس طرح تو اوج انور پہ چلے | آگ پہ بھی گو تو سرتاسر چلے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف | چون شنیدی تو خطاب لاتخف
خوف دریا سے نہ خوف موج و کف | سن چکا ہے تو خطاب لاتخف[1]

لاتخف دان چونکہ خوفت داد حق | نان فرستد چون فرستادت طبق
لاتخف ہے خوف جو دیتا ہے حق | دیگا روٹی بھی دیا جس نے طبق

خوف آنکس راست کو را خوف نیست | غصہ آنکس را کش اینجا طوف نیست
خوف اسے ہے جو نہیں حق سے ڈرا | رنج اسے جسنے نہ طوف اس کا کیا

گاؤں کو خواجہ کی روانگی

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت | مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت
خواجہ نے سامان چلنے کا کیا | گاؤں کی جانب ارادہ کر لیا

اہل و فرزندان سفر را ساختند | رخت بر گاو عزم انداختند
بال بچے سب ہوئے گرم سفر | رکھ دیا سامان گاڑی عزم پر

شادمانان و شتابان سوئے دہ | کہ بری خوردیم از دہ مژدہ دہ
گاؤں کی جانب چلے خوش ہو دل | مژدہ دیہہ والے سے کھایا پھل

[1] خوف نہ کر۔

مقصدِ ما را چراگاہ خوش است — یارِ ما آنجا کریم و دلکش است

ہیں چراگاہیں وہاں فہو المراد — ہے ہمارا دوست اُس جا خوش نہاد

با ہزاراں آرزو ما را خواندہ است — بہرِ ما غرسِ کرم بنشاندہ است

سو تمنا سے بلایا ہے ہمیں — نعمتوں میں کھینچ لایا ہے ہمیں

ما ذخیرہ دہ زمستانِ دراز — از برائے سوئے شہر آریم باز

ہم ذخیرہ سردیوں کے واسطے — گاؤں سے لے شہر کو لوٹ آئیں گے

بلکہ باغ ایثارِ راہ ما کند — در میانِ جانِ خود ہاں جا کند

باغ دیدیگا وہ بخشش میں ہمیں — رکھے گا خود ہمکو اپنی جان میں

عجلوا اصحابنا کے تربحوا — عقل گفتہ زود زیں لا تفرحوا

یعنی پائیں۔ دوستو جلدی کرو — عقل کہتی تھی۔ نہ ہرگز خوش رہو

من رباح اللہ کونوا رابحین — ان ربی لا یحب الفرحین

یعنی بس تم پاؤگے اللہ سے — دوست کب وہ اہلِ فرحت کو رکھے

افرحوا ہونًا بما آتاکم — کل آتٍ مشغل الہاکم

خوش ہو اس پر جو تمہیں آساں ملے — لغو ہے وہ۔ شغل میں جو ڈالے

شاد از وے شو مشو از غیرِ وے — کو بہار است و دگرہا ماہِ دے

شاد اس سے ہو۔ نہ ہو تو غیر سے — سب خزاں وہ ہے بہار اسکے لیے

ہر چہ غیرِ او ست استدراجِ تست — گرچہ تخت و ملکت است و تاجِ تست

غیر اس کا تجھ کو استدراج[1] ہے — گرچہ تیرا ملک و تخت و تاج ہے

شاد از غم شو کہ غم دامِ بقاست — اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست

شاد ہو غم سے یہ ہے دامِ بقا — پستی ہی اس راہ کی ہے ارتقا

[1] وہ خرقِ عادت جو کافر سے ظاہر ہو ۔

غم بیے گنجست و رنج تو چو کان — لیک کے در گیرد این در کودکان

غم خزانہ اور ہے یہ رنج کان — کب ہو بچوں میں اثر اسکا عیاں

کودکان چون نام بازی بشنوند — جملہ با خر کور ہم تک مے شوند

نام جب سنتے ہیں بچے کھیل کا — اندھے خر کے ساتھ چلتے ہیں سدا

اے خران کور این سو دامہاست — در کمین این سوئے خون آشامہاست

اس طرف ہیں دام اے اندھے گدھو — گھات میں ہیں پینے والے خون کو

تیرہا پران شدہ لیکن کمان — گشت پنہان از دو چشم مردمان

تیر تو سب اڑ گئے لیکن کماں — ہو گئی لوگوں کی آنکھوں سے نہاں

تیرہا پران کمان پنہان و پیدا — بر جوانی میرسد صد تیر شیب

وہ کماں غائب ہوئی اور تیر اڑے — تیر پیری کے جوانی پر گرے

گام در صحرائے دل باید نہاد — زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد

گام لے صحرائے دل سے بامراد — دشت گل میں مل نہیں سکتی کشاد

ایمن آباد ست دل اے مردمان — حصن محکم موضع امن و امان

امن کا گھر ہے یہ دل اہل جہاں — قلعہ محکم ہے اور جائے اماں

گلشن خرم بکام دوستان — چشمہا و گلستان در گلستان

باغ ہے سرسبز بہر دوستاں — چشمے ہیں اور باغ ہیں اور بوستاں

عج الی القلب و سر یا ساریہ — فیہ اشجار و عین جاریہ

سوئے دل چل سیر دل کر اے جواں — پیڑ بھی ہیں اس میں۔ چشمے بھی رواں

دِہ مرو دہ مرد را احمق کند — عقل را بے نور و بے رونق کند

گاؤں کی جانب نہ جا۔ احمق نہ بن — عقل بے رونق نہ ہو اے جان من

خواجہ پندارد کہ روزی دِہ دہد — این نپندارد کہ روزی دِہ دہد

خواجہ یہ سمجھے کہ روزی گاؤں دے — یہ نہ سمجھے دینے والا دے اسے

قول پیغمبر شنو اے مجتبیٰ — گور عقل آمد وطن در روستا
قول پیغمبر ہے مانو اور سنو — عقل اندھی گاؤں میں رہنے سے ہو

ہر کہ روزے باشد اندر روستا — تا بماہے عقل او ناید بجا
ایک دن جو گاؤں میں کر لے قیام — اک مہینے تک رہے عقل اسکی خام

تا بماہے احمقی دروے بود — از حشیش دہ جز اینہا چہ درود
اک مہینہ گر وہ گاؤں میں رہے — گھاس کاٹے۔ اس سے بڑھکر کیا کہے

وانکہ ماہے باشد اندر روستا — روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
اک مہینے تک رہے جو گاؤں میں — جہل اور کوری میں اسکے دن کٹیں

دہ چہ باشد شیخ واصل ناشدہ — دست در تقلید و در حجت زدہ
گاؤں کیا ہے۔ شیخ ناواصل شدہ — جس میں ہو تقلید و حجت پر ملا

پیش شہر عقل کلی ایں حواس — چوں خراں چشم بستہ در خراس
شہر عقل کل کے آگے یہ حواس — چشم بستہ جیسے خر ہائے خراس

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر — ہل تو دُردانہ تو گندم دانہ گیر
چھوڑ اسکو کام رکھ افسانے سے — چھوڑ دُردانہ کو تو اور گیہوں لے

گر بدُر رہ نیست ہیں برجی نشاں — گر بد آنسو نیست رہ اینسو برآ
موتی گر ملتے نہیں گندم ہی بھر — راہ اُس جانب نہیں۔ تو آ ادھر

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود — عاقبت ظاہر سوئے باطن رود
گو ہو کج، ظاہر ہی کر لے اختیار — ہے یہ ظاہر سوئے باطن رہگذار

اوّل ہر آدمی خود صورتست — بعد ازاں جاں کو جمال سیرتست
ہے یہ صورت اوّل ہر آدمی — پھر ہے جاں، سیرت کا ہے جو حسن بھی

اوّل ہر میوہ جز صورت کے است — بعد ازاں لذت کہ معنی وے است
میوے کی صورت ہی سے ہے ابتدا — پھر ہے لذت۔ جو ہے معنی پر ملا

اوّلاً خرگاہ سازند و خرند ۔ ترک را زاں پس بمہماں آورند

ہوتا ہے ساماں پہلے خیموں کا ۔ ترک کو لیتے ہیں پھر مہماں بلا

صورتِ خرگاہ آں معنیست ترک ۔ معنیٔ ملاح داں صورت چو فلک

خیمہ صورت ترک معنی ہے پسر ۔ کشتی صورت، معنی ملاح صورت

بہرِ حق ایں را رہا کن یک نفس ۔ تا خرِ خواجہ بجنباند جرس

چھوڑ بھی اس کو خدا کے واسطے ۔ پھر خرِ خواجہ کی تا گھنٹی بجے

خواجہ اور اس کے خاندان کی روانگی

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند ۔ بر ستوراں جانبِ دہ تاختند

خواجہ اور بچے ہوئے سب ہمسفر ۔ گاؤں کی جانب چلے چوپایوں پر

شادمانہ سوئے صحرا راندند ۔ سافروا کی تغنموا بر خواندند

جاتے تھے صحرا کی جانب شادماں ۔ سافروا تغنموا - تھا بر زباں

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود ۔ بے سفرہا ماہ کے خسرو شود

ہو سفر سے مثلِ کیخسرو غلام ۔ بے سفر کب ہو سکیں ماہِ تمام

از سفر بیدق شود فرزینِ راد ۔ وز سفر یابید یوسف صد مراد

چلنے سے فرزیں پیادہ بھی بنے ۔ اور سفر سے کامراں یوسف ہوئے

روز رو از آفتابے سوختند ۔ شب ز اختر راہ مے آموختند

دن کو رہتے گرم وہ خورشید سے ۔ رات کو تاروں سے رستہ سیکھتے

خوب گشتہ پیشِ ایشاں راہِ زشت ۔ از نشاطِ دہ شدہ رہ چوں بہشت

وہ برا رستہ بھی ان کو تھا بھلا ۔ تھا نشاطِ دہ میں جنت کا مزا

سلہ سفر کرو اور اس کی برکتوں کو غنیمت سمجھو ۔

تلخ از شیریں لباں خوش میشود　　خار از گلزار دلکش میشود
تلخی ہو شیریں لبوں میں خوشگوار　　خار دلکش باغ سے ہوتا ہے یار

حنظل از معشوق خرما میشود　　خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
حنظل معشوق خرما ہے پسرا　　دشت ہم خانہ سے بن جاتا ہے گھر

اے بسا از نازنیناں خارکش　　بر امید گلعذارے ماہ وش
ہاں بہت سے نازنیں ہیں خارکش　　خواستگار گلعذار ماہ وش

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش　　از برائے دلبر مہ روئے خویش
سیکڑوں کی پیٹھ زخمی ہو گئی　　دلبر مہ رو نے وہ تکلیف دی

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ　　تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ
کر لیا لوہار نے چہرہ سیاہ　　تا کہ رات آئے تو چومے روئے ماہ

خواجہ تا شب بر دکانے چار میخ　　زانکہ سروے در دلش کردست بیخ
قید شب تک خواجہ ہے دکان پر　　دل میں عشق سرو قد کا ہے اثر

تاجرے دریا و خشکی میرود　　آں بہر خانہ نشینے میرود
تاجر اک دریا و خشکی پر چلے　　بیوی کی الفت سے وہ ایسا کرے

ہر کرا با مردہ سودائے بود　　بر امید زندہ سیمائے بود
ہو کسی کو مردے کا سودا اگر　　زندگی کی ہو گا وہ امید پر

آں دروگر روئے آورد بچوب　　بر امید خدمت مہ روئے خوب
گر کرے نجار کچھ لکڑی کا کام　　الفت محبوب ہو گی لاکلام

بر امید زندہ کن اجتہاد　　کو نگردد بعد روزے دو جماد
تو امید زندہ پر کر اجتہاد　　وہ نہ ہو گا بعد دو دن کے جماد

ہیں مکن مونس خسے از خسی　　عاریت باشد دروآں مونسی
نا کسوں سے انس تو ہرگز نہ کر　　عارضی ہوتا ہے انس ان میں پسر

انس تو با مادر و بابا کجاست — گر بجز حق مونسانت را وفاست

انس تجھ کو باپ ماں سے ہے کہاں — جز خدا ہے کون مونس بیگماں

انس تو با دایہ و لالہ چہ شد — گر کسے شاید بغیر حق عضد

انس تیرا دائی سے کیا ہو گیا — قوت بازو ہے حق اللہ کا

انس تو با شیر با پستاں نماند — نفرت تو از دبیرستاں نماند

شیر و پستاں سے نہ انسیت رہی — مدرسے سے اب نہ وہ نفرت رہی

آں شعاعے بود بر دیوار شاں — جانب خورشید وا رفت آں نشاں

وہ تو تھی بس اک کرن دیوار پر — جانب خورشید پہنچی لوٹ کر

بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع — تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع

گر پڑے جس چیز پر بس وہ شعاع — اس پہ تو ہو جاتے عاشق اے شجاع

عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود — آں ز وصف حق زر اندود بود

عشق تیرا ہوگا جس موجود سے — وصف حق کے رنگ اسپر ہیں چڑھے

چوں زرے با اصل رفت و مس بماند — از زری خویشتن مفلس بماند

زر ملا جب اصل میں اور مس رہا — اپنی زرداری سے وہ مفلس رہا

طبع سیر آمد طلاق او بخواند — پشت بر وے کرد و از وے فشاند

سیر ہو کر طبع نے دے دی طلاق — پیٹھ پھیری اس سے از روئے نفاق

از زر اندود صفاتش پا بکش — از جہالت قلب را کم گوے خوش

ہاں طمع سے صفت کے رہ بچا — جہل سے کھوٹے کو مت کہہ کھرا

کاں خوشی در قلبہا عاریتی ست — زیر زینت مایۂ بے زینتی ست

اچھا پن کھوٹے کا ہے یہ عارضی — نیچے ہر زینت کے ہے بے زینتی

زر ز روئے قلب در کاں میرود — سوئے آں کاں رو تو ہم کاں میرود

کھوٹے پر سے سٹکے کاں جاتا ہے زر — تو بھی چل اس جا جہاں جاتا ہے زر

نور از دیوار تا خور میرود | تو بداں خور رو کہ در خور میرود
نور سورج میں چلے دیوار سے | چل تو جا کر منبع خورشید سے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں | چوں ندیدی تو وفا در ناوداں
بعد ازاں لے آسماں سے آب تو | بیوفا پر نالا تھا ہو بہو

معدن دنبہ نباشد دام گرگ | کے شناسد معدن آں گرگ سترگ
چکتی دنبے کی نہیں ہے دام گرگ | چکتی کو سمجھے کہاں گرگ سترگ

زر گماں بردند بستہ در گرہ | می شتابیدند مغروراں بدہ
یہ گماں تھا زر گرہ میں ہے بندھا | گاؤں کو نازاں چلا وہ قافلہ

ہمچنیں خنداں و رقصاں میشدند | سوئے آں دولاب چرخے میزدند
اس طرح خنداں و رقصاں تھے رواں | صورت دولاب تھے چکر میں ہاں

چوں ہمے دیدند مرغے میپرید | جانب دہ صبر جامہ میدرید
دیکھا طائر جب کوئی اڑتا ہوا | جانب دہ صبر ہاتھوں سے گیا

ہر نسیمے کز سوئے دہ مے وزید | گوئیا روح رواں مے پرورید
جو نسیم آتی تھی چل کر گاؤں سے | روح پرور تھی وہ ان سب کے لئے

ہر کہ مے آمد ز دہ از سوئے او | بوسہ میداد از خوشی بر روئے او
گاؤں سے جو آدمی آتا ادھر | بوسہ دیتے تھے وہ اس کے چہرے پر

کہ تو روئے یار ما را دیدۂ | پس تو جان جان ما را دیدۂ
تو نے دیکھا ہے ہمارے دوست کو | جان جاں سے تو ملا ہے ہو نہ ہو

مجنوں کا سگ لیلیٰ سے محبت کرنا

ہمچو مجنوں کو سگے را مینواخت | بوسہ اش میداد و پیشش میگداخت
مثل مجنوں کے کہ جو تھا سگ نواز | بوسے دے کر اس سے پاتا تھا گداز

گرد او می‌گشت خاضع در طواف ‏ ‏ همچو حاجی گرد کعبه بے گزاف

گرد اس کے پھرتے کرتا تھا طواف ‏ ‏ جیسے حاجی گرد کعبہ بے گزاف

هم سر و پایش همی بوسید و ناف ‏ ‏ هم جلاب شکرش میداد صاف

پاؤں سر اور ناف اس کی چوم کے ‏ ‏ دیتا تھا جلاب شکر کے اسے

بوالفضولے گفت کاے مجنون خام ‏ ‏ این چه شیدست اینکه مے آری مدام

بولا اک گستاخ اے مجنون خام ‏ ‏ کیا یہ مکاری تو کرتا ہے مدام

پوز سگ دایم پلیدی میخورد ‏ ‏ مقعد خود را بلب مے استرد

سگ نجس کی تو پلیدی ہے غذا ‏ ‏ اپنی مقعد ہے لبوں سے چاٹتا

عیبہائے سگ بسے او مے شمرد ‏ ‏ عیب‌داں از غیب‌داں بوئے نبرد

عیب سگ کے گنا ڈالے کئی ‏ ‏ عیب جو کو کیا خبر ہے غیب کی

گفت مجنوں تو همه نقشی و تن ‏ ‏ اندر آ بنگر تو از چشمان من

بولا مجنوں تو ہے نقش و تن مگر ‏ ‏ میری آنکھوں سے ذرا نظارہ کر

کاین طلسم بستۂ مولیست این ‏ ‏ پاسبان کوچۂ لیلاست این

ہے طلسم اس جا بندھا مولا کا یہ ‏ ‏ پاسباں یہ کوچۂ لیلا کا ہے

همتش بین و دل و جان و شناخت ‏ ‏ کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت

دیکھ دل جان اور ہمت پہ ملا ‏ ‏ کون سی جا اس نے مسکن ہے کیا

او سگ فرخ رخ کہف منست ‏ ‏ بلکہ او همدرد و هم لہف منست

وہ سگ فرخ ہے میرے کہف کا ‏ ‏ بلکہ ہے ہمدرد اور مونس مرا

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم ‏ ‏ خاک پایش بہ ز شیران عظیم

ہے وہ کتا اس کے کوچے میں مقیم ‏ ‏ خاک پا جس کی ہے از شیر عظیم

آں سگے کہ باشد اندر کوے او ‏ ‏ من بشیراں کے دہم یک موے او

وہ جو کتا اس کے کوچے میں ہے ‏ ‏ ایک بال اس کا نہ شیروں کو دے

آنکہ شیراں مر سگانش را غلام — گفتن امکاں نیست خامش والسلام
شیر بھی ہیں اس کے کتوں کے غلام — کہنا مشکل ہے چپ رہ و السلام

گر ز صورت بگذرید اے دوستاں — جنت ست و گلستاں در گلستاں
تم اگر ظاہر سے گزرو مہرباں — خلد ہے اور گلستاں ہی گلستاں

صورت خود چوں شکستی سوختی — صورت کل را شکست آموختی
تو نے جب صورت کو اپنی دی شکست — پھر تو گویا ہو گئی کل کی شکست

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی — ہمچو حیدر باب خیبر بر کنی
پھر تو ہر صورت کو تو دیگا بگاڑ — مثل حیدرؓ کے گا خیبر کو اکھاڑ

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم — کو بدہ مے شد بگفتار سقیم
مبتلا صورت پہ وہ خواجہ ہوا — اس کی جھوٹی باتوں پہ گاؤں گیا

سوئے دام آں تملق شادماں — ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں
دام میں آیا خوشامد سے مگر — جیسے چڑیا امتحاں کے دانے پر

از کرم دانست آں مرغ حریص — دانہ را با دام لیکن شد قفص
فرق اس کی فہم میں تھا آ گیا — دام و دانہ کا مگر پھر جا پھنسا

از کرم دانست مرغ آں دانہ را — غایت حرص است نے جود و عطا
مرغ اس دانے کو تھا سمجھا ہوا — حرص ہے بالکل نہیں جود و عطا

مرغکاں بر طمع دانہ شادماں — سوئے آں تزویر پراں و دواں
مرغ لالچ دانہ میں ہیں شادماں — مکر کی جانب ہیں پراں اور دواں

گر ز شادی خواجہ آگاہت کنم — ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم
حال اگر خواجہ کی خوشیوں کا کہوں — خوف ہے رستہ ترا کھوٹا کروں

مختصر کردم چو آمد دہ پدید — خود نبود آں دہ رہ دیگر گزید
مختصر یہ گاؤں اک آیا نظر — تھا نہ یہ وہ گاؤں، تھا وہ ہی دگر

قریہ باشے دہ بدہ سے تاختند　　زانکہ راہِ دہ نکو نشناختند
اک ہمیشہ گاؤں گاؤں وہ پھرے　　گاؤں کے رستے سے وہ واقف نہ تھے

ہر کہ گیرد پیشہ بے اوستا　　ریشخندے شد بشہر و روستا
کام جو کرتا ہے بے استاد کے　　شہر اور دہ میں ہنسی اسکی اڑے

ہر کہ در رہ بے قلاؤزے رود　　ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
راستہ بے رہنما کے جو چلے　　راہِ دو روزہ ہو صد سالہ اسے

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل　　ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
آئے جو کعبہ کی جانب بے دلیل　　مثل سرگشتوں کے ہو جائے ذلیل

زانکہ نادر باشد اندر خافقین　　آدمی سر بر زندے بے والدین
خالی شرق و غرب ہیں اس بات سے　　آدمی پیدا ہو بے ماں باپ کے

مال او یابد کسبے می کند　　نادرے باشد کہ بر گنجے زند
مال وہ پائے جو کوئی فن کرے　　کم ہے ایسا جو خزانے باندھ لے

مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود　　تا کہ رحماں علم القرآں بود
مصطفٰے ہے کون جس کا تن تھا جاں　　حق نے تھا قرآں پڑھایا بیگماں

اہلِ تن را جملہ علم بالقلم　　واسطہ افراشت در بذلِ کرم
اہلِ تن کا علم ہے لکھا ہوا　　اس لئے ہے واسطہ جود و عطا

ہر حریصے ہست محروم اے پسر　　چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
لالچی محروم ہوتا ہے پسر　　دوڑ مت۔ تو پاؤں رکھ آہستہ تر

اندریں رہ رنجہا دیدند و تاب　　چوں عذابِ مرغِ خاکی اندر آب
رنج دیکھے اس رہِ پُرتاب میں　　جیسے تڑپے مرغِ خاکی آب میں

سیر گشتہ از دہ و از روستا　　وز شکر ریزیٔ چناں ناوستا
سیر آخر گاؤں سے وہ ہو گیا　　اور شگوں سے جو تھے بے راہنما

خواجہ اور اس کے خاندان کا گاؤں پہنچنا

بعدِ ماہے چوں رسیدند آں طرف — بینوا ایشاں ستوراں بے علف

اک مہینے بعد وہ پہنچے وہاں — بے نوا خود، چار پائے ناتواں

روستائی ہیں کہ از بد نیتی — میکند بعد اللتیا والتی

دیکھ اس دہقان کی بد نیتی — اب کرے لیت و لعل ان سے وہی

روئے پنہاں میکند زایشاں بروز — تا سوئے باغش نبکشایند پوز

منہ چھپاتا پھرتا ہے وہ دن کو بھی — تا نہ لیں وہ راہ اس کے باغ کی

آنچناں رو کہ ہمہ زرق و شر است — از مسلماناں نہاں اولیٰ تر است

ایسا منہ جو مکر و شر سے ہو بھرا — ہے مسلمانوں سے پوشیدہ بھلا

روہا باشد کہ دیواں چوں مگس — بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس

ایسے منہ ہیں جن پہ شیطاں جوں مگس — بیٹھتے ہیں آ کے مانند حرس

چوں ببینی روئے او در تو فتند — یا مبیں آں را چو بینی خوش مخند

اس کا منہ دیکھے تو ہوں سب تیرے سر — یا نہ دیکھ اور دیکھے تو خندہ نہ کر

در چناں روئے خبیث عاصیہ — گفت یزداں نسفعا بالناصیہ

وہ برا چہرہ، وہ شکلِ بد نما — پکڑوں گا ماتھے سے کہتا ہے خدا

چوں بپرسیدند خانہ اش یافتند — ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند

پوچھنے کے بعد پہنچے اس کے گھر — اور یگانوں کی طرح ٹھیرا وہ در

در فرو بستند اہلِ خانہ اش — خواجہ شد زیں کژروی دیوانہ اش

بند گھر والوں نے دروازہ کیا — خواجہ حیراں بد سلوکی سے ہوا

لیک ہنگامِ درشتی ہم نبود — چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود

وہ مگر سختی کا موقع تھا کہاں — چاہ میں تیزی چلے کیا یہاں

بر درش ماندند ایشان پنج روز	شب بسرما روز خود خورشید سوز
پانچ دن در پر رہے اسکے پڑے	شب کو سردی، دن کو سورج میں تپے
نے ز غفلت بود ماندن نے خری	بلکہ بود از اضطرار و بے قری
یہ ٹھہرنا تھا نہ غفلت کے سبب	بلکہ وہ بے چین اور بے زر تھے اب
با لئیمان بستہ نیکان ز اضطرار	شیر مردارے خورد از جوع زار
نیک آفت میں بدوں کو گھیر لیں	شیر بھی مردار کھاتے بھوک میں
او ہمے دیدش ہمے گفتش سلام	کہ فلانم من مرا این است نام
خواجہ اس کو دیکھ کر کرتا سلام	میں فلاں ہوں اور یہ ہے میرا نام
گفت باشد من چہ دانم تو کئی	یا پلیدی یا قرین یا کئی
وہ یہ کہتا تھا کہ ہوگا۔ کیا خبر	تو نجس یا پاک ہے اسے بے ہنر!
والہم روز و شب اندر صنع ہو	ہیچ گو نہ نیستم پروائے تو
ذکر حق پر رات دن شیدا ہوں میں	ہاں تری جانب سے بے پروا ہوں میں
از خود و حق خود ندارم ہم خبر	نیست از ہستی سر موئیم اثر
میں خودی سے بھی ہوں اپنی بے خبر	کچھ نہیں ہے مجھ پہ ہستی کا اثر
ہوش من از غیر حق آگاہ نیست	در دل و جانم بجز اللہ نیست
ہوش میرا غیر حق آگہ نہیں	جان و دل میں اب بجز اللہ نہیں
گفت پندارم قیامت شد شبیہ	تا برادر شد یفر من اخیہ
خواجہ بولا۔ کیا قیامت آ گئی	بھاگتا ہے بھائی بھائی سے ابھی
شرح میکردش کہ من آنم کہ تو	لوتہا خوردی ز خوان من دو تو
اس سے کہتا تھا کہ میں وہ ہوں کہ تو	خوان سے کھاتا تھا میرے دو بدو
نے فلاں روز تو خریدیم آن متاع	کل سر جاوز الاثنین شاع
کیا خریدا تھا نہ وہ اسباب ہاں	بھید پوشیدہ لگے ہونے عیاں

نے تو بودی سالہا مہمانِ من　　نے رسیدت بیکراں احسانِ من

کیا نہ تو برسوں مرا مہماں رہا؟　　تجھ پہ کیا احساں نہ تھا میں نے کیا

سِرِّ مہر یاسَت شنیدستند خلق　　شرم دارد رو چو نعمت خورد حلق

رازِ الفت اپنا ہے مشہورِ خلق　　شرم آتی منہ کو نعمت کھائے حلق

او ہمے گفتش چہ گوئی ترہات　　نہ ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات

کہتا وہ کیا بک رہا ہے بے لگام　　کون ہے تو کیا نشاں ہے کیا ہے نام

پنجمیں شب برد و باراں گرفت　　کآسماں از ہیبتش شد در شگفت

پانچویں شب کو غضب بارش ہوئی　　جس سے حیرت آسماں تک کو ہوئی

چوں رسید آں کارد اندر استخواں　　حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں

خواجہ پر جب آ گئی ایسی کچھ بلا　　کھٹکھٹائی کنڈی اور پھر دی صدا

چوں بصد الحاح آمد سوئے در　　گفت آخر چیست اے جانِ پدر

تو خوشامد سے وہ آیا سوئے در　　بولا آخر کیا ہے اے جانِ پدر

گفت من آں حقہا بگذاشتم　　ترک کردم آنچہ من پنداشتم

بولا میں چھوڑے اپنے حق تمام　　تھا جو کچھ سمجھا غلط تھا لاکلام

پنج سالہ رنج دیدم پنج روز　　جانِ مسکینم دریں سرما و سوز

پنج سال اس غم سے میں نے پنج روز　　جانِ مسکیں پہ تیری یہ سردی یہ سوز

یک جفا از خویش و از یار و تبار　　در گرانی ہست چوں سیصد ہزار

اپنوں کی اور اپنے یاروں کی جفا　　ہوتی ہے سختی میں لاکھوں سے سوا

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش　　جانش خوگر بود با مہر و وفاش

کچھ توقع ظلم کی اس سے نہ تھی　　خوگرِ مہر و وفا تھا وہ ابھی

ہر چہ بر مردم بلا و شدت است　　ایں یقیں داں کز خلافِ عادت است

جو بھی ہے لوگوں پہ شدت اور بلا　　ہے خلافِ عادت اس کی سب بنا

گفت اے خورشید مہرت زوال ۔۔ گر تو خواہم ریختی کردم حلال

بولا ہے تیری محبت کو زوال ۔۔ اپنا خون میں نے کیا تجھ پہ حلال

امشب باران بباده گوشه ۔۔ تا بیابی در قیامت توشه

رات ہے بارش کی۔ اک گوشہ تو دے ۔۔ تا قیامت میں ملے توشہ تجھے

گفت یک گوشه ست آن باغبان ۔۔ هست اینجا گرگ را او پاسبان

بولا۔ اک گوشہ ہے ملک باغباں ۔۔ گرگ کا وہ اس جگہ ہے پاسباں

در کفش تیر و کمان از بہر گرگ ۔۔ تا زند چون آید آن گرگ سترگ

ہاتھ میں تیر و کماں ہے بہر گرگ ۔۔ تا کہ مارے۔ آئے جب گرگ سترگ

گر تو آن خدمت کنی جا آن تست ۔۔ ورنه جائے دیگرے فرمائے جست

گر تو وہ خدمت کرے۔ تو جا ادھر ۔۔ ڈھونڈ ورنہ دوسری جا سعی کر

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ ۔۔ واں کمان و تیر در کفم بنه

بولا سو خدمت کروں۔ گوشہ تو دے ۔۔ اب کمان و تیر میرے ہات دے

من نه خسپم حارسی رز کنم ۔۔ گر بر آرد گرگ سر تیرش زنم

میں نہ سوؤں۔ پہرہ دوں انگور کا ۔۔ تیر ماروں۔ ہو جو پیدا بھیڑیا

بہر حق مگذارم امشب در وحل ۔۔ آب باران بر سر و در زیر گل

ان کی رات اب نہ مجھکو چھوڑ تو ۔۔ نیچے کیچڑ۔ سر پہ بارش ہے عدو

گوشه خالی شد و او با عیال ۔۔ رفت آنجا جائے تنگ بیحال

گوشہ جب خالی ہوا تو با عیال ۔۔ گو جگہ تھی تنگ۔ پہنچا خستہ حال

چون ملخ بر ہمدگر گشته سوار ۔۔ از نهیب سیل اندر کنج غار

اک پہ اک تھا ٹڈیاں جیسے ہوں یار ۔۔ خوف سے سیلاب کے محفوظ غار

شب همه شب جمله گویان کای خدا ۔۔ این سزا ما را سزا ما را سزا

رات بھر کہتے رہے سب اے خدا ۔۔ یہ سزا بے شک ہماری ہے سزا

گرگ خود بر وے مسلط چوں شتر | گرگ جویاں وز گرگ او بے خبر

تھا مسلط بھیڑیا مثل شتر | ڈھونڈتا تھا اس کو اور وہ بے خبر

ہر پشہ ہر کیکے چوں گرگ شدہ | اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ

مچھر اور پسو سب اس کو گرگ تھے | زخم اس جنگل میں تھے انکے لگے

فرصت آں پشہ راندن ہم نبود | از نہیب حملۂ گرگ عنود

تھی نہ مچھر جھلنے کی فرصت اسے | بھیڑیے کی تھی بڑی ہیبت اسے

تا نباید گرگ آسیبے زند | روستائی ریش خواجہ بر کند

بھیڑیا نقصان کوئی کر نہ جائے | ڈاڑھی دہقاں خواجہ کی پھر نوچ کھائے

اینچنیں دنداں کناں تا نیم شب | جان شاں از ناف مے آمد بلب

نصف شب تک دانت وہ پیسا کیا | ناف سے جان آئی لب پر بارہا

ناگہاں تمثال گرگ ہشتہ | سر بر آورد از فراز پشتہ

ناگہاں اک شکل گرگ آئی نظر | اونچے ٹیلے سے نکالا اسنے سر

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست | زد بر آں حیواں کہ تا افتاد پست

خواجہ نے اک تیر پھینکا شست سے | بھیڑیا نیچے گرا اس ٹیلے سے

اندر افتادن ز حیواں باد جست | روستائی ہائے کرد و کوفت دست

اس کے گرنے سے ہوا خارج ہوئی | آہ دہقانی نے حسرت سے بھری

ناجوانمردا کہ خر کرۂ من است | گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن است

بولا یہ بچہ تو میرے خر کا تھا | بولا خواجہ یہ غلط۔ تھا بھیڑیا

اندر او اشکال گرگی ظاہر است | شکل او از گرگی او مخبر است

بھیڑیا پن اس میں سب ہے آشکار | بھیڑیے کی شکل ہے وہ نابکار

گفت نے بادیکہ جست از فرج او | مے شناسم ہمچناں کآب از سبو

بولا جو خارج ہوئی اس سے ہوا | مثل آب و بادہ ہوں پہچانتا

کشتۂ خرکرّہ ام را در ریاض | کہ مبادت بسط ہرگز ز انقباض

باغ میں مارا ہے۔ خر بچہ مرا | ہو نہ تیرا قبض اب بسط آشنا[1]

گفت نیکو در تفحص کن شب است | شخصها در شب ز ناظر محتجب است

بولا وقتِ شب ہے۔ جا تفتیش کر | رات کو کب جسم آتا ہے نظر

شب غلط بنماید و مبدل بسے | دید صائب شب ندارد ہر کسے

رات چیزوں کو بدل کر کچھ دکھائے | دید صائب کب کوئی راتوں کو پائے

ہم شب و ہم ابر و ہم باران ژرف | ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف

رات بھی بارش بھی ہے اور ابر بھی | تینوں اندھیرے ہیں۔ تو کیا ہو روشنی

گفت آں بر من چو روزِ روشن است | می شناسم بادِ خرکرّہ من است

بولا۔ ہے جوں روز مجھ پر آشکار | تو نے خر بچہ کیا میرا شکار

در میانِ بیست باداں باد را | می شناسم چوں مسافر زاد را

جانوں سو گوزوں میں میں اس گوز کو | توشہ سے واقف مسافر جیسے ہو

خواجہ برجست و بیامد با شگفت | روستائی را گریبانش گرفت

خواجہ کودا اور تحیر میں ہوا | پھر گریباں پکڑا اس دہقان کا

کابلہ طرار شید آوردۂ | بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ

اور کہا۔ تو حیلہ و دغا ہے۔ پڑ رہا | بھنگ اور افیان کھا بیٹھا ہے کیا؟

در سہ تاریکی شناسی بادِ خر | چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر

ان اندھیروں میں تو سمجھا بادِ خر | مجھ کو پہچانا نہیں اے خیرہ سر

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را | چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را

نصف شب جو واقفِ گوسالہ ہو | کیوں نہ سمجھے ہمرہِ دہ سالہ کو

[1] یعنی بددعا دی کہ تجھے ہمیشہ انقباض رہے اور تیرے دل کو کبھی کشادگی نصیب نہ ہو۔

خویشتن را عارف و واله کنی ‖ خاک در چشم مروت می زنی

خود کو عارف جانتا ہے بے تپاک ‖ ڈالتا ہے دیدۂ اُلفت میں خاک

که مرا از خویش هم آگاه نیست ‖ در دلم گنجائے جز الله نیست

بس مجھے خود سے بھی آگاہی نہیں ‖ بجز خدا دل میں مرے کوئی نہیں

آنچه دی خوردم از آنم یاد نیست ‖ این دل از غیر تحیر شاد نیست

کل جو کھایا تھا نہیں وہ مجھ کو یاد ‖ ہے تحیر سے فقط دل میرا شاد

عاقل و مجنون حقم یاد آر ‖ در چنین بیخودیم معذور دار

عاقل و مجنون حق ہوں اے اخی ‖ رکھ مجھے معذور اگر ہے بیخودی

آنکه مردار می خورد یعنی نبید ‖ شرع او را سوئے معذوران کشید

کھائے جو مُردار شے یعنی شراب ‖ شرع میں معذور ہے وہ ناصواب

مست و بنگی[51] را طلاق و بیع نیست ‖ همچو طفل است او معاف و معتفیست

کب طلاق اک مست و بنگی کے لئے ‖ ہے معافی طفل کی صورت اسے

مستیے کاید ز بوئے شاه فرد ‖ صد خم مے در سر و مغز آن نکرد

بوئے شاہ سے جو مستی ہو عیاں ‖ مے کے سو مٹکوں میں وہ خوبی کہاں

پس برو تکلیف چون باشد روا ‖ اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا

اس پہ ہو تکلیف پھر کیونکر روا ‖ گھوڑا ساقط ہو گیا بے دست و پا

بار بر گیرند چون آمد عرج ‖ گفت حق لیس علی الاعرج حرج

بوجھ اتاریں جب ہو لنگڑا اور عرج ‖ حکم حق "لیس علی الاعرج حرج"[52]

بار که نهد در جهان خر کره را ‖ درس که دهد پارسی بو مره را

خر بچے پر لادتے ہیں بار بھی؟ ‖ کون شیطاں کو پڑھائے فارسی

---

[51] بھنگ پینے والا مطلب یہ ہے کہ بنگی اور مست تکلیفات شرعیہ سے خارج ہیں +

[52] لنگڑے پر بار شرع نہیں +

مست مے ہشیار گردد از دبور ۔ مست حق ناید بخود از نفخ صور
مست مے جاگے ہوائے سرد سے ۔ صور سے بھی مست حق بیخود رہے

بادۂ حق راست باشد نے دروغ ۔ دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ
حق شراب حق ہے ہاں جھوٹی نہیں ۔ تو نے کھایا ہے دہی حق الیقین

ساختی خود را جنیدؒ و بایزیدؒ ۔ رو کہ نشناسم تبر را از کلید
اپنے کو سمجھا جنیدؒ و بایزیدؒ ۔ جا میں کیا جانوں ہتھوڑا اور کلید

بد رگی و مقبلی و حرص و آز ۔ چوں کنی پنہاں بشیدے مکر ساز
تو ہے بد ذات اور منکر حرص خو ۔ مکر کو کیونکر چھپا سکتا ہے تو

خویش را منصورِ حلاجی کنی ۔ آتشے در پنبۂ یاراں زنی
خود کو تو منصورؒ جانے مدعی ۔ آگ میں پھونکے[۱] روئی احباب کی

کہ نشناسم عمرؓ از بولہب ۔ بادِ خر کرہ شناسم نیم شب
ہوں عمرؓ سے بولہب سے بے خبر ۔ جانتا ہوں نصف شب کو گوز خر

اے خرے کایں از تو خر باور کند ۔ خویش را بہر تو کور و کر کند
اے گدھے! ہوگا کسی خر کو یقیں ۔ اندھا بہرا کر لے جو اپنے تئیں

خویش را از رہرواں کمتر شمر ۔ تو حریفِ رہزنانی گُہ مخور
سالکوں سے مت سمجھ اپنے کو ہاں ۔ گُو وہ نہ کھا تو اے حریف رہزناں

باز پیاز شید و سوئے عقل تاز ۔ کے پرد بر آسماں پرِ مجاز
مکر کے پر کھول سوئے عقل جا ۔ آسماں پہ کب مجازی پر اڑا

خویشتن را عاشقِ حق ساختی ۔ عشق با دیوِ سیاہے باختی
کہ تجھے ہے دعویٰ عشقِ الٰہ ۔ ہے تو لیکن عاشقِ دیوِ سیاہ

[۱] احباب کی روئی میں آگ دینا یعنی اُن سے مکر و فریب کرنا

عاشق و معشوق را در رستخیز ۔۔۔ دو بدو بندند و پیش آرند تیز

عاشق و معشوق کو روزِ جزا ۔۔۔ باندھ لے جائیں ملک پیش خدا

تو چہ خود را از گیج و بے خود کردۂ ۔۔۔ خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ

تو نے اپنے کو جو بیخود ہے کیا ۔۔۔ کھائے کب انگور۔ خوں میرا پیا

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ ۔۔۔ عاشق بے خویشتم و بہلول دہ

جا۔ نہیں میں کچھ تجھے پہچانتا ۔۔۔ بے خود اک بہلول ہوں میں گاؤں کا

تو تو ہم میکنی از قرب حق ۔۔۔ کہ طبق گردد ور نبود از طبق

قربِ حق کا وہم ہے تجھ کو ذرا ۔۔۔ ہے کہاں مصنوع سے صانع جدا

آں نمے بینی کہ قرب اولیا ۔۔۔ صد کرامت دارد و کار و کیا

کیا نہ دیکھا تو نے قرب اولیا ۔۔۔ سو کرامت رکھے اور فضل خدا

آہن از داؤد موم مے می شود ۔۔۔ موم در دستت چو آہن مے بود

لوہا پگھلے ہاتھ میں داؤدؑ کے ۔۔۔ موم تیرے ہاتھ میں لوہا بنے

قربِ خلق و رزق بر جملہ است عام ۔۔۔ قرب حی عشق دارند ایں کرام

قربِ خلق و رزق گو سب پر ہے عام ۔۔۔ قربِ وحیِ عشق ہے بہر کرام

قرب بر انواع باشد اے پدر ۔۔۔ میزند خورشید بر کہسار و زر

قرب کی قسمیں بہت ہیں اے پدر ۔۔۔ قرب ہے خورشید کو با کوہ و زر

لیک قربے ہست با زر شید را ۔۔۔ کہ ازاں آگہ نباشد بید را

قرب سونے کو جو ہے خورشید سے ۔۔۔ بید کو کیونکر خبر اس کی ملے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب ۔۔۔ آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب

شاخ خشک و تر ہو نزدِ آفتاب ۔۔۔ ہو نہ کچھ دونوں سے سورج کو حجاب

لیک کو آں قربتِ شاخ طری ۔۔۔ کہ ثمارِ پختہ از وے میبری

قرب شاخ تر کا لیکن ہے کہاں ۔۔۔ جس سے پختہ پھل ہوں حاصل بیگماں

شاخ خشک از قربِ آں آفتاب | غیر زرد و تر خشک گشتن گو بیاب
خشک شاخیں ہوں جو سورج کے قریب | ہو زیادہ کچھ انہیں خشکی نصیب

آں چناں مستے مباش اے بے خرد | کہ بعقل آید پشیمانی خورد
مست اتنا بھی نہ اے ناداں ہو | ہوش جب آئے تو پھر حیراں ہو

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورند | عقلہائے پختہ حسرت مے برند
بلکہ ان مستوں سے جب وہ مے پئیں | عقلہائے پختہ بھی حسرت کریں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موش پیر | گر ازاں مے شیرگیری شیرگیر
مثل گربہ تو نے پکڑا موش پیر | مست اس مے سے ہے، تو ہو شیرگیر

اے بخوردہ از خیالِ خام ہیچ | ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ
ہے خیال خام سے تجھ کو درنگ | مثل مستانِ حقائق کر نہ جنگ

میفتی ایں سو و آں سو مست وار | اے تو ایں سو نیستت آں سو گذار
گر نہ مستوں کی طرح ہر سو مگر | گر نہیں ہے تو ادھر ہو جا ادھر

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں | گہ بدیں سو گہ بداں سو سرفشاں
اس طرف گر راہ پائے بعد ازاں | پھر ادھر ہو اور اُدھر تو سرفشاں

جملہ ایں سوئی بداں سو گپ مزن | چوں نداری مرگ ہرزہ جاں مکن
اس طرف رہ کر ادھر کی گپ نہ مار | جب نہیں ہے موت کیوں مرتا ہے یار

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او | شاید ار مخلوق را نشناسد او
خضر جاں جو موت سے ڈرتا نہ ہو | اس کو زیبا - گر نہ جانے خلق کو

کام از ذوقِ توہم خوش کنی | در دمی در خیک پیش کنی
تو تو ذوق وہم سے ہے شادکام | پھونک سے بھرتا ہے مشک اپنی مدام

پس بیک سوزن تہی گردد ز باد | ایں چنیں فربہ تنِ غافل مباد
اک سوئی سے سب نکل جاتی ہوا | ایسے فربہ کو اٹھا ہی لے خدا

کوزہ ہا سازی ز برف اندر شتا ۔ کے کند چوں آب بیند او وفا

سردی میں کوزہ بنائے برف سے ۔ کب وہ ٹھہرے جب ملے پانی اسے

ایک گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ

آں شغالے رفت اندر خم رنگ ۔ اندراں خم کرد یک ساعت درنگ

رنگ کے مٹکے میں اک گیدڑ گھسا ۔ اک گھڑی خم میں یونہی ٹھہرا رہا

پس بر آمد پوستش رنگیں شدہ ۔ کہ منم طاؤس علیین شدہ

جب وہ نکلا پوست بس رنگیں ہوا ۔ میں ہوں طاؤس ارم کہنے لگا

پشم رنگیں رونق خوش یافتہ ۔ زآفتاب آں رنگہا بر تافتہ

بال جب رنگیں ہوئے رونق بڑھی ۔ دھوپ سے رنگوں میں چمکی روشنی

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد ۔ خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد

خود کو دیکھا سبز پیلا اور لال ۔ گیدڑوں کے سامنے آیا شغال

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست ۔ کہ ترا در سر نشاطے ملتویست

بولے گیدڑ ہے یہ تیرا حال کیا ۔ نشہ سر میں کیوں خوشی کا ہے بھرا

در نشاط از ما کرانہ کردۂ ۔ ایں تکبر از کجا آوردۂ

اس خوشی میں ہم سے ہو بیٹھا جدا ۔ یہ تکبر تجھ کو کس جا سے ملا

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں ۔ شید کردی تا شدی از خوشدلاں

دوسرے گیدڑ نے بڑھ کر یوں کہا ۔ مکر تو کرتا ہے ہم سے واہ وا

شید کردی تا بہ منبر بر جہی ۔ تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی

منبری تو چاہتا ہے مکر سے ۔ خلق کو تا مکر سے حیراں کرے

پس بجوشیدی ندیدی گرمیے ۔ پس ز شید آوردۂ بے شرمیے

جوش میں بے گرمی دیکھے آ گیا ۔ مکر کے باعث ہوا تو بے حیا

صدق و گرمی خود شعارِ اولیاست ‏ باز بے شرمی پناہِ ہر دغاست

صدق و گرمی ہے شعارِ اولیا ‏ اور بے شرمی پناہِ ہر دغا

کالتفاتِ خلق سوئے خود کشند ‏ کہ خوشیم و از درون بس ناخوشند

التفاتِ خلق کو ہیں کھینچتے ‏ کہتے ہیں ہم خوش ہیں ناخوش ہیں بڑے

ایک شیخی خورہ

پوستِ دنبہ یافت مردے مستہاں ‏ ہر صباح او چرب کردے سبلتاں

ایک ناداں کو ملی دنبے کی کھال ‏ مونچھیں تر کرتا تھا اس سے بدخصال

درمیانِ منعماں رفتے کہ من ‏ لوت چربے خوردہ ام در انجمن

جا کے کہتا تھا امیروں سے سنا ‏ کھا کے آیا ہوں مرغن میں غذا

دست بر سبلت نہادے در نوید ‏ رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید

ہاتھ تھا مونچھوں پہ اپنی پھیرتا ‏ راز یہ تھا دیکھئے مونچھیں ذرا

کایں گواہِ صدقِ گفتارِ منست ‏ ویں نشانِ چرب و شیریں خوردنست

میری حق گوئی کی مونچھیں ہیں گواہ ‏ چرب و شیریں تھی غذا بے اشتباہ

اشکمش گفتے جواب بے طنین ‏ کہ اباد[1] اللہ کید الکافرین

پیٹ اس کا کہہ رہا تھا یوں بصدا ‏ کھوج کھوئے کافروں کے مکر کا

لافِ تو ما را بر آتش بر نہاد ‏ کاں سبالِ چربِ تو برکندہ باد

جھوٹ سے تو نے لگائی آگ کیوں ‏ چرب یہ مونچھیں یہ تیری برباد ہوں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا ‏ یک کریمے رحم افگندے بما

جھوٹ اے ظالم نہ گر تو بولتا ‏ رحم کرتا کوئی تو ہم پہ خدا

[1] خدا کافروں کے فریب کا کھوج کھوئے ؎

زامتحانات قضا ایمن مباش	هان ز رسوائی بترس ای خواجه‌تاش
امتحانات قضا سے خوف کر	اپنی رسوائی سے ڈر اے بے خبر

بلعم باعورا و شیطان لعین

بلعم باعور و ابلیس لعین	ز امتحان آخرین گشته مهین
بلعم باعور و شیطان لعین	تھے ذلیل امتحان آخر میں
زانکه بودند ایمن از مکر خدا	کامتحانها رفت اندر مامضیٰ
وہ نڈر تھے مکر سے اللہ کے	بس ہمارے امتحاں سب ہو چکے
عاقبت رسوائی آمد حال شان	هم شنیده باشی احوال شان
آخر کار ان کی رسوائی ہوئی	تو نے ان کی داستاں ہوگی سنی
کانچه پنهان میکند پیدائش کن	سوخت ما را ای خدا رسوائش کن
وہ چھپاتا ہے تو پیدا کر اسے	اے خدا! جلتا ہوں رسوا کر اسے
او بدعویٰ میل دولت می‌کند	معده‌اش نفرین سبلت میکند
وہ تو دولت کا ہے بنتا مدعی	معدہ بھیجے مونچھ پہ لعنت اپنی
لاف او را کو بها می کند	شاخ رحمت از بن بر میکند
لاف زن ہے کرتا ہوں جود و عطا	شاخ رحمت کی جڑیں ہے کھودتا
جمله اجزای تنش خصم وی اند	کز بهاے لاف ایشان وی بند
دشمن اس کے ہیں تمام اجزائے تن	ہیں خفا ان سے لاف گلا سے جو بھی
این شکم خصم سبال او شده	دست پنهان در دعا اندر زده
پیٹ اس کی مونچھ کا دشمن ہوا	کرتا ہے پوشیدہ پوشیدہ دعا
کای خدا رسوا کن این لاف لئام	تا بجنبد سوی ما رحم کرام
اے خدا رسوا کر اس کی شیخیاں	رحم تا ہم پہ کرم والے کریں

خندہ آمد حاضراں را زاں شگفت ‌ رحمہاشاں باز جنبیدن گرفت

خندہ زن سب حاضریں ہوئے بھلا ‌ رحم بھی اُن کو مگر آیا ذرا

دعوتش کردند و سیرش داشتند ‌ تخم رحمت در زمینش کاشتند

دعوتیں کیں اور کھلایا پیٹ بھر ‌ بو دیا تخم رحم اس کی خاک پر

او چو ذوق راستی دید از کرام ‌ بے تکبر راستی اشد غلام

دیکھا جب سچوں کا ذوق راستی ‌ بے تکبر راستی کی راہ لی

راستی را پیشہ خود کن مدام ‌ تا شوی رہبر دو عالم نیکنام

راستی کر اپنا پیشہ کر مدام ‌ تا کہ ہو دونوں جہاں میں نیکنام

گیدڑ کا دعوائے طاؤسی

آں شغال رنگ رنگ آمد نہفت ‌ بر بناگوش ملامت گر بگفت

خفیہ اس رنگیں گیدڑ نے کہا ‌ کان میں اس کے ملامت گر تھا

یک نظر آخر در من و در رنگ من ‌ یک صنم چوں من ندارد خود شمن

مجھ کو دیکھو اور میرے رنگ اے ناشناس ‌ ایک ایسا بت نہیں بتگر کے پاس

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش ‌ مر مرا سجدہ کن از من سرمکش

ہیں تو مثل گلستاں صد رنگ ہوں ‌ سجدہ کر تو سرکشی ہے مجھ سے کیوں

کر و فر و آب و تاب و رنگ بیں ‌ فخر دنیا خواں مرا و رکن دیں

دیکھ آب و تاب میری بالیقیں ‌ فخر دنیا مجھ کو کہہ اور رکن دیں

مظہر لطف خدائی گشتہ ام ‌ لوح شرح کبریائی گشتہ ام

مظہر لطف خدائی میں بھی ہوں ‌ شرح تفسیر کبریائی میں بجا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال ‌ کے شغالے را بود چندیں جمال

اب مجھے گیدڑ نہ کہنا کر کے رو ‌ کب کسی گیدڑ میں ایسا حسن ہو

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع — ہمچو پروانہ بگرد اگرد شمع

گیدڑ آ کر ہو گئے پاس اسکے جمع — جس طرح پروانے آئیں گرد شمع

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری — گفت طاؤس نرے چوں مشتری

بولے ۔ تجھ کو کیا کہیں اے جوہری — بولا وہ طاؤس نر چوں مشتری

پس بگفتندش کہ طاؤساں جاں — جلوہا دارند اندر گلستاں

بولے وہ گیدڑ کہ طاؤس اے اخی — کرتے ہیں گلشن میں جلوہ گری

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے — بادیہ نارفتہ چوں گویم منے

تو بھی جلوہ گر ہوئی ؟ بولا نہیں — جب نہیں جنگل منا[1] کا کیا یقیں

بانگ طاؤساں کنی گفتا کہ لا — پس نۂ طاؤس خواجہ بوالعلا

مور کی بولی ہی بول اے بوالعلا[2] — چپ ہے کیوں تو مور کب ہے سر نہ کھا

خلعت طاؤس آید ز آسماں — کے رسد از رنگ و دعوہا براں

خلعتِ طاؤس آئے چرخ سے — رنگ کب دعووں کا اس پہ چڑھ سکے

ہمچو فرعون مرصع کردہ ریش — برتر از موسیٰ پرید او ز خریش

جیسے فرعون مرصع ریش سے — سمجھا بہتر ہوں کلیم اللہ سے

گیدڑ سے فرعون کی مشابہت

او ہم از نسل شغال مادہ زاد — در خم مالے و جاہے او فتاد

وہ بھی شاید نسل سے گیدڑ کی تھا — خم مال و جاہ میں ڈوبا ہوا

ہر کہ دید آں جاہ و مالش سجدہ کرد — سجدۂ افسوسیاں را او بخورد

جس نے دولت دیکھ لی سجدہ کیا — مکر کے سجدوں پہ اس کو فخر تھا

[1] مکہ معظمہ کا ایک بازار جہاں قربانی دیتے ہیں۔

[2] بوالعلا ابن حنیفہ کی کنیت ۔ جو بے وقوفی میں مشہور تھا۔

گشت مستک آن گدائے ژندہ دلق | از سجود و از تحیرہائے خلق
گدڑی میں بھی آ گئی مستی اسے | سجدہ و حیرانیٔ مخلوق سے

مال مار آمد کہ در وے زہرہاست | واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست
مال، سانپ ہے اور زہر ہے اس میں بھرا | ہے قبول و سجدۂ خلق اژدہا

ہائے اے فرعون ناموسی مکن | تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن
دیکھ اے فرعون ناموسی نہ کر | تو ہے گیدڑ، زعمِ طاؤسی نہ کر

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی | عاجزی از جلوہ رسوا شوی
موروں میں جا کر اگر پیدا ہو تو | عاجزی سے جلوہ کی رسوا ہو تو

موسیٰ و ہاروں چو طاؤساں بدند | پرِ جلوہ بر سر و رویت زدند
موسیٰ اور ہارون دونوں مور تھے | تیرے سر پر جلوہ کے پر مارتے

زشتیت پیدا شد و رسوائیت | سرنگوں افتادی از بالائیت
زشتی و رسوائی تیری ہے عیاں | سرنگوں بالا سے گر کر ہے تو ہاں

چوں محک دیدی سیہ گشتی چو قلب | نقشِ شیری رفت پیدا گشت کلب
مثل کھوٹے کے تو کالا پڑ گیا | شیری رخصت ہو گئی - کتا بنا

اے سگِ گرگینِ زشت از حرص و جوش | پوستینِ شیر را برخود مپوش
خارشی کتے! تو حرص و جوش سے | پوستینِ شیر کا پردہ نہ کر

غرۂ شیرت بخواہد امتحاں | نقشِ شیر و آنگہ اخلاقِ سگاں
غرۂ شیری کا ہو گا امتحاں | شیر کا نقش اور اخلاق سگاں

اے شغالِ بے جمالِ بے ہنر | ہیچ بر خود ظنِّ طاؤسی مبر
تو ہے گیدڑ بے جمال و بے ہنر | اپنے اوپر مور کا یوں ظن نہ کر

لہ لوگوں سے عزت کی توقع رکھتا ہے

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں	خوار و بے رونق بمانی در جہاں
جب کریں گے مور تیرا امتحاں	خوار و بے رونق ہو تو دنیا میں ہاں

منافق کی نشانی

گفت یزداں مر نبی را در مساق	یک نشانِ سہلتر ز اہلِ نفاق
حق نے ظاہر کی رسولؐ پاک پر	ہر منافق کی نشانی سہل تر
گر منافق زفت باشد نغز و ہول	واشناسی مر ورا در لحنِ قول
گر منافق ہو بڑا اور پُر زہول	اس کو تو پہچان سُن کر لحنِ قول
چوں سفالیں کوزہ ہا را مے خری	امتحانے مے کنی اے مشتری
مٹی کے برتن جو لیتا ہے کبھی	امتحاں کرتا ہے تو اے مشتری
میزنی دستے بر آں کوزہ چرا	تا شناسی از طنین اشکستہ را
ٹھونکتا ہے اور بجاتا ہے اُسے	تا صدا سے ٹوٹا پھوٹا جان لے
بانگِ اشکستہ دگرگوں مے بود	بانگ چاؤش است پیشش مے رود
ٹوٹے برتن کی صدا ہے دوسری	ہے نقیب آواز گویا اسے اخی
بانگ مے آید کہ تعریفش کند	ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
وہ صدا کوزے کی تعریفیں کرے	فعل جوں مصدر کی تصریفیں کرے
چوں حدیثِ امتحانی رو نمود	یادم آمد قصہ ہاروت زود
بات جب یہ امتحانی آپڑی	قصہ ہاروت یاد آیا ابھی

ہاروت و ماروت کا قصہ

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے	خود چہ گویم از ہزارانش یکے
اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کچھ بیاں	اک ہزاروں میں سے کرتا ہوں بیاں

[illegible]

خواستم گفتن در آں تحقیقہا — تا کنوں ہم ماندم از تعویقہا

چاہا تھا تحقیق سے کرنا بیاں — ہو گئی تاخیر اتنی پہ کہاں

گوشۂ زاں ایک قشر ایں جا بیار — تا بگویم با تو از اسرار یار

گوشِ دل کو تو ادھر دم بھر لگا — دوست کے کچھ بھید تجھکو دوں بتا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل — گفتہ آید شرح یک عضوے ز پیل

سیکڑوں بھیدوں سے اسکے کچھ قلیل — جیسے ہو اک قطرہ دریائے نیل

گوش کن ہاروت را ماروت را — اے غلام و چاکراں ما روت را

قصہ سن ہاروت اور ماروت کا — ہم غلام اور تیرے چہرے پہ فدا

مست بودند از تماشائے الٰہ — وز عجایبہائے استدراج شاہ

مست تھے اللہ کے دیدار سے — شہ کے استدراج میں کھوتے ہوئے

ایں چنیں مستی ست ز استدراج حق — تا چہ مستیہا کند معراج حق

مست کرتی جب یوں ہو استدراج حق — دیکھ کیا کیا مستیاں معراج حق

دانۂ دامش چنیں مستی نمود — خوان انعامش چہا داند گشود

دانہ و دام ایسی مستی جب دے — خوان انعام اس کا کیا کیا کھولدے

مست بودند و رہیدہ از کمند — ہائے ہوئے عاشقانہ میزدند

مست تھے اور دام سے چھوٹے ہوئے — ہا و ہوئے عاشقانہ کرتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود — صرصرش چوں کاہ کہ را میربود

ایک گھات ایک امتحاں رستے میں تھا — جس کی آندھی تھی پہاڑوں کی فنا

امتحاں میکرد شاں زیر و زبر — کے بود سرمست را زینہا خبر

امتحاں کرتا انہیں زیر و زبر — کیا ہو اک سرمست کو اسکی خبر

خندق و میداں بہ پیش او یکیست — چاہ و خندق پیش او خوش مسلکیست

خندق و میداں برابر ہیں اسے — چاہ و خندق ایک ہیں اس کے لیے

ایک بکرا اور بکری

آں بزِ کوہی بر آں کوہِ بلند | بر دود از بہرِ خوردن بے گزند

ایک بکرا ایک اونچے کوہ پر | دوڑتا ہے چارہ کھانے بے خطر

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں | بازئی دیگر ز حکمِ آسماں

چرتے چرتے دیکھتا ہے ناگہاں | دوسرا اک کھیل زیرِ آسماں

بر کُہِ دیگر بر اندازد نظر | مادہ بز بیند بر آں کوہِ دگر

ڈالے نظریں دوسرے جب کوہ پر | بکری آئے کوہِ دیگر پر نظر

چشمِ او تاریک گردد زماں | بر جہد سرمست زیں گہ تا بداں

آنکھیں ہوں تاریک اسکی دیکھ کر | کودے سرمستی سے وہ اس کوہ پر

آنچناں نزدیک بنماید ورا | کہ دویدن گرد با او عہ سرا

پاس وہ اتنا نظر آئے اسے | جیسے گھر میں اک گڑھا ہو دیکھئے

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش | تا ز مستی میل جستن آیدش

وہ ہزاروں گز دو گز آئے نظر | مستی میں پہنچے وہاں وہ کود کر

چونکہ بجہد در فتد اندر میاں | درمیانِ ہر دو کوہِ بے اماں

کودے جب تو درمیاں میں گر پڑے | دونوں کوہوں بیں - اماں کیونکر ملے

او ز صیادان بکہ بگریختہ | خود پناہش خونِ ورا ریختہ

کوہ پہ بھاگا پھرے صیاد سے | وہ پناہ گہ خون خود اسکا کرے

شستہ صیادان میانِ آں دو کوہ | انتظارِ آں قضائے باشکوہ

ان پہاڑوں میں چھپے صیاد تھے | منتظر گویا تھے اس کی موت کے

باشد اغلب صید ایں بز ہمچنیں | ورنہ چالاک ست و چست و خصم بیں

اس طرح اکثر یہ بکرا ہو شکار | ورنہ ہے چالاک و چست اور ہوشیار

رستم ار چہ با سر و سبلت بود — دام پاگیرش یقین شہوت بود

شان اور شوکت اگر رستم رکھے — جال اور پھندے ہیں شہوت کے پھنسے

ہمچو من از مستی شہوت ببر — مستی شہوت ببیں اندر شتر

کر پرے مانند شہوت سے حذر — اور مستی شتر پہ غور کر

باز این مستی شہوت در جہان — پیش مستی ملک شد مستہان

شہوت عالم اور اس کی مستیاں — پیش مستی ملک رسوا ہیں۔ یہاں

مستی آن مستی این بشکند — او بشہوت التفاتے کم کند

اس کی مستی توڑے اس مستی کی ذات — کب ہے اس کا سوئے شہوت التفات

آب شیرین تا نخوردی آب شور — خوش بود خوش چون درون دیدہ نور

آب شیریں گر نہ ہو تو آب شور — خوب ہو معلوم جوں آنکھوں میں نور

قطرۂ از بادہائے آسمان — بر کند جان از مے و ز ساقیان

آسماں سے گرے قطرہ عشق کا — جان بھرے ساقی و مے سے برملا

تا چہ مستیہا بود املاک را — وز جلالت روحہائے پاک را

دیکھ قطرے میں ہیں کیسی مستیاں — روح کو حاصل ہے عظمت بیکراں

کہ بوئے دل بران مے بستہ اند — خم بادۂ این جہان بشکستہ اند

دل ہیں اس مے کا کیا ہے بند و بست — اور خم مے کو یہاں کی دی شکست

جز مگر آنہا کہ نومیدند دور — ہمچو کفارے نہفتہ در قبور

ماسوا انکے جو ہیں مایوس دور — کافروں کی طرح مجبور ہیں قبور

نا امید از ہر دو عالم گشتہ اند — خار ہائے بے نہایت کشتہ اند

نا امید ہر دو عالم وہ ہوئے — کانٹے لا تعداد آخر بو دئے

ہاروت و ماروت کا زمین پر آنے کی تمنا کرنا

پس ز مستیہا بگفتند اے دریغ | بر زمیں باراں بدادیمے چو میغ

مستی سے بولے - زمیں پہ ہوتے ہم | رکھتے جوں ابر اسکو تازہ - بہ نم

گستریدیمے در آں بیداد جا | عدل و انصاف و عبادات و وفا

اور پھیلاتے وہاں جا کر ذرا | عدل و انصاف و عبادت اور وفا

ایں بگفتند و قضا میگفت بیست | پیش پایت دام ناپیدا بسیست

اور کہتی تھی قضا، خود کو سنبھال | پاؤں کے آگے بہت مخفی ہیں جال

ہیں مرو گستاخ در دشت بلا | ہیں مراں کورانہ اندر کربلا

کیوں ہے نڈر تیرا سوئے دشت بلا | جا نہ یوں کورانہ سوئے کربلا

کز مُوے و استخوان ہالکاں | مے نیابد راہ پائے سالکاں

استخوان و مُوسے مرنے والوں کے | رہروؤں کو کس طرح رستہ ملے

جملہ را استخوان و موے و پے | بسکہ تیغ قہر لاشے کرد شے

بال اور ہڈی سے پٹ ہے راستا | شے کو لاشے قہر نے ہے کر دیا

گفت حق کہ بندگان یار عون | بر زمین آہستہ میرانند ہون

بولا حق - بندے جو ہیں اہل وفا | چلتے آہستہ زمیں پہ ہیں سدا

پا برہنہ چوں رود در خارزار | جز بہ عقل و فکر پرہیزگار

پا برہنہ کانٹوں میں کیونکر چلے | ہاں بجز زاہد اور اہل فکر کے

ایں قضا میگفت لیکن گوششاں | بستہ بود اندر حجاب جوششاں

یہ قضا کہتی تھی لیکن اُن کے کان | بند تھے جوشش میں سمجھے بیگمان

چشمہا و گوشہا را بستہ اند | جز مگر آنہا کہ از خود رستہ اند

کر لیا ہے آنکھ اور کانوں کو بند | ہاں مگر وہ جو ہیں بیخود خرسند

جز عنایت کہ کشاید چشم را
جز محبت کہ نشاند خشم را

جز عنایت کون کھولے آنکھ کو
جز محبت کے نہ ہو غصہ فرو

جہدِ بے توفیق جاں کندن بود
زار زنی کم گرچہ صد خرمن بود

سعی بے توفیق ہے بس جاں کنی
کم دیں کھیتی سے جو ہوں سو ڈھیر بھی

جہدِ بے توفیق خود کس را مباد
در جہاں واللہ اعلم بالرشاد

سعی بے مقصد کسی کو حق نہ دے
بس وہی اسرار جانے رشد کے

فرعون کا خواب دیکھنا

جہد فرعونی چو بے توفیق بود
ہر چہ او میدوخت آں تفتیق بود

سعی فرعونی جو بے توفیق تھی
جو سلائی اس نے کی۔ ادھڑی وہی

از منجم بود در حکمش ہزار
وز معبر[1] بود و ساحر بے شمار

تھے منجم حکم میں اس کے ہزار
اور جادو گر معبر بے شمار

مقدم موسیٰ نمودندش بخواب
کہ کند فرعون و ملکش را خراب

آئے ہیں موسیٰ۔ یہ دیکھا اُسنے خواب
وہ اور اس کا ملک ہوتا ہے خراب

با معبر گفت و با اہل نجوم
چوں بود دفع خیال و خوابِ شوم

اس نے یہ پوچھا کہ اے اہل نجوم
دفع ہو کیونکر خیال و خوابِ شوم

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم
راہِ زادن را چو رہزن بر زنیم

بولے سب۔ تدبیر اسکی ہم کریں
مثل رہزن روک دیں پیدائشیں

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں
رائے آں دیدند آں فرعونیاں

رات پیدائش کی جب آ ہی گئی
رائے یہ فرعونیوں کی ٹھہر ہی گئی

[1] خواب کی تعبیر نکالنے والا ۔

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ — سوئے میدان بزم و تختِ بادشاہ

پیں نکالیں صبح سے بے اشتباہ — جانب میدان ہی تخت بادشاہ

پس بفرمودند در شہر آشکار — کہ منادی ہا کنند از ہر کنار

حکم یہ پہنچا کہ سارے شہر میں — یہ منادی ہر طرف کرتے پھریں

الصلائے جملہ اسرائیلیاں — شاہ میخواند شما را زاں مکاں

ہو تمہیں معلوم اے اسرائیلیو! — ہے بلایا شاہ نے - گھر سے چلو

تا شما را رو نماید بے نقاب — بر شما احساں کند بہرِ ثواب

تاکہ وہ چہرہ دکھائے بے نقاب — تم پہ یہ احساں کرے بہرِ ثواب

کاں اسیراں را بجز دوری نبود — دیدنِ فرعون دستوری نبود

اُن اسیروں کو تھی دوری دائما — دیکھنا فرعون کا ممکن نہ تھا

گر فتادندے برہ در پیش او — بہرِ آں یاسہ بخفتندے برو

راہ میں آئے اگر وہ اسکے آگے — قاعدہ تھا - اوندھے گر کر منہ چھپائیں

یاسہ آں بُد کہ نبیند ہیچ اسیر — در گہ و بیگہ لقائے آں امیر

ضابطہ یہ تھا - نہ دیکھیں وہ اسیر — وقت اور بے وقت دیدارِ امیر

بانگِ چاؤشاں چو در رہ بشنود — تا نبیند رو بہ دیوارے کند

جب نقیبوں کی وہ آوازیں سنیں — جانب دیوار چہرے پھیر لیں

ور ببیند روئے آں مجرم شود — آنچہ بدتر بر سرِ او آں رود

جو ملائے آنکھ مجرم ہو وہی — بدتریں اسکو سزا دی جائے گی

بود شاں حرص لقائے ممتنع — کہ حریص است آدمی فیما منع

دیکھنے کی تھی ہر اک نادان کو حرص — منع کردہ شے کی ہو انساں کو حرص

فرعون کا بنی اسرائیل کو بلانا

شد منادی در محلہا رواں ‖ بانگ میزد کو بکو شادی کناں

ہر محلے میں منادی ہو گئی ‖ کو بکو تھی یہ صدا گونجی ہوئی

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید ‖ کز شہنشہ دیدن و جود ست امید

اے اسیرو جانب میداں چلو ‖ دیکھو شاہنشاہ کو - انعام ا

چوں شنیدند آں مژدہ اسرائیلیاں ‖ تشنگاں بودند و بس مشتاق آں

مژدہ اسرائیلیوں نے جب سنا ‖ دید کے پیاسے تھے مشتاق لقا

زیں خبر گشتند جملہ شادماں ‖ راہ میداں برگرفتند آں زماں

اس خبر سے ہو گئے سب شادماں ‖ راہ لی میدان کی پہنچے وہاں

حیلہ را خوردند و آنسو تاختند ‖ خویشتن را بہر جلوہ ساختند

کھا گئے دھوکا سب اُدھر کو چل دئے ‖ بن سنور کر دیکھنے کے واسطے

تا رود آنجا بہ بینند روئے او ‖ تا چہ خاصیت بود دیدار او

دیکھیں چہرہ اس کا تا جا کر وہاں ‖ کیا ہے تاثیر اس کی کر لیں امتحاں

از غرض غافل بدند و بے خبر ‖ وز طمع رفتند بیروں سربسر

تھے غرض سے بعض غافل بے خبر ‖ طمع سے باہر گئے وہ سر بسر

ایک تمثیلی حکایت

ہمچناں کاں جاغول حیلہ داں ‖ گفت میجویم کسے از مصریاں

جس طرح اک حیلہ گر اور بد معاش ‖ بولا اک مصری کی ہے مجھ کو تلاش

مصریاں را جمع آرید ایں طرف ‖ تا در آید آنکہ میجویم بکف

مصریوں کو جمع کر دو تم یہاں ‖ اس کو پکڑوں جس کا جویا ہوں یہاں

هر کجا بُد مصریے جمع آمدند — در برِ آں میر یک یک مے شدند
تھے جہاں مصری - اکٹھے ہو گئے — ایک اک سب سامنے آنے لگے

ہر کہ مے آمد بگفتا نیست ایں — ہیں درآ خواجہ دراں گوشہ نشیں
جو کوئی آتا - وہ کہتا یہ نہیں — اور کہتا - خواجہ! تم بیٹھو یہیں

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند — گردنِ ایشاں بداں حیلہ زدند
اس طرح جب جمع آ کر سب ہوئے — کاٹیں سب کی گردنیں اس حیلے سے

شومیِ آنکہ سوئے بانگِ نماز — داعیِ اللہ را نبردند اے نیاز
آفت آئی یہ کہ وہ تھے بے نماز — حق کے داعی سے نہ تھا اُن کو نیاز

دعوتِ مکّار شاں اندر کشید — الحذر از مکرِ شیطاں اے رشید
دعوتِ مکار پہ دوڑے گئے — الاماں اس مکر سے شیطان کے

بانگِ درویشاں و محتاجاں شنو — تا نگیرد بانگِ محتالیت گوش
سن صدا درویش و مفلس کی اخی — تا نہ آواز آئے پھر مکار کی

گر گدایاں طامعند و زشت خو — در شکم خواراں تو صاحب دل بجو
گر گدا ہیں لالچی اور زشت خو — کر تو اہلِ دل کی اُن میں جستجو

در تکِ دریا گہر با سنگہاست — فخرہا اندر میانِ ننگہاست
تہ میں دریا کی گہر اور سنگ ہیں — فخر جو کچھ ہیں میانِ ننگ ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں — از پگہ تا جانبِ میداں رواں
جوش میں آ کر وہ اسرائیلی — صبح ہی میداں کی جانب چل دیے

چوں بحیلت شاں بمیداں برد او — روئے خود بنمود شاں بس تازہ رو
لے گیا اس حیلے سے جب قوم کو — منہ دکھانا رونمائی تھی نئی

کرد دلداری و بخششہا بداد — ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
ان کی دلداری بھی کی بخشش بھی کی — کی عطا اور پھر کئے کچھ وعدے بھی

بعد ازاں گفت از برائے جانِ ال   جملہ در میدان بخسپید امشبان

پھر کہا۔ اپنی حفاظت کے لئے   آج اس میدان میں سونا چاہیئے

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم   گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم

عرض کی۔ ہم شوق سے خدمت کریں   گر کہو۔ تو ایک مہ اس جا رہیں

فرعون کا خوش خوش واپس آنا

شہ شبانگہ باز آمد شادماں   کامشباں حملست دور از زناں

شام کو شہ لوٹ آیا۔ خوش ہوا   حمل کی شب سب ہیں عورت سے جدا

خازنش عمران ہم اندر خدمتش   ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش

تھے جو خازن اس کے عمرانؑ خدمتی   شہر کو بس آئے اس کے ساتھ ہی

گفت اے عمرانؑ بریں در خسپ تو   ہیں مرو سوئے زن و صحبت مجو

بولا۔ اے عمرانؑ یہیں کر شب بسر   پاس عورت کے نہ جا۔ صحبت نہ کر

گفت خسپم ہم دریں درگاہِ تو   ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو

بولے ہاں تیرے ہی در پر سوؤنگا   فکر کیا ہے تیری خواہش کے سوا

بود عمرانؑ ہم ز اسرائیلیاں   لیک مر فرعون را دل بود و جاں

گو تھے عمرانؑ قوم اسرائیل سے   پر بہت فرعون کو محبوب تھے

نے گماں بردے کہ او عصیاں کند   آنکہ خوفِ جانِ فرعون آں کند

گماں کب تھا کہ وہ عصیاں کریں   اور ہلاکت کا مری باعث نہیں

ایمن از عمرانؑ بد و افعالِ او   لیک آں بر خود چنانے حالِ او

فعل سے عمرانؑ کے بے خوف تھا   خود وہ تھا اس کے لئے لیکن سزا

خود کجا در خاطرِ فرعون بود   ایں چنیں تقدیر چوں عاد و ثمود

خاطرِ فرعون میں تھا کب کشود   اس کی ہے تقدیر جوں عاد و ثمود

شہ برفت و او بر آں درگہ بخفت ۔۔۔ نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جفت

شہ گیا ۔ وہ در پہ سوئے بالیقیں ۔۔۔ نصف شب کو اُس کی بی بی آگئیں

زن برو افتاد و بوسید آں لبش ۔۔۔ بر جہانیدش ز خواب اندر شبش

لیٹ کر کرنے لگی بوس و کنار ۔۔۔ نیند سے اُس کو جگایا بار بار

گشت بیدار او و زن را دید خوش ۔۔۔ بوسہ باراں کرد از لب بر لبش

دیکھا عورت کو جب آنکھ اُسکی کھلی ۔۔۔ بارش اُس کے ہونٹوں پہ بوسوں کی کی

گفت عمراں ایں زماں چوں آمدی ۔۔۔ گفت از شوق و قضائے ایزدی

بولے عمراں آنا تھا اس وقت کیا؟ ۔۔۔ بولی تھا شوق اور تھا حکم خدا

در کشیدش در کنار از مہر مرد ۔۔۔ بر نیامد با خود آں دم در نبرد

مہربانی سے ہوئے وہ ہمکنار ۔۔۔ اور لڑائی میں ہوسکے بے اختیار

جفت شد با او امانت را سپرد ۔۔۔ پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خرد

ہو گئے ہم صحبت امانت سونپ دی ۔۔۔ بولے اے عورت یہ بات آساں نہ تھی

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے ۔۔۔ آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے

لوہے اور پتھر سے نکلی ہے جو آگ ۔۔۔ ملک سے اور شاہ سے رکھے گی لاگ

من چو ابرم تو زمیں موسیٰ نبات ۔۔۔ حق شہ شطرنج و ما ماتیم مات

میں ہوں بادل تو زمیں موسیٰ نبات ۔۔۔ حق شہ شطرنج ہے اور ہم ہیں مات

مات و برد از شاہ داں اے عروس ۔۔۔ ایں ز ما مکن بر ما فسوس

شاہ سے ہے برد و مات اے خوش نظر ۔۔۔ میں ہوں کہا مجھ پہ نہ تو افسوس کر

آنچہ ایں فرعون زو ترسید او ۔۔۔ ہست شد ایندم کہ گشتم

جس سے تھا فرعون کو اک خوف سا ۔۔۔ وہ نبی کی صحبت سے پیدا ہو گیا

حضرت عمران علیہ السلام کا بی بی کو نصیحت کرنا

بازگرد و ہیچ از ینہا دم مزن	تا نیاید بر من و تو صد حزن
لوٹ جا اور ذکر اس کا کچھ نہ کر	تا نہ پہنچے مجھ کو اور تجھ کو ضرر
عاقبت پیدا شود آثار ایں	چوں علامتہا رسد اے نازنیں
حمل کے آثار تب ہونگے عیاں	ہوں گے جب اے نازنیں پیدا نشاں
در زماں از سوئے میداں نعرہا	مے رسید از خلق و مے شد بر ہوا
جانب میداں سے نعرے شہر تک	پہنچے مل مل کر ہوا میں یک بیک
شاہ ازاں ہیبت بروں جست آں زماں	پا برہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں
خوف سے فرعون باہر آ گیا	ننگے پاؤں۔ جیسا یہ شور و غل اٹھا

فرعون کا شور و غل سے ڈرنا

از سوئے میداں چہ بانگست و غریو	کز نہیبش مے رمد جنی و دیو
شور و غل کیسا ہے یہ میدان میں	دیو و جن کو خوف سے ہیں لرزشیں
گفت عمراںؑ شاہ ما را عمر باد	قوم اسرائیلیاں اند از تو شاد
بولے عمرانؑ عمر افزوں شاہ کی	تجھ سے اسرائیلیوں میں ہے خوشی
از عطائے شاہ شادی مے کنند	رقص مے آرند و کفہا مے زنند
شاہ کی بخشش سے ان کے دل ہیں شاد	تالیوں اور رقص سے کرتے ہیں یاد
گفت باشد کایں بود اما ولیک	وہم و اندیشہ مرا پر کرد نیک
بولا۔ شاید ہو یہی۔ لیکن مجھے	وہم و اندیشہ ہے اچھے شور سے
ایں صدا جان مرا تغییر کرد	از غم و اندوہ تلخم پیر کرد
اس صدا سے دل میں ہے اک انقلاب	ہے غم و اندوہ سے حالت خراب

زہرہ نے عمران مسکین را کہ تا ۔۔۔ باز گوید اختلاط جفت را

تاب تھی عمرانؑ مسکیں میں کہاں ۔۔۔ حال صحبت کا جو کر دیتا بیاں

پیش می آمد پس میرفت شہ ۔۔۔ جملہ شب ہمچو حامل وقتِ زہ

باہر اندر رات بھر فرعون تھا ۔۔۔ وردِ زہ کے وقت جیسے حاملہ

ہر زماں مے گفت اے عمرانؑ مرا ۔۔۔ سخت از جا بردہ است ایں نعرہا

ہر گھڑی کہتا تھا - اے عمرانؑ مجھے ۔۔۔ بیقراری سخت ہے اس شور سے

چوں زنِ عمرانؑ بعمرانؑ درخزید ۔۔۔ تا کہ شد استارہ موسیٰؑ پدید

زوجہ عمراں سے ہوئی جب ہمکنار ۔۔۔ کوکبِ موسیٰؑ ہوا گردوں نگار

ہر پیمبر کہ در آید در رحم ۔۔۔ نجم او بر چرخ گردد منتجم

جب رحم میں آتا ہے کوئی نبی ۔۔۔ تارا ہوتا ہے فلک پر منجلی

نجومیوں کا شور و غوغا

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش ۔۔۔ کوری فرعون و مکر و چارہ اش

اُن کا تارا چرخ پر ظاہر ہوا ۔۔۔ حیلے سب فرعون کا بے کار تھا

روز شد گفتش کہ اے عمرانؑ برو ۔۔۔ واقفِ آں غلغل و آں بانگ شو

دن ہوا - بولا کہ اے عمرانؑ جا ۔۔۔ لا خبر کیسا تھا شور اور غلغلا

راند عمرانؑ جانبِ میدان و گفت ۔۔۔ ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت

جا کے میداں میں یہ عمرانؑ نے کہا ۔۔۔ شور یہ کیسا تھا جو شہ نے سنا

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک ۔۔۔ ہمچو اصحابِ عزا بوسیدہ خاک

سب نجومی ننگے سر اور جامہ چاک ۔۔۔ اہلِ ماتم کی طرح تھا مل کے خاک

ہمچو اصحابِ عزا آوازِ شاں ۔۔۔ بد گرفتہ در فغان و سازِ شاں

ماتمی لوگوں کی سی آواز تھی ۔۔۔ اور چلانے سے تھی بیٹھی ہوئی

ریش و مو برکندہ و بدریدگاں ‏— خاک بر سر کردہ پرخوں دیدگاں
داڑھی نوچی اور اکھاڑے موئے سر — خاک بر سر اور خوں سے آنکھ تر

گفت خیرست این چہ آشوبست حال — بد نشانی میدہد منحوس سال
بولے عمرانؑ خیر ہے کیا ہے یہ حال — بدشگونی کرتا ہے منحوس سال

عذر آوردند و گفتند اے امیر — کرد ما را دست تقدیرش اسیر
عذر کر کے سب وہ بولے اے امیر — کر لیا تقدیر نے ہم کو اسیر

اینہمہ کردیم و دولت تیرہ شد — دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد
کر چکے سب کچھ اندھیرا ہو گیا — دشمن فرعون پیدا ہو گیا

شب ستارہ آں پسر آمد عیاں — کوریٔ ما بر جبین آسمان
رات کو اس کا ستارہ تھا عیاں — اپنی کوری تھی بروئے آسمان

زد ستارہ آں پیمبر بر سما — ما ستارہ بار گشتیم از بکا
اس نبیؑ کا تھا ستارہ چرخ پہ — تارے برسائے ہم آنکھوں سے ادھر

با دل خوش شاد عمران وز نفاق — دست بر سر میزد کاہ الفراق
خوش تھے عمرانؑ لیکن از رہِ نفاق — پیٹ کر سر اپنا بولے الفراق

کرد عمراں خویش پرخشم و ترش — رفت چوں دیوانگاں بیعقل و ہش
ترش رو اور رنج و غصہ سے بھرے — بے خبر دیوانوں کی صورت چلے

خویشتن را اعجمی کرد و براند — گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
اپنے کو لاعلم کر کے وہ گئے — سخت باتیں لوگوں سے کہتے ہوئے

خویشتن را ترش و غمگیں ساخت او — نردہائے بازگونہ باخت او
ترش اور غمگیں خود کو کر لیا — وہ کھلاڑی کھیل کھیلے دوسرا

گفتشاں شاہ مرا افریفتید — از خیانت وز طمع نشکیفتید
بولے سب نے شاہ کو بہکا لیا — صبر کب طمع و خیانت سے کیا

سوئے میداں شاہ را انگیختند　　آبروئے شاہ ما را ریختند

جا کے میداں میں ابھارا شاہ کو　　اور ہمارے شاہ کی لی آبرو

دست بر سینہ زوند اندر زماں　　شاہ را ما فارغ آریم از غماں

بولے سینہ کوٹ کر وہ سب سنو　　ہم رہا غم سے کریں گے شاہ کو

عاقبت زرہا تلف شد کار خام　　شد بر فرعون بر خواندش تمام

زر تلف اتنا ہوا ہے کام خام　　کہہ دیا فرعون سے قصہ تمام

چوں شنید از غصہ ریش شد سیاہ　　خواند ایشاں را ز خشم آں دیں تباہ

ہو گیا یہ سن کے منہ اس کا سیاہ　　پھر بلایا سب کو سوئے بارگاہ

گفت ایشاں را کہ ہیں اے خائناں　　من بر آویزم شما را بے اماں

اور کہا اُن سے کہ کیوں اے خائنو　　کیا چڑھا دوں تم کو سولی بے کہو

خویش را در مضحکہ انداختم　　مالہا در دشمناں در باختم

مضحکہ میں میں نے ڈالا اپنے کو　　مال و زر تم کو دیا اے دشمنو

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیاں　　دور ماندند از ملاقات زناں

قوم اسرائیل تا صرف ایک رات　　عورتوں سے دور ہو تھی اپنی بات

مال رفت و آبرو و کار خام　　ایں بود یاری و افعال کرام؟

دے سکے مال و آبرو ہے کار خام　　کیا یہ ہے غمخواری و فعل کرام؟

سالہا ادرار و خلعت مے برید　　مملکتہا را مسلم مے خورید

برسوں خلعت اور وظیفے بھی لئے　　میری ساری سلطنت کو کھا گئے

از برائے آنکہ در روزے چنیں　　فہم گرد آرید باشید معیں

اس لئے یہ کہا کہ آڑے وقت ہیں　　غور کر کے سب مدد میری کریں

رائے تاں ایں بود و فرہنگ نجوم　　طبل خوار انید و مکارید و شوم

یہی تمہاری رائے اور عقل و نجوم　　تم ہو پیٹو اور مکار اور شوم

من شما را بر دوم آتش زنم | بینی و گوش و لبانتان بر کنم

پھاڑ ڈالوں میں جلا ڈالوں تمہیں | ناک کان اور ہونٹ کاٹوں جرم میں

من شما را ہیزم آتش کنم | عیش رفتہ بر شما ناخوش کنم

آگ کا ایندھن بنا دوں میں تمہیں | عیش پہلا سب ملا دوں خاک میں

سجدہ کردند و بگفتند اے خدیو | گر یکے کرّت ز ما چربید دیو

سجدہ کرکے سب یہ بولے اے خدیو | غالب آیا ہم پہ ہاں اس دفعہ دیو

سالہا دفع بلاہا کردہ ایم | وہم حیراں زانچہ ما ہا کردہ ایم

مدتوں کرتے رہے دفع بلا | وہم حیراں اس سے جو ہم نے کیا

فوت شد از ما و حملش شد پدید | نطفہ اش جست و رحم اندر خزید

چھوٹے ہم اور حمل ظاہر ہو گیا | نطفہ مادر کے رحم میں جا پڑا

لیک استغفار این روز ولاد | ما نگہداریم اے شاہِ قباد

اس کی پیدائش کا دن لیکن ضرور | ہم نگہ رکھیں گے اے شاہِ غیور

روز میلادش رصد بندیم ما | تا نگردد فوت و نجہد این قضا

دن ولادت کا نگہ رکھیں گے تا | ہم نہ چوکیں اور نہ پوری ہو قضا

گر نداریم این نگہ ما را بکش | اے غلام رائے تو افکار و ہش

گر نگہ رکھیں نہ ہم تو جان سے | ہوش اور افکار پائیں چاکر ترے

تا بنہ مہ مے شمرد او روز روز | تا نپرد تیر حکم خصم دوز

نو مہینے تک پھر اک اک دن گنا | تا نہ ہو جائے رہا تیرِ قضا

بر قضا ہر کو شبیخوں آورد | سرنگوں آید سر خود را خورد

جب قضا پر حملہ شبخوں کا کرے | اپنا سر [illegible] وہ سر کے بل گرے

چون مکان بر لامکان حملہ برد | خون خو و ریزد بلاہا را خرد

جب مکاں ہو لامکاں پر حملہ ور | خون خود اپنا کرے وہ فتنہ گر

چون زمین با آسمان خصمی کند — شور گردد و سر زہر گیہ بر زند

آسمانوں کی جو دشمن ہو زمیں — شور ہو کر مردہ ہو وہ بالیقیں

نقش با نقاش پنجہ میزند — سبلتان و ریش خود بر میکند

نقش اگر نقاش سے پنجہ لڑائے — ڈاڑھی مونچھیں اپنی مٹی میں ملائے

زچہ عورتوں کو فرعون کا بلانا

بعد نہ مہ شہ برون آورد تخت — سوئے میدان و برون افگند رخت

نو مہینے بعد نکلا تختِ شاہ — اور میدان میں سجی اک بارگاہ

بار دیگر شد منادی سوئے شہر — کاے زنان کز دہر ہیجا بہر بہر

دوسری بار اک منادی پھر ہوئی — عورتو عشرت آ گئی تو دہر کی

اے زنان با طفلگان میدان روید — تا ز بخششہاے شہ شادان شوید

سوئے میداں لے کے بچوں کو چلو — شاہ کی بخشش سے چل کر شاد ہو

آنچنانکہ پار مردان را رسید — خلعت و ہر کس ز ایشان زر کشید

جس طرح مردوں نے پایا پار سال — خلعت و زر سے ہوئے وہ سب نہال

ہین زنان امروز اقبال شماست — تا بیابد ہر کسے چیزے کہ خواست

ہے تمہارا بخت بیدار عورتو — آج تم جو چیز چاہو مانگ لو

مر زنان را خلعت و صلت دہد — کودکان را ہم کلاہ زر نہد

خلعت و دیدار پائیں عورتیں — سر پہ بچوں کے کلاہِ زر رکھیں

ہر کرا این ماہ زائیدست ہین — گنجہا گیرند از شاہِ مکین

جس نے بچہ اس مہینے ہیں جنا — شاہ سے لے وہ خزینہ اشر بر ملا

آن زنان با طفلگان بیرون شدند — شادمان تا خیمۂ شاہ آمدند

عورتیں بچوں کو لے کر چل پڑیں — خیمۂ فرعون کے پاس آ گئیں

هر زنے نوزادہ بیروں شد ز شہر ۔۔۔ سوئے میداں غافل از دستانِ قہر
جتنی زچائیں تھیں، تھیں بیرونِ شہر ۔۔۔ تھیں وہ سب میدان میں بے علمِ قہر
چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند ۔۔۔ ہرچہ بود از نر ز مادر بستدند
عورتیں جب جمع آ کر ہو گئیں ۔۔۔ لڑکے جتنے تھے وہ چھینے سب وہیں
سر بریدندش کہ اینست احتیاط ۔۔۔ تا نزاید خصم و نفزاید خباط
احتیاطاً کاٹ ڈالے سب کے سر ۔۔۔ تا کہ ہو دشمن نہ پیدا ۔ الحذر

حضرت موسیٰؑ کا پیدا ہونا

چوں زنِ عمراں کہ موسیٰؑ زادہ بود ۔۔۔ دامن اندر چید زاں آشوب و دود
مادرِ موسےٰؑ نے لیکن اے فتیٰ ۔۔۔ فتنے سے دامن بچایا برملا
بعدِ آں وستاں کہ آں سگ با زناں ۔۔۔ کرد و بگیر پس چہ آورد آں زماں
عورتوں سے کیا پھر اس سگ نے کیا ۔۔۔ داستاں اس کی بھی تو سن لے ذرا
آں زنانِ قابلہ در خانہا ۔۔۔ بہرِ جاسوسی فرستاد آں دغا
گھر میں بھیجا دائیوں کو مکر سے ۔۔۔ تا کہ ہر اک جا کے جاسوسی کرے
غمز کردندش کہ اینجا کودکے ست ۔۔۔ نامد او میداں کہ در وہم و شکیست
دی خبر اک نے ۔ ہے اک بچہ وہاں ۔۔۔ وہم سے آیا نہ میداں میں یہاں
اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست ۔۔۔ کودکے دارد ولیکن پُرفنے ست
اس محلے میں ہے اک عورت حسیں ۔۔۔ بچے والی ۔ ہے پُرفن بالیقیں
چوں عواناں آمدند آں طفل را ۔۔۔ در تنور انداخت از امرِ خدا
جب سپاہی آئے ۔ تا بچے کو لیں ۔۔۔ ڈالا عورت نے اُسے تنور میں
امر آمد سوئے زن از دادگر ۔۔۔ کہ ز اصلِ آں خلیل است ایں پسر
آیا حکم اس طرح حکمِ دادگر ۔۔۔ ہے خلیل اللہؑ سے نسلِ پسر

در تنور انداز موسیٰؑ را تو زود | تا نگہداریمش از ہر نار و دود
ڈالدے موسیٰؑ کو تو تنور میں | آگ سے ہم خود نگہبانی کریں
عصمت یا نار کونی بارداً | لا تکون النار حراً شارداً
نار کونی کہکے ہم لیں گے بچا | آگ اُسے ہرگز نہ دے نقصاں ذرا
زن بوحی انداختش اندر شرر | بر تن موسیٰؑ نہ کرد آتش اثر
وحی سن کر آگ میں ڈالا اُسے | جسم موسیٰؑ پر اثر کچھ بھی نہ کئے
پس عوانان خانہ را جستند زود | ہیچ طفلے اندر آں خانہ نبود
ڈھونڈا گھر کو ہر سپاہی نے تمام | تھا نہ گھر میں کوئی بچہ شاد کام
پس عوانان بے مراد آنسو شدند | باز غمازاں کزاں واقف بُدند
ہوگئے رخصت سپاہی بے مراد | تھے جو کچھ غماز واقف بد نہاد
با عوانان ماجرا بر داشتند | پیش فرعون از برائے دانگ چند
ان کو زر لینے کا کچھ لالچ جو تھا | سامنے فرعون کے قصہ کہا
کاے عوانان باز گردید آں طرف | نیک نیکو بنگرید اندر غرف
یہ دیا حکم اُسنے واپس جاؤ تم | کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھ آؤ تم
باز گشتند آں عوانان جملگاں | تا بجویند آں پسر آں زماں
وہ سپاہی پھر وہاں پہنچے تمام | تا کہ اس بچے کو ڈھونڈیں لاکلام

مادرِ موسیٰؑ کو وحی آنا

باز وحی آمد کہ در آبش فگن | روئے در امید دار و مومکن
پھر یہ وحی آئی اُسے پانی میں ڈال | رکھ امید اور نوچ مت تو اپنے بال
در فگن در نیلش و کن اعتمید | من ترا با او رسانم رو سفید
نیل میں ڈال اور بھروسہ مجھ پہ کر | اُس سے تجھ کو میں ملاؤنگا مگر

؎ یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراہیم کہکر بچالیا تھا ہم موسیٰؑ کو بھی بچالیں گے ۔

مادرش انداخت اندر رودِ نیل	کار را بگذاشت با نعم الوکیل
ماں نے رودِ نیل میں ڈالا اسے	کام چھوڑے فضل پر اللہ کے
ایں سخن پایاں ندارد مکر ہاش	جملہ ہے پیچید اندر دست و پاش
یہ سخن لمبا ہے جو بھی مکر تھے	اس کے دست و پا ہیں سب لپٹے رہے
صد ہزاراں طفل می‌کشت از بروں	موسیٰ اندر صدر خانہ در دروں
وہ ہزاروں بچوں کی لیتا تھا جاں	صدرِ خانہ ہیں مخفی پر موسیٰ نہاں
از جنوں می‌کشت ہر جا بد جنیں	از حیل آں کور چشم دور بیں
وہ جنوں سے مارتا تھا ہر جنیں	مکر سے تھی کور چشم دور بیں
اژدہا بد مکرِ فرعون عنود	مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود
اژدہا وہ مکر تھا فرعون کا	مکرِ شاہانِ جہاں کو کھا گیا
لیک ازاں فرعون تر آمد پدید	ہم ورا ہم مکر او را در کشید
اس سے بڑھکر اور فرعون آ گیا	اس کو۔ اس کے مکر کو جو کھا گیا
اژدہا بود و عصا شد اژدہا	ایں بخورد آں را بہ توفیق خدا
اژدہے کو وہ عصا تھا اژدہا	کھا گیا اس کو بہ توفیق خدا
دست شد بالائے دست ایں تا کجا	تا بیزداں کہ الیہ المنتہا
ہاتھ غالب ہاتھ پر کتنا ہوا	یعنی حق تک جو ہے سب کا منتہا
کاں یکے دریاست بے غور و کراں	جملہ دریاہا چو سیلے پیش آں
وہ ہے دریا حد نہیں جس کی کوئی	اسکے آگے سیل ہیں دریا سبھی
حیلہا و چارہا گر اژدہاست	پیش الا اللہ آنہا جملہ لاست
مکر اور چارہ اگر ہیں اژدہا	آگے اِلا اللہ کے وہ سب ہیں لا
چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد	محو شد واللہ اعلم بالرشاد
ہے یہاں آ کر بیاں عاجز نہاد	محو گیا۔ واللہ اعلم بالرشاد

آنچہ در فرعون بود اندر تو ہست | لیک اژدرہات محبوس چہ است

تھا جو کچھ فرعون میں ہے تجھ میں بھی | قید چہ میں اژدہے تیرے ابھی

اے دریغ آں جملہ احوال تو ہست | تو برآں فرعون بر خواہیش بست

ہائے یہ سب کچھ ہے تیرا ہی تو حال | دیتا ہے فرعون پر تو اس کو ٹال

آنچہ گفتیم جملگی احوال تست | خود نگفتیم صد یکے زانہا درست

حال تیرا ہے جو کچھ میں نے کہا | سو میں سے گو میں نہ اک بھی کہہ سکا

گر ز تو گویند وحشت زایدت | ور ز دیگر آں فسانہ آیدت

گر کہیں تجھ سے تو وحشت ہو تجھے | ڈھالیں اوروں پہ تو افسانہ سنے

چہ خرابت میکند نفس لعیں | دور میندازدت سخت ایں قریں

کرتا ہے ابتر تجھے نفس لعیں | کر رہا ہے دور تجھ کو یہ قریں

ایں چرا اینہا ہمہ در نفس تست | لیک مغلوبی ز جہل آں سخت ست

زخم یہ سب نفس ہی میں ہیں ترے | ہاں مگر مغلوب ہے تو جہل سے

آتشت را ہیزم فرعون نیست | زانکہ چوں فرعون او را عون نیست

آگ میں ایندھن نہیں فرعون کا | کیونکہ زور اس میں نہیں فرعون سا

گلخن نفس ترا خاشاک نیست | ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست

نفس کے گلخن میں ایندھن ہی نہیں | ورنہ چوں فرعون ہے وہ آتشیں

ایک سپیرے کی کہانی

یک حکایت بشنو از تاریخ گو | تا بری زیں راز سرپوشیدہ بو

ایک تاریخی حکایت سن ذرا | راز پوشیدہ سے تا ہو آشنا

مارگیرے رفت اندر کوہسار | تا بگیرد او بافسونہاش مار

اک سپیرا کوہساروں میں گیا | سانپ پکڑے تا فسوں سے بہلا

اگر گران و گر شتابندہ بود — آنکہ جویندہ است یابندہ بود
کوئی دوڑے یا کہ آہستہ چلے — ڈھونڈنے والا جو کچھ ڈھونڈے ملے

در طلب زن دائما تو ہر دو دست — کہ طلب در راہ نیکو رہبر است
تو طلب میں ہاتھ دونوں کھول اب — نیکی کے رستے میں رہبر ہے طلب

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب — سوئے او می غیژ و او را می طلب
سست لنگڑا اور حقیر و بے ادب — تو جو ہو پھر بھی اسی کی کر طلب

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ — بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ
رہ کبھی چپ یا کبھی کچھ گفتگو — سونگھ تو ہر ہر طرف سے شہ کی بو

گفت آں یعقوبؑ با اولاد خویش — جستن یوسفؑ کنید از حد بیش
یوں کہا اولاد سے یعقوبؑ نے — ڈھونڈو یوسفؑ کو زیادہ سعی سے

ہر حس خود را دریں جستن بجد — ہر طرف رانید شکل مستعد
اپنی ہر حس سے تلاش اس کو کرو — دوڑ کر ہر سمت اس کو ڈھونڈ لو

گفت از روح خدا لا تیأسوا — ہمچو گم کردہ پسر رو سو بسو
پھر کہا رحمت سے کیوں مایوس ہو — مثل گم کردہ پسر ڈھونڈو چلو

از رہ حس نہاں پویاں شوید — روئے جاناں از جاں جویاں شوید
دوڑو تم حس نہاں کی راہ سے — ڈھونڈ لو جاناں کو جاں کی راہ سے

پرس پرساں مژدگانے جاں دہید — گوش را بر چار راہ آں نہید
جان کو مژدہ سنا و پوچھ کر — کان رکھو اس کے سبب چوراہے پر

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید — سوئے آں سر کآشنائے آں سرید
جس جگہ بوئے خوش آئے جاؤ تم — جس سے واقف ہو وہ راز اب پاؤ تم

ہر کجا لطفے ببینی از کسے — سوئے اصل لطف رہ یابی بسے
لطف دیکھو گر کسی سے پر ملا — راہ اصل لطف کی تو پا سکے گا

اینہمہ جوہا ز دریا نیست ژرف | جزو را بگذار بر کل دار طرف

ندیاں دریا سے سب نکلی ہیں یار | جزو کو چھوڑ اور کل کر اختیار

زشتہائے خلق بہر خوبی است | برگ بے برگی نشان طوبی است

ہے بدی خلقت کی خوبی کے لئے | مفلسی آسودگی کے واسطے

خشمہائے خلق بہر ہر رضا ست | از جفائے خلق امید وفا ست

خلق کا غصہ محبت کی بنا | جور خلقت سے ہے امید وفا

جنگہائے خلق بہر آشتی ست | دام راحت دائما بے راحتی است

جنگ عالم ہے برائے صلح ہی | دام راحت ہے سدا بے راحتی

ہر زدن بہر نوازش را بود | ہر گلہ از شکر آگہ میکند

ضرب ہے ہر اک نوازش کے لئے | ہر گلہ کرتا ہے آگہ شکر سے

بوئے بر از جزو تا کل اے کریم | بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم

کر تلاش جزو و کل تک اے کریم | ضد سے ضد کی بو تو لے اے حکیم

چوں عصا در دست موسیٰ گشت مار | جملہ عالم را بدینساں مے شمار

دست موسیٰ میں عصا جیسے تھا مار | ساری دنیا کو یونہی کر لے شمار

جنگہائے آشتی آرد درست | مار گیر از بہر یاری مار جست

صلح ہوتا ہے لڑائی کا اخیر | بہر یاری سانپ ڈھونڈے مار گیر

بہر یاری مار جوید آدمی | غم خورد بہر حریف بے غمی

بہر یاری سانپ ڈھونڈے آدمی | اور کھائے رنج بہر بے غمی

او ہمے جستے یکے مار شگرف | گرد کوہستان و در ایام برف

ڈھونڈتا تھا وہ بھی اک خونخوار مار | برف کے موسم میں گرد کوہسار

اژدہائے مردہ دید آنجا عظیم | کہ دلش از شکل او شد پر ز بیم

دیکھا مردہ اک پڑا ہے اژدہا | شکل جس کی دیکھ کر وہ ڈر گیا

مارگیر اندر زمستان شدید	مار میجست اژدہائے مردہ دید
سخت سردی میں سپیرا ابر ملا	سانپ کا جویا تھا پایا اژدہا
مارگیر از بہر حیرانیٔ خلق	مارگیرد اینت نادانیٔ خلق
یوں سپیرا خلق کو حیراں کیے	سانپ پکڑے خلق ناداں کے لیے
آدمی کوہست چوں مفتون بود	کوہ اندر مار حیراں چوں شود
آدمی ہے کوہ - کیوں حیران ہو	کوہ حیراں دیکھ کر ہو سانپ کو
خویشتن نشناخت مسکین آدمی	از فزونی آمد و شد در کمی
آہ پہچانا نہ خود کو آدمی	تھا بڑا - پھر ہو گیا چھوٹا وہی
خویشتن را آدمی ارزاں فروخت	بود اطلس خویش بر دلق دوخت
سستا بیچا خود کو اس انسان نے	خود تھا اطلس - خود اُٹھا گدڑی لیے
صد ہزاراں مار کہ حیران وست	او چرا حیراں شدست و ماردوست
اس سے لاکھوں سانپ حیراں ہیں تھا	سانپ سے حیران وہ کیوں ہو گیا
مارگیر آں اژدہا را برگرفت	سوئے بغداد آمد از بہر شگفت
اس سپیرے نے لیا وہ اژدہا	اور وہاں سے سوئے بغداد آ گیا
اژدہائے چوں ستون خانۂ	میکشیدش از پئے دانگانۂ
اژدہا وہ جوں ستون خانہ تھا	اس کو پیسوں کے لیے تھا کھینچتا
کاژدہائے مردۂ آوردہ ام	در شکارش من جگرہا خوردہ ام
ہاں میں لایا ہوں یہ مُردہ اژدہا	سخت مشکل سے شکار اس کا کیا
او ہمے مردہ گماں بردش ولیک	زندہ بود و او ندیدش نیک نیک
مردہ ہونے کا گماں تھا سانپ پر	زندہ تھا لیکن نہ آتا تھا نظر
او ز سرماہا و برف افسردہ بود	زندہ بود امّا بشکل مردہ بود
برف اور سردی سے تھا ٹھٹھرا ہوا	زندہ تھا لیکن بشکل مُردہ تھا

عالم افسردہ است و نام او جماد ‌‌ ‌‌ جامد افسردہ بود اے اوستاد

عالم افسردہ ہے نام اس کا جماد ‌‌ ‌‌ جامد افسردہ ہے اے عالی نہاد

باش تا خورشید حشر آید عیاں ‌‌ ‌‌ تا ببینی جنبش جسم جہاں

صبر کر تا نکلے سورج حشر کا ‌‌ ‌‌ جنبش جسم جہاں پھر دیکھنا

چوں عصائے موسیٰؑ اینجا مار شد ‌‌ ‌‌ عقل را از ساکناں اخبار شد

ہو گیا جب مار موسیٰؑ کا عصا ‌‌ ‌‌ ساکنوں کا عقل نے پا لیا پتا

پارۂ خاک ترا چوں زندہ ساخت ‌‌ ‌‌ خاکہا را جملگی باید شناخت

خاک پارہ سے تجھے زندہ کیا ‌‌ ‌‌ چاہیے ان مٹیوں کا جاننا

مردہ زینسو یند زانسو زندہ اند ‌‌ ‌‌ خامش اینجا و آنطرف گویندہ اند

اس طرف مردہ ہیں۔ زندہ ہیں۔ اُدھر ‌‌ ‌‌ اس طرف خاموش۔ اُدھر تقریر گر

چوں ازاں سوشاں فرستد سوئے ما ‌‌ ‌‌ آں عصا گردد سوئے ما اژدہا

جب ہماری سمت وہ ہے بھیجتا ‌‌ ‌‌ ہو ہماری سمت اژدر وہ عصا

کوہہا ہم لحن داؤدی شود ‌‌ ‌‌ جوہر آہن بکف مومے بود

لحن داؤدی ہوں سارے کوہسار ‌‌ ‌‌ موم ہو ہاتھوں میں لوہا بار بار

باد حمال سلیمانؑے شود ‌‌ ‌‌ بحر با موسیٰؑ سخندانے شود

ہاں سلیمانؑ کی ہوا حامل بنے ‌‌ ‌‌ اور دریا بات موسیٰؑ سے کرے

ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود ‌‌ ‌‌ نار ابراہیمؑ را نسریں شود

چاند احمدؐ کا اشارہ بیں بنے ‌‌ ‌‌ نار ابراہیمؑ پر نسریں بنے

خاک قاروں را چو مارے درکشد ‌‌ ‌‌ استن حنانہ آید در رشد

کھینچ لے قاروں کو مثل مار خاک ‌‌ ‌‌ استنِ[1] حنانہ ہو نیک اور پاک

[1] استن حنانہ کی حکایت دفتر اول میں بالتفصیل بیان ہو چکی ہے ؛

سنگ احمدؐ را سلامے میکند | کوہ یحییٰؑ را پیامے میکند
مصطفیٰؐ کو کرتے ہیں پتھر سلام | کوہ پہنچاتا ہے یحییٰؑ کو پیام

جملہ ذراتِ عالم در نہاں | با تو میگویند روزان و شباں
جس قدر ذرے ہیں سب ہو کر نہاں | روز و شب کرتے ہیں تجھ سے یوں بیاں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم | با شما نامحرماں ما خامشیم
دیکھتے سنتے ہیں خوشیوں میں ہیں ہم | تم سے یوں چپ ہیں کہ نامحرم ہو تم

چوں شما سوئے جمادی میروید | محرمِ جانِ جماداں کے شوید
تم جمادی کی طرف خود ہو رواں | تم پہ کب رازِ جمادی ہو عیاں

از جمادی عالمِ جاں رو روید | غلغلِ اجزائے عالم بشنوید
عالمِ جاں کو جمادی سے چلو | شور پھر اجزائے عالم کا سنو

فاش تسبیحِ جمادات آیدت | وسوسہ تاویلہا بربایدت
انکی تسبیحیں جو کانوں میں پڑیں | وسوسے تاویلیں سب جاتی رہیں

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا | بہرِ بینش کردۂ تاویلہا
جان تیری جب نہ قندیلیں رکھے | بہرِ بینش بس تو تاویلیں کرے

دعوئ دیدن خیالِ عار بود | بلکہ مر بینندہ را دیدار بود
دعوئ دید اک خیالِ عار تھا | دیکھنے والوں کو ہاں دیدار تھا

کہ غرض تسبیحِ ظاہر کے بود | دعوئ دیدن خیالِ وغے بود
الغرض تسبیح ظاہر کب ہوئی | دید کا دعوے خیال و گمرہی

بلکہ ہر بینندہ را دیدارِ آں | وقتِ عبرت میکند تسبیح خواں
اسکا جلوہ دیکھنے والے کو ہاں | وقتِ عبرت کرتا ہے تسبیح خواں

پس چو از تسبیح یادت میدہد | آں دلالت ہمچو گفتن میشود
ہے دلاتا یاد وہ تسبیح کی | یہ دلالت بولنے کی ہے اچی

این بود تاویل اہل اعتزال — وائے آنکس کہ ندارد نور حال
ہے یہی تاویل اہل[1] اعتزال — ہائے وہ جس میں نہیں کچھ نور حال

چون ز حس بیرون نیامد آدمی — باشد از تصویر غیبی اعجمی
حس سے جب باہر نہ آیا آدمی — غیب کی تصویر بے معنی ہوئی

این سخن پایان ندارد مارگیر — میکشید آن مار را با صد زحیر
مختصر یہ ہے سپیرا جا بجا — با مشقت کھینچتا اس کو رہا

تا بہ بغداد آمد آن ہنگامہ جو — تا نہد ہنگامہ را بر چار سو
آیا وہ بغداد میں ہنگامہ جو — تا کرے ہنگامہ برپا چار سو

بر لب شط مرد ہنگامہ نہاد — غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
نہر پر ہنگامہ برپا کر دیا — غلغلہ بغداد میں ہر سو پڑا

مارگیرے اژدہا آوردہ است — بوالعجب نادر شکارے کردہ است
اک سپیرا لایا ہے اک اژدہا — ہے شکار اس نے بڑا نادر کیا

جمع آمد صد ہزاران خام ریش — صید او گشتہ چو او از ابلہیش
جمع لاکھوں احمق اس جا ہو گئے — سن کے شہرہ اس کے پھندے میں پھنسے

حلقہ گرد او چو رز گرد عریش — ہمچنان کہ بت پرستان بر کشیش
حلقہ زن انگور جوں گرد عریش[2] — جیسے بت گر جمع ہوں گرد کشیش[3]

منتظر ایشان و او ہم منتظر — تا کہ جمع آیند خلق منتشر
تھا وہ لوگوں کی طرح خود منتظر — تا کہ سب ہوں جمع جو ہیں منتشر

[1] معتزلین = فرقہ معتزلہ +
[2] انگور کی ٹٹی +
[3] بت پرستوں کا پیشوا یا عیسائیوں کا پادری +

مردم ہنگامہ افزوں تر شود ۔ کدیہ و توزیع نیکو تر رود
تا رہے لوگوں کا ہنگامہ سوا ۔ کوڑی پیسے سے زیادہ ہو بھلا

جمع آمد صد ہزاراں ژاژ خا ۔ حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
اس جگہ بیہودہ سے لاکھوں آ گئے ۔ آگے پیچھے ہو گئے آ کر کھڑے

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام ۔ رفتہ درہم چوں قیامت خاص و عام
مرد و عورت کا تھا بے حد ازدحام ۔ تھا قیامت وہ ہجوم خاص و عام

چوں ہمے حراقہ جنبانید او ۔ میکشادند اہل ہنگامہ گلو
جبکہ بجاتا تھا وہ اپنی ڈگڈگی ۔ کھنچتے تھے لوگ، تھی ہلچل پڑی

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود ۔ زیر صد گونہ پلاس و پردہ بود
اژدہا سردی سے جو افسردہ تھا ۔ ٹاٹ اور کپڑوں میں تھا لپٹا ہوا

بستہ بودش با رسنہائے غلیظ ۔ احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ
رسیاں اس پہ بندھی تھیں بے شمار ۔ چوکسی کرتا تھا اس کی ہوشیار

در درنگ و اتفاق و انتظار ۔ وز ہیاہوے و فغان بیشمار
دیر جب اتنی ہوئی انجام کار ۔ ہاؤ ہو اور سن کے غوغا اور پکار

از غلو خلق و مکث و طمطراق ۔ تافت بر آں مار خورشید عراق
شور و غل اور پھر یہ دیر اور طمطراق ۔ اژدہے پہ چمکا خورشید عراق

آفتاب گرم سیرش گرم کرد ۔ رفت از اعضائے او اخلاط سرد
آفتاب گرم سے گرما گیا ۔ سردی اخلاط و اعضا سے بھگا

مردہ بود و زندہ گشت او از شگفت ۔ اژدہا بر خویش پیچیدن گرفت
مردہ تھا لیکن وہ زندہ ہو گیا ۔ پیچ اپنے جسم پر کھانے لگا

خلق را از جنبش آں مردہ مار ۔ گشتشاں آں یک تحیر صد ہزار
لوگوں کو جنبش سے مردہ سانپ کی ۔ دیکھتے ہی دیکھتے حیرت ہوئی

با تحیر نعرہ ہا انگیختند
جملگاں از جنبشش بگریختند
پہلے تو حیرت سے چلاتے رہے
اس کی جنبش سے لگے پھر بھاگنے

مے شکست آں بند زاں بانگ بلند
ہر طرف میرفت چاقاں چاق بند
ٹوٹتے تھے بند اس غل شور سے
بند ہر سو گر رہے تھے ٹوٹ کے

بند ہا بگسست و بیروں شد ز زیر
اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بند ٹوٹے اور بپھرا ناگہاں
اژدہا خونخوار مثل شیر ژیاں

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد
از فتادہ کشتگاں صد پشتہ شد
بھاگنے میں مر گئے کچھ آدمی
کشتوں کے پشتے لگے بھاگڑ پڑی

مارگیر از ترس برجا خشک گشت
کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
تھا سپیرا خوف سے ٹھٹھرا ہوا
کہتا تھا میں دشت و کہ سے لایا کیا

گرگ را بیدار کرد آں کور میش
رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
بھیڑ اندھی نے جگایا گرگ کو
سوئے عزرائیل پہنچا دیکھ تو

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج را
سہل باشد خوں خوری حجاج را
اژدہا اک لقمہ اس کا کر گیا
پینا خوں حجاج کو جوں سہل تھا

خویش را بر استنے پیچید و بست
استخوانِ خوردہ را در ہم شکست
استنیں پہ پھر وہ لپٹا ناگہاں
توڑ ڈالیں اس کی ساری ہڈیاں

شہر خالی گشت اژدرہا برآمد
سوئے کہ گرد از بیاباں بر فشاند
شہر خالی، سانپ بھاگا اے اخی
سوئے کہ گرد بیاباں جھاڑ دی

نفست اژدرہاست او کے مردہ است
از غم بے آلتی افسردہ است
نفس اژدر ہے ترا مردہ نہیں
بے کسی سے ہے فسردہ بالیقیں

گر بیابد آلت فرعون او
کہ بامرِ او ہمے رفت آب جو
گر اسے فرعون سا مال ملے
نہر بھی چلتی تھی جس کے حکم سے

آنکہ او بنیادِ فرعونی کند ۔۔۔ راہِ صد موسیٰ و صد ہاروں زند

بس وہ پھر دنیا میں فرعونی کرے ۔۔۔ راہ موسیٰؑ و راہ ہارونؑ روک دے

کرمکست ایں اژدہا از دستِ فقر ۔۔۔ پشۂ گردد ز مال و جاہ صقر

فقر سے یہ اژدہا کیڑا بنا ۔۔۔ باز مچھر جاہ و دولت سے ہوا

اژدہا را دار در برفِ فراق ۔۔۔ ہیں مکش او را بخورشیدِ عراق

اژدہے کو برف میں رکھ ہجر کی ۔۔۔ سامنے سورج کے مت لا اے اخی

تا فسردہ مے بود آں اژدہات ۔۔۔ لقمۂ اوئی چو او یابد نجات

تا رہے ٹھٹھرا ہوا وہ اژدہا ۔۔۔ تو ہے لقمہ اگر وہ ہو رہا

مات کن او را و ایمن شو ز مات ۔۔۔ رحم کم کن نیست و ز اہلِ صلات

مات کر اس کو کہ ہو بےخوف مات ۔۔۔ کر نہ رحم اس پر ہے کب نیک اسکی ذات

کاں تفِ خورشیدِ شہوت بر زند ۔۔۔ واں خفاش[1] مردہ ریگت پر زند

مہر شہوت اسکا ہو گا گرم جب ۔۔۔ تجھ کو پھر مارے گا یہ خفاش تب

میکشش در او در جہاد و در قتال ۔۔۔ مردوار اللہ یجزیک الوصال

قتل اسے کر ہو کے مصروفِ قتال ۔۔۔ بخشے مردانہ اللہ یجزیک[2] الوصال

چونکہ آں مرد اژدہا را آورید ۔۔۔ در ہوائے گرم خوش شد آں مرید

مرد وہ جس وقت لایا اژدہا ۔۔۔ خوش ہوا وہ گرم جب پائی ہوا

لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز ۔۔۔ بیست چنداں کہ ما گفتیم نیز

اس سے پھر ظاہر بہت فتنے ہوئے ۔۔۔ اُن سے زائد جو بیاں ہیں نے کیے

تو طمع داری کہ او را بے جفا ۔۔۔ بستہ داری در وقار و در وفا

تجھ کو حسرت ہے کہ بے جور و جفا ۔۔۔ اسکو رکھے بستۂ عزّ و وفا

---

[1] چمگادڑ

[2] اللہ تجھے وصل کی جزا دے

ہر کسے را ایں تمنا کے رسد — موسیے باید کہ اژدرہا کشد
ہر کسی کی یہ تمنا کب بر آئے — ہو کوئی موسیٰ تو اژدر مارا جائے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے او — در ہزیمت کشتہ شد از رائے او
لوگ لاکھوں اُس کے اژدر سے مرے — ہائے جب وہ بھاگ کر جانے لگے

وز طمع ہم خویش را بر باد داد — کشتہ شد واللہ اعلم بالسداد
ہوگیا لالچ سے وہ خود بھی خراب — مرچکا ۔ واللہ اعلم بالصواب

فرعون کا حضرت موسیٰؑ سے سوال و جواب کرنا

گفت فرعونش چرا تو اے کلیمؑ — خلق را کشتی و افگندی بہ بیم
کہتا تھا فرعون تو نے کیوں کلیمؑ — خلق کو مارا کیا پُر خوف و بیم

در ہزیمت از تو افتادند خلق — در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق
لوگ بھاگے ڈر کے تیرے خوف سے — کھائی لغزش اور بیچارے مرے

لاجرم مردم ترا دشمن گرفت — کین تو در سینہ مرد و زن گرفت
ہوگئے آخر وہ سب دشمن ترے — مرد و عورت کینہ سب رکھنے لگے

خلق را میخواندی بر عکس شد — از خلاف مرد و زن را نیست بد
تو نے لوگوں کو بلایا ۔ وہ پھرے — تجھ سے پھرنے کے لئے مجبور تھے

من ہم از شرت اگر پس میجہم — در مکافات تو دیگے مے پزم
میں بھی تیرے شر سے گو پیچھے ہٹوں — تجھ سے بدلا لینے کی کوشش میں ہوں

دل ازیں برکن کہ بفریبی مرا — یا بحرف پیروی کردم ترا
دل اٹھا اس سے کہ دھوکا دے مجھے — یا چلوں نقش قدم پہ میں ترے

تو بداں غرہ مشو کش ساختی — در دل خلقاں ہراس انداختی
اپنی بنوٹ پہ ذرا غرہ نہ کر — ڈالا ہے لوگوں کے دل میں تو نے ڈر

صد چنیں آری و ہم رسوا شوی ۔۔۔ خوار گردی مضحکہ غوغا شوی

سو جتن کر کے ہو گا رسوا برملا ۔۔۔ خوار ہو گا مضحکہ اڑ جائے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بدند ۔۔۔ عاقبت در شہر ما رسوا شدند

مثل تیرے سیکڑوں مکار تھے ۔۔۔ جو ہمارے شہر میں رسوا ہوئے

حضرتِ موسیٰ ؑ کا جواب

گفت با امر حقم اشراک نیست ۔۔۔ گر بریزد خونم امرش باک نیست

بولے امر حق میں کچھ شرکت نہیں ۔۔۔ وہ اگر لے جان ہے کچھ حجت نہیں

راضیم من شاکرم من اے حریف ۔۔۔ این طرف رسوا و پیش حق شریف

راضی و شاکر ہوں میں سن اے حریف ۔۔۔ ہوں ادھر رسوا۔ تو پیش حق شریف

پیش خلقاں خوار و زار و ریشخند ۔۔۔ پیش حق محبوب مطلوب و پسند

سامنے لوگوں کے خوار و مستمند ۔۔۔ سامنے خالق کے محبوب و پسند

از سخن میگویم این ور نہ خدا ۔۔۔ از سیہ رویاں کند فردا ترا

بات اک کہتا ہوں میں۔ ورنہ خدا ۔۔۔ حشر میں کالا کریگا منہ ترا

عزت آن وست و آن بندگانش ۔۔۔ ز آدم و ابلیس میخواں نشانش

عزت اس کی اسکے بندوں کی ہے ہاں ۔۔۔ آدم و ابلیس سے لے تو نشاں

شرح حق پایاں ندارد ہمچو حق ۔۔۔ ہاں وہاں بربند و برگرداں ورق

شرح حق کی حد نہیں کچھ مثل حق ۔۔۔ کر زباں بند اور لوٹ اب تو ورق

فرعون کا جواب

گفت فرعونش ورق در دست ماست ۔۔۔ دفتر و دیوان و حکم اینم مراست

ہے ورق۔ بولا وہ میرے ہاتھ میں ۔۔۔ دفتر و دیوان پہ میری قوتیں

مر مرا بخریدہ اند اہل جہاں | کز ہمہ عاقلتری تو اے فلاں

مجھ کو حاصل کر کے سب کا ہے بیاں | سب سے عاقل تر ہے تو ہی اے فلاں

موسیا خود را خریدی ہین برو | خویشتن کم بین بخود غرہ مشو

خود خریدار اپنا ہے تو موسیا | چھوڑ خود بینی نہ ہو مغرور جا

جمع آرم ساحران دہر را | تا کہ جہل تو نمایم شہر را

جمع کر کے ساحران دہر کو | جہل کیں تیرا دکھاؤں شہر کو

ایں نخواہد شد برشتے تا دو روز | مہلتم دہ تا چہل روز تموز

ایک دو دن میں یہ ہو سکتا نہیں | مہلت اک چلہ کی دے تو ہمنشیں

گفت موسیٰؑ مر مرا دستور نیست | بندہ ام امہال تو مامور نیست

بولے موسیٰؑ - اذن ہے مجھکو کہاں | بندہ ہوں - مہلت دوں کیونکر ناتواں

گر تو چیری و مرا خود یار نیست | بندہ فرمانم بدانم کار نیست

تو ہے غالب ہے کوئی یاور مرا | حکم کا بندہ ہوں اس سے کام کیا

میزنم با تو بجد تا زندہ ام | من چکارہ نصرتم من بندہ ام

ہوں تری کوشش میں جبتک زندہ ہوں | میری نصرت کچھ نہیں - اک بندہ ہوں

میزنم تا در رسد حکم خدا | او کند ہر خصم از خصمی جدا

سعی ہے جب تک کہ ہے حکم خدا | وہ کرے دشمن کو کینہ سے جدا

گفت نے نے مہلتم باید نہاد | عشوہا کم دہ تو کم پیمائے باد

بولا مجھے مہلت تو ملنی چاہیئے | نازش اتنی بھی نہیں زیبا تجھے

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں | مہلتش دہ متسع مہراس ازاں

حق تعالےٰ نے مگر یوں وحی کی | کر نہ خوف اور دے اسے مہلت بڑی

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع | تا سگالد مکرہا او نوع نوع

مہلت اب چالیس دن کی دے اسے | تاکہ گونا گوں وہ حیلے سوچ لے

تا بکوشد او کہ من خفتہ ام / تیز رو گو پیش رو بگرفتہ ام

اور کرے کوشش کہ میں غافل نہیں / چل کہ میں نے تجھ کو پکڑا بالیقیں

حیلہ ہاشاں راہمہ برہم زنم / وانچہ افزایند من برکم زنم

ان کے سب حیلوں کو میں برہم کروں / جس قدر وہ بڑھ چلیں میں کم کروں

آب را آرند من آتش کنم / نوش خوش گیرند من ناخوش کنم

پانی وہ لائیں تو آگ اس کو کروں / ناخوشی میں ان کی خوشیوں میں بھروں

مہر پیوندند من ویراں کنم / آنچہ اندر وہم ناید آں کنم

وہ ملیں آپس میں ہیں ویراں کروں / ہو نہ جس کا وہم وہ ساماں کروں

تو مترس و مہلتش دہ بس فراز / گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز

تو نہ ڈر اور اسکو مہلت دے بڑی / کہدے لے آ فوج اکر حیلہ گری

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو مہلت دینا

گفت امر آمد برو مہلت ترا / من بجائے خود شدم رستی ہلا

بولے موسیٰؑ حکم مہلت آ گیا / میں چلا [illegible] تو بچ رہا

او ہمے شد اژدہا اندر عقب / چوں سگ صیاد دانا و محب

وہ چلے اور اژدہا پیچھے چلا / کتا دانا جس طرح صیاد کا

چوں سگ صیاد جنباں کردہ دم / سنگ را میکرد ریگ از زیر سم

ٹیڑھی کرتا اور ہلاتا اپنی دم / ریت پتھر کو بناتا زیر سم

سنگ و آہن را بدم در میکشید / خرد میخائید آہن را پدید

لوہا اور پتھر نگلتا جاتا تھا / لوہے کے ٹکڑے بنا ہر جا بتا

در ہوا میکرد خود بالائے چرخ / کہ ہزیمت میشد از وے روم و کرخ

یوں ہوا میں اڑتا تھا بالائے چرخ / بھاگتے تھے ڈر کے اس سے روم و کرخ

کفک مے انداخت چوں شتران ز کام — قطرہ بر ہر کہ میزد شد جذام

منہ سے مثل شتر کف ڈالتا — ہوتا کوڑھی۔ قطرہ جس پہ پڑتا تھا

زغ زغ دندان و دل مے شکست — جان شیران سیہ میشد ز دست

ٹوٹتے دل دانتوں کی آواز سے — شیروں کے بھی چھکے تھے چھوٹے ہوئے

چوں بقوم خود رسید آں مجتبےٰ — شد چو بگرفت باز او شد عصا

پہنچے اپنی قوم میں جب باصفا — اور پھن پکڑا تو وہ پھر تھا عصا

تکبیرہ کرد و میگفت اے عجب — پیش ما خورشید و پیش خصم شب

اس پہ تکبیر کر کے کہتے ہے عجب — ہمکو سورج سامنے دشمن کے شب

ای عجب چوں مے نہ بیند این سپاہ — عالمے پُر آفتاب چاشتگاہ

ہے عجب۔ اس کو نہ گر دیکھے سپاہ — ہے جہاں میں آفتاب صبح گاہ

چشم باز و گوش باز و این ذکا — خیرہ ام در چشم بندی خدا

کان آنکھیں ذہن ہے سب کچھ کھلا — ہے نظر بندی حق حیرت فزا

من ز ایشاں خیرہ ایشاں ہم ز من — از بہار خار ایشاں من سمن

مجھ سے وہ حیراں ہیں اُن پر خندہ زن — ہوں بہار خار سے ان کی سمن

پیش شاں بردم بسے جام رحیق — سنگ شد آبش بہ پیش آں فریق

جام مے بھی اُن کے آگے لے گیا — پانی اُن کے سامنے پتھر ہوا

دستہ گل بستم و بردم بہ پیش — ہر گلے چوں خار گشت و نوش نیش

دستۂ گل لے گیا کر کے کو پیش — پھول نکلے خار اور تھا نوش نیش

آں نصیب جان بیخویشاں بود — چونکہ با خویشند پیدا کے شود

وہ میسر بےخود دل کو ہے حضور — جبکہ وہ با خود ہیں کیونکر ہو سرور

خفتہ بیدار باید پیش ما — تا بہ بیداری ببیند خوابہا

خفتہ کو بیدار ہونا چاہیے — خواب بیداری میں تا وہ دیکھ لے

دشمن این خواب خوش شد فکر خلق | تا نخسپد فکرتش بستست حلق

دشمن ایسی نیند کی ہے فکر خلق | تا نہ سوئیں فکر باندھے اُن کے حلق

حیرتے باید کہ روبد فکر را | خوردہ حیرت فکر را و ذکر را

چاہیئے حیرت کہ جھاڑے فکر کو | کھا گئی وہ فکر کو اور ذکر کو

ہر کہ کاہل تر بود او در ہنر | او بصورت پس بمعنی پیشتر

جو ہنر میں سست اور کاہل رہے | ظاہرا پیچھے ہٹے معنًا بڑھے

راجعون گفت و رجوع اینسان بود | کہ گلہ وا گردد و خانہ رود

راجعون بولا رجوع اس طور سے | جیسے جائے گھر کو ریوڑ لوٹ کے

چونکہ گلہ باز گردد از ورود | پس فتد آں بز کہ پیش آہنگ بود

گلہ جس دم چر کے لوٹے دشت سے | بھیڑ جو آگے تھی وہ پیچھے رہے

پیش افتد آں بز لنگ پسیں | ضحکۃ الرجعی وجوہ العابسین

پیچھے والی بھیڑ آگے ہو وہیں | ترش رو ہنستے ہیں وقت واپسیں

از گزافہ کے شدند ایں قوم لنگ | فخر را دادند و بخریدند ننگ

جھوٹ ہے یہ کب ہوئی یہ قوم لنگ | فخر دے کر مول لے بیٹھے ہیں ننگ

پا شکستہ میروند ایشاں بحج | از حرج راہیست پنہاں تا فرج

پاشکستہ جا رہے ہیں بہر حج | ہے حرج سے راہ پنہاں تا فرج

دل ز دانشہا بشستند ایں فریق | زانکہ ایں دانش نداند آں طریق

عقل سے بیزار دل ہے یہ فریق | دانش دنیا نہ جانے یہ طریق

دانشے باید کہ اصلش زاں سر است | زانکہ ہر فرعے باصلش رہبر است

عقل وہ ہے اصل ہے جس کی اُدھر | فرع اپنی اصل کی ہے راہبر

۱ تکلف۔ تکلیف ؛

۲ کشادگی۔ راحت ؛

مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
ہر پیے بر عرضِ دریا کے پرد	تا لدن علمِ لدنی سے برد
پاٹ پہ دریا کے کب ہر پر اڑے	معرفت کو علمِ عرفاں پا سکے
پس چرا علمے بیاموزی بمرد	کش بباید سینہ را زاں پاک کرد
تو سکھائے علم ایسا کس لئے	جس سے سینہ پاک اسے کرنا پڑے
پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش	وقتِ واگشتن تو پیش آہنگ باش
اس سرے سے تو نہ بڑھ اور لنگ ہو	لوٹنے کے وقت پیش[1] آہنگ ہو
آخرون السابقون باش اے ظریف[2]	بر شجر سابق بود میوہ لطیف
آخرون السابقون بن اے ظریف	پیڑ پہ سابق رہے میوہ لطیف
گرچہ میوہ آخر آید در وجود	اوّلست او زانکہ او مقصود بود
میوہ آخر ہی میں گو موجود ہے	ہے وہ اوّل کیونکہ وہ مقصود ہے
چوں ملائک گوے لا علم لنا	تا بگیرد دستِ تو علمتنا
جوں ملائک بول لا علم لنا	دستگیری تا کرے علمتنا
گر درایں مکتب ندانی تو ہجے	ہمچو احمدؐ پری از نورِ حجے
اور جو مکتب میں نہ جانے تو ہجے	مثلِ احمدؐ نورِ دانش سے اڑے
گر نباشی نامدار اندر بلاد	گم نہ و اللہ اعلم بالعباد
گو نہ ہو مشہورِ امصار و بلاد	گم نہیں۔ واللہ اعلم بالعباد
اندریں ویرانہ کامعروف نیست	از برائے حفظِ گنجینہ زر است
اس خرابے میں جسے شہرت نہیں	گنجِ زر کی ہے حفاظت کا یقیں
موضعِ معروف کے بنہند گنج	زیں قبل آمد فرج در زیرِ رنج
موضعِ مشہور میں رکھتے نہ گنج	اس طرح راحت ہے گویا تحتِ رنج

[1] پیش قدم ۔

[2] جو آخر میں ہیں۔ وہی سبقت لے جانے والے ہیں ۔

خاطر آرد بس شکال اینجا ولیک ۔۔۔ بگسلد اشکال را استور نیک

شکلیں اندیشہ کرے پیدا مگر ۔۔۔ توڑے سب شکلیں طریقہ نیک تر

دست عشقش آتش اشکال سوز ۔۔۔ ہر خیالے را ابرو بد نور روز

عشق اس کا آگ مشکل سوز ہے ۔۔۔ اس سے ہر اک فکر نور افروز ہے

هم از آنسو جو جواب اے مرتضےٰ ۔۔۔ کایں سوال آمد از آنسو مر ترا

ڈھونڈ ادھر ہی سے جواب اے باصفا ۔۔۔ جس طرف سے یہ سوال اس دم اٹھا

گوشۂ بے گوشۂ دل شہرہ ہیست ۔۔۔ تاب لا شرقی ولا غربی ازمہیست

گوشۂ دل ہے عجب اک شاہراہ ۔۔۔ شرقی و غربی نہیں یہ نور ماہ

تو ازینسو واز آنسو چوں گدا ۔۔۔ اے کہ معنی چہ مے جوئی صدا

تو جو ڈانواں ڈول ہے مثل گدا ۔۔۔ گر وہ معنی ہے تو کیا ڈھونڈے صدا

هم از آنسو جو کہ وقت درد تو ۔۔۔ میشوی در ذکر یاربی دو تو

اس طرف سے ڈھونڈ تو جب وقت درد ۔۔۔ کہتا یاربی ہے بھر کر آہ سرد

وقت مرگ و درد آنسو می خجی ۔۔۔ چونکہ دردت رفت چونی اعجمی

وقت مرگ و درد ادھر جھکتا ہے تو ۔۔۔ مٹ گیا جب درد بے پروا ہے تو

وقت محنت گشتۂ اللہ گو ۔۔۔ چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو

وقت محنت اللہ اللہ تو کرے ۔۔۔ وقت جب گذرے تو مستغنی رہے

در زمان درد و غم یادش کنی ۔۔۔ چوں شدی خوش باز در غفلت تنی

درد و غم میں یاد کرتا ہے اسے ۔۔۔ جب ہو خوش تو ہیں غفلت میں پڑے

ایں از آں آمد کہ حق را بیگماں ۔۔۔ ہر کہ بشناسد بود دائم بر آں

اس لئے ہے یہ کہ حق کو برملا ۔۔۔ جس نے پہچانا وہ اس کا ہو گیا

آنکہ در عقل و گماں ہستش حجیب ۔۔۔ گاہ پوشیدہ است و گہ بدریدہ جیب

ہو گمان و عقل میں جس کے حجاب ۔۔۔ ہے کبھی پوشیدہ گا ہے بے نقاب

عقلِ جزوی گاہ خیرہ گہ نگون — عقلِ کلی ایمن از ریب المنون

عقلِ جزوی دنگ ہے اور سرنگوں — عقلِ کل سارے شکوں سے ہے بروں

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر — رو بخواری نہ بخارا اے پسر

عقل کو تو بیچ دے حیرت کو لا — سمت خواری جا بخارا کو نہ جا

تا بخارا آ و گریابی درون — ساکنانِ محفلش لا یفقہون

ہو بخارا میں اگر کشف بطون — اہلِ محفل سب ملیں لا یفقہون

ما چو خود را در سخن آغشتہ ایم — کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم

خود کو میں نے بات میں الجھا لیا — ہوں حکایت سے حکایت خود بنا

من عدم افسانہ کردم در جبین — تا تقلب یا بم اندر ساجدین

میں نے یہ قصہ عدم میں بھی کہا — ساجدوں میں تا ہو میرا لوٹنا

ایں حکایت نیست پیشِ مرد کار — وصفِ حال است و حضورِ یارِ غار

سامنے عاقل کے یہ قصہ نہیں — حال ہے اور ہے حضوری بالیقیں

آں اساطیر الاولیں[2] گفت عاق[1] — حرفِ قرآں را بد آثارِ نفاق

حرفِ قرآں کو اساطیر الاولیں — منکروں نے کہہ دیا از راہِ کیں

لا مکانے کو درو نورِ خدا ست — ماضی و مستقبل و حالش کجاست

لا مکاں جس میں کہ ہے نورِ خدا — اس میں ماضی حال و مستقبل ہو کیا

ماضی و مستقبلش نسبت بتو ست — ہر دو یک چیز ند پنداری کہ دوست

تجھ سے نسبت ماضی استقبال کو — دونوں ہیں ایک اور تو سمجھا ہے دو

یک تنے او را پدر ما را پسر — بام زیرِ زید و بر عمر آں زبر

ایک شخص اس کا پدر میرا پسر — زید کو چھت بام ہے بالا عمرو

[1] جاہل ۔

[2] پہلے لوگوں کے قصے ۔

نسبتِ زیر و زبر شد زین دو کس ۔ سقف سوئے خویش یک چیز است و بس
دونوں سے ہے نسبت زیر و زبر ۔ ورنہ چھت ہے ایک ہی سمجھ غور کر

نیست مثل آن مثالست این سخن ۔ قاصر از معنی نو حرف کہن
مثل اس کے کب ہے تمثیلی سخن ۔ تنگ ہیں معنی نو، حرف کہن [1]

چون لب جو نیست مشکا لب ببند ۔ بے لب و ساحل است این بحر قند
کہ نہیں ساحل تو کر ہونٹوں کو بند ۔ یعنی بے ساحل ہے یہ دریائے قند

این سخن پایان ندارد باز گرد ۔ سوئے فرعون و مشتی تا چہ کرد
یہ سخن بے انتہا ہے لوٹ جا ۔ دیکھ کیا فرعون سرکش نے کیا

فرعون کا جادوگروں کو تلاش کرنا

چونکہ موسیٰ بازگشت و او بماند ۔ اہل رائے و مشورت را پیش خواند
جب گئے موسیٰ وہ تنہا رہ گیا ۔ اور طلب اس نے مشیروں کو کیا

جمع گشتند و بفشردند پائے ۔ ہر کسے کردند عرض فکر و رائے
جمع سب آکے ہوئے بڑھ بڑھ کے آئے ۔ عرض کر دی سب نے اپنی اپنی رائے

عاقبت ہامان بے سامان ز دل ۔ رائے پیش آورد و گردش ہم بدل
آخر اس ہامان نے بے ساماں جو تھا ۔ رائے دی اور آگے بڑھ کر یوں کہا

کاے شہ صاحب ظفر چون غم فزود ۔ ساحران را جمع باید کرد زود
اے شہ فاتح بہت غم بڑھ گئے ۔ ساحروں کو جمع کرنا چاہئے

در ممالک ساحران داریم ما ۔ ہر یکے در سحر فرد و پیشوا
سلطنت میں ہیں تری ساحر بہت ۔ سحر کے فن میں ہیں وہ ماہر بہت

[1] یعنی اس کی صفات میں معنی نو اور حرف کہن کے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔

مصلحت آنست کز اطراف مصر ۔۔۔ جمع آردشاں شہ و صراف مصر
مصلحت یہ ہے کہ اُن کو مصر سے ۔۔۔ حکم دے تو جمع ہونے کے لیے

او بسے مردم فرستاد آن زماں ۔۔۔ در نواحی بہر جمع جادواں
اس نے بھیجے پھر بہت سے آدمی ۔۔۔ ساحروں کو جمع کر لائیں ابھی

ہر طرف کہ ساحرے بُد نامدار ۔۔۔ کرد پرّاں سوئے او دہ مرد کار
تھا جہاں بھی کوئی ساحر ہوشیار ۔۔۔ بھیجے اس کے پاس دس مردان کار

دو جواں بودند ساحر مشتہر ۔۔۔ سحر ایشاں در دل مہ مستمر
تھے وہاں مشہور ساحر دو جواں ۔۔۔ اُن کا جادو قلب مہ میں ضوفشاں

شیر دوشیدہ ز مہ فاش آشکار ۔۔۔ در سفرہا رفتہ بر خمے سوار
چاند سے وہ دوہتے تھے دودھ بھی ۔۔۔ اور مٹکے پہ سفر کرتے کبھی

شکل کرباسی نمودہ آفتاب ۔۔۔ او بپیمودہ فروشیدہ شتاب
صورت کرباس اکثر دھوپ کو ۔۔۔ ناپ کر وہ بیچ دیتے دوستو

سیم بردہ مشتری آگہ شدہ ۔۔۔ دست از حسرت برخہا بر زدہ
مشتری کو اس کی جب ہوتی خبر ۔۔۔ دست حسرت مارتا تھا رخسار پر

صد ہزاراں ہمچنیں در جادوی ۔۔۔ بود استاد و نبودہ چوں روی[۱]
لاکھوں ایسے سحر اُن کو یاد تھے ۔۔۔ پھیرتے نہ وہ حرف روی ہر طرح سے

چوں بر ایشاں آمد ایں پیغام شاہ ۔۔۔ کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
اُن کو پہنچا شاہ کا جب یہ پیام ۔۔۔ چارہ جو تم سے ہے سلطان انام

از پئے آنکہ دو درویش آمدند ۔۔۔ بر شہ و بر قصر او کوبہ زدند
وجہ یہ ہے آئے ہیں درویش دو ۔۔۔ شاہ کو گھیرا ہے اور اس قصر کو

[۱] یعنی جس طرح حرف روی بار بار آتا ہے۔ اس طرح وہ ایک ہی سحر بار بار نہ کرتے تھے۔ بلکہ انہیں لاکھوں مختلف سحر یاد تھے۔

که دو مرد او را به تنگ آورده اند ۔۔۔ آبرویش پیش لشکر برده اند
تنگ دو شخصوں نے اس کو ہے کیا ۔۔۔ آبرو لی پیش لشکر برملا

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے ۔۔۔ جز عصا و در عصا شور و شرے
ہیں نہ ہتھیار اور نہ لشکر انکے پاس ۔۔۔ لڑتے ہیں صرف اک عصا سے بے ہراس

تو جہان راستاں در رفتۂ ۔۔۔ گرچہ در صورت بخاکے خفتۂ
راست لوگوں کے جہاں میں تو گیا ۔۔۔ سو رہا ہے خاک میں گو ظاہرا

آں اگر سحر ست ده ما را خبر ۔۔۔ ور خدائی باشد اے جان پدر
گر وہ جادو ہے تو ہم کو دے خبر ۔۔۔ اور خدائی ہو جو اے روح پدرا

ہم خبر ده تا کہ ما سجده کنیم ۔۔۔ خویش را بر کیمیائے بر زنیم
تو خبر دے تا کہ ہم سجدہ کریں ۔۔۔ کیمیا سے خود کو وابستہ کریں

ناامیدانیم امیدے رسد ۔۔۔ در شب دیجور خورشیدے رسد
یہ ہماری یاس بدلے آس سے ۔۔۔ اس اندھیری رات میں سورج ملے

از ضلال آئیم در راه رشد ۔۔۔ راندگانیم و کرم ما را کشد
سوئے نیکی آئیں گمراہی سے ہم ۔۔۔ راندۂ درگاہ ہیں پائیں کرم

ساحر مردہ کا جواب دینا

گفت شاں در خواب کاے اولاد من ۔۔۔ نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
خواب میں اُسنے کہا بچو مرے ۔۔۔ ظاہرا دم مارنا ممکن کسے

فاش مطلق گفتنم دستور نیست ۔۔۔ لیک راز از پیش چشمم دور نیست
گو عیاں کرنا نہیں دستور ہے ۔۔۔ راز لیکن آنکھ سے کب دور ہے؟

یک نشانے وانمایم با شما ۔۔۔ تا شود پیدا شما را ایں خفا
اک نشانی میں دکھاتا ہوں تمہیں ۔۔۔ راز پوشیدہ بتاتا ہوں تمہیں

کہ دو مرد او را بہ تنگ آوردہ اند — آبروئے پیش لشکر بردہ اند
تنگ دو شخصوں نے اس کو ہے کیا — آبرو لی پیش لشکر برملا

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے — جز عصا و در عصا شور و شرے
ہیں نہ ہتھیار اور نہ لشکر انکے پاس — لڑتے ہیں صرف اک عصا سے بے ہراس

تو جہانِ راستاں در رفتۂ — گرچہ در صورت بجائے خفتۂ
راست لوگوں کے جہاں میں تو گیا — سو رہا ہے خاک میں گو ظاہرا

آں اگر سحر است وہ ما را خبر — ور خدائی باشد اے جانِ پدر
گر وہ جادو ہے تو ہم کو دے خبر — اور خدائی ہو جو اے روحِ پدر!

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم — خویش را بر کیمیائے بر زنیم
تو خبر دے تا کہ ہم سجدہ کریں — کیمیا سے خود کو وابستہ کریں

نا امیدانیم امیدے رسد — در شبِ دیجور خورشیدے رسد
یہ ہماری یاس بدلے آس سے — اس اندھیری رات میں سورج ملے

از ضلال آئیم در راہِ رشد — راندگانیم و کرم ما را کشد
سوئے نیکی آئیں گمراہی سے ہم — راندۂ درگاہ ہیں، پائیں کرم

ساحر مردہ کا جواب دینا

گفت شاں در خواب کاے اولادِ من — نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
خواب میں اُس نے کہا بچو مرے — ظاہرا دم مارنا ممکن نہ ہے

فاش مطلق گفتنم دستور نیست — لیک راز از پیش چشمم دور نیست
گو عیاں کرنا نہیں دستور ہے — راز لیکن آنکھ سے کب دور ہے؟

یک نشانے وا نمایم با شما — تا شود پیدا شما را ایں خفا
اک نشانی میں دکھاتا ہوں تمہیں — راز پوشیدہ بتاتا ہوں تمہیں

نورِ چشمانم چو آنجا مے روید | از مقامِ خوابِ شاں آگہ شوید
نور چشمو جب کہ تم جاؤ وہاں | ڈھونڈنا تم اُن کے سونے کا مکاں

آں زمانکہ خفتہ باشد آں حکیم | آں عصا گیرید و بگذارید بیم
جب گھڑی سو جائیں وہ دونوں حکیم | وہ عصا لو۔ دُور کر دو خوف و بیم

گر بدزدید آں عصا شاں ساحر است | چارۂ ساحر شمارا حاضر است
ہے عصا ساحر۔ جو لو اس کو چرا | ہے تمہیں معلوم ساحر کی دوا

ور نتوانید ہاں آں ایزدیست | او رسولِ ذوالجلال و مہتدیست
گر نہ ہو ایسا تو وہ ہے ایزدی | ہے رسول ذوالجلال اور مہتدی

گر جہاں فرعون گیرد شرق و غرب | سرنگوں آید ز حق در گاہِ حرب
فتح گر فرعون کر لے شرق و غرب | حق سے عاجز آئے وہ ہنگام حرب

ایں نشاں راست دادم جانِ باب | بر نویس اللہ اعلم بالصواب
ہے نشاں سچا دیا۔ ہو کامیاب | لکھ لو اسے واللہ اعلم بالصواب

جان بابا چوں بخسپد ساحرے | سحر و مکرش را نباشد رہبرے
جان بابا! سوئے جب ساحر کوئی | سحر و مکر اسکا کرے کیا رہبری

چونکہ چوپاں خفت گرگ ایمن شود | چونکہ خفت آں جہد او ساکن شود
گلہ باں سویا۔ نڈر ہے بھیڑیا | سونے سے زور اُس کا ساکن ہو گیا

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست | گرگ را آنجا امید و رہ کجاست
ہاں مگر جس کا محافظ ہو خدا | بھیڑیے کو اس جگہ ہو بار کیا

جادوئے کہ حق کند حقست و راست | جادوئے خواندن مر آں حق را خطاست
حق کرے جادو تو ہے حق اور روا | حق پہ کرنا سحر ہے بالکل خطا

جان بابا ایں نشانِ قاطعست | گر بمیرد نیز حقش رافعست
جان بابا! یہ ہے روشن اک نشاں | مر کے بھی پائے بلندی بے گماں

عصا خواب موسیٰؑ اور جادوگروں کی تشبیہ

مصطفیٰؐ را وعدہ کرد الطاف حق ۔۔۔ گر بمیری تو نمیرد آں سبق

تھا نبیؐ سے وعدۂ الطافِ حق ۔۔۔ تیرے مرنے سے مٹے گا کب سبق

من کتاب و معجزت را رافعم ۔۔۔ بیش و کم کن را ز قرآں مانعم

میں اٹھاؤں گا کتاب اور معجزہ ۔۔۔ بیش و کم ہو گا نہ قرآں میں ذرا

من ترا اندر دو عالم حافظم ۔۔۔ طاعناں را از حدیثت رافضم

میں دو عالم میں ترا حافظ رہوں ۔۔۔ دور باغی کو حدیثوں سے رکھوں

کس نتاند بیش و کم کردن درو ۔۔۔ تو بہ از من حافظے دیگر مجو

بیش و کم کوئی کرے طاقت کہاں ۔۔۔ مجھ سا حافظ کون ہو گا بیگماں

رونقت را روز افزوں میکنم ۔۔۔ نام تو بر زر و بر نقرہ زنم

روز افزوں میں کروں رونق تری ۔۔۔ سونے چاندی پہ ہو سکہ نبیؐ

منبر و محراب سازم بہر تو ۔۔۔ در محبت قہر من شد قہر تو

دوں تجھے میں منبر و محراب بھی ۔۔۔ قہر میرا قہر تیرا ہے نبیؐ

نام تو از ترس پنہاں میگفتند ۔۔۔ چوں نماز آرند پنہاں میشوند

نام تیرا ڈر سے لیتے ہیں نہاں ۔۔۔ چھپ چھپ کے پڑھتے ہیں نمازیں بے گماں

خفیہ میگویند نامت را کنوں ۔۔۔ خفیہ ہم بانگ نماز اے ذو فنوں

خفیہ تیرا نام لیتے ہیں وہ اب ۔۔۔ اور اذاں آہستہ دیتے ہیں وہ اب

از ہراس ترس کفار لعیں ۔۔۔ دینت پنہاں میشود زیر زمیں

ہے جو اس کو خوف کفار لعیں ۔۔۔ دین چھپتا ہے ترا زیر زمیں

من منارہ پر کنم آفاق را ۔۔۔ کور گردانم دو چشم عاق را

میں منارہ دہر میں کر دوں بلند ۔۔۔ دونوں آنکھیں کر دوں گمراہوں کی بند

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ — دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ

تیرے خادم شہر لیں اور عزّ و جاہ — دین ہو ماہی سے لے کر تا بماہ

تا قیامت باقیش داریم ما — تو مترس از نسخ دیں اے مصطفےٰ

تا قیامت رکھیں باقی ہم اُسے — نسخ دیں سے تو نہ ڈر مرسل ترا

اے رسولِ ما تو جادو نیستی — صادقی ہم خرقۂ موسیستی

میرے پیغمبر! تو جادوگر نہیں — تو ہے صادق مثل موسیٰ بالیقیں

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا — کفرہا را در کشد چوں اژدہا

ہے یہ قرآں تجھ کو مانند عصا — کفر کو نگلے بہ شکل اژدہا

تو اگر در زیر خاکے خفتۂ — چوں عصایش داں تو آنچہ گفتۂ

خاک میں بھی تو اگر ہو محوِ خواب — قول تیرا ہے عصا اے خوش خطاب

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک — چوں عصا آلہ بود آں گفت پاک

گرچہ زیرِ خاک تو سو جائے گا — قول پاک آلہ[۵] ہو مانند عصا

قاصداں را بر عصایت دست نے — تو بخسپ اے شہ مبارک خفتئے

قاصدی تیرا عصا کب چل سکے — شوق سے آسودہ ہو کر نیند لے

تن بخفتہ نورِ جاں در آسماں — بہرِ پیکارت زِہ کردہ کماں

تن ہے خفتہ آسماں پر نورِ جاں — ہے حمایت کے لئے کھینچے کماں

فلسفی و آنچہ پوزش مے کند — قوسِ نورت تیر دوزش مے کند

فلسفی گھڑتا ہے جو کچھ فلسفے — تیر کھاتا ہے کمانِ نور سے

آنچناں کرد و ازاں افزوں کہ گفت — او بخفت و بخت و اقبالش نخفت

ہو گیا یہ بلکہ اس سے بھی سوا — سو گئے وہ ہے نصیبہ جاگتا

؎۵ آلہ حفاظت ۔

حضرتِ موسیٰؑ کا باقی قصہ

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد ــ کار او بے رونق و بے آب شد
جانِ بابا جبکہ ساحر سو گیا ــ کام سارا اس کا ابتر ہو گیا

ہر دو از گورش رواں گشتند تفت ــ تا بمصر از بہرِ آں پیکار زفت
دونوں اس کی قبر سے راہی ہوئے ــ جانبِ مصر اس لڑائی کے لئے

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند ــ طالبِ موسیٰؑ و خانہ او شدند
مصر میں پہنچے جو وہ اس کام سے ــ گھر کا موسیٰؑ کے پتہ لینے لگے

اتفاق افتاد کاں روزِ ورود ــ موسیٰؑ اندر زیرِ نخلے خفتہ بود
اتفاق اس روز کچھ ایسا ہوا ــ موسیٰؑ زیرِ نخل سوتے تھے فتا

پس نشاں دادند شاں مردم عیاں ــ کش بنخلستاں بجو پیدا ابں ہاں
دیدیا لوگوں نے ان کو یہ نشاں ــ ڈھونڈ نخلستان میں اسوقت ہاں

آمدند آں ہر دو تا خرما بناں ــ خفتہ بود او لیک بیدارِ جہاں
آئے دونوں باغ میں خرما کے ہاں ــ خواب میں موسیٰؑ تھے بیدارِ جہاں

بہرِ نازش بستہ بود او چشمِ سر ــ عرش و فرشش جملہ در پیشِ نظر
بہرِ نازش بند تھیں آنکھیں مگر ــ عرش و فرش ان کے تھے سب پیشِ نظر

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل ــ خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گل
ہیں بہت بیدار چشم و خفتہ دل ــ دیکھے کیونکر چشمِ اہلِ آب و گل

وانکہ دل بیدار دارد چشمِ سر ــ گر بخسپد بر گشاید صد بصر
جس کا دل بیدار ہو وہ سوئے گر ــ سو کھلی ہو جاتی ہے اس کی نظر

لہ ساحر کی روح اپنے بچوں سے کہ رہی ہے۔

گر تو اہلِ دل نۂ بیدار باش | طالبِ دل باش و در پیکار باش

گر تو اہلِ دل نہیں ہے بیدار رہ | طالبِ دل اور صرفِ کار رہ

ور دلت بیدار شد می‌خسپ خوش | نیست غائب ناظرت از ہفت و شش

اور جو دل بیدار ہے تو خوب سو | جو ترا ناظر ہے کب پنہاں وہ ہو

گفت پیغمبر کہ خسپد چشمِ من | لیک کے خسپد دلم اندر وسن

بولے پیغمبر ہیں آنکھیں محوِ خواب | دل مرا سوتا نہیں اسے کامیاب

شاہ بیدار است و حارس خفتہ گیر | جاں فدائے خفتگانِ دل بصیر

شاہ ہے بیدار، خفتہ پاسباں | جنکے دل جاگیں فدا ہو اُن پہ جاں

وصفِ بیداریٔ دل اے معنوی | در نگنجد در ہزاراں مثنوی

وصفِ بیداریٔ دل اے معنوی | کب سمائے ہوں جو لاکھوں مثنوی

چوں بدیدندش کہ خفتہ ست او دراز | بہرِ دزدیٔ عصا کردند ساز

جب یہ دیکھا سو رہے ہیں وہ پڑے | وہ عصا لینے کے ڈھب کرنے لگے

ساحراں قصدِ عصا کردند زود | کز پسش باید شدن آنگہ بہ بود

ساحروں نے یہ کیا تھا منشورا | پیچھے سے ہم اس عصا کو لیں چرا

اندکے چوں پیشتر کردند ساز | اندر آمد آں عصا در اہتزاز

آگے بڑھنے کا جو کچھ ساماں کیا | وہ عصا جنبش میں آیا بر ملا

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا | کاں دو بر جا خشک گشتند از وجا

خود بخود اس درجہ لرزا وہ عصا | خشک ہو کر رہ گئے وہ نا سزا

بعد از آں شد اژدہا و حملہ کرد | ہر دو آں بگریختند و روئے زرد

اژدہا بن کر ہوا پھر حملہ ور | زرد رو ہو کر وہ بھاگے فتنہ گر

رو در افتادن گرفتند از نہیب | غلط غلطاں منہزم اندر نشیب

چلتے چلتے خوف سے وہ گر گئے | اور لڑھک کر اک گڑھے میں جا پڑے

پس یقین شاں شد کہ ہست از آسماں | زانکہ می دیدند حدِ ساحراں
تھا یقیں اُن کو جانبِ اللہ کا | ساحروں کی حد سے تھے وہ آشنا

پس ازیں رو علمِ سحر آموختن | نیست ممنوع و حرام و ممتہن
اس لئے جادو کے فن کو سیکھنا | ہے نہیں منع و حرام اے باصفا

بعد ازاں اطلاق تبشاں شد پدید | کارِ شاں تا نزع و جاں کندن رسید
پھر بڑھی تپ اور دست آنے لگے | ہو گئے آثار طاری نزع کے

پس فرستادند مردے در زماں | سوئے موسیٰؑ از برائے عذر آں
آدمی بھیجا وہاں سے ڈھونڈ کے | سوئے موسیٰؑ عذر خواہی کے لئے

کامتحاں کردیم مارا کے رسد | امتحانِ تو اگر نبود حسد
امتحاں کرنا ہمیں واجب نہ تھا | وجہ تھی اس کی حسد ہی برملا

مجرمِ شاہیم مارا عذر خواہ | اے تو خاص الخاصِ درگاہِ الٰہ
مجرمِ سلطاں ہیں ہم تجھ سے عذر خواہ | تو ہے خاص الخاص درگاہِ الٰہ

عفو کرد و در زماں نیکو شدند | پیشِ موسیٰؑ ساجد و دو تو شدند
دی معافی۔ دونوں اچھے ہو گئے | سامنے موسیٰؑ کے سجدے میں گرے

درگذر از ما کہ کردیم بد | اے ترا الطاف و فضلِ بے عدد
اور کہا تو ہم سے اب کر درگذر | تیرے الطاف و کرم ہیں بیشتر

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام | گشت بر دوزخ تن و جانتاں حرام
بولے موسیٰؑ دی معافی اے کرام | آگ دوزخ کی ہوئی تم پہ حرام

من شمارا خود ندیدم اے دو یار | اعجمی سازید خود را ز اعتذار
میں نے تم کو خود وہاں دیکھا نہ تھا | عذر کرنے کا بھلا موقع ہے کیا

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا | در نبرد آئید پیشِ پادشا
بس یونہی بیگانہ شکل و آشنا | آنا تم لڑنے کو پیشِ بادشا

آنچه باشد مر شما را از فنون ‏ جمع آرید از برون و از درون

سحر کے فن جس قدر ہوں یاد اب ‏ اندر اور باہر سے کر لو جمع سب

پس زمیں را بوسه دادند و شدند ‏ انتظارِ وقت فرصت مے بُدند

وہ زمیں کو بوسہ دے کر چل دیے ‏ انتظارِ وقتِ فرصت میں رہے

جادوگروں کا فرعون کے پاس آنا

تا بفرعون آمدند آں ساحراں ‏ داد شاں تشریفهائے بیکراں

پاس سب فرعون کے ساحر وہ آئے ‏ اور اس سے خلعت و انعام پائے

وعدہا شاں کرد و ہم پیشیں بداد ‏ بردگان اسپان و نقد و جنس و زاد

کچھ کیے وعدے دیا کچھ پیشگی ‏ کچھ غلام اور اسپ نقد و جنس بھی

بعد ازانشاں گفت ہاں اے سابقاں ‏ گر فزوں آئید اندر امتحاں

پھر کہا ان سے کہ اہل شوق ہاں ‏ غالب آئے تم جو وقتِ امتحاں

بر فشانم بر شما چندیں عطا ‏ کہ بدرّد پردهٔ جود و سخا

اسقدر تم پر کروں لطف و عطا ‏ ہو دریدہ پردۂ جود و سخا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ ‏ غالب آئیم و شود کارش تباہ

سب یہ بولے ہے اگر اقبالِ شاہ ‏ غالب آئیں اور کریں اسکو تباہ

ما دریں فن صفدریم و پہلواں ‏ کس ندارد پائے ما اندر جہاں

جنگجو اس فن میں ہیں ہم پہلواں ‏ ہے ہمارا کون ہم رتبہ یہاں

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطرہا شدست ‏ کایں حکایتہاست کہ پیشیں بُدست

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطر ہو گیا ‏ یہ بھی قصہ پہلے قصوں سا ہوا

ذکرِ موسیٰؑ بہرِ روپوش ست لیک ‏ نورِ موسیٰؑ نقدِ تست اے یارِ نیک

ذکرِ موسیٰؑ کا یہاں ضمناً ہوا ‏ نورِ موسیٰؑ خود ہے تو اے باوفا

موسیٰ و فرعون در ہستی تست | باید ایں دو خصم را در خویش جست

ہیں تجھی میں موسیٰ و فرعون بھی | ڈھونڈ ان دونوں کو اپنے میں کبھی

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج | نور دیگر نیست دیگر شد سراج

نورِ موسیٰ ہو گا تا روزِ جزا | ہے وہی نور اور چراغ اک دوسرا

ایں سفال و ایں فتیلہ دیگر است | لیک نورش نیست دیگر زاں سر است

یہ چراغ اور بتی گو ہے دوسری | نور لیکن اس میں پیدا ہے وہی

گر نظر در شیشہ داری گم شوی | زانکہ در شیشہ است اعدادِ دوئی

شیشے کو دیکھے اگر ہے گمرہی | کیونکہ شیشے میں ہیں اعدادِ دوئی

ور نظر بر نور داری وا رہی | از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی

نور پر رکھے نظر تو ہو رہا | اس دوئی سے اور عدد سے برملا

از نظرگاہ ست اے مغزِ وجود | اختلافِ مومن و گبر و یہود

ہے نظر گہ سے یہ اے جانِ وجود | اختلافِ مومن و گبر و یہود

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل میں اختلاف

پیل اندر خانۂ تاریک بود | عرضہ را آوردہ بودندش ہنود

ایک ہاتھی اک اندھیرے گھر میں تھا | ہندو لائے تھے دکھانے برملا

از برائے دیدنش مردم بسے | اندر آں ظلمت ہمی شد ہر کسے

دیکھنے اس کو بہت سے آدمی | جا رہے تھے اس اندھیرے میں سبھی

دیدنش با چشم چوں ممکن نبود | اندر آں تاریکیش کف می بسود

دیکھ لینا آنکھ سے ممکن نہ تھا | ہاتھ اندھیرے میں کرتا ہر اک پھیرتا

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد | گفت ہمچوں ناودانستش نہاد

سونڈ پر ہاتھ ایک کا جیسے ہی پڑا | بولا اس کا جسم ہے پرنالہ سا

آں یکے را دست بر گوشش رسید | آں برو چوں بادبیزن شد پدید

دوسرے کا ہاتھ کانوں پہ پڑا | اس پہ پنکھا بن کے وہ ظاہر ہوا

آں یکے را کف چو بر پایش بسود — گفت شکل پیل دیدم چوں عمود

ایک کا جب ہاتھ پاؤں پر پڑا — بولا ہاتھی کیا ہے - اک کھمبا ہے بڑا

آں یکے بر پشت او بنہاد دست — گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست

ایک نے جب ہاتھ پھیرا پیٹھ پر — بولا یہ ہاتھی ہے تختہ سخت تر

ہمچنیں ہر یک بجزوے چوں رسید — فہم آں میکرد ہر جا مے شنید

اس طرح ہر عضو پر ہر اک گیا — جس جگہ سنتا تھا - ویسا جانتا

از نظرگہ گفتشاں بد مختلف — آں یکے دالش لقب داد آں الف

تھے نظرگہ سے بیاں سب مختلف — کہتا دال اک، دوسرا کہتا الف

در کف ہر کس اگر شمعے بدے — اختلاف از گفتشاں بیروں شدے

شمع ہوتی سب کے ہاتھوں میں اگر — اختلاف اُن میں نہ ہوتا اس قدر

چشم حس ہمچوں کف دست است و بس — نیست کف را بر ہمہ آں دسترس

چشم حس ہے اک ہتھیلی اور بس — کب ہتھیلی کو ہے سب پر دسترس

چشم دریا دیگر است و کف دگر — کف بہل وز دیدہ در دریا نگر

چشم دریا اور ہے کف اور ہے — چھوڑ کف۔ دریا مقام غور ہے

جنبش کفہا ز دریا روز و شب — کف ہمے بینی و دریا نے عجب

جھاگ کی دریا سے جنبش روز و شب — دیکھے کف، دریا نہ دیکھے۔ ہے عجب

ما چو کشتیہا بہم بر مے زنیم — تیرہ چشمیم و در آب روشنیم

دست و پا ہیں مثل کشتی مارتے — ہم ہیں اندھے آب روشن میں پڑے

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب — آب را دیدی نگر در آب آب

کشتی تن میں جو تو ہے محو خواب — پانی دیکھا، دیکھ لے اب آب آب

آب را آبیست کو میراندش — روح را روحیست کو میخواندش

آب کو اک آب رکھتا ہے رواں — ہے بلاتی روح کو اک روح ہاں

موسیٰ و عیسیٰ کجا بُد کآفتاب	کشتِ موجودات را میداد آب
موسیٰ و عیسیٰ نہ تھے جب آفتاب	عالمِ ایجاد کو دیتا تھا آب
آدم و حوا کجا بود آں زماں	کہ خدا افگند ایں زہ در کماں
آدم و حوا کہاں تھے اُس گھڑی	جب کمان اللہ نے یہ کھینچ لی
ایں سخن ہم ناقص ست و ابتر است	آں سخن کہ نیست ناقص آں سر است
یہ سخن ہے ناقص و ابتر۔ مگر	وہ سخن ناقص نہیں جو ہے اُدھر
گر بگویم زاں بلغزد پائے تو	ور نگویم ہیچ از آں اے وائے تو
گر کہوں۔ لغزش ہو تیرے پاؤں کو	کچھ نہ بولوں تجھ پہ پھر افسوس ہو
ور بگویم در مثالِ صورتے	بر ہماں صورت بچسپی اے فتے
اور اگر دوں تجھ کو صورت سے مثال	تو چپک جائے اسی میں بے کمال
بستہ پائی چوں گیا اندر زمیں	سر بجنبانی بباد بے یقیں
گھاس بن کر تو ہے پا بندِ زمیں	سر ہلے تیرا ہوا سے ہم نشیں
لیک پایت نیست تا نقلے کنی	یا مگر پا را ازیں گِل برکنی
پاؤں ہوں تو تو کہیں حرکت کرے	پاؤں یا مٹی سے اپنے کھینچ لے
چوں کنی پا را حیاتت زیں گِل است	ایں حیاتت را روش بس مشکل است
کیا کرے مٹی ہے تیری زندگی	زندگی کی ہے روش مشکل بڑی
چوں حیات از حق بگیری اے روی	پس غنی گردی ز گِل در دل روی
گر حیاتِ حق ہو حاصل اسے غنی	گِل میں کیا دل میں سکونت ہو تری
شیرخوارہ چوں ز دایہ بگسلد	لوت خوارہ شد مر اورا مے ہلد
شیرخوارہ[1] جبکہ دایہ سے چھٹے	کھانا کھائے اور اُس کو چھوڑ دے

[1] دودھ پیتا بچہ ۔۔

بستۂ شیر زمینی چوں حبوب — جو فطام خویش از قوت القلوب

صورت دانہ ہے شیر خاک پر — قوّت دل سے ترک رسم شیر کر

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر — اے تو نور بے حجب را ناپذیر

قوت حکمت کھا کہ ہے نور قبول — نور بے پردہ سے کیوں ہے بے حصول

تا پذیرا گردی اے جاں نور را — تا بہ بینی بے حجب مستور را

جب تو حاصل کر سکیگا نور کو — دیکھے گا بے پردہ ہر مستور کو

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی — بلکہ بے گردوں سفر بے چوں کنی

سیر تارے کی طرح ہو چرخ پر — بلکہ گردوں کیا، خدا تک ہو سفر

آنچناں کز نیست در ہست آمدی — ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی

جس طرح ہستی میں آیا نیست سے — کس طرح آیا؟ بڑی مستی لئے

راہہائے آمدن یادت نماند — لیک رمزے با تو برخواہیم خواند

راستہ آنے کا تجھ کو کب ہے یاد — بھید اک کہتا ہوں سن اے بامراد!

ہوش را بگذار آنگہ ہوش دار — گوش را بربند آنگہ گوش دار

ہوش کو چھوڑ اور پھر ہو ہوشیار — کان کر بند اور پھر سن اے نگار

نے نگویم زانکہ تو خامی ہنوز — در بہاری و ندیدستی تموز

مت کہوں میں، کیونکہ تو ہے خام ہاں — ہے بہاروں میں نہ دیکھیں گرمیاں

اینجہاں ہمچوں درختست اے کرام — ما برو چوں میوہ ہائے نیم خام

یہ جہان اک پیڑ ہے اے خوش کلام — ہم ہیں اس پہ میوہ ہائے نیم خام

سخت گیرد خامہا مر شاخ را — زانکہ در خامی نشاید کاخ را

کچے پھل سختی سے تھامیں شاخ کو — کیونکہ وہ ہیں نامناسب کاخ کو[1]

[1] یعنی وہ محلوں میں نہیں بھیجے جاتے ؞

چون بپخت و گشت شیرین لب گزان	سست گیرد شاخہا را بعد ازآں
جب وہ پک کر ہو گئے میٹھے وہاں	شاخ کو ہیں کم پکڑتے بے گماں
چون از آں اقبال شیرین شد دہاں	سرد شد بر آدمی ملک جہاں
جب ہوا اس اقبال سے شیریں دہاں	سرد ہوا انسان پہ ملکِ جہاں
سخت گیری و تعصب خامی است	تا جنینی کار خون آشامی است
سخت گیری اور تعصب، خامیاں	خون پینا ہے جنیں کا کام ہاں
چیز دیگر ماند اما گفتنش	با تو روح القدس گوید نے منش
اور ہے اک بات کہنے سے رہی	میں نہیں کہہ دیگا روح القدس ہی
نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن	بے من و بے غیر من اے ہم تو من
بلکہ اپنے کان میں تو خود کہے	بے مرے بے غیر میں تو ایک سے
ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی	تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی
جس طرح سوتے ہیں اندر خواب کے	خود ہی تو آ جاتے اپنے سامنے
بشنوی از خویش و پنداری فلاں	با تو اندر خواب گفتست آں نہاں
خود سنے اپنے سے اور سمجھے فلاں	کہہ گیا ہے خواب میں رازِ نہاں
تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق	بلکہ گردونی و دریائے عمیق
تو فقط تو ہی نہیں اے خوش رفیق	بلکہ ہے اک چرخ و دریا سے عمیق
آں توئی زفت است کاں نہ صد تو است	قلزم است و غرقہ گاہ صد تو است
وہ ہے تو ہی جو کہیں نو سو بنا	بلکہ پھر دریا ڈبا سو کو ڈبا
خود چہ جائے حد بیداری و خواب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
اس میں کیا ہے حد بیداری و خواب	دم نہ مارے اللہ اعلم بالصواب
دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا	الصلا اے پاکبازاں الصلا
دم نہ مار اور سن کہ وہ کہتا ہے کیا	الصلا اے پاکبازو الصلا

ا؎ دیکھو صفحہ ۱۳۸

دم مزن تا بشنوی اسرارِ حال	از زبانِ بے زباں کہ قم تعال
دم نہ مار اور سن جو ہیں اسرارِ حال	ہاں زبانِ بے زباں سے قم تعال
دم مزن تا بشنوی زاں دم زباں	آنچہ ناید در بیان و در زماں
دم نہ مار اور سن پھر اُس دم مارسے	جو نہ خود ذکر و زماں میں آسکے
دم مزن تا بشنوی زآں آفتاب	آنچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم نہ مار اور سن بیانِ آفتاب	جس سے خالی ہے کتاب اور ہر خطاب
دم مزن تا دم زند بہرِ تو روح	آشنا بگذار در کشتی نوحؑ
چپ ہو تا تیرے لئے بولے یہ روح	تیرنا چھوڑ اور لے کشتی نوحؑ

حضرت نوحؑ کے لڑکے کی سرکشی

ہمچو کنعاں کآشنا میکرد او	کہ نخواہم کشتی نوحؑ عدو
مثل کنعاں کے کہ وہ تھا تیرتا	نوحؑ کی کشتی کا طالب ہی نہ تھا
ہیں بیا در کشتی بابا نشیں	تا نگردی غرقِ طوفاں اے مہیں
نوحؑ بولے بیٹھ جا کشتی میں آ	غرقِ طوفاں ہو نہ جائے بے وفا
گفت نے نے آشنا آموختم	من بجز شمعِ تو شمع افروختم
بولا آتا ہے مجھے تو تیرنا	شمع سے تیری جلاؤں شمع کیا
ہیں مکن کایں موجِ طوفانِ بلاست	دست و پائے آشنا امروز لاست
نوحؑ بولے یہ ہے طوفانِ بلا	تیرنے والے کے دست و پا ہیں لا
باد قہرست و بلائے شمع کش	جز کہ شمعِ حق ہمے پاید خمش
ہے بلائے قہر بادِ شمع کش	شمعِ حق کے ماسوا ہو جا خمش

۱؎ (گذشتہ صفحہ کا نوٹ) یعنی آؤ۔ پیامِ دعوت و طلب۔
۲؎ اٹھ آ۔

گفت نے رفتم برآں کوہ بلند ‖ عاصمست آں کوہ مرا از ہر گزند

بولا میں اس کوہ پر چڑھ جاؤنگا ‖ اور اماں ہر ابتلا سے پاؤں گا

ہیں مکن کہ کوہ کاہست ایں زماں ‖ جز حبیبِ خویش را ندہد اماں

نوح[3] بولے۔کوہ خود ہے مثلِ کاہ ‖ دوست کو اپنے فقط دیگا پناہ

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام ‖ کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ ام

بولا میں تیری نصیحت کب سنوں ‖ کر نہ لالچ، کب ترے کنبے سے ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا ‖ من بریم از تو در ہر دو سرا

بات یہ تیری نہیں کچھ خوشگوار ‖ میں نہیں دونوں جہاں میں ذمہ دار

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست ‖ مر خدا را خویش و انباز نیست

نوح[3] بولے۔دن یہ نازش کا نہیں ‖ ہے شریک و خویش بھی اسکا کہیں؟

تا کنوں کردی تو ایں دم ناز کیست ‖ اندریں درگاہِ گیرا ناز کیست

ناز اب تک کر چکا۔اب ناز کیا ‖ ناز اس درگہ میں کرنا ہے خطا

لم یلد لم یولد ست او از قدم ‖ نہ پدر دارد نہ فرزند و نہ عم

لم یلد[1] ہے اور لم یولد[2] وہ ذات ‖ باپ بیٹے سے بری، عالی صفات

نازِ فرزنداں کجا خواہد کشید ‖ نازِ بابایاں کجا خواہد شنید

ناز بیٹوں کا اٹھائے گا وہ کیا ‖ ناز باپوں کا ہے اسنے کب سنا

نیستم مولود پیرا کم بناز ‖ نیستم والد جوانا کم گراز

ہوں نہ بیٹا۔ناز کر بابا نہ ہاں ‖ ہوں نہ والد۔ناز کم کر اے جواں

نیستم شوہر نیم من شہوتی ‖ ناز را بگذار اینجا اے ستی

میں نہیں ہوں شہوتی شوہر مگر ‖ ناز مجھ سے اس قدر خانم نہ کر

[1] اسنے کسی کو نہیں جنا ۔ [2] وہ کسی سے نہیں جنا گیا ۔

[3] یہ اشعار گویا خدا کی زبانِ حال سے ہیں ۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار	اندریں حضرت ندارد اعتبار
ماسوائے عاجزی و انکسار	کس کو اس درگاہ میں ہے اعتبار
گفت بابا سالہا ایں گفتۂ	باز میگوئی بجہل آشفتۂ
بولا بابا مدتوں کہتا رہا	پھر وہی باتیں جہالت سے بکا
چند ازینہا گفتۂ با ہر کسے	تا جواب سرد بشنودی بسے
تو نے کی یہ گفتگو ہر شخص سے	اور جواب سرد پایا۔ دیکھ لے
ایں دم سرد تو در گوشم نرفت	خاصہ اکنوں کہ شدم دانا و زفت
تیری سرد آہیں میں سن سکتا نہیں	اب میں دانشمند ہوں کر لے یقیں
گفت بابا چہ زیاں دارد اگر	بشنوی یکبار تو پندِ پدر
نوحؑ بولے ہو ترا نقصان کیا	مان لے اک بار کہنا باپ کا
ہمچنیں میگفت او پندِ لطیف	ہمچنیں میگفت او دفعِ عنیف
وہ نصیحت اس کو دیتے ہی رہے	اور جواب سخت لڑکے نے دیے
نے پدر از نصحِ کنعاں سیر شد	نے دمے در گوش آں ادبر شد
باپ کو سیری نصیحت سے نہ تھی	اور نہ بیٹے نے سنی اک بات بھی
اندریں گفتن بُدند و موج تیز	بر سرِ کنعاں زد و شد ریز ریز
کہیں یہ باتیں آئیں موجیں جوش پر	ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کنعاں کا سر
نوحؑ گفت اے پادشاہِ بُردبار	مر مرا خر مُرد و سیلت بُرد بار
نوحؑ بولے اے خدائے بُردبار	خر مرا اور لے گئی موج اس کا بار
وعدہ کردی مر مرا تو بارہا	کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا
وعدہ تو نے بارہا مجھ سے کیا	اہل تیرے ہوں گے طوفاں سے رہا
دل نہادم بر امیدت من سلیم	پس چرا بربود سیل از من گلیم
مطمئن تھا میں تری امید پر	لے گئی موجیں مری کملی کدھر

گفت او از اہل خویشانت نبود | خود ندیدی تو سفیدی از کبود

بولا یک تھا خویش وہ گم کردہ راہ | کچھ نہ سمجھا تو سفید اور یہ سیاہ

چونکہ دندان ترا کرم اوفتاد | نیست دندان برکنش اے اوستاد

جب ترے دانتوں میں کیڑے لگ گئے | اب اکھاڑ اُن کو وہ دنداں کب رہے

تاکہ باقی تن نگردد زار ازو | گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو

تاکہ باقی تن نہ اُن سے زار ہو | خود تو اپنی ملک سے بیزار ہو

گفت بیزارم ز غیر ذات تو | غیر نبود آنکہ او شد مات تو

بولے ہوں بیزار تیرے غیر سے | غیر وہ کب ہے جو تجھ سے مات ہے

تو ہمی دانی کہ چونم با تو من | بیست چندانم کہ با باران چمن

جانتا ہے تو نہیں کیا ہوں تیرے ساتھ | اس سے بڑھ کر جو چمن باراں کے ساتھ

زندہ از تو شاد از تو عائلے | مغتذی بے واسطہ بے حائلے

تجھ سے ہے محتاج زندہ اور شاد | رزق سے بے واسطہ ہے بامراد

متصل نے منفصل نے اے کمال | بلکہ بے چون و چگونہ ز اعتلال

متصل کب منفصل کب یہ کمال | بلکہ بے چون و چرا ہے اعتدال

ماہیانیم و تو دریائے حیات | زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات

مچھلیاں ہم تو ہے دریائے حیات | زندہ تیرے لطف سے ہے کائنات

تو نگنجی در کنار فکرتے | نے بہ معلولے قرین با علتے

فکر میں بھی تو سما سکتا نہیں | علت و معلول سے کب ہے قرین

پیش ازین طوفان و بعد ازین مرا | تو مخاطب بودۂ در ماجرا

پہلے اس طوفان کے اور بعد از آں | تو مخاطب تھا ہر اک حالت میں ہاں

با تو می گفتم نہ با ایشاں سخن | اے سخن بخش نو و آن کہن

اُن سے کیا میں تجھ سے ہوں گرم سخن | سب کو تو ہی دے سخن نو یا کہن

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن | گاہ با اطلال و گاہے با دمن
رات دن کرتا ہے عاشق گفتگو | بستیوں سے اور کھنڈر سے موبمو

روئے در اطلال کردہ دائما | او کرا میگوید این مدحت کرا
وہ کھنڈر کی سمت کرکے رخ سدا | ہم سخن کس سے ہے اور مدحت سرا

شکر طوفاں را کنوں بگماشتی | واسطہ اطلال را برداشتی
شکر ہے طوفاں کیا تو نے بپا | ہو گیا فانی کھنڈر کا واسطا

زانکہ اطلال لئیم و بد پیند | نے ندائے نے صدائے میزنند
کیونکہ تھے منحوس یہ سارے کھنڈر | تھی صدا اُن میں نہ نغموں کا گذر

من چناں اطلال خواہم در خطاب | کز صدا چوں کوہ واگوید جواب
چاہتا ہوں وہ کھنڈر وقت خطاب | دیں صدا کا کوہ کی صورت جواب

تا مثنّٰی بشنوم من نام تو | عاشقم بر نام جاں آرام تو
نام تیرا تا دوبارہ میں سنوں | نام پر تیرے میں عاشق دل سے ہوں

ہر نبی زاں دوست دارد کوہ را | تا مثنّٰی بشنود نام ترا
دوست رکھیں کوہ کو یوں انبیا | تا دوبارہ نام وہ سن لیں ترا

آں کہ پست مثال سنگلاخ | موش را شاید نہ ما را در مناخ
پست وہ کہسار جو سنگین ہو | مجھ کو تو کیا ہے ضروری موش کو

من بگویم او نگردد یار من | بے صدا ماند دم گفتار من
میں کہوں اور وہ نہ سنے مجھ کو سکوں | بے صدا رہ جائے جب میں کچھ کہوں

با زمیں آں بہ کہ ہموارش کنی | نیست ہمدم با قدم یارش کنی
کہ زمیں کے ساتھ تو ہموار اسے | جب نہیں ہمدم تو پامالی ہی دے

گفت اے نوح ار تو خواہی جملہ را | حشر گردانم برآرم از ثری
دی ندا حق نے جو چاہے نوح تو | پھر جلا دوں سب کو تیرے روبرو

بهرِ کنعانے دلِ تو نشکنم ۔ لیک تا احوالِ او آگہ کنم

بهرِ کنعاں دل نہ توڑونگا ترا ۔ حال سے تجھ کو کروں واقف ذرا

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا ۔ ہم کنی غرقہ اگر باید ترا

بولے ۔ ہاں ہاں میں تو راضی ہوں تجھے ۔ غرق کر دے گر ضرورت ہو تجھے

ہر زمانم غرقہ میکن من خوشم ۔ حکمِ تو جانست چوں جاں میکشم

خوش ہوں مجھ کو غرق کر دے جب کبھی ۔ حکم تیرا جان ہے تا زندگی

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم ۔ او بہانہ باشد و تو منظرم

کس کو دیکھوں اور دیکھوں بھی اگر ۔ ہو وہ حیلہ اور تو مدِّ نظر

عاشقِ صنعِ توام در شکر و صبر ۔ عاشقِ مصنوع کے باشم چو گبر

عاشقِ صنعت ہوں شکر و صبر میں ۔ گبر ہی مصنوع سے اُلفت کریں

عاشقِ صنعِ خدا با فر بود ۔ عاشقِ مصنوعِ او کافر بود

عاشقِ صنعِ خدا ہے بہتریں ۔ عاشقِ مصنوع ، کافر بالیقیں

درمیانِ ایں دو فرقے بس خفیست ۔ خوش شناسد آنکہ در رویت صفیست

درمیاں اِن دو ہے فرقِ خفی ۔ جانے وہ جس کو بصیرت ہے جلی

دو حدیثوں کی مطابقت

دی سوالے کرد سائل مر مرا ۔ زانکہ عاشق بود او بر ماجرا

مجھ سے سائل نے کیا کل یہ سوال ۔ کیونکہ وہ تھا بحث پر عاشق کمال

گفت نکتۂ الرّضا بالکفر کفر ۔ ایں پیمبر گفت و گفتِ اوست مہر

ہے جو نکتہ ' الرّضا بالکفر کفر[1] ۔ قولِ پیغمبر ہے ' قول اُن کا ہے مہر

[1] کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے ۔

باز فرمود او که اندر ہر قضا ۔ مر مسلماں را رضا باید رضا

پھر یہ فرمایا کہ ہو کوئی قضا ۔ چاہیے مومن ہو راضی بہ رضا

نے قضائے حق بود کفر و نفاق ۔ گر بدیں راضی شوم باشد شقاق

کیا قضائے حق نہیں کفر و نفاق ۔ کفر ہو گر لوں جو اس سے اتفاق

ور نیم راضی بود آں ہم زیاں ۔ پس چہ چارہ باشدم اندر میاں

اور نہ ہوں راضی تو اس میں ہے زیاں ۔ پس علاج اس کا ہے کیا کیجے بیاں

گفتمش ایں کفر مقضی نے قضاست ۔ ہست آثار قضا ایں کفر راست

بولا یہ ہے کفر مقضی کب قضا ۔ کفر کے آثار اس میں ہیں تو کیا

پس قضا را خواجہ از مقضی بداں ۔ تا شکالت حل شود اندر زماں

تو قضا کو مقضی سے تعبیر کر ۔ تا کہ مشکل تیری حل ہو جائے پھر

راضیم در کفر زاں رو کہ قضاست ۔ نے ازاں رو کہ نزاع کفر ماست

کفر پہ راضی ہوں گر وہ ہو قضا ۔ پر نہ ہو جھگڑا ہمارے کفر کا

کفر از روئے قضا خود کفر نیست ۔ حق را کافر مخواں اینجا مایست

کفر از روئے قضا ہے کفر کب ۔ حق کو کافر کہ رہا ہے بے ادب

کفر جہلست و قضائے کفر علم ۔ ہر دو یک کے باشد آخر حلم و خلم

کفر ہے جہل اور قضائے کفر علم ۔ ایک ہو سکتے ہیں کیونکر حلم و خلم

زشتی خط زشتی نقاش نیست ۔ بلکہ از وے زشت را بنمودنیست

بد نقشی زشتی نہیں نقاش کی ۔ بلکہ اس سے نقش کی زشتی کھلی

قوت نقاش باشد آنکہ او ۔ ہم تواند زشت کردن ہم نکو

خوبیاں نقاش میں ہیں اس کے تا ۔ اچھا کھینچے نقش یا کھینچے برا

لہ قضا و الا ؂

لہ غصہ اور غضب ؂

گر کشایم بحث این را من بساز — تا سوال و تا جواب آید دراز

بحث کو چھیڑوں اگر اے دلنواز — ہو سوال اس کا جواب اسکا دراز

ذوقِ نکتہ عشق از من میرود — نقشِ خدمت نقشِ دیگر میشود

ذوقِ عشق اس طرح ہو جاتے جدا — نقشِ خدمت کا ہو نقشہ دوسرا

حیرت بحث و فکر کی مانع ہے

آں یکے مرد دو مو آمد شتاب — پیشِ یک آئینہ دارِ مستطاب

آیا اک تل چاولی ڈاڑھی سے لئے — مضطرب سا پاس اک حجام کے

گفت از ریشم سفیدی کن جدا — کہ عروس نو گزیدم اے فتیٰ

بولا ڈاڑھی سے سفیدی کر جدا — ہیں عروس نو ہوں لایا مہ لقا

ریش او ببرید و کل پیشش نہاد — گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد

اُسنے ڈاڑھی کاٹ کر آگے رکھی — اور کہا تو بال چن آیا ابھی

ایں سوال و ایں جواب است اے گزیں — کہ سر اینہا ندارد مردِ دیں

یہ سوال اور یہ جواب اے نکتہ چیں — کچھ خیال اس کا نہ رکھتے مردِ دیں

ایں یکے زد سیلیے مر زید را — حملہ کرد او ہم برائے کید را

اک نے آکر زید کے تھپڑ دیا — زید نے بھی بدلے میں حملہ کیا

گفت سیلی زن سوالے میکنم — پس جوابم گوے و آنگہ میزنم

بولا سیلی زن تجھے اک سوال — دے جواب اور پیٹ لینا پھر کمال

بر قفائے تو زدم آمد طراق — یک سوالے دارم اینجا در وفاق

مارا گردن پہ صدا آئی تڑاق — پوچھتا ہوں تجھ سے از راہِ وفاق

۱ تھپڑ مارنے والا ۔

۲ صحبت ۔

این سوال از تو همی پرسم بگو | حل کن اشکال مرا اے نیکخو
پوچھتا ہوں تجھ سے دے اسکا جواب | حل مری مشکل کو کر اے کامیاب
این طراق از دست من بود آن یا | از قفاگاہ تو اے فخر کیا
یہ تڑاقہ ہاتھ سے میرے ہوا | یا تری گدی سے آئی تھی صدا
گفت از درد این فراغت نیستم | کہ درین فکر و تامل بیستم
بولا مجھ کو درد سے فرصت نہیں | تا کروں فکر و تامل بالیقیں
تو کہ بیدردی همی اندیش این | نیست صاحب درد را این فکر هین
تو کہ ہے بیدرد اس کی فکر کر | فکر اہل درد کو کب ہے مگر
دردمنداں را نباشد فکر غیر | خواہ در مسجد برو خواہی بدیر
دردمندوں کو نہیں کچھ فکر غیر | خواہ تو مسجد میں جا یا سوئے دیر
غفلت و بیدردیت فکر آورد | در خیالت نکتہ بکر آورد
فکر اٹھتی ہے دل بیدرد سے | نکتے جو تخئیل میں پیدا کرے
جز غم دین نیست صاحب درد را | مے شناسد مرد را و گرد را
ہے غم دیں صرف اہل درد کو | جانتا ہے مرد کو اور گرد کو
حکم حق را بر سر و دیدہ نہد | حفظ فکر خویش یکسو مے نہد
حکم حق کو وہ سر آنکھوں پر رکھے | کچھ نہ اپنی فکر کی پروا کرے

صحابہ کرامؓ میں کوئی حافظ نہ تھا

در صحابہؓ کم بُدے حافظ کسے | گرچہ شوقے بود جانشاں را بسے
ہاں صحابہؓ میں کوئی حافظ نہ تھا | گرچہ اس کا شوق اُن کو تھا بڑا
مغز علم افزود کم شد پوستش | زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
بڑھ گیا علم اور رہا باقی نہ پوست | کیونکہ عاشق کو جلا دیتا ہے دوست

زانکہ چون مغزش در آگند و رسید ۔۔۔ پوستہا شد بس رقیق و واکفید

چونکہ ان کا مغز تھا بالکل بھرا ۔۔۔ پوست نازک ہوتے ہوتے پھٹ گیا

قشرِ جوز و فستق و بادام ہم ۔۔۔ مغز چون آگندشان شد پوست کم

پستہ بادام اور پوست اخروٹ کے ۔۔۔ مغز جب بڑھنے لگا گھٹنے لگے

وصفِ مطلوبی چو ضدِ طالبی ست ۔۔۔ وحی برق نور سوزان نبی ست

ضدِ طالب وصف ہے مطلوب کا ۔۔۔ وحی برقِ نور سے قرآں جلا

چون تجلی کرد اوصافِ قدیم ۔۔۔ پس بسوزد وصفِ حادث را گلیم

جب عیاں ہوتے ہیں اوصافِ قدیم ۔۔۔ جلتی ہے پھر وصفِ حادث کی گلیم

ربع قرآں ہر کرا محفوظ بود ۔۔۔ جلّ فینا از صحابہ مے شنود[۱]

پاؤ قرآں حفظ جس کو یاد تھا ۔۔۔ جلّ فینا کہتے اصحاب سے وفا

جمع صورت با چنیں معنیِ ژرف ۔۔۔ نیست ممکن جز ز سلطانے[۲] شگرف

جمع صورت اسقدر معنی کے ساتھ ۔۔۔ ہے فقط شاہنشہِ عالی کے ہاتھ

در چنیں مستی مراعاتِ ادب ۔۔۔ خود نباشد ور بود باشد عجب

ایسی مستی میں مراعاتِ ادب ۔۔۔ خود نہیں رہتیں رہیں تو ہے عجب

اندر استغنا مراعاتِ نیاز ۔۔۔ جمع ضدین ست چوں گرد و دراز

ہو جو استغنا میں بھی پاس نیاز ۔۔۔ ہے ضدوں کی جمع کیونکہ ہو دراز

جمع ضدین از نیاز [illegible] و ناز ۔۔۔ باز در وقتِ تحیّر امتیاز

دو ضدوں کی وجہ ہیں ناز و نیاز ۔۔۔ اور پھر وقتِ تحیّر امتیاز

چوں عصا معشوقِ عمیاں میشود ۔۔۔ کور خود صندوقِ قرآں میشود

ہے عصا معشوق اندھوں کا یہاں ۔۔۔ کور ہو قرآن کا صندوق ہاں

۱؎ ہم میں بزرگ ہے ۔

۲؎ عارفِ کامل سے مراد ہے ۔

گفت کوراں خود صنادیقند پر ‏ ‏ از حدیث و مصحف و ذکر و نذر

بیشک اندھے ہیں خود صندوق ہی ‏ ‏ جن میں قرآں اور حدیثیں ہیں بھری

باز صندوقے پر از قرآں بہ است ‏ ‏ زانکہ صندوقے بود خالی بدست

جس میں ہو قرآں۔ وہ ہے صندوق خوب ‏ ‏ اس سے جو خالی ہو اور ہو پر عیوب

باز صندوقے کہ خالی شد ز بار ‏ ‏ بہ ز صندوقے کہ پر موش است و مار

پھر ہے جو صندوق خالی بار سے ‏ ‏ بہتر اس سے جو بھرا ہو مار سے

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد ‏ ‏ گشت دلالہ بہ پیش مرد سرد

مرد کو ہوتا ہے حاصل وصل جب ‏ ‏ پھیکا پڑتا ہے رخ دلالہ تب

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح ‏ ‏ شد طلبگاری علم اکنوں قبیح

پہنچا جب مطلوب تک تو اے فتا ‏ ‏ پھر طلب کرنا برا ہے علم کا

چوں شدی بر بامہائے آسماں ‏ ‏ سرد باشد جستجوئے نردباں

جبکہ تو ہو باریاب آسماں ‏ ‏ پھر ہے ناحق جستجوئے نردباں

جز برائے یاری و تعلیم غیر ‏ ‏ سرد باشد راہ خیر از بعد خیر

ماسوائے یاری و تعلیم غیر ‏ ‏ سرد راہ خیر ہے بس بعد خیر

آئنہ روشن کہ شد صاف و جلے ‏ ‏ جہل باشد بر نہادن صیقلے

آئنہ روشن ہو جب اور ہو صفا ‏ ‏ جہل ہے صیقل کا اس پر پھیرنا

پیش سلطاں خوش نشستہ در قبول ‏ ‏ جہل باشد جستن نامہ رسول

پیش سلطاں جبکہ ہے تو خود قبول ‏ ‏ جہل ہے پھر ڈھونڈنا خط اور رسول

معشوق کے سامنے عاشق کا نامہ محبت پڑھنا

آں یکے را یار پیش خود نشاند ‏ ‏ نامہ بیروں کرد و پیش یار خواند

اک کو پاس اپنے بٹھایا دوست نے ‏ ‏ لے کے خط پڑھنے لگا وہ سامنے

بیتہا در نامۂ مدح و ثنا	زاری و مسکینی و بس لابہا
نامہ کے وہ شعر وہ مدح و ثنا	وہ خوشامد اور وہ رونا جھینکنا
گریہ و افغان و حزن و درد خویش	خواری و بیزاری با اہل خویش
وہ فغاں و رنج اور وہ زاریاں	خواریاں اور اپنوں سے بیزاریاں
دوری و رنجوری ز ہجران دوست	ذکر پیغام و رسول از مغز و پوست
دوری و رنجوری و آلام وہ	جھوٹے سچے نامہ و پیغام وہ
ہمچناں میخواند با معشوق خود	تا کہ بیروں شد ز حد و از عدد
سامنے معشوق کے ایسے پڑھا	حد و اندازہ سے آگے بڑھ گیا
گفت معشوق ایں اگر بہر منست	گاہ وصل ایں عمر ضائع کردنست
دوست بولا یہ جو ہے میرے لئے	پھر تو کیوں لکھتا ہے گھنٹے وصل کے
من بہ پیشت حاضر و تو نامہ خواں	نیست ایں باری نشان عاشقاں
میں ہوں تیرے پاس تو ہے نامہ خواں	ہاں نہیں ہے عاشقوں کا یہ نشاں
گفت اینجا حاضری اما ولیک	من نمی یابم نصیب خویش نیک
بولا عاشق تو تو حاضر ہے ولیک	اپنی قسمت کو نہیں پاتا ہوں نیک
آنچہ می دیدم ز تو پاریہ سال	نیست اینم گرچہ می بینم وصال
تجھ سے جو کچھ دیکھتا تھا پار سال	وہ نہیں اب گرچہ حاصل ہے وصال
من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام	دیدہ و دل ز آب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمے سے پانی ہے پیا	دل کو اور آنکھوں کو ہے تازہ کیا
چشمہ می بینم ولیکن آب نے	راہ آبم را مگر زد رہزنے
چشمہ ہے لیکن وہ پانی اب کہاں	راہزن نے راہ ماری ہے کہاں
گفت پس من نیستم معشوق تو	من ببلغار و مرادت در قتو
بولا میں تیرا نہیں معشوق جا	میں ہوں مشرق میں تو مغرب میں پڑا

عاشقی تو بر من و بر حالتے — حالت اندر دست نبود اے فتے

مجھ پہ عاشق ہے کہ میرے حال پر — کب ہوا قابو کسی کے حال پر؟

پس نیم کلی مطلوب تو من — جزو مقصودم ترا اندر زمن

ہیں نہیں معشوق کلی اب ترا — جزو ہوں میں اک ترے مقصود کا

خانۂ معشوقم و معشوق نے — عشق بر نقد است بر صندوق نے

خانۂ معشوق ہوں معشوق نے — نقد سے ہے عشق کب صندوق سے

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود — مبتدا و منتہایت او بود

ہے وہی معشوق جو یکتا رہا — ہو جو تیری ابتدا و انتہا

چوں بیابی اش نباشی منتظر — ہم ہویدا او بود ہم نیز سر

جب اسے پائے نہ ہو تو منتظر — ظاہر و باطن میں ہو تیرا مقر

میر احوال است نے موقوف حال — بندۂ ایں ماہ باشد ماہ و سال

حال کا حاکم۔ نہیں پابند حال — ماہ کے بندے بنے ہیں ماہ و سال

چوں بگوید حال را فرماں کند — چوں بخواہد جسمہا را جاں کند

جب وہ چاہے حال کو فرماں کرے — اور جب وہ چاہے تن کو جاں کرے

منتہی نبود کہ موقوف است او — منتظر بنشستہ باشد حال جو

وہ سدا یکساں ہے کب ہے منتہی — منتظر کب حال کا ہے اے اخی

کیمیائے حال باشد دست او — دست جنباند شود مس مست او

کیمیائے حال اس کا ہاتھ ہاں — جب ہلائے مست مے ہو لے گماں

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود — خار و نشتر نرگس و نسریں شود

وہ جو چاہے موت کو شیریں کرے — خار و نشتر کو گل و نسریں کرے

او بود سلطان حال اندر روش — نے چو تو محروم از حال و کشش

صورت سلطان حال اس کی روش — کب ہے وہ محروم جذبات و کشش

آنکہ او موقوفِ حالست آدمیست — کہ گہے افزون و گاہے در کمیست

حال کا پابند ہے یہ آدمی — گاہ اس میں ہے فزونی گہ کمی

لیک صافی فارغست از وقت و حال — صوفی ابن الوقت باشد در مثال

کچھ نہیں صوفی کو فکرِ وقت و حال — صوفی ابن الوقت ہے بہرِ مثال

حالہا موقوفِ فکر و رائے او — زندہ از نفخِ مسیح آسائے او

حال ہیں پابند اس کی فکر کے — زندہ ہیں اس کے مسیحی نفس سے

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی — بر امیدِ حال و بر من مے تنی

حال کا عاشق تو میرا کب مگر — تیرا عاشق ہے اُمیدِ حال پر

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود — نیست معبودِ خلیل آفل بود

جو کبھی ناقص کبھی کامل ہوا — وہ نہیں معبود اور نہ آفل ہوا

وانکہ آفل باشد و گہ آن و ایں — نیست دلبر لا احب الآفلین

ہے جو فانی حال پر قائم نہیں — کب ہے دلبر لا احب الآفلین[1]

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوشیست — یک زمانے آب و یکدم آتشست

جو کبھی خوش ہے کبھی ناخوش ہے یار — گاہ پانی ہے تو گہ مانندِ نار

برجِ مہ باشد ولیکن ماہ نے — نقشِ بت باشد ولے آگاہ نے

برجِ مہ ہو ماہ ہو سکتا نہیں — نقشِ بت آگاہ ہو سکتا نہیں

ہست صوفیِ صفا جو ابنِ وقت — وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت

صوفیِ صافی ہے گویا ابنِ وقت — وقت کو جوں باپ کے پکڑا ہے سخت

لیک صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال — ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال

ہے جو صوفی غرقِ عشقِ ذوالجلال — کب کسی کا ہے پسر، فارغ ز حال

[1] میں فنا ہو جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

غرق نورے کہ او لم یولد است — لم یلد لم یولد آن ایزد است

غرق ہے اس میں کہ لم یولد ہے وہ — لم یلد لم یولد اور ایزد ہے وہ

رو چنیں عشقے گزیں گر زندہ — ورنہ وقت مختلف را بندہ

عشق ایسا کر اگر تو زندہ ہے — مختلف وقتوں کا ورنہ بندہ ہے

منگر اندر نقش زشت و خوب خویش — بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش

نقش اپنے تو نہ دیکھ اچھے برے — عشق اور معشوق ہی کو دیکھ لے

منگر ایں را کہ حقیری یا ضعیف — بنگر اندر ہمت خود اے شریف

تو نہ دیکھ اس کو ہے دُبلا یا ضعیف — اپنی ہمت پر نظر کر اے شریف

تو بہر حالے کہ باشی مے طلب — آب میجو دائما اے خشک لب

تو ہو جس حالت میں رکھ حسن طلب — ڈھونڈ دائم آب کو اے خشک لب

کاں لب خشکت گواہی میدہد — کو بآخر بر سر منبع رود

خشک لب تیرے ہیں خود اس کے گواہ — پہنچے گا سرچشمہ پر اے خوش نگاہ!

خشکی لب ہست پیغامے ز آب — کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب

خشکی لب کیا ہے اک پیغام آب — تجھ کو لے آئے گا آخر تک اضطراب

کایں طلبگاری مبارک جنبشیست — ایں طلب در راہ حق مانع کشیست

اس طلب میں ہیں مبارک جنبشیں — راہ حق میں اس کو مانع کشش نہیں

ایں طلب مفتاح مطلوبات تست — ایں سپاہ و نصرت رایات تست

یہ طلب کنجی ہے مطلوبات کی — فوج ہے یہ فتح اور رایات کی

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح — میزند نعرہ کہ مے آید صباح

یہ طلب جوں مرغ دے بانگ ظفر — اور چلائے کہ آئی ہے سحر

گرچہ آلت نیستت تو مے طلب — نیست آلت حاجت اندر راہ رب

گو نہیں ساماں ہے پھر بھی کر طلب — راہ رب میں حاجت ساماں ہے کب

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر! — یار او شو پیش او انداز سر

جس کو تو دیکھے طلبگار اے پسر! — ساتھی اس کے جھکا دے اپنا سر

گر جوارِ طالباں طالب شوی — در ظلالِ غالباں غالب شوی
طالبوں کے سائے میں طالب ہو تو — غالبوں کے سائے میں غالب ہو تو

گر یکے مورے سلیمانی بجست — منگر اندر جستنِ او سست سست
چیونٹی گر عزمِ سلیمانی کرے — تو نہ دیکھ اس کو نگاہِ سست سے

ہرچہ داری تو زمال و پیشہ — نے طلب بود اوّل و اندیشہ
مال اور پیشہ جو تو رکھتا ہے اب — اس کی پہلے تھی کہاں فکر و طلب

گر یکے گنجے بیابد نادرست — ور بایستد از طلب ہم قاصر است
اک خزانہ پائے تو نادر ہے وہ — اور طلب سے گر رکے تو قاصر ہے وہ

ہر کہ چیزے جست بیشک یافت اُو — چوں بجد اندر طلب بشتافت او
جس نے جو ڈھونڈا اسے بے شک ملا — جب طلب کی راہ میں دوڑا گیا

چوں نہادی در طلب پا اے پسرا — یافتی و شد میسّر بے خطر
پاؤں جب رکھا طلب میں اے پسرا — ہو گیا سب کچھ میسّر بے خطر

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب — تا بیابی ہرچہ خواہی اے عجب
ہاں نہ رہ اے خواجہ اکدم بے طلب — تا جو کچھ چاہے تو ملے وہ تجھ کو سب

عاقبت جوینده یابنده بود — چونکہ در خدمت شتابنده بود
جو کوئی ڈھونڈے گا۔ آخر پائے گا — جبکہ وہ خدمت میں دوڑا جائے گا

در طلب چالاک شو زاں فتح باب — مے طلب واللہ اعلم بالصواب
ہو طلب میں مستعد اور فتح[1] باب — کر طلب۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک سست آدمی کا قصہ

آں یکے در عہدِ داؤدؑ نبی — نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غبی
عہدِ داؤدؑ نبی میں تھا کوئی — سامنے نادان و دانا کے اخی!

[1] دروازے کا کھلنا۔ حصول مقصد۔

این دعا میکرد دائم کای خدا! — ثروتے بے رنج روزی کن مرا

یوں دعا کرتا تھا دائم - اے خدا! — مال بے محنت مشقت کر عطا

چوں مرا تو آفریدی کاہلے — زخم خوارے سست جنبے منبلے

تو نے جب کاہل مجھے پیدا کیا — زخم خوردہ، سست بازو، مبتلا

بر خران پشت ریش بیمراو — بار اسپان و اشتران نتوان نہاد

جن گدھوں کی پیٹھ ہو جائے فگار — اونٹ گھوڑوں کا لدے کیا اُن پہ بار

کاہلم چوں آفریدی اے ملی! — روزیم دہ ہم ز راہ کاہلی

جب کیا پیدا ہے کاہل اے غنی! — رزق دے مجھ کو برائے کاہلی

کاہلم من سایہ خسپم در وجود — خفتم اندر سایۂ احسان وجود

سست ہوں میں اور کاہل جسم میں — سائے میں احسان کے ہیں رہتیں

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر — روزیے بنہادۂ نوعے دگر

کاہلوں راحت پسندوں کو مگر — رزق تو دیتا ہے با نوعِ دگر

ہر کرا پا ہست جوید روزیے — ہر کرا پا نیست کُن دلسوزیے

پاؤں جس کے ہیں - وہ روزی ڈھونڈلے — اور تو بے کس کی دلجوئی کرے

رزق را می راں بسوئے این حزیں — ابر را باراں بسوئے ہر زمیں

بھیج میرا رزق میں بھی ہوں حزیں — ابر کو برسا دے سوئے ہر زمیں

چوں زمیں را پا نباشد جود تو — ابر را راند بسوئے او دو تو

ہے زمین بے دست و پا تیرا کرم — ابر اس کی سمت بھیجے دمبدم

طفل را چوں پا نباشد مادرش — آید و ریزد وظیفہ بر سرش

بچہ جب بے پاؤں کا ہوتا ہے تاں — دودھ اس کو ہے پلاتی بیکماں

روزیے خواہم بناگہ بے تعب — کہ ندارم من ز کوشش جز طلب

مانگتا ہوں رزق بے فکر و تعب — ہے مری کوشش فقط حسنِ طلب

مدتے بسیار میکرد این دعا | روز تا شب شب ہمہ شب تا ضحیٰ
مدتوں کرتا رہا وہ یہ دعا | صبح تک شب سے سحر سے تا مسا

خلق میخندید بر گفتار او | بر طمع خامے و بر بیکار او
ہنستے تھے لوگ اس کی اس گفتار پر | طمع خام اور ناروا بیکار پر

کہ چہ میگوید عجب این سست ریش | یا کسے دادست بنگ بیہشیش
بک رہا ہے بے شعور احمق یہ کیا | بھنگ اسے شاید کسی نے دی پلا

راہِ روزی کسب و رنج است و تعب | ہرگز این نادر نشد و رشد عجب
شرط بہر رزق ہے کسب و تعب | یہ نہیں نادر، جو ہو تو ہے عجب

ہر کرا او پیشہ داد و طلب | از رہِ کسب و تعب با رنج و تب
جس کسی کو دے وہ پیشہ یا طلب | ہے ضروری رنج اور کسب و تعب

اطلبوا الارزاق من اسبابہا | ادخلوا الاوطان من ابوابہا
رزق کو ڈھونڈو مگر اسباب سے | ہو وطن میں داخل ابواب سے

شاہ و سلطان و رسول حق کنون | ہست او داؤدِ نبی ذو فنون
شاہ و سلطان اور رسول ذوالمنن | ہیں جو داؤدؑ نبی ممتاز فن

ہست فرمان او ز وحش و طیر | در ہمہ روئے زمین او راست سیر
حکم میں آج انکے سب ہیں وحش و طیر | وہ زمیں پر ہر جگہ کرتے ہیں سیر

با چنان عزے و نازے کاندر ست | کہ گزیدش عنایتہائے دوست
کیسے باعزت ہیں، اہلِ ناز ہیں | لطف سے خالق کے وہ ممتاز ہیں

معجزاتش بے شمار و بے عدد | موج بخششہائیش مدد اندر مدد
معجزے ہیں بے شمار اور بے عدد | موج بخشش سے انہیں حاصل مدد

ہیچکس را خود ز آدمؑ تا کنون | کے بُدست آواز ہمچون ارغنون
آج تک آدمؑ سے لے کر کون تھا | جس نے پائی ارغنوں کی سی صدا

کو بہر وعظے بپیراند دو لیست ۔۔۔ آدمی اصوت خویش کرد نیست

آدمی ہر وعظ میں دو سو مریں ۔۔۔ اپنی خوش لحنی سے وہ بیجاں کریں

شیر و آہو جمع گردد آں زماں ۔۔۔ سوئے تذکیرش مغفل این ازان

شیر و آہو جمع ہوتے ہیں وہاں ۔۔۔ ذکر سے بے ہوش ہو کر بیگماں

کوہ و مرغاں ہم رسائل با دمش ۔۔۔ ہر دو اندر وقت دعوت محرمش

کوہ و مرغ ان کے ہوں سارے ہم زباں ۔۔۔ وقت دعوت وہ ہوں محرم بیگماں

این و صد چنداں مر اورا معجزات ۔۔۔ نور رویش بے جہات و در جہات

یہ اور اپنے سیکڑوں ہیں معجزے ۔۔۔ نور ان کا بے جہت ہر جا رہے

با ہمہ تمکیں خدا روزیّ او ۔۔۔ کردہ باشد بستہ اندر جستجو

باوجود اس کے بھی وہ اپنی معاش ۔۔۔ کرتے رہتے ہیں بصد محنت تلاش

بے زرہ بافی و رنجے روزیش ۔۔۔ مے نیاید با ہمہ بہروزیش

بے زرہ بافی و بے محنت کہاں ۔۔۔ روزی انکی گو وہ ہیں خود کامراں

اینچنیں مخذول واپس ماندۂ ۔۔۔ خانہ کندہ دوں و گردوں راندۂ

یہ ہے گمرہ اور پھر ناکامیاب ۔۔۔ گردشوں میں وقف اور خانہ خراب

اینچنیں مدبر ہمے خواہد کہ او ۔۔۔ گنج یابد تا رود پایش فرو

ایسا ہے بدبخت اور ہے چاہتا ۔۔۔ گنج پائے بے حد و بے انتہا

ز احمقی خواہد کہ بے رنجش زود ۔۔۔ بے تجارت پر کند دامن زسود

فکر احمق ہے کہ بے محنت کئے ۔۔۔ بے تجارت نفع سے دامن بھرے

اینچنیں گنجے نیابد در جہاں ۔۔۔ کہ برآید بر فلک بے نردباں

گنج یوں بے رنج ملتا ہے کہاں ۔۔۔ کون جائے چرخ پر بے نردباں

ایں ہمے گفتش بہ تسخر زرگیر ۔۔۔ کہ رسیدت روزی و آمد بشیر

دل لگی کرتا تھا کوئی اسے یہ زرد ۔۔۔ تیری روزی آ گئی اے خوش خبر!

وآں ہمہ خندید ما را ہم بدہ — زانچہ یابی ہدیہ اے سالار دِہ

کوئی کہتا تھا ہمیں بھی کچھ ملے — اس میں سے جو ہدیہ آئے تجھے

او ازیں تشنیع مردم وین فسوس — کم نمیکرد از دعا و چاپلوس

طعن اور تشنیع سنتے لیکن کبھی — کم نہ کرتا تھا دعائیں رزق کی

تا کہ شد معروف در شہر و شہیر — کو ز انبان تہی جوید پنیر

ہو گیا مشہور شہروں میں حقیر — ڈھونڈتا ہے خالی تھیلے سے پنیر

شد مثل در خام طمعی آں گدا — او ازیں خواہش نمے آمد جدا

طمع میں ضرب المثل تھا وہ گدا — اپنی خواہش سے نہ ہوتا لیکن جدا

کم نمیکرد از دعا و ابتہال — کرد اجابت مستعان ذوالجلال

کم نہ کرتا تھا دعائیں وہ ملول — کی خدا نے ہر دعا آخر قبول

گر گراں و گر شتابندہ بود — عاقبت جویندہ یابندہ بود

سست ہو یا دوڑنے والا کوئی — سچ ہے جو ڈھونڈے گا پائیگا وہی

اس گدا کے گھر میں گائے کا گھس آنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ — ایں دعا میکرد با زاری و آہ

ایک دن وہ صبح کو بے اشتباہ — یہ دعا کرتا تھا با زاری و آہ

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید — شاخ زد بشکست دربند و کلید

گائے اس کے گھر میں آئی دوڑ کے — تالا کنجی در کا توڑا سینگ سے

گاو گستاخ اندر آں خانہ بجست — مرد برجست و قوائمہاش بست

گائے گستاخ اس کے گھر میں گھس گئی — مرد نے وہ گائے اٹھ کر باندھ لی

پس گلوئے گاو ببرید آں زماں | بے توقف بے تامل بے اماں

کاٹ ڈالا گائے کا اس نے گلا | بے توقف بے تامل بے ملا

چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب | تا اہابش بر کند در دم شتاب

کاٹ کر سر لے گیا سوئے قصاب | کھال اس کی وہ اتارے تا شتاب

اے تقاضا گر درون ہمچون جنیں | چوں تقاضا میکنی اتمام دیں

اے تقاضا کرنے والے جوں جنیں | کرتا ہے کیوں خواہش اتمام دیں

سہل گرداں رہ نما توفیق دہ | یا تقاضا را بہل بر ما منہ

سہل کر رستہ بتا توفیق دے | یا بری کر دے۔ تقاضا چھوڑ کے

چوں ز مفلس زر تقاضا می کنی | زر ببخشش در سرائے شاہ غنی

تو تقاضا زر کا مفلس سے کرے | اے غنی! چھپ کر اسے زر بخش دے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر | زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

قافیے اور شعر صبح و شام کے | بے تری توفیق ہیں کس کام کے

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم | بندۂ امر تواند از ترس و بیم

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم | تابع فرماں ہیں اور رکھتے ہیں بیم

چوں مسبح کردۂ ہر چیز را | ذات بے تمییز و با تمییز را

کر دیا ہر چیز کو تسبیح خواں | بے تمیز اور با تمیز اب ہیں جہاں

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر | گوید و از حال آں ایں بے خبر

ہر کوئی تسبیح با نوعِ دگر | کر رہا ہے دوسرے سے بے خبر

آدمی منکر ز تسبیح جماد | واں جماد اندر عبادت اوستاد

جانے کیا انسان تسبیح جماد | وہ عبادت میں مگر ہیں اوستاد

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے | بے خبر از یکدگر و اندر شکے

بلکہ یہ جو ہیں بہتر ملتیں | بے خبر باہم گر ہیں وہم میں

چوں تو ناطق را ز حال ہمدگر	نیست آگہ چوں بود دیوار و در
حال ناطق سے ہے ناطق بے خبر	کس طرح ہو واقف دیوار و در
چوں من از تسبیح ناطق غافلم	چوں بداند سبحۂ صامت دلم
جب نہیں تسبیح ناطق کا پتا	پھر جمادی کی سنوں تسبیح کیا
ہست سنی را یکے تسبیح خاص	ہست جبری را ضد آں در مناص
خاص اک تسبیح سنی کی ہوئی	پائی ضد جبری نے اس تسبیح کی
سنی از تسبیح جبری بے خبر	جبری از تسبیح سنی بے اثر
ذکر سے جبری کے سنی بے خبر	سنی کی طاعت سے جبری بے اثر
ایں ہمے گوید کہ آں ضال است و گم	بے خبر از حال او وز امر قم
یہ ہے کہتا راہ گم کردہ اسے	بے خبر حال اور قم کے حکم سے
واں ہمے گوید کہ ایں را چہ خبر	جنگشاں افگند یزداں از قدر
وہ یہ کہتا ہے کہ اس کو کیا خبر	جنگ میں رکھا ہے حق نے سر بسر
گوہر ہر یک ہویدا میکند	جنس از ناجنس پیدا میکند
کرتا ہے جوہر وہ ہر اک کا عیاں	جنس کو ناجنس سے پیدا یہاں
قہر را از لطف داند ہر کسے	خواہ ناداں خواہ دانا یا خسے
قہر کو سب لطف سے ہیں جانتے	اس میں ناداں ہوں کہ دانا و [illegible]
لیک لطفے قہر در پنہاں شدہ	یا کہ قہرے در دل لطف آمدہ
قہر میں ہے لطف پنہاں ہو گیا	لطف میں یا قہر ہے جلوہ نما
کم کسے داند مگر ربانیے	کش بود در دل محک جانیے
کون اسے جانے- مگر حق کا ولی	جسکے دل میں ہے کسوٹی کشف کی
باقیاں زیں دو گمانے میبرند	سوئے لانہ خود بیک پر مے پرند
باقیوں کو دونوں ہی پر ہے گماں	اڑتے ہیں اک پر سے سوئے آشیاں

علم را دو پر گماں را یک پر است ۔۔۔ ناقص آمد ظن بپرواز ابتر است

علم کے دو پر گماں کا ایک پر ۔۔۔ ظن ہے ناقص اور اڑنے میں بتر

علم اور گمان

مرغ یک پر زود افتد سرنگوں ۔۔۔ باز بر پرد دو گامے یا فزوں

مرغ اک پر سے اڑے ہو سرنگوں ۔۔۔ پھر اڑے دو اک قدم یا کچھ فزوں

میفتد میخیزد آں مرغ گماں ۔۔۔ با یکے پر بر امید آشیاں

اٹھتا ہے گرتا ہے وہ مرغ گماں ۔۔۔ ایک پر سے با امید آشیاں

چوں ز ظن وارست علمش رو نمود ۔۔۔ شد دو پر آں مرغ و پرہا واکشود

جب گماں سے چھوٹا علم اسکو ملا ۔۔۔ مرغ کو دو پر ملے ۔ تم اڑنے لگا

بعد ازاں یمشی سویا مستقیم[1] ۔۔۔ نے علی وجہہ مکبا او سقیم

بعد ازاں چلتا ہے سیدھا راستا ۔۔۔ منہ کے بل گرتا نہیں اوندھا ذرا

با دو پر بر میپرد چوں جبرئیل ۔۔۔ بیگمان و بے مگر بے قال و قیل

اڑتا ہے دو پر سے مثل جبرئیل ۔۔۔ بے گماں بے شبہ اور بے قال و قیل

گر ہمہ عالم بگویندش توئی ۔۔۔ بر رہ یزدان و دین مستوی

ساری دنیا گر کہے ہاں ہے تو ہی ۔۔۔ رہرو راہ حق و دین نبی

او نگردد گرم تر از گفتشاں ۔۔۔ جان طاق او نگردد جفت شاں

گرم وہ ہوتا نہیں اس قول سے ۔۔۔ جان یکتا اس کی ان سے کیوں ملے

ور ہمہ گویند او را گمرہی ۔۔۔ کوہ پنداری و تو برگ کہی

اور اگر گمراہ سب اس کو کہیں ۔۔۔ کاہ ہے تو کوہ اپنے زعم میں

[1] قولہ تعالیٰ: فمن یمشی مکبا علی وجہہ اہدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم یعنی جو منہ کے بل گر گر کر چلتا ہے وہ زیادہ راستی پر ہے یا وہ جو کھڑے کھڑے سیدھا راستہ چل رہا ہے +

او نیفتد در گمان از طعنشان — او نگردد دردمند از طعنشان

اُن کے طعنوں سے نہ ہووے بدگماں — طعنے اس کو دیں نہ کچھ تکلیف جاں

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت — گویدش با گمرہی یاری و جفت

کوہ و دریا بھی اگر اس سے کہیں — رنگ گمراہی ہے تیرے حال میں

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال — مطمئن و موقن و بے احتمال

ایک ذرہ بھر نہ ہو اسکو خیال — مطمئن ہو اور یقیں میں باکمال

مدرسے کے لڑکے اور استاد

کودکان مکتبے از اوستاد — رنج دیدند و ملال و اجتہاد

بچوں نے مکتب میں اک استاد سے — رنج اٹھائے اور ملال انکو ہوئے

مشورت کردند در تعویق کار — تا معلم در فتد در اضطرار

مشورہ ٹھہرا یہ تاخیر کار — تا معلم کچھ دنوں ہو بیقرار

چون نمی آید ورا رنجوریے — کہ بگیرد چند روز او دورئے

کیوں نہیں آتا مرض کوئی اُسے — دُور وہ کچھ روز تو ہم سے رہے

تا رہیم از حبس و از تنگی کار — ہست او چون کوہ خارا برقرار

قید اور تنگی سے تا ہم ہوں رہا — کوہ کے مانند ہے وہ ایک جا

آن یکے زیرک تریں تدبیر کرد — کہ بگوید اوستا چونی تو زرد

ایک نے سوچا جو تھا اُن سب میں فرد — یوں کہو استاد چہرہ کیوں ہے زرد

خیر باشد رنگ تو برجائے نیست — این اثر یا از ہوا یا از تپیست

خیر باشد کیوں اُڑا رنگ آپ کا — تپ سے ہے یا ہے یہ خرابی ہوا؟

اندکے اندر خیال افتد ازین — تو برادر ہم مدد کن اینچنین

کچھ خیال اس سے ہو پیدا واقعی — بھائی! تو بھی پھر مدد کرنا یونہی

چوں درآئی از درِ مکتب بگو ۔ خیر باشد اوستا احوالِ تو

جب درِ مکتب سے آئے چھیڑنا ۔ خیر باشد ۔ آپ کا ہے حال کیا

آں خیالش اندکے افزوں شود ۔ کز خیالے عاقلے مجنوں شود

کچھ بڑھے گا اور ان کا احتمال ۔ کرتا ہے دیوانہ عاقل کو خیال

آں سوم واں چارم وپنجم چنیں ۔ در پئے ما غم نمایند و حنیں

تیسرا چوتھا یونہی پھر پانچواں ۔ نالہ و غم کا کریں اظہار ہاں

تا چو سی کودک تواتر ایں خبر ۔ متفق گویند یابد مستقر

تیس لڑکے جب یونہی دینگے خبر ۔ اس کے دل پہ مستقل ہوگا اثر

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی ۔ باد بختت بر عنایت متکی

سب یہ بولے اس سے ۔ شاباش اے ذکی ۔ بخت ہو بیدار تیرا اے اخی

متفق گشتند در عہدِ وثیق ۔ کہ نگرداند سخن را یک رفیق

متفق ہو کہ یہ پیماں کر لیا ۔ کوئی برگشتہ نہ ہوگا برملا

بعد ازاں سوگند داد او جملہ را ۔ تا کہ غمازے نگوید ماجرا

بعد ازاں اس نے قسم ان سب کو دی ۔ تا نہ چغلی کھائے ان میں سے کوئی

لوگوں کی عقل میں اختلاف

رائے آں کودک بچربید از ہمہ ۔ عقل او در پیش میرفت از رمہ

رائے اس لڑکے کی یوں غالب ہوئی ۔ عقل اس کی سب پہ سبقت لے گئی

آں تفاوت ہست در عقل بشر ۔ کہ میان شاہداں اندر صور

عقل انساں میں ہے فرق برملا ۔ جیسے معشوقوں کی شکلیں ہیں جدا

زیں قبل فرمود احمد در مقال ۔ در زباں پنہان بود حسن رجال

ہے اسی مبحث میں قولِ مصطفےٰ ۔ حسن انساں کا زباں میں ہے چھپا

اختلافِ عقلہا در اصل بود — بر وفاقِ سُنّیاں باید شنود

اصل میں ہے ساری عقلوں کا نفاق — سُنّیوں کا ہے اسی پہ اتفاق

برخلافِ قولِ اہلِ اعتزال — کہ عقول از اصل دارند اعتدال

اور یہ کہتے ہیں اہلِ اعتزال — اصل میں عقلوں کو ہے اک اعتدال

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند — تا یکے را از یکے اعلم کند

تجربہ تعلیم بیش و کم کرے — دوسرے کو ایک سے اعلم کرے

باطل است ایں زانکہ رائے کودکے — کہ ندارد تجربہ در مسلکے

یہ ہے باطل، کیونکہ اک لڑکے کی رائے — تجربہ سے جو نہ کچھ ادراک پائے

بگذرد روز اندیشۂ مردانِ کار — عاجز آید کارِ ایشاں در اضطرار

تجربہ کاروں کی گذرے فکر سے — کام اُن کا فکر سے ابتر رہے

بر دمید اندیشۂ زاں طفلِ خرد — پیر با صد تجربہ بوئے نبرد

چھوٹے بچے نے جو اندیشہ کیا — بوڑھے دانا کو نہیں اُسکا پتا

خود فزوں آں بہ کہ آں از فطرت است — تا ز افزونی کہ جہد و فکرت است

بہتری بہتر، جو ہو پیدائشی — اس فزونی سے جو ہو تحصیل کی

تو بگو دادۂ خدا بہتر بود — یا کہ لنگے راہوار اندر رود

تو ہی کہہ۔ وہ چال اچھی حق جو دے — چال یا لنگڑے کی جو اچھا چلے

لڑکوں کا مکر سے استاد کو وہم میں ڈالنا

روز گشت و آمدند آں کودکاں — بر ہمیں فکرت بمکتب شادماں

دن چڑھا اور آئے لڑکے بیگماں — سوئے مکتب اپنی دُھن میں شادماں

جملہ استادند بیروں منتظر — تا در آید اندر آں یارِ مُصِر

لڑکے سب باہر کھڑے تھے منتظر — تا کہ اندر آئے وہ یارِ مُصِر

زانکہ منبع او بُدست این رائے را ۔۔۔ سر امام آمد ہمیشہ پائے را

کیونکہ تھا مرکز وہی اس رائے کا ۔۔۔ اور تھا سردار سب کا برملا

اے مقلد تو مجو پیشی بر آں ۔۔۔ کو بود منبع ز نورِ آسماں

اے مقلد اس کو تو سبقت نہ کر ۔۔۔ نور کا منبع ہے تیرا راہبر

او درآمد گفت استا را سلام ۔۔۔ خیر باشد رنگِ رویت زردفام

آیا وہ لڑکا - کیا جھک کر سلام ۔۔۔ اور کہا چہرہ یہ کیوں ہے زردفام

گفت استا نیست رنجے مر مرا ۔۔۔ تو برو بنشیں مگو یاوہ ہلا

بولا ہاں استاد ہوں اچھا بھلا ۔۔۔ کیوں بک بک کر رہا ہے بیٹھ جا

نفی کرد اما غبارِ وہم بد ۔۔۔ اندکے اندر دلش ناگاہ زد

نفی کی لیکن غبارِ وہم تھا ۔۔۔ دل میں کچھ تھوڑا سا میل آ ہی گیا

اندر آمد دیگرے گفت ایں چنیں ۔۔۔ اندکے آں وہم افزوں شد بدیں

دوسرا آیا یہی کہتا ہوا ۔۔۔ بڑھ گیا کچھ اور وہم استاد کا

ہمچنیں تا وہم او قوت گرفت ۔۔۔ ماند اندر حالِ خود بس در شگفت

ایسے ہی جب وہم کو قوت ملی ۔۔۔ حیرت اپنے حال پہ اس کو ہوئی

فرعون کا وہم سے پریشان ہونا

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد ۔۔۔ زد دلِ فرعون را رنجور کرد

عورتوں مردوں نے جب سجدے کئے ۔۔۔ چھد گئے صدمے دلِ فرعون کے

گفتنِ ہر یک خداوند و ملک ۔۔۔ آنچناں کردش ز وہمے منہتک

جب کہا سب نے شہنشہ اور خدا ۔۔۔ ایسا اس کو وہم نے رسوا کیا

کہ بدعوائے الٰہی شد دلیر ۔۔۔ اژدہا گشت و نمے شد ہیچ سیر

ہو گیا زعمِ خدائی پہ دلیر ۔۔۔ اژدہا تھا پر نہیں ہوتا تھا سیر

فالِ بد رنجور گرداند ہمے ۔۔ آدمی را کہ نبود ستش شمے

فال بد بیمار کر دیتی ہے ہاں ۔۔ آدمی کو گو نہ ہو غم بے گماں

قولِ پیغمبر قبولہ یفرضوا ۔۔ ان تمارضتم لدینا تمرضوا[۱]

قول پیغمبر ہے - اس کو مان لو ۔۔ خود مرض سر پہ جو لو بیمار ہو

گر بگویم او خیالے بر زند ۔۔ فعل دارد زن کہ خلوت میکند

اب کہوں کچھ میں۔ تو سمجھے گا یہی ۔۔ کچھ تو ہے ا جو ہے وہ خلوت چاہتی

مر مرا از خانہ بیروں میکند ۔۔ بہرِ فسقے فعل و افسوں میکند

گھر سے وہ دیگا مجھے باہر نکال ۔۔ ہوگا جادو اور ٹوٹکے کا خیال

جامہ خواب افگند استاد و فتاد ۔۔ آہ آہ و نالہ از وے مے بزاد

بچھ گیا بستر - معلم سو گیا ۔۔ آہ آہ اور نالہ وہ کرنے لگا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں ۔۔ درس میخوانند با صد اندہاں

تھے وہاں لڑکے وہ سب بیٹھے ہوئے ۔۔ چپکے چپکے پڑھتے تھے۔ مغموم تھے

کایں ہمہ کردیم و ما زندانیم ۔۔ بد بنائے بود و ما بد بانئیم

ہم نے سب کچھ تو کیا۔ پھر ہیں اسیر ۔۔ ہم بُری ڈالی بنا سے نا گزیر

ہیں دگر اندیشۂ باید نمود ۔۔ تا ازیں محنت فرج یابیم زود

فکر کوئی اور کرنی چاہیئے ۔۔ تا رہائی اس مشقت سے ملے

استاد کو پھر وہم میں ڈالنا

گفت آں کودک کہ اے قوم پسند ۔۔ درس خوانید و کنید آوا بلند

بولا وہ لڑکا کہ اے ہمراہیو ۔۔ شور کر کے تم سبق اپنا پڑھو

[۱] اگر تم مرض کو اپنے اُوپر فرض کرلوگے تو مریض ہو جاؤ گے ۔

چون ہمی خواندند گفت آن کودکان | بانگ ما استاد را دارد زیان
جب پڑھا کہنے لگا وہ نادان | یہ صدا استاد کو دیگی زیاں

درد سر افزاید استا را ز بانگ | ارزد این کو درد یابد بہر دانگ
درد سر آواز سے بڑھ جائیگا | درد وہ کیوں مول تھا لینے لگا

گفت استا راست میگوید ولید | درد سر افزون شدم بیرون شوید
بولا استاد۔ اب یہ تم نے سچ کہا | جاؤ رخصت درد سر بڑھنے لگا

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم | دور بادا از تو رنجوری و بیم
سجدہ کر کے سب وہ بولے اے کریم | دور ہو تجھ سے یہ رنجوری و بیم

پس برون جستند سوئے خانہا | ہمچو مرغان در ہوائے دانہا
اپنے اپنے گھر وہ لڑکے چل دئے | مرغ دانے کے لئے جیسے اڑے

لڑکوں کا جانا اور ماؤں کا پوچھنا

مادرانشان خشمگین گشتند و گفت | روز کتاب و شما با لہو جفت
ان کی مائیں غصے سے کہنے لگیں | وقت مکتب کا ہے کھیل اچھا نہیں

وقت تحصیل است اکنون شما | میگریزید از کتاب و اوستا
وقت یہ پڑھنے کا ہے پھر کس لئے | بھاگتے ہو مکتب و استاد سے

عذر آوردند کاے مادر تو بیست | این گناہ از ما و از تقصیر نیست
عذر کر کے سب نے ماؤں سے کہا | یہ ہماری تو نہیں کچھ بھی خطا

از قضائے آسمان استاد ما | گشت رنجور و سقیم و مبتلا
ہوئی استاد کو حکم قضا | ہو گیا بیمار دکھ میں مبتلا

مادران گفتند مکر است و دروغ | صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
بولیں مائیں کہ رہے ہو مکر سے | حیلے سو ہیں آگے دہی کے واسطے

ما صباح آییم پیش اوستا — تا ببینیم اصل این مکر شما

صبح ہم جائیں گے پاس استاد کے — جھوٹ اور سچ کو تمہارے جانچنے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید — بر دروغ و صدق ما واقف شوید

بولے لڑکے۔ جاؤ بسم اللہ تم — جھوٹ اور سچ سے بنو آگاہ تم

ماؤں کا استاد کی بیمار پرسی کو جانا

بامداداں آمدند آں مادراں — خفتہ استا ہمچو بیمار گراں

صبحدم مائیں بھی چلی آئیں وہاں — تھا جہاں استاد سوتا ناتواں

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف — سر ببستہ رو کشیدہ در سجاف

بیچ لحافوں کے پسینہ تھا رواں — سر بندھا تھا منہ تھا پوشیدہ یہاں

آہ آہے میکند آہستہ او — جملگاں گشتند ہم لاحول گو

آہ کی آہستہ اس نے بالیقیں — عورتیں لاحول سب پڑھنے لگیں

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سر — جانِ تو ما را نبودہ زیں خبر

خیر باشد کیسے ہے یہ دردِ سر — ہے قسم ہم کو نہ تھی اس کی خبر

گفت من ہم بیخبر بودم ازاں — آگہم کردند ایں مادر غراں

بولا میں بھی بےخبر خود اس سے تھا — ان شریروں نے مجھے آگہ کیا

من بدم غافل بشغلِ قال و قیل — بود در باطن چنیں رنجے ثقیل

تھا میں غافل کر رہا تھا قال و قیل — اندر اندر بڑھ گیا رنجِ ثقیل

چوں بجد مشغول باشد آدمی — او ز دیدِ رنجِ خود باشد عمی

جبکہ ہو سرشغل میں مشغول آدمی — رنج سے ہوتی نہیں کچھ آگہی

از زنانِ مصر یوسف شد سمر — جملہ از مشغولی خود بےخبر

حضرتِ یوسف پہ سب تھیں شیفتہ — بیخودی طاری تھی زنانِ مصر پہ

پارہ پارہ کرد ساعدہائے خویش — روح والہ کہ نہ پس اندیشہ پیش

ٹکڑے ٹکڑے اپنے ہاتھوں کو کیا — پیش و پس کیا جانے رُوح مبتلا

اے بسا مرد شجاع اندر حراب — کہ برد دست و پایش در ضراب

جنگ میں ہوتے ہیں ایسے سورما — ضرب سے کٹتے ہیں جنکے دست و پا

او ہماں دست آورد در گیر و دار — بر گمان آنکہ ہست او برقرار

وہ اسی ہمت سے پھر کرتے ہیں وار — جانتے ہیں۔ ہیں ابھی تک برقرار

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر — خون از و بسیار رفتہ بے خبر

ہاتھ کا کٹنا نہیں آتا نظر — خون بہتا ہے مگر ہیں بے خبر

جسم روح کا لباس ہے

تا بدانی کہ تن آمد چوں لبیس — رو بجو لابس لباسے را ملیس

جسم ہے ملبوس۔ اگر معلوم ہو — ڈھونڈ تو کپڑے پہننے والے کو

روح را توحید اللہ خوشتر است — غیر ظاہر دست و پائے دیگر است

روح کو خوشتر ہے توحید خدا — اور باطن میں ہیں اسکے دست و پا

دست و پا در خواب بینی ایتلاف — آں حقیقت داں مداں اش از گزاف

دست و پا گر خواب میں دیکھے ہے — وہ حقیقت ہے نہ جھوٹا جان اسے

آں توئی کہ بے بدن داری بدن — پس مترس از جسم جاں بیروں شدن

تو وہ ہے بے جسم رکھتا ہے بدن — جان جانے تو نہ ڈر اسے جان من

روح دارد بے بدن بس کاروبار — مرغ باشد در قفس بس بیقرار

بے بدن بھی رُوح کو ہے کاروبار — مرغ رہتا ہے قفس میں بیقرار

باش تا مرغ از قفس آید بروں — تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبوں

مرغ کو باہر قفس سے آنے دے — دیکھ سوں ہفت افلاک زیر اس کے لئے

ایں حکایت گو بہت گر بشنوی | در حقیقت بر حقیقت بگروی
اک حکایت میں کہوں گر تو سنے | تا حقیقت کا تو گرویدہ رہے

ایک خلوت نشین درویش کا قصّہ

بود درویشے بکہسارے مقیم | خلوت او را بود ہمخوابے ندیم
ایک درویش اک پہاڑی پر مقیم | تھا۔ فقط تنہائی تھی اسکی ندیم

چوں ز خالق میرسید او را شمول | بود از انفاس مرد و زن ملول
چونکہ تھا اللہ سے اس کا وصال | مرد و عورت سے پہنچتا تھا ملال

ہمچنانکہ سہل شد ما را حضر | سہل شد ہم قوم دیگر را سفر
ہم کو رہنا ہے وطن میں سہل تر | دوسروں کو ہے یونہی آساں سفر

آنچنانکہ عاشقی بر سروری | عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری
جس طرح تو سروری پر ہے فدا | خواجہ ہے آہنگری پر مبتلا

ہر کسے را بہر کارے ساختند | میل آں را در دلش انداختند
ہے بنا اک کام کو یاں ہر کوئی | رغبت اس کی اسکے دل میں ڈالدی

دست و پا بے میل جنباں کے شود | خار و خس بے آب و بادے کے رود
دست و پا بے شوق کب جنبش کریں | خار و خس بے پانی ہوا کب چلیں

گر ببینی میل خود سوئے سما | پر دولت بر کشا ہمچوں ہما
ہو اگر رغبت تری سوئے سما | کھول دے دولت کے پر مثل ہما

ور ببینی میل خود سوئے زمیں | نوحہ میکن ہیچ منشیں از حنیں
ہو اگر رغبت تری سوئے زمیں | نوحہ کر اور بیٹھ مت رہ ہمنشیں

عاقلاں خود نوحہا پیشیں کنند | جاہلاں آخر بسر بر میزنند
ہے دانا نالہ وہ پہلے کرے | جاہل آخر میں ہیں سر کو پیٹتے

ز ابتدای کار آخر را ببین　　تا نباشی تو پشیمان یوم دین
ابتدا میں کام کا انجام دیکھ　　حشر میں تا ہو نہ تو بدنام دیکھ

ایک شخص اور ایک سنار

آن یکی آمد به پیش زرگری　　که ترازو ده که بر سنجم زری
پاس زرگر کے گیا اک آدمی　　دے ترازو تا کہ زر تولوں ابھی

گفت خواجه رو مرا غربال نیست　　گفت میزان ده برین تسخر مایست
بولا۔ اے خواجہ یہاں چھلنی کہاں　　دق نہ کر۔ بولا۔ ترازو لا یہاں

گفت جاروبی ندارم در دکان　　گفت بس بس این مضاحک را بمان
بولا۔ جھاڑو بھی نہیں دکان میں　　بولا۔ بس بس چھوڑ دے یہ جھکیں

من ترازویی که میخواهم بده　　خویشتن را کر مکن هر سو مجه
میں ترازو مانگتا ہوں مجھ کو دے　　ہوں نہ بہرہ بن۔ نہ کر چہلے نئے

گفت بشنیدم سخن کر نیستم　　تا نپنداری که بی معنیستم
بولا سب سنتا ہوں میں بہرا نہیں　　کہ یقین ہو اسکا میں بے معنی نہیں

این شنیدم لیک پیری مرتعش　　دست لرزان جسم تو نامنتعش
یہ سُنا۔ ہے جسم تیرا کانپتا　　تو ہے بوڑھا۔ جسم لاغر ہے ترا

فهم کردم لیک پیری ناتوان　　دستت از ضعفت لرزان هر زمان
جانتا ہوں تو ہے پیر ناتواں　　ہاتھ لرزاں ضعف سے ہیں بیگماں

وان زر تو هم قراضهٔ خرد و مرد　　دست لرزد پس بریزد زر خرد
اور ہے ریزہ ریزہ سونا ترا　　ہاتھ کانپیں گے گرے گا سب طلا

پس بگویی خواجه جاروبی بیار　　تا بجویم زر خود را از غبار
پس کہے تو مجھ سے لا جھاڑو ذرا　　ڈھونڈ لوں ریتی سے سونا جو گرا ہے گیا

چوں بروبی خاک را جمع آوری ‌ ‌ گویمت غربال خواہم اے جری

خاک کو جب جمع کر لے جھاڑ کے ‌ ‌ پھر کہے مجھ سے کہ چھلنی مجھکو دے

من ز اوّل دیدم آخر را تمام ‌ ‌ جائے دیگر رو ازینجا والسلام

دیکھا ہے اوّل سے آخر تک تمام ‌ ‌ جا کہیں اور اس جگہ سے۔ والسلام

ہر کہ اوّل بیں بود اعمیٰ بود ‌ ‌ ہر کہ آخر بیں چہ با معنٰی بود

جو کہ اوّل بیں ہوا ہے اندھا وہی ‌ ‌ جو ہو آخر بیں۔ ہے با معنٰی وہی

ہر کہ اوّل بنگرد پایان کار ‌ ‌ اندر آخر او نگردد شرمسار

جو کہ پہلے سوچ لے انجام کار ‌ ‌ وہ نہ آخر میں کبھی ہو شرمسار

حکم چوں بر عاقبت اندیشی است ‌ ‌ بادشاہی بندۂ درویشی است

عاقبت بینی پہ ہے حکم اے ہمام ‌ ‌ بادشاہی ہے فقیری کی غلام

عاقبت بیناں بوند اہل رشاد ‌ ‌ در نگر واللّٰہ اعلم بالرشاد

جو ہیں آخر بیں۔ وہی ہیں کامیاب ‌ ‌ غور کر، واللّٰہ اعلم بالصواب

ایں سخن پایاں ندارد راز گوے ‌ ‌ قصۂ آں مرد زاہد باز گوے

راز گو، قصہ بہت ہے یہ بڑا ‌ ‌ مرد زاہد کی حکایت پھر سنا

کن تمام اکنوں حدیث شیخ فرد ‌ ‌ کاندراں کہسار بودش خواب و خورد

شیخ کا قصہ ذرا اب ختم کر ‌ ‌ ہاں۔ پہاڑوں میں وہ کرتا تھا بسر

پہاڑی زاہد کا قصہ

اندراں کہ بود اشجار و ثمار ‌ ‌ سیب و امرود و انار بے شمار

کوہ پہ تھے پیڑ اور میوے لگے ‌ ‌ سیب، امرود اور انار اچھے بھلے

قوت آں درویش بود آں میوہا ‌ ‌ غیر آں چیزے نخوردے دائما

میوے اس درویش کی تھے بس غذا ‌ ‌ اور کچھ کھاتا نہ تھا ان کے سوا

گفت آں درویش یا رب با تو من	عہد کردم کہ نچینم در زمن
بولا وہ درویش۔ تجھ سے اے خدا	ہے کیا عہد اب نہ میوہ توڑونگا
خود نچینم میوہ را در کل حین	نیز غیرے را نگویم کہ بچین
میں نہ خود توڑونگا میوے پیڑ کے	اور نہ تڑواؤنگا میوہ غیر سے
جز ازاں میوہ کہ باد اندازدش	من نچینم از درخت منتعش
ماسوا اسکے ہوا سے جو گرے	میں نہ کچھ توڑونگا اونچے پیڑ سے
مدتے بر نذرِ خود بودش وفا	تا درآمد امتحانات خدا
مدتوں وہ عہد پر قائم رہا	امتحان عہد کا وقت آ گیا
زیں سبب فرمود استثنا کنید	گر خدا خواہد بہ پیماں بر زنید
اس لئے ہے حکم[1] استثنا کرے	عہد اگر چاہے خدا پورا کرے
زانکہ حکم کار در دستِ من است	اختیارِ جملگاں پستِ من ست
کیونکہ میرے ہاتھ میں ہے حکم کار	پست تر ہے مجھ سے سب کا اختیار
ہر زماں دل را دہم میل دگر	ہر زماں بر دل نہم داغ جگر
ہر گھڑی دل کو نیا اک ذوق دوں	ہر گھڑی داغ جگر سے دل پر رکھوں
کل اصباح لنا شانٌ جدید	کل شئ عن مرادی لا یحید
ہر سحر میری جدا ہی شان ہے	کب جدا مقصد سے میرے کوئی شے
در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پریست	در بیابانے اسیر صرصریست
قول پیغمبر ہے۔ دل ہے مثل پر	دشت کی آندھی میں جو ہے منتشر
باد پر را ہر طرف راند گزاف	گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف
پھینکتی ہے پر کو ہر جانب ہوا	دائیں بائیں آگے پیچھے ہے ملا

[1] یعنی حکم ہے۔ کہ جب تم کوئی عہد کیا کرو۔ تو "انشاء اللہ تعالیٰ" کہہ لیا کرو۔

در حدیثِ دیگر اں دل داں چناں — کآب جوشاں ز آتش اندر قازغاں
ہے حدیث اک یہ کہ دل ہے بے سکوں — دیگ میں جیسے ہو پانی جوش زن

در حدیثِ دیگر آمد اے شریف — ہست دل مانندِ گنجشکِ ضعیف
ہے حدیث اک یہ ذرا سن اے شریف — جسم میں یہ دل ہے اک چڑیا ضعیف

کہ قرارے نبودش بر یک مکاں — مے جہد وا ہم ازینجا تا بداں
اک جگہ جس کو نہیں ملتا قرار — ہر طرف وہ ہے پھدکتی بار بار

ہر زماں دل را دگر رائے بود — آں نہ از وے لیک از جائے بود
رائے دل کی ہر گھڑی ہے دوسری — رائے وہ اس کی نہیں۔ ہے اور ہی

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل — عہد بندی تا شوی آخر خجل
کیوں تو بے پروا ہو سن کر رائے دل — عہد کر کے ہو پشیماں اور خجل

ایں ہم از تاثیرِ حکمست و قدر — چاہ مے بینی و نتوانی حذر
یہ بھی ہے تاثیر حکمِ کبریا — ہے کنواں ظاہر، نہیں بچنے کی جا

نیست خود از مرغِ پرّاں ایں عجب — کو نہ بیند دام و افتد در عطب
مرغِ پرّاں سے تعجب یہ نہیں — جو نہ دیکھے دام اور ہو غم نشیں

ایں عجب کہ دام بیند ہم وتد — گر بخواہد ور نخواہد مے فتد
ہاں تعجب یہ ہے کہ پھندا دیکھ کے — اس میں وہ خواہی نخواہی گر پڑے

چشم باز و گوش باز و دام پیش — سوئے دامے مے پرد با پرِ خویش
وا ہوں گوش و چشم، پھندا سامنے — خود پروں سے اڑ کے پھندے میں پھنسے

بندِ دام کی تشبیہ قضا سے

بنگر اندر دلق مہتر زادہ — سر برہنہ در بلا افتادہ
دیکھ تو گدڑی میں مہتر زادہ کو — سر برہنہ اور بلا افتادہ کو

در ہوائے نابکاری سوختہ	امتعہ و املاکِ خود بفروختہ
نابکاری کی ہوا میں ہے جلا	مال و اسباب اُس نے بیچا ہے ملا
خوار گشتہ درمیانِ قومِ خویش	مرہمش نایافت بہرِ ریشِ خویش
اور اپنی قوم میں بدنام و خوار	ملتا نہیں مرہم نہیں۔ دل ہے فگار
خان و مان رفتہ شدہ بدنام و خوار	کامِ دشمن بہرِ او ادبار دار
خانماں برباد اور رسوا و خوار	پوچھ وہ ہوتا ہے دشمن کامگار
زاہدے بنید بگوید اے کیا	ہمتے میدار از بہرِ خدا
دیکھ کر زاہد کو اس سے یوں کہا	کیجئے ہمت میری خدا کے واسطے
کاندریں ادبار زشتے فتادہ ام	مال و زر و نعمت از کف دادہ ام
ہو گیا ادبار میں میں مبتلا	مال و زر سب ہاتھ سے جاتا رہا
ہمتے تا بو کہ من زیں وا رہم	زیں رگِ تیرہ بود کہ جہم
کر دعا ایسی کہ ہو جاؤں رہا	خاکِ تیرہ سے کروں خود کو جدا
ایں دعا میخواہد او از عام و خاص	کالخلاص و الخلاص و الخلاص
ہر کس و ناکس سے تھی یہ التجا	کر رہا ہاں کر رہا ہاں کر رہا
دست باز و پائے باز و بند نے	نے موکل بر سرش نے آہنے
دست و پا آزاد قید و بند سے	سر پہ تھا جن اور نہ لوہے کے کڑے
از کدامیں بند میجوئی خلاص	وز کدامیں قید میخواہی مناص
تو رہائی خواہ ہے کس قید سے	ہے ضروری بھاگنا کس سے تجھے
بندِ تقدیر و قضائے مختفی	کہ نبیند آں بجز ذاتِ صفی
قید تقدیر اور پوشیدہ قضا	کون دیکھے اس کو بے مردِ خدا
گرچہ پیدا نیست آں در مکمن است	بدتر از زندان و بندِ آہن است
گرچہ وہ ظاہر نہیں پنہاں تو ہے	بدتر از زنجیر و بند و زنداں تو ہے

زانکہ آہنگر مر آنرا بشکند | حفرہ گر ہم خشتِ زنداں بر کند
بند ہو تو توڑ دے آہن گر اسے | اینٹ زنداں کی نقب زن توڑ دے

این عجب این بندِ پنہانِ گراں | عاجز از تکسیر آں آہنگراں
یہ عجب اک بند ہے سخت و نہاں | توڑنے سے عاجز آہن گریاں

دیدن آں بند احمدؐ را رسد | بر گلوئے بستہ حبل من مسد
آئی احمدؐ کو ہے اس بند کی | رسی خرما کی گلے[1] میں دیکھ لی

دید بر پشتِ عیالِ بولہب | تنگِ ہیزم گفت حمال الحطب
لکڑیاں لاوے تھی زوجہ بولہب | آپ نے فرمایا حمال[2] الحطب

حبل و ہیزم را جز او چشمے ندید | کہ پدید آید برو ہر ناپدید
رسی لکڑی کون اُن بن دیکھتا | اُن پہ تھا ہر ظاہر و باطن کھلا

باقیانش جملہ تاویلے کنند | کایں ز بیہوشیست ایشاں ہوشمند
باقی سب تاویلیں ہی کرتے ہیں بلا | یہ ہیں بیہوشی اور وہ ایسے ہوشیار

یک ز تاثیر آں بپیچش دوتو | گشتہ و نالاں شدہ در پیش او
بیٹھے جس کی خم تھی اس تاثیر سے | آیا وہ نالاں ہی اُسکے سامنے

کہ دعا و ہمتے تا وارہم | تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم
کر تو ہمت اور دعا تا ہووں رہا | قید سے باہر میں آ جاؤں ذرا

آنکہ او اندر ایں علامتہا بدید | چوں نداند او شقی را از سعید
جو کہ دیکھے اس علامت کو عیاں | کیوں نہ پہچانے وہ نیک و بد کو ہاں

داند و پوشد بامر ذوالجلال | کہ نباشد کشف راز حق حلال
رکھتا ہے پنہاں بحکم کبریا | جانے کشف راز کو وہ ناروا

سلہ[1] یعنی زوجۂ بولہب کے گلے میں ؞

سلہ[2] لکڑیوں کی اٹھانے والی ؞

این سخن پایاں ندارد آں فقیر　　از مجاعت شد زبوں تن اسیر
بات طولانی ہے یہ اور وہ فقیر　　بھوک سے لاغر ہے آفت میں اسیر

فقیر کا درخت سے امرود توڑنا

پنج روزاں باد امرودے نریخت　　ز آتش جوعش صبوری میگریخت
پانچ دن تک جب نہ امرود اک گرا　　بھوک سے بے صبر آخر ہو گیا

بر سرِ شاخ امرودے چند دید　　باز صبرے کرد و خود را واکشید
دیکھے امرود اس نے کچھ اک شاخ پہ　　صبر کرکے پھر چلا آیا ادھر

باد آمد شاخ را سر زیر کرد　　طبع را بر خوردن او چیر کرد
جب ہوا سے شاخ نیچے کو جھکی　　پھر طبیعت کھانے پر راغب ہوئی

جوع و ضعف و قوت جذب قضا　　کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
بھوک اور ضعف اور پھر جذب قضا　　عہد زاہد کا نہ قائم رہ سکا

چونکہ از امرود بن میوہ شکست　　گشت اندر عہد و نذرِ خویش سست
پیڑ سے امرود کے میوہ لیا　　سست اپنے عہد میں وہ ہو گیا

ہم در آندم گوشمال حق رسید　　چشم او بکشاد و گوش او کشید
گوشمالی حق سے آئی بے گماں　　کھولدیں آنکھیں اور کھینچے اسکے کان

مخلصاں ہستند دائم در خطر　　امتحانہا ہست در راہ اے پسر
جو ہیں مخلص ہے سدا ان کو خطر　　امتحاں ہیں راستے میں اے پسر

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا　　بر خطر منشین و بیروں جہ بلا
عہد مت کر جب نہ ہو ممکن وفا　　بیٹھ نہ خطرہ میں بلا سے باہر آ

باز گشتم سوئے قصہ کاں فقیر　　عہد چوں بشکست در غم شد اسیر
پھر وہی قصہ سناؤں۔ وہ فقیر　　توڑ کر یوں عہد ہو بیٹھا اسیر

غیرتِ حق گوشمالش او زود	زانکہ فرمودست اوفوا بالعہود
غیرتِ حق نے سزا دی اسکو زود	کیونکہ فرمایا ہے اوفوا[1] بالعہود

درویش کا ہاتھ کاٹا جانا

اتفاقاً دزد چندے تاختند	واندر آں کہسار منزل ساختند
اتفاقاً چند چور آئے وہیں	اس پہاڑی میں ہوئے مسکن گزیں
بیست دزداں بدند آنجا و بیش	بخش میکردند مسروقاتِ خویش
بیس تھے وہ بلکہ زائد بیس سے	مال تھے چوری کا باہم بانٹتے
شحنہ را غماز آگہ کردہ بود	مردمِ شحنہ در افتادند زود
شحنہ کو جاسوس نے دی تھی خبر	آگئے اس کے سپاہی جلد تر
ہم بدانجا پائے چپ و دستِ راست	جملہ ببریدند و غوغائے بخاست
کاٹے بائیں پاؤں سیدھے ہاتھ بھی	شور و غل سے ایک ہلچل مچ گئی
دستِ زاہد ہم بریدہ شد غلط	پاش را میخواست ہم کردن سقط
ہاتھ زاہد کا بھی سہواً کٹ گیا	چاہتے تھے پاؤں بھی وہ کاٹنا
در زماں آمد سوارے بس گزیں	بانگ زد بر عواں کاے سگ ببیں
آگیا ناگاہ اتنے میں اک سوار	ہر سپاہی سے کہا ۔ اے نابکار
ایں فلاں شیخ است و ابدالِ خدا	دستِ او را تو چرا کردی جدا
ہے فلاں یہ شخص ابدالِ خدا	ہاتھ اس کا کیوں کیا تم نے جدا
آں عواں بدرید جامہ تیز رفت	پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت
وہ سپاہی پھاڑ کر کپڑے چلے	واقعے سب جاکے شحنہ سے کہے

[1] اپنے عہد وفا کرو ۔

گفت شہ آمد پا برہنہ عذر خواہ | کہ ندانستم خدا بر من گواہ
شہ نے آیا پا برہنہ عذر خواہ | بے خبر تھے ہم کہ خدا خود ہے گواہ

ہین بہل کن مر مرا اے نیک زشت | اے کریم و سرور اہل بہشت
بخشدے اس بدی کو اے سلیم | سرور اہل بہشت اور اے کریم

گفت میدانم سبب این نیش را | میشناسم من گناہ خویش را
بولا اس کی وجہ میں ہوں جانتا | اور ہوں اپنی خطا پہچانتا

من شکستم حرمت پیمان او | پس گرفتم پنجہ دستان او
توڑی میں نے حرمت اسکے عہد کی | ہاتھ سیدھا لے لیا آسکے اٹھی

من شکستم عہد و دانستم بد است | تا رسید آن شومی جرأت بدست
عہد توڑا میں نے اور جانا برا | شومی جرأت میں ہاتھ آخر پھنسا

دست ما و پاے ما و مغز و پوست | باد اے والی فداے حکم دوست
ہاتھ پاؤں اور ہمارا مغز و پوست | سب ہیں اے حاکم فدائے حکم دوست

قسمتم بود این ترا کردم حلال | تو ندانستی ترا نبود وبال
مجھ کو بخشا کہ یہ مری قسمت میں تھا | تجھ کو کیا معلوم ہے تیری کیا خطا

آنکہ او دانست او فرمانرواست | با خدا سامان پیچیدن کراست
جانتا تھا جو وہ ہے فرمانروا | کون الجھے اس سے جو خود ہے خدا

اے بسا مرغان ز معدہ و ز مغص | بر کنار بام محبوس قفص
بیمار پیٹ سے مرغ مارے بھوک کے | کوٹھے کے اوپر ہیں پنجرے میں پڑے

اے بسا مرغ پرندہ دانہ جو | کہ بریدہ حلق او ہم حلق او
ایسی بہت سے مرغ ایسے دانہ جو | حلق کے باعث کٹے اپنے گلو

اے بسا ماہی در آب دور دست | گشتہ از حرص گلو ماخوذ شست
مچھلیاں دریا میں کیا جرأت کریں | پھنس گئیں حرص گلو سے شست میں

ای بسا مستور در پرده بده
شومی فرج و گلو رسوا شده

ہیں بہت سی عورتیں پردہ نشیں
جو گلو و فرج سے رسوا ہوئیں

ای بسا قاضی حبر نیک خو
از گلو رشوت او زرد رو

ہیں بہت قاضی دانا نیک خو
جو ہیں رشوت کے سبب سے زرد رو

ای بسا حاجی بحج رفته بعشق
وقت باز آمد شده او فاسق

حاجی اکثر شوق سے حج کو گئے
لوٹ کر آئے تو فاسق ہو گئے

بلکه در هاروت و ماروت این شراب
از عروج چرخ شان شد سد باب

جس سے ہاروت و ماروت اب یہاں
پا نہیں سکتے عروج آسماں

بایزید از بهر این کرد احتراز
دید در خود کاهلی اندر نماز

بایزید اس سے بچے اس وجہ سے
جو نمازوں میں وہ سستی دیکھتے

از سبب اندیشه کرد آن ذو لباب
دید علت خوردن بسیار آب

کاہلی کی اپنی ڈھونڈی وجہ جب
تھا زیادہ پانی پینا ہی سبب

گفت تا سالی نخواهم خورد آب
آنچنان کرد و خدایش داد تاب

بولے چھوڑا اک برس کو میں نے آب
پھر کیا ایسا ہی حق نے دی وہ تاب

این کمینه جهد او بُد بهر دین
گشت او سلطان و قطب العارفین

یہ تھی ادنیٰ کوشش انکی بہر دیں
ہو گئے سلطان و قطب العارفین

چون بریده شد برای حلق دست
مرد زاهد را در شکوی ببست

ہاتھ جرم حلق سے جب کٹ گیا
مرد زاہد کو نہ پھر شکوہ رہا

اینچنین باشد چو یک در بسته شد
صد در دیگر بدو اشکسته شد

ایسا ہوتا ہے جب اک در بند ہو
اور کھل جاتے ہیں سو اور موحد!

شیخ اقطع گشت نامش پیش خلق
کرد معروفش بدین آفات حلق

شیخ اقطع نام ان کا ہو گیا
خلق نے مشہور یوں انکو کیا

گر تو نام اولش خواہی بداں ‏ ‏ ہیں پرو یو اکحیر ترسانیش خواں
پہلا نام اُن کا جو چاہے جاننا ‏ ‏ کہ انہیں بو اکحیر ترسانی تھا

شیخ اقطع کی کرامت

در عریشش او را یکے زائر بیافت ‏ ‏ کو بہر دو دست خود زنبیل بافت
دیکھا اک زائر نے چھپر میں انہیں ‏ ‏ بنتے تھے زنبیل جو بن ہاتھ ہیں

گفت او را اے عدوئے جان خویش ‏ ‏ در عریشم آمدی سرکردہ پیش
بولے - اپنی جان کا تو ہے عدو ‏ ‏ آ گیا کیونکر مرے چھپر میں تو

از چرا کردی شتاب اندر سباق ‏ ‏ گفت از افراط مہر و اشتیاق
تو نے سبقت مجھ سے کی بے نفاق ‏ ‏ بولا مجھ کو تھا بڑا ہی اشتیاق

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا ‏ ‏ لیک مخفی دار ایں اے کیا
مسکرا کر پھر کہا اس سے کہ آ ‏ ‏ ہاں مگر سب سے چھپانا ماجرا

تا نمیرم من مگو ایں با کسے ‏ ‏ نے قرینے نے حبیبے نے خسے
رکھنا میری زیست تک اسکو نہاں ‏ ‏ اپنے بیگانوں سے کر دینا نہاں

بعد ازاں قوم دگر از روزنش ‏ ‏ مطلع گشتند بر بافیدنش
بعد ازاں روزن سے قوم اک دوسری ‏ ‏ اُن کے یوں بننے سے واقف ہو گئی

گفت حکمت را تو دانی کردگار ‏ ‏ من نہفتم پنہاں تو کردی آشکار
بولے حکمت تو جانے کردگار ‏ ‏ میں چھپاتا ہوں کرے تو آشکار

آمد الہامش کہ یکچندے بدند ‏ ‏ کہ دریں غم بر تو منکر میشدند
یوں ہوا الہام تھے کچھ آدمی ‏ ‏ جو تری تکذیب کرتے تھے کبھی

کہ مگر سالوس بود او در طریق ‏ ‏ کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
ہاں طریقت میں وہ اک مکار تھا ‏ ‏ پاس سے رسوا خدا نے کر دیا

من نخواہم کان رمہ کافر شوند | در ضلالت در گمان بد روند

چاہیں سے یہ چاہا کہ وہ کافر نہ ہوں | ہوں نہ گمرہ، بدگمانی کر کے یوں

این کرامت را بکردم آشکار | کہ بہ بیعت دست اندر رفت کار

یہ کرامت ہم نے کر دی آشکار | تا مدد مجھ کو پہنچے وقت کار

تا کہ این بیچارگان بدگمان | رد نگردند از جناب آسمان

یہ جو بیچارے نہ ہوں بدگماں | رد نہ کر دیتے فیوض آسماں

من ترا بے این کرامتہا ز پیش | خود تسلی دادمے از ذات خویش

بن کرامت سے بھی پہلے میں تجھے | خود تسلی دیتا اپنی ذات سے

این کرامت بہر ایشان کردمت | واین چراغ از بہر این بنہادمت

یہ کرامت دکھائی اُن کے لیے | یہ چراغ اب ہیں جلے انکے لیے

تو از آن بگذشتۂ کز مرگ تن | ترسی از تفریق اجزائے بدن

تو ہے بالاتر، کہ مرگ جسم سے | عضو کی تفریق ہونے سے ڈرے

وہم تفریق از سر اجزائے تو رفت | دفع وہم از سر رسیدت نیک زفت

وہم تجھ میں ہے کہاں تفریق کا | دفع وہم اب تجھ کو باطن سے ملا

فرعون کے جادوگر

ساحران را گفت فرعون لعین | کرد تہدید و سیاست بر زمین

ساحروں سے یوں کہا فرعون نے | ہیں سزا دوں گا سیاست کے لئے

کہ ببرم دست و پاتان از خلاف | پس در آویزم ندارمتان معاف

دست و پا کاٹوں ہیں جو تم خلاف | اور لٹکا دوں۔ کروں میں کیوں معاف

او چنان پنداشت کایشان در ہمان | وہم و تخویفند و وسواس و گمان

وہ یہ سمجھا سب یونہی ڈرتے رہیں | وہم و وسواس و گمان و خوف میں

کہ بود شاں لرزہ از تخویف و ترس	از توہمہا و تہدیدات نفس
خوف سے لرزاں بدن انکے رہیں	نفس کی دھمکی سے وہ ڈرتے رہیں
او ہمی دانست کایشاں رستہ اند	بر دریچہ نور دل بنشستہ اند
وہ سمجھا تھا کہ یہ آزاد ہیں	نور دل کے در پہ سب آباد ہیں
سایۂ خود را ز خود دانستہ اند	چابک و چست و گش و برجستہ اند
اپنا سایہ جسم کو ہیں جانتے	شاد ہیں چالاک چستی ہیں بھرے
ہاون گردوں اگر صد بار شاں	خرد کوبد اندریں گلزار شاں
گر فلک کی اوکھلی سو بار بھی	ریزہ ریزہ انکو کر دے دال سی
اصل آں ترکیب را چوں دیدہ اند	از فروع وہم کم ترسیدہ اند
اصل ہیں ترکیب کی دیکھے ہوئے	وہ نہیں ڈرتے فروع وہم سے
ایں جہاں وہمست اندر ظن مایست	گر رود در خواب دستے باک نیست
یہ جہاں ہے وہم و ظن سے باگذر	خواب میں گر ہاتھ کٹ جائے نہ ڈر
گر بخواب اندر سرت ببرید گاز	ہم سرت برجاست ہم عمرت دراز
خواب میں گر سر چھری سے کٹ گیا	عمر تیری بڑھ گئی ۔ سر ہے بجا
گر ببینی خواب خود را دو نیم	تندرستی چوں بخیزی نے سقیم
خواب میں دو ٹکڑے گر آئیں نظر	جب اٹھے ہو تندرستی [illegible]
حاصل اندر خواب نقصان تن	نیست باکے گر دو صد پارہ شدن
الغرض نقصان بدن کا خواب سے	کچھ نہیں ہے گو سیکڑوں ٹکڑے کرے
ایں جہاں را کہ بصورت قائم است	گفت پیغمبر کہ حلم نائم است
اس جہاں کا ہے جو صورت پر قیام	خواب کی صورت کہیں خیر الانام
از رہ تقلید تو کردی قبول	سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
کر لیا تقلید سے تو نے قبول	سالکوں نے اسکو دیکھا بے رسول

روز در خوابی مگو کاین خواب نیست | سایہ فرع است اصل جز مہتاب نیست
تو ہے سوتا یہ نہ کہہ کب خواب ہے | سایہ ہے شاخ، اصل بس مہتاب ہے

خواب بیداریست آں داں اے عضد | کو بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
خواب بیداری ہے گویا اے جواں | خفتہ کیا سمجھے کہ ہے خوابِ گراں

او گمان بردہ کہ ایں دم خفتہ ام | بیخبر زاں کوست در خوابِ دوم
وہ تو یہ جانے کہ ہوں سویا ہوا | اصل میں یہ خواب ہے وہ دوسرا

کوزہ گر گر کوزۂ را بشکند | چوں بخواہد باز خود قائم کند
کوزہ گر، کوزہ کوئی توڑے اگر | پھر وہ جب چاہے بنا دے جوڑ کر

کور را ہر گام باشد ترسِ چاہ | با ہزاراں ترس مے آید براہ
اندھے کو ہے ہر قدم پہ خوفِ چاہ | سیکڑوں خطروں میں چلتا ہے وہ راہ

مردِ بینا دید عرضِ راہ را | پس بداند او مغاکِ چاہ را
مردِ بینا دیکھتا ہے راہ کو | جانتا ہے ہر گڑھے اور چاہ کو

پا و زانوش نلرزد ہر دمے | رو ترش کے دارد او از ہر غمے
پاؤں اور زانو لرزتے ہی نہیں | ترش رو وہ کب ہو اور اندوہگیں

خیز فرعونا کہ ما آں نیستیم | کز ہر بانگے ز غولے بیستیم
دیکھ اے فرعون ایسے ہم نہیں | بانگِ غولی پر ٹھہرتے ہیں کہیں

خرقۂ ما را بدرد دوزندہ ہست | ورنہ خود ما را برہنہ تن خوش است
پھاڑے خرقہ سینے والا ہے خدا | یوں بھی ہم خوش ہیں نہ گر اس نے سیا

بے لباس ایں خواب را اندر کنار | خوش بگیرم اے عدوئے نابکار
بے لباس اس خواب سے ہوں ہمکنار | خوش ہوں اس سے اے عدوئے نابکار

خوشتر از تجرید از تن وز مزاج | نیست اے فرعونِ بے الہام گیج
سب سے بہتر ہے جدائی جسم سے | سن تو اے فرعونِ بے الہام اسے

ایک خچّر اور ایک اونٹ

گفت استر با شتر اے خوش رفیق ۔ در فراز و شیب و در راہِ دقیق

بولا خچّر اونٹ سے کیوں اے رفیق! ۔ اونچا نیچا جب ہو رستہ یا عمیق

تو نیائی در سر و خوش می روی ۔ من ہمے آیم بسر در چوں غوی

سر کے بل گرتا نہیں تو بے گماں ۔ اور میں گرتا ہوں اکثر ناگہاں

من ہمے افتم برو در ہر دمے ۔ خواہ در خشکی و خواہ اندر نمے

منہ کے بل گرتا ہوں میں تو ہر گھڑی ۔ خواہ وہ خشکی ہو کوئی یا تری

ایں سبب را باز گو با من کہ چیست ۔ تا بدانم من کہ چوں باید زیست

کچھ سبب اس کا بتا آخر مجھے ۔ تا کہ رستہ مجھ کو جینے کا ملے

گفت از چشمِ تو چشمِ من یقیں ۔ بیگماں روشنتر است و دور بیں

بولا تیری آنکھوں سے آنکھیں مری ۔ دور بیں ہیں اور بہت ہے روشنی

بعد ازاں ہم از بلندی ناظرم ۔ زیں سبب در رہ بچشم حاضرم

میں بلندی سے ہوں سب کچھ دیکھتا ۔ منہ کے بل گرتا نہیں یوں برملا

خوش برآیم بر سر کوہ بلند ۔ آخر عقبہ ببینم ہوشمند

خوش خوش آتا ہوں سر کوہ بلند ۔ گھاٹی کو میں دیکھتا ہوں ہوشمند

پس ہمہ پستی و بالائی راہ ۔ دیدہ ام را وا نماید ہم اِلٰہ

یہ بلندی راہ کی یہ پستیاں ۔ کرتا رہتا ہے خدا مجھ پہ عیاں

ہر قدم من از سرِ بینش نہم ۔ از عثار و از فتادن وارہم

ہر قدم رکھتا ہوں میں دانائی سے ۔ لغزش اور گرنے سے بچنے کے لئے

تو نبینی پیش خود یک دو سہ گام ۔ دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام

دیکھتا ہے تو فقط دو تین گام ۔ دانہ کو دیکھے نہ دیکھے رنجِ دام

یستوی الاعمٰی لدیکم والبصیر ۔۔۔ فی المقام والنزول والمسیر

ہے برابر کور اور بینا نہیں ۔۔۔ ہر جگہ ہر منزل اور ہر سیر میں

چوں جنین اندر رحم حق جاں دہد ۔۔۔ جذب اجزا در مزاج او نہد

جب رحم میں بچے کو حق جان دے ۔۔۔ جذب اجزا کا طبیعت میں رکھے

از خورش او جذب اجزا می‌کند ۔۔۔ تار و پود جسم خود را می‌تند

کھانے سے وہ جذب اجزا کو کرے ۔۔۔ تانا بانا جسم کا اپنے تنے

تا چہل سالش بجذب جزوہا ۔۔۔ حق حریصش کردہ باشد در نما

جذب اجزا کے لئے چالیس سال ۔۔۔ ہے حریص اس کو بناتا ذو الجلال

جذب اجزا روح را تعلیم کرد ۔۔۔ چوں نداند جذب اجزا شاہ فرد

جب سبق وہ روح کو دے جذب کا ۔۔۔ جذب اجزا کیوں نہ جانے کبریا

جامع ایں ذرہ ہا خورشید بود ۔۔۔ بے غذا اجزات را داند ربود

جمع ان ذروں کو سورج نے کیا ۔۔۔ تیرے اجزا کو چلائے بے غذا

آں زمانے کز در آئی تو ز خواب ۔۔۔ ہوش و حس رفتہ را خواہی شتاب

جس گھڑی بیدار ہو تو خواب سے ۔۔۔ ہوش و حس رفتہ کو پھر دیکھ لے

تا بدانی کاں ازو غائب نشد ۔۔۔ باز آید چونکہ فرماید کہ عد

ہو یقیں تجھ کو نہ گئے وہ منتشر ۔۔۔ لوٹ آئیں جب وہ فرمائے کہ پھر

حضرت عزیرؑ کا گدھا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت ۔۔۔ کہ بپوسیدہ است و ریزیدہ برت

اے عزیرؑ! اپنے گدھے پر غور کر ۔۔۔ سڑ گیا اور گل گیا پیش نظر

پیش تو گرد آوریم اجزاش را ۔۔۔ آں سر و دم و دو گوش و پاش را

کر دیں اجزا جمع تیرے سامنے ۔۔۔ کان دم سر پاؤں ہوں باہم ملے

دست بے وجزو برہم مے نہم | پارہا را اجتماعے میدہم
ہاتھ پاؤں اور کریں اجزا بہم | جمع کر کے جوڑ دیں ٹکڑوں کو ہم

درنگر در صنعت پارہ زنے | کو ہمے دوزد کہن بے سوزنے
دیکھ پارہ دوز کی صنعت ذرا | بے سوئی سیتا ہے ٹکڑے پر ملا

ریسمانے سوزنے نے وقت خرز | آنچناں دوزد کہ پیدا نیست درز
وقت سینے کے نہیں ڈورا سوئی | یوں سئے ۔ باقی نہ چھوڑے درز بھی

چشم بکشا حشر را پیدا ببیں | تا نماند شبہات در یوم دیں
آنکھ کھول اور دیکھ ظاہر حشر کو | تا قیامت میں تجھے پھر شک نہ ہو

تا ببینی جامعیم را تمام | تا نلرزی وقت مردن زاہتمام
جمع کرنا تو مرا دیکھے تمام | وقت مرنے کے نہ گھبرائے بہام

ہمچنانکہ وقتِ خفتن ایمنی | از فوات جملہ حسہائے تنی
جس طرح سوتے میں ہے اے نیکخو | اپنی حس کے فوت سے بے خوف تو

بر حواس خود نلرزی وقتِ خواب | گرچہ میگردد پریشان و خراب
اور حسوں کا ڈر نہیں کچھ وقتِ خواب | گو وہ ہو جاتی ہیں پریشان اور خراب

ایک بزرگ کا اپنے بچوں کی موت پر نہ رونا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں | آسمانی شمع بر روئے زمیں
تھا کبھی کوئی بزرگ رہنما | جو زمیں پر آسمانی شمع تھا

چوں پیمبر در میان امتاں | در کشائے روضۂ دار الجناں
جیسے ہو مرسل امتوں کے درمیاں | کھول دیتا ہے در باغ جناں

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش | چوں نبی باشد میان قوم خویش
ہے نبی کا قول ۔ شیخ پیشوا | قوم میں اپنی ہے مثل انبیا

یک صباحے گفتش اہل بیت او / سخت دل چونی بگو اے نیکخو

اس سے یوں اک روز بیوی نے کہا / سخت دل تو کیوں ہے اے مرد خدا

ما ز ہجر و مرگ فرزندان تو / نوحہ میداریم با پشت دو تو

ہم ترے بچوں کے ہجر و مرگ سے / نوحہ خواں ہیں اور جاتے ہیں جھکے

تو نے گریی نے زاری چرا / یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا

تو نہیں روتا، نہ ہے نالہ سرا / رحم کیا دل میں نہیں تیرے ذرا

چون ترا رحمے نباشد در دل / پس چہ امید ستمان از تو کنون

رحم جب بالکل نہیں دل میں ترے / تجھ سے کیا امید پھر کوئی رکھے

ما بامید تو ایم اے پیشوا / کہ نہ بگذاری تو ما را در عنا

ہم تری امید پر ہیں پیشوا / رنج سے تو ہم کو کر دیگا رہا

چون بیارایند بہر حشر تخت / خود شفیع ما توی آن روز سخت

سخت جب محشر میں داور کا بچھے / تو شفاعت اس مصیبت میں کرے

در چنان روز و شبے بے زینہار / ما بکرام تو ایم امیدوار

جبکہ ہوں اچھے برے اماں لیل و نہار / ہم ہیں تیرے لطف کے امیدوار

دست ما و دامن تست آن زمان / کہ نماند ہیچ مجرم را امان

جو ہمارا ہاتھ اور دامن ترا / جبکہ اماں پائیں نہ اسباب خطا

گفت پیغمبر کہ روز رستخیز / کے گذارم مجرمان اشکریز

[illegible] روز جزا / مجرموں کو کب رکھوں نالہ سرا

من شفیع عاصیان باشم بجان / تا رہانمشان ز اشکنجہ گران

ہیں شفیع عاصیاں [illegible] بلا / تا کروں ان کو مصیبت سے رہا

عاصیان و اہل کبائر را بجہد / وارہانم از عتاب نقض عہد

وہ گناہ سب اہل کبائر کو بچا / تا نہ نقض عہد کی پائیں سزا

دیکھو صفحہ ۱۹۰

صالحانِ امتم خود فارغند ـــ از شفاعتہائے من روزِ گزند
صالح امت ہیں فارغ برملا ـــ ہاں شفاعت سے مری روزِ جزا

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بود ـــ گفتِ شاں چوں حکم نافذ میرود
خود شفاعت وہ کرینگے نیک ذات ـــ حکم بن کر ہوگی جاری انکی بات

ہیچ وازر وزرِ غیرے برنداشت ـــ من نیم وازر خدایم برفراشت
بار اٹھاتا ہے کسی کا کوئی کب ـــ بوجھ اُٹھواتا ہے مجھ سے کبریا رب

آنکہ بے وزرست شیخست اے جواں ـــ در قبولِ حق چو اندر کف کماں
جو کہ ہے بے بوجھ ہے شیخ اے جواں ـــ تابعِ حق جیسے ہاتھوں میں کماں

شیخ کہ بود پیر یعنی مو سپید ـــ معنیٔ ایں مو بداں اے ناامید
شیخ بوڑھا بال ہوں جس کے سفید ـــ اس کے تو معنی سمجھ۔ اے ناامید

ہست آں موئے سیہ ہستیٔ او ـــ تا ز ہستیش نماند تارِ مو
بال کالے اس کی ہستی ہیں پسر ـــ تا رہے باقی نہ ہستی بال بھر

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست ـــ گر سیہ مو باشد او خود یا دو موست
پیر وہ ہے جس کی ہستی خود ہٹے ـــ بال کالے ہوں کہ ہوں تل چاولے

ہست آں موئے سیہ وصفِ بشر ـــ نیست آں مو موئے ریش و موئے سر
بال کالے کیا ہیں؟ اوصافِ بشر ـــ کب وہ موئے ریش ہیں یا موئے سر

مہد و عیسیٰؑ بر آرد صد نفیر ـــ کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر
تھا یہ گہوارے میں عیسیٰؑ کا بیان ـــ ہم ہیں شیخ و پیر اور کب ہیں جوان

گر رہید از بعضِ اوصافِ بشر ـــ شیخ نبود کہل باشد اے پسر
گر نہیں بعض اس میں اوصافِ بشر ـــ پیر کامل وہ کہاں ہے اے پسر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کبیرہ گناہ کرنے والے لوگ ہو

در یکے موئے سیہ کاں وصف ماست ۔ نیست بر رو شیخ و مقبول خداست

گر نہیں چہرے پہ اک موئے سیاہ ۔ شیخ ہے وہ اور ہے مقبول الٰہ

چوں بود وصفش سپید ار با خوداست ۔ او نہ پیر است و نہ خاص ایزد است

بال جس کے ہوں سپید اور ہو خودی ۔ وہ نہیں ہے پیر اور خاص ایزدی

در سر موئے ز وصفش باقیست ۔ او نہ از عرش خدا آفاقیست

بال بھر جو وصف باقی ہو کہیں ۔ وہ ہے دُنیا دار - مرد حق نہیں

ما ہمہ امیدواران تو ہم ۔ ریزہ چین خوانِ احسان تو ایم

ہم تو ہیں امیدوار اب سب ترے ۔ ریزہ چیں ہیں ہاں ترے احسان کے

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی ۔ بہر فرزنداں چرا بے رافتی

باوجود اس کے بھی بے شفقت ہے تو ۔ اپنے فرزندوں سے بے الفت ہے تو

یا مگر خود دل نمے سوزد ترا ۔ باز گو اے شیخ ما را ماجرا

یا پگھلتا خود نہیں ہے دل ترا ۔ کچھ تو کہہ اے شیخ ہم سے ماجرا

شیخ کا نہ رونے کے واسطے عذر کرنا

شیخ گفتش را مپندار اے رفیق ۔ کہ ندارم رحم و مہر دل شفیق

شیخ بولا یہ نہ تو جان اے رفیق ۔ رحم سے میرا نہیں ہے دل شفیق

بر ہمہ کفار ما را رحمت است ۔ گرچہ جان جملہ کافر نعمت است

رحم مجھ کو کافروں پر بھی ہے اب ۔ کافر نعمت ہیں گو وہ سب کے سب

بر سگانم رحمت و بخشایش است ۔ کہ چرا از سنگہاشاں مالش است

رحم کتوں پر بھی آتا ہے مجھے ۔ کیوں انہیں پتھر سے سب ہیں مارتے

؎ یہاں سے اس بزرگ کی بیوی کا قول پھر شروع ہوا۔

آں سگے کو میگزد گویم دعا — کہ ازیں خو وا رہانش اے خدا

کتا جب کاٹے ہیں کرتا ہوں دعا — تو چھڑا دے اس کی یہ عادت خدا

ایں سگاں را ہم دریں اندیشہ دار — کہ نباشند از خلائق سنگسار

فکر کتوں کی یہ رہتی ہے مجھے — سنگسار اب ہوں نہ یہ مخلوق سے

زاں بیاورد اولیا را بر زمیں — تا کندشاں رحمۃ للعالمین[۱]

اولیا کو لائے وہ سوئے زمیں — تا بنائے رحمۃ للعالمین

خلق را خواند سوئے درگاہ خاص — حق را خواند کہ وافر کن خلاص

وہ سوئے درگاہ حق سب کو بلائیں — صدق وافر ہونے کی مانگیں دعائیں

جہد بنماید ازیں سو بہر پند — چوں نشد گوید خدایا در مبند

زور دیتے ہیں نصیحت میں بڑا — پھر نہ ہو تو بولیں در کھول اے خدا

رحمت جزوی بود مر عام را — رحمت کلی بود ہمام را

رحمت جزوی ہے بہر خلق عام — رحمت کلی ہے بہر ہر ہمام

رحمت جزوش قریں گشتہ بکل — رحمت دریاست ہادی سبل

رحمت جزوی ہے کل سے بس قریں — رحمت دریا ہے ہادی بالیقیں

رحمت جزوی بکل پیوستہ شد — رحمت کل را تو ہادی بیں و رو

رحمت جزوی ہے کل سے مل گئی — رحمت کل کو تو ہادی جان اٹھی

تا کہ جزو وا نداند راہ بحر — ہر غدیرے را کند اشباہ بحر

جزو ہے جب تک راہ دریا جانے کیا — ہوتا ہے تالاب پہ شک بحر کا

چوں نداند راہ یم[۲] کے رہ برد — سوئے دریا خلق را چوں آورد

کیا کرے جب یاد راہ یم نہ ہو — لائے کیونکر سوئے دریا خلق کو

۱ مقبول خدا ۔
۲ دریا ۔

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او ۔ رہ برد تا بحر ہمچوں سیل جو

بحر سے مل جائے - تو بے شبہ و شک ۔ لے کے جائے سیل بن کر بحر تک

ور کند دعوت بہ تقلیدے بود ۔ نز عیان و وحی و تائیدے بود

گر کرے تبلیغ تقلیدی ہے ۔ کب عیاں با وحی تائیدی ہے

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ ۔ ہمچو چوپانے بگرد ایں رمہ

بولی بیوی - تو ہے سب پر مہرباں ۔ جیسے گلہ کے لئے ہو گلہ باں

چوں نداری نوحہ فرزند خویش ۔ چونکہ فصاد اجل شاں زد نیش

کیوں نہیں پھر نوحہ خواں فرزندوں کا ۔ جن پہ نشتر ہے اجل کا لگ چکا

چوں گواہ رحم اشک دیدہاست ۔ دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست

ہیں گواہ رحم آنسو آنکھ کے ۔ تیری آنکھیں کیوں ہیں خالی اشک سے

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد ۔ در سخن یکبارہ بے آزرم شد

شیخ کی غصے سے تیوری چڑھ گئی ۔ بے مروت ہو گیا یکبارگی

رو بزن کرد و بگفتش کاے عجوز ۔ خود نباشد فصل دے ہمچوں تموز

بولا عورت سے کہ سن اے پیرزال ۔ فصل گل ہوتی ہے کب فصل خزاں

جملہ گر مردند ایشاں ور حی اند ۔ غائب و پنہاں ز چشم دل کے اند

مر گئے ہیں جو - ہیں زندہ سب کے سب ۔ چشم دل سے ہیں بھلا پوشیدہ کب

من چو بینمشاں معین پیش خویش ۔ از چہ رو را کنم ہمچوں تو ریش

دیکھتا ہوں اُن کو اپنے سامنے ۔ منہ کو تیری طرح پیٹوں کس لئے

گرچہ بیروں شد از دور زماں ۔ با منند و گرد من بازی کناں

گو نہیں دنیا میں اب وہ ذی شرف ۔ کھیلا کرتے ہیں مرے چاروں طرف

گریہ از ہجراں بود یا از فراق ۔ با عزیزانم وصالست و عناق

ہجر سے روتی ہے جان بے قرار ۔ اور فرزندوں سے ہوں میں ہمکنار

خلق اندر خواب می‌بینند شاں | من به بیداری همی بینم عیاں
خلق انکو دیکھتی ہے خواب میں | جاگتے میں دیکھتا ہوں میں انہیں

ز جہاں خود را همی پنہاں کنم | برگ حس را از درخت افشاں کنم
ہر ستے خود کو چھپا لیتا ہوں میں | حس کے پتوں کو گرا دیتا ہوں میں

حس اسیر عقل باشد اے فلاں | عقل اسیر روح باشد ہم بداں
حس اسیر عقل ہے سن اے اخی | عقل ہوتی ہے اسیر روح ہی

دست بستہ عقل را جاں باز کرد | کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
عقل کے عقدے کو کھولا جان نے | اور رکتے جو کام۔ جاری ہو گئے

حسہا و اندیشہ بر آب صفا | ہمچو خس بگرفتہ روئے آب را
حس اور اندیشہ ہے آب صفا پہ | ہو خس و خاشاک جیسے اسکے پیر

دست عقل آں خس بیکسو برد | آب پیدا میشود پیش خرد
دست عقل اس حس کو جب یکسو کرے | آب پیدا ہو خرد کے سامنے

خس بسے انبوہ بد بر جو چوں حباب | خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب
تھی بہت خس نہر پہ مثل حباب | خس ہٹی تو ہو گیا ظاہر پھر آب

چونکہ دست عقل نکشاید خدا | خس فزاید از ہوا بر آب ما
گر نہ خالق ہاتھ کھولے عقل کے | خس ہمارے پانی پہ بڑھتی رہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او | از ہوا خنداں و گریاں عقل تو
پانی کو ہر لحظہ وہ کر دے نہاں | ہنستی روتی ہے ہوا سے عقل ہاں

چونکہ تقوی بست دو دست ہوا | حق کشاید ہر دو دست عقل را
بندھ گئے جب زہد سے دست ہوا | عقل کے ہاتھوں کو کھولے گا خدا

پس حواس چیرہ محکوم تو شد | چوں خرد سالار و مخدوم تو شد
ہو گئے محکوم وہ غالب حواس | جب ہوئی سردار عقل حق شناس

حس را بیخواب خواب اندر کند | تا کہ غیبتہا ز جاں سر بر زند

جس کو بیداری میں دیتی ہے سُلا | غیب سے ہو رُوح تیری آشنا

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا | ہم ز گردوں بر کشاید بابہا

خواب دیکھے عالم بیدار میں | آسماں سے تجھ پہ دروازے کھلیں

ایک شیخ نابینا کا قرآن پڑھنا

دید در ایام آں شیخ فقیر | مصحفے در خانۂ پیر ضریر

دیکھا اُن روزوں میں اک درویش نے | ایک قرآں گھر میں اندھے پیر کے

پیش او مہماں شد او وقت تموز | ہر دو زاہد جمع گشتہ چند روز

اس کا وہ مہمان گرما میں ہوا | دونوں زاہد مل کے بیٹھے ایک جا

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست | چونکہ نابیناست ایں درویش راست

سوچا یہ قرآں کا اس جا کام کیا | جبکہ نابینا ہے پیر با صفا

اندریں اندیشہ تشویشش فزود | کہ جز او را نیست اینجا باش و بود

فکر اس اندیشے میں اسکی بڑھ گئی | یاں سوا اس کے نہیں رہتا کوئی

اوست تنہا مصحفے آویختہ | من نیم گستاخ یا آمیختہ

وہ ہے تنہا اور قرآں ہے یہاں | میں نہیں گستاخ اور بے باک ہاں

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم | تا بہ صبرے بر مرادے بر زنم

تا کہ پوچھوں صبر کرلوں، چُپ رہوں | صبر سے مقصود میں تا حاصل کروں

صبر کرد و بود چندے در حرج | کشف شد کالصبر مفتاح الفرج

صبر سے تھا کچھ دنوں تنگ جی | کھل گیا ہے صبر مفتاح الفرج

صبر گنجیست اے برادر صبر کن | تا شفا یابی تو زیں رنج کہن

صبر ہے گنج اسکا اے برادر صبر کر | تجھ کو ہو تا شفا حاصل مگر

صبر سوئے کشفِ ہر سر رہبر ست — صبر تلخ آمد بر او شکر ست

صبر کشفِ راز میں ہے رہنما — صبر کڑوا۔ پھل ہے میٹھا برملا

حضرت لقمانؑ کا صبر کرنا

رفت لقمانؑ سوئے داؤدؑ صفا — دید کو می‌کرد ز آہن حلقہا

خدمتِ داؤدؑ میں لقمانؑ گئے — دیکھا حلقے ہیں بنانے لوہے کے

جملہ را با ہمدگر در می‌فگند — ز آہن و پولاد آں شاہِ بلند

ایک کو ایک دوسرے میں ڈالتے — وہ بنا کر آہن و فولاد سے

صنعتِ زرّاد او کم دیدہ بود — در عجب می‌ماند و وسواسش فزود

صنعت ایسی حلقے کی دیکھی نہ تھی — بڑھ گیا وسواس اور حیرت ہوئی

کایں چہ شاید بود وا پرسم ازو — کہ چہ می‌سازی ز حلقہ تو بتو

ان سے آخر پوچھنا تو چاہیئے — حلقے کیوں رکھتے ہیں یہ اوپر تلے

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست — صبر تا مقصود زوتر رہبرست

پھر کہا ہے صبر ہی لازم مجھے — صبر ہی مقصود کا رہبر ہے

چوں نپرسی زودتر کشفت شود — مرغِ صبر از جملہ پرّاں تر بود

گر نہ پوچھے۔ بھید کھل جائے پیہ — صبر کا ہے مرغ سب سے تیز پر

ور بپرسی دیرتر حاصل شود — سہل از بے صبریت مشکل شود

اور جو پوچھے ہو بدیر اسکا اثر — سہل ہے صبری سے ہو دشوار تر

چونکہ لقمانؑ تن بزد اندر زماں — شد تمام از صنعتِ داؤدؑ آں

جبکہ لقمانؑ نے کیا صبر اس گھڑی — صنعتِ داؤدؑ پوری ہو گئی

پس زرہ سازید و در پوشید او — پیشِ لقمانِ حکیم صبر خو

بن چکا جب حلقہ۔ پھر پہنا اسے — سامنے لقمانؑ صبر آگیں کے

گفت ایں نیکو لباس است اے فتیٰ ۔۔۔ در مصاف و جنگ دفع زخم را

بولے یہ پوشش ہے اچھی دیکھ لے ۔۔۔ جنگ میں دفعِ جراحت کے لئے

گفت لقماں صبر ہم نیکو دمیست ۔۔۔ کو پناہ و دافع ہر جا غمیست

بولے لقماںؑ صبر بھی ہے مغتنم ۔۔۔ دافعِ فکر و پناہ و رنج و غم

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں ۔۔۔ آخر والعصر را آگہ بخواں

صبر ہے نزدیک حق سے اے پسر ۔۔۔ آخر والعصر[1] پڑھ اور غور کر

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید ۔۔۔ کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

گرچہ لاکھوں قسم کی ہیں کیمیا ۔۔۔ کیمیائے صبر ہے سب سے سوا

شیخ نابینا کا باقی قصہ

مرد مہماں صبر کرد و ناگہاں ۔۔۔ کشف گشتش حالِ مشکل در زماں

صبر مہماں نے کیا اور ناگہاں ۔۔۔ حال مشکل ہو گیا اس پر عیاں

نیم شب آوازِ قرآں را شنید ۔۔۔ جست از خواب آں عجائب را بدید

نصف شب آوازِ قرآں کی سنی ۔۔۔ نیند سے چونکا تو حیرت ہو گئی

کز مصحف کور میخواند درست ۔۔۔ گشت بے صبر و ز کور آں حال جست

کور تھا قرآن فر فر پڑھ رہا ۔۔۔ ہو گیا بے صبر۔ پوچھا ماجرا

گفت چوں در چشمہایت نیست نور ۔۔۔ چوں ہمے بینی ہمے خوانی سطور

پوچھا۔ آنکھوں میں نہیں جب روشنی ۔۔۔ سطریں آتی ہیں نظر کیونکر ابھی

آنچہ میخوانی برآں افتادہ ۔۔۔ دست را بر حرفِ آں بنہادہ

تو جو کچھ پڑھتا ہے اُس پر ہے نظر ۔۔۔ انگلی سے رکھے ہوئے ہر حرف پر

[1] یعنی وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ حق کے اور صبر کے ساتھ وصیت کرتے ہیں

صنعت در بسیر پیدا میکند — کہ نظر بر حرف داری مستند

انگلی کی حرکت سے ظاہر ہے مگر — ٹھیک پڑتی ہے نظر ہر حرف پر

گفت اے گشتہ ز جہل تن جدا — ایں عجب میداری از صنع خدا

بولا جہل تن سے ہے تو جدا — ہے تعجب صنعت خالق میں کیا

من ز حق در خواستم کاے مستعان — بر قرائت من حریصم ہمچو جان

میں نے اپنے حق سے کی تھی التجا — شوق ہے قرآن پڑھنے کا بڑا

نیستم حافظ مرا نورے بدہ — در دو دیدہ وقت خواندن بے گرہ

میں نہیں حافظ مجھے دے روشنی — پڑھتے وقت آنکھیں یہ کھل جائیں مری

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں — کہ بگیرم مصحف و خوانم عیاں

میری آنکھیں پھر مجھے مقسوم کر — تا پڑھوں قرآن میں اے دادگر

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار — اے بہر رنجے بما امیدوار

آئی خالق کی ندا اے مرد کار — ہم سے تو ہر غم میں ہے امیدوار

حسن ظن است و امیدے خوش ترا — کہ ترا گویم بہر دم بر تر آ

حسن ظن ہے اور امید ہے بھلا — تجھ سے کہتا ہوں کہ آگے بڑھ کر آ

ہر زماں کہ قصد خواندن باشدت — یا ز مصحفہا قرائت بایدت

قصد جب قرآن پڑھنے کا کرے — یا کہ قرأت مصحف اللہ سے

من در آں دم وادہم چشم ترا — تا فرو خوانی معظم جوہرا

میں تجھے اسوقت دوں آنکھیں تری — جوہر اعظم پڑھے تو باخوشی

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من — وا کشایم مصحف اندر خواندن

اس نے ایسا ہی کیا میں جس گھڑی — کھول کر قرآن پڑھتا ہوں کبھی

آں خبیرے کہ نشد غافل ز کار — آں گرامی بادشاہ کردگار

جو نہیں ہیں دل سے غافل وہ خبیر — ہاں وہ سلطان گرامی و کبیر

باز بخشد بینشیم آں شاہِ فرد | در زماں ہمچوں چراغ شب نورد
بخشتا ہے نور آنکھوں کا نیا | اس گھڑی جوں شمع شب افروز کے

زیں سبب نبود ولی را اعتراض | ہرچہ بستاند فرستد اعتیاض
معترض کب اولیا ہیں اس سبب | وہ جو کچھ لے۔ اسکا بدلہ خوب دے

گر بسوزد باغت انگورے دہد | درمیانِ ماتمت سورے دہد
گر جلا دے باغ۔ تو انگور دے | اور ماتم میں دل مسرور دے

آں شل بیدست را دستے دہد | کان غمہا را دلِ مستے دہد
ہاتھ بخشے وہ جو اک بے دست کو | مست اس کے رنج سے مغموم ہو

لانسلم و اعتراض از ما برفت | چوں عوض مے آید از مفقود زفت
اعتراض اس پہ ہمارا ہے فضول | جب مرادِ دل عوض میں ہو حصول

چونکہ بے آتش مرا گرمی رسد | راضیم گر آتشِ ما را کشد
جبکہ بے آتش مجھے گرمی ملے | ہوں میں راضی۔ آگ اگر میری بجھے

چونکہ بے چشمت ببخشد دیدنے | اینچنیں کوریست چشم روشنے
جب وہ دے بے آنکھ تجھ کو روشنی | ہے اس اندھے پن میں بینائی بڑی

بیچراغے چوں دہد او روشنی | گرچراغت شد چہ افغاں می کنی
بے چراغ اس سے ملے جب روشنی | شمع بجھنے سے ہے پھر کیوں بیکلی

اولیاء اللہ کا قصہ

بشنو اکنوں قصۂ آں رہرواں | کہ ندارند اعتراضے در جہاں
قصہ سن اُن رہرووں کا اب ذرا | جو نہیں ہیں معترض اصلا باوفا

ز اولیا اہلِ دعا خود دیگرند | کہ ہمے دوزند و گاہے مے درند
اولیا کا اک گروہ اہلِ دعا | جو کبھی سیتا۔ کبھی ہے پھاڑتا

قوم دیگر میشناسم ز اولیا — که دہانشان بستہ باشد از دعا

ایسی بھی ہے ایک قوم اولیا — جو ہے خاموش اور نہیں کرتی دعا

از رضا کہ ہست رام آن کرام — جستن دفع قضاشان شد حرام

اس رضا سے جو کہ اُن کو ہے مدام — ڈھونڈنا دفع قضا کا ہے حرام

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص — کفرشان آید طلب کردن خلاص

ہے قضا میں بھی انہیں اک ذوق خاص — کفر ہے چاہیں اگر اپنی خلاص

حسن ظنے بر دل ایشان کشود — کہ نپوشند از غمے جامہ کبود

حسن ظن سے اُنکے دل پر ہے کھلا — نیلا جامہ غم میں وہ رکھیں جدا

ہرچہ آید پیش ایشان خوش بود — آب حیوان گردد ار آتش بود

سامنے جو آئے خوش ہیں بیکدا نشہ — آگ بھی آئے تو ہو آب حیات

زہر در حلقومشان شکر بود — سنگ اندر راہشان گوہر بود

زہر اُن کے حلق میں شکر بنے — پتھر اُن کی راہ میں گوہر بنے

چونکہ یکسان بودشان نیک و بد — از چہ باشد این ز حسن ظن خود

نیک و بد یکساں ہیں سب اُنکے لئے — حسن ظن سے اُن کو یہ ترجیح ہے

کفر باشد نزدشان کردن دعا — کاے الٰہ از ما بگردان این قضا

کفر ہے اُن کے لئے ایسی دعا — اے خدا تو پھیر لے ہم سے قضا

بہلول اور ایک صاحب دل

گفت بہلول آن یکے درویش را — چونی اے درویش واقف کن مرا

پوچھا اک درویش سے بہلول نے — حال کیا ہے کچھ پتہ مجھ کو تو دے

گفت چون باشد کسے کہ جاودان — بر مراد او رود کار جہان

بولا ایسا ہے کہ جیسے جاوداں — ہو تمنا پر کسی کی یہ جہاں

سیلہا جوہا بر مراد او روند ۔۔۔ اختراں زآنساں کہ او خواہد شوند
سیل دریا اس کی خواہش پہ چلیں ۔۔۔ اور ستارے اس کی مرضی پر رہیں

زندگی و مرگ سرہنگان او ۔۔۔ بر مراد او روانہ کو بکو
اور پیادے زندگی و موت کے ۔۔۔ اس کی خواہش پہ ہوں ہر دم پھر رہے

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت ۔۔۔ ہر کجا خواہد ببخشد تہنیت
وہ جہاں بھی چاہے بھیجے تعزیت ۔۔۔ اور جہاں بھی چاہے بھیجے تہنیت

سالکان راہ ہم برگام او ۔۔۔ ماندگان راہ ہم در دام او
اس کے قدموں پر ہیں سالک راہ کے ۔۔۔ اور واماندہ ہیں پھندے میں پڑے

ہیچ دندانے نجنبد در دہاں ۔۔۔ بے رضا و امر او فرماں رواں
دانت بھی ہلتا نہیں منہ میں کوئی ۔۔۔ بے رضا و حکم اس کے ہر گھڑی

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ ۔۔۔ بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
بے رضا اس کی نہ اک پتا گرے ۔۔۔ بغیر حکم اس کے نہ کوئی بھی مرے

بے مراد او نجنبد ہیچ رگ ۔۔۔ در جہاں زاوج ثریا تا سمک
بے مراد اس کے نہ کوئی رگ ہلے ۔۔۔ اس زمیں تک سے لے کے اوج چرخ سے

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں ۔۔۔ در فر سیمائے تو پیداست ایں
بولا اے شہ! تو نے بالکل سچ کہا ۔۔۔ تیری پیشانی سے ہے جلوہ نما

آں و صد چنداں اے صادق ولیک ۔۔۔ شرح کن ایں را بیاں کن نیک نیک
یہ اور ایسے سو سخن سچ ہیں مگر ۔۔۔ تھوڑی تھوڑی اس بیاں کی شرح کر

آنچناں کہ فاضل و مرد فضول ۔۔۔ چوں بگوشش در رسد آرد قبول
تا کہ کوئی فاضل اور مرد فضول ۔۔۔ گر سنے کر لے اسے فوراً قبول

آنچنانش شرح کن اندر کلام ۔۔۔ کہ ازاں ہم بہرہ یابد جان عام
اس طرح کر شرح میں اس کی کلام ۔۔۔ جس سے بہرہ یاب ہوں سب خاص عام

ناطقِ کامل چو خواں باشے بود ۔ پر سرِ خوانش ز ہر آشے بود

ناطق کامل بچھائے خوان اگر ۔ ہر غذا موجود ہو اس خوان پر

کہ نماند ہیچ مہماں بینوا ۔ ہر کسے یابد غذائے خود جدا

رہ نہ جائے کوئی مہماں بے نوا ۔ ہر کوئی پائے غذا اپنی جدا

ہمچو قرآں کہ بمعنی ہفت توست ۔ خاص را و عام را مطعم دروست

سات باطن جیسے ہیں قرآن کے ۔ بہرہ ور سب خاص و عام اس سے ہوئے

گفت ایں باری یقیں شد پیش عام ۔ کہ جہاں در امر یزداں است رام

بولا اس کا تو یقیں سب کو ہوا ۔ یہ جہاں ہے زیر حکم کبریا

ہیچ برگے در نیفتد از درخت ۔ بے قضا و حکم آں سلطان بخت

پیڑ سے گرتا نہیں پتا کوئی ۔ حکم جب تک دے نہ خود اللہ ہی

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو ۔ تا نگوید لقمہ را حق کادخلوا

منہ سے لقمہ جائے کب سوئے گلو ۔ گر نہ لقمے سے کہے وہ کادخلوا[1]

میل و رغبت کاں زمام آدمیست ۔ جنبش آں رام امر آں غنیست

میل و رغبت باگ ہے انسان کی ۔ جنبش و آرام ہے حکم غنی

در زمینہا و آسمانہا ذرّہ ۔ پر نجنباند نگردد پرّہ

ایک ذرّہ بھی زمین و چرخ پر ۔ اڑ نہیں سکتا کرے جنبش اگر

جز بفرمان قدیم نافذش ۔ شرح نتواں کرد جزوی نیست خوش

گر نہ ہو فرمان نافذ کی خوشی ۔ شرح کب ممکن ہے جلدی ہے بری

کہ شمرد برگ درختاں را تمام ۔ بے نہایت کے شود در نطق رام

کون سب پیڑوں کے پتے گن سکے ۔ جو ہو بے حد نطق میں وہ کیا کرے

[1] داخل ہو جاؤ ۔

این قدر بشنو که چون کلی کار	می نگردد جز بامر کردگار
اس قدر سن لے کہ جملہ کاروبار	ہیں فقط موقوف حکم کردگار
چون قضائے حق رضائے بندہ شد	حکم او را بندہ خواہندہ شد
جب قضائے حق ہے بندے کی رضا	حکم اس کا بندہ کی خواہش بنا
بے تکلف نے پئے مزد و ثواب	بلکہ طبع او چنیں شد مستطاب
بے تکلف ہو نہ کچھ فکر ثواب	ہوتی ہے خود طبع اس کی مستطاب
زندگی خود نخواہد بہر خود	نے پئے ذوق حیات مستند
زندگی چاہے نہ خود اپنے لئے	اور نہ ذوق زندگی کے واسطے
ہر کجا امر قدم را مسلکیست	زندگی و مردگی پیشش یکیست
جس طرف ہے امر حق کا راستا	جینا اور مرنا اسے یکساں ہوا
بہر یزداں مے زید نے بہر گنج	بہر یزداں میرد نز خوف و رنج
حق سے جیتا ہے نہ فکر گنج سے	حق پہ مرتا ہے نہ خوف و رنج سے
ہست ایمانش برائے خواہ او	نے برائے جنت و اثمار و جو
اس کو ہے ایمان صرف اللہ کا	جنت اور نہروں [illegible] سے کام کیا
ترک کفرش ہم برائے حق بود	نے ز بیم آنکہ در آتش شود
ہے برائے حق ہی ترک کفر بھی	آگ کا اس کو نہیں ہے خوف بھی
اینچنیں آمد ز اصل آں خوئے او	نے ریاضت نے ز جست جوئے او
فطرتاً خوگر ہے وہ اس بات کا	بے ریاضت بے تگ و دو برملا
آنگہاں خندد کہ او بیند رضا	ہمچو حلوائے شکر او را قضا
وہ ہنسے اسوقت جب دیکھے رضا	اور حلوا ہے اسے حکم قضا
بندہ کش خوئے و خصلت ایں بود	نے جہاں بر امر و فرمانش رود
بندہ جس کی خو و خصلت یہ رہے	کیوں نہ دنیا حکم پہ اسکے چلے

پس چرا لابہ کند او یا دعا | کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
کیوں کرے پھر وہ خوشامد اور دعا | یا الٰہی پھیر دے تو یہ قضا
مرگ او و مرگ فرزندان او | بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
اسکی موت اور اس کے فرزندوں کی یارو | بہر حق ہے مثل حلوا خوش گوار
نزع فرزنداں بر آں باوفا | چوں قطائف پیش شیخ بینوا
جاں کنی بیٹوں کی اس کے سامنے | جیسے لوزینہ گدا کے واسطے
پس چرا گوید دعا الا مگر | در دعا بیند رضائے دادگر
پس دعا وہ کیوں کرے کوئی مگر | دیکھے جو اس میں رضائے دادگر
آں شفاعت واں دعا نز رحم خود | میکند آں بندۂ صاحب رشد
وہ شفاعت ہے نہیں ہے کچھ دعا | وہ کرے بہر ہدایت ہے بھلا
رحم خود را او ہماں دم سوختہ است | کہ چراغ عشق حق افروختہ است
اس نے رحم اپنا جلایا ہے بھلا | جب چراغ عشق حق روشن کیا
دوزخ اوصاف او عشق است و او | سوخت مر اوصاف خود را مو بمو
عشق دوزخ اسکے ہے اوصاف کی | پھونک ڈالے اس نے اوصاف اپنے ہی
ہر طروقے ایں فرق کے شناخت | چوں دقوقی کو در ایں دولت بتاخت
جانا ہر سالک نے کب اس فرق کو | جس طرح جانا دقوقیؒ نے سنو

حضرت دقوقیؒ اور ان کی کرامت

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ | عاشق و صاحب کرامت خواجۂ
چہرہ زیبا تھا دقوقیؒ کو بلا | عاشق و صاحب کرامت تھے فتا

سلہ وہ لذیذ حلوا جس میں بادام پڑتے ہیں ۔

بر زمیں میشد چو مہ بر آسماں
تھے زمیں پہ جیسے ماہِ آسماں

شب روانرا گشتہ زو روشن رواں
اور شب رواں سے تھے روشن رواں

در مقامے مسکنے کم ساختے
کم کسی جا اپنا کرتے تھے مقام

کم دو روز اندر دہے انداختے
گاؤں میں دو دن سے کم رہتے مدام

گفت در یک خانہ با شم گر دو روز
کہتے تھے اک گھر میں گر دو دن رہوں

عشق آں مسکن کند در من فروز
عشق اس مسکن کا ہو دل میں فزوں

غرۃ المسکن احاذر ہا انا
ہو نہ جاؤں اک جگہ کا شیفتا

انقلی یا نفس سافر للغنا
کر سفر اے نفس تو بہر غنا

لا اعوّد خلق قلبی بالمکان
دل نہ لوٹے گا مرا شوقِ مکاں

کی یکون خالصا فی الامتحان
تا رہے خالص یہ وقتِ امتحاں

روز اندر سیر بد شب در نماز
دن کو پھرتے رات کو پڑھتے نماز

چشم اندر شاہباز او ہمچو باز
تھی اپنا شہباز پہ وہ مثلِ باز

منقطع از خلق نے از بدخوئی
تارکِ دنیا تھے، خوئے نیک تھی

منفرد از مرد و زن نے از دوئی
مرد و زن سے تھے جدا، کیسی دوئی

مشفقے بر خلق نافع ہمچو آب
مہرباں شفقت پہ نافع مثلِ آب

خود شفیعے و دعائش مستجاب
تھے شفیق اور تھیں دعائیں مستجاب

نیک و بد را مہربان و مستقر
نیک و بد پر مہرباں تھے اور رفیق

بہتر از مادر شہی تر از پدر
ماں سے بہتر باپ سے بڑھکر شفیق

گفت پیغمبر شما را اے مہاں
مصطفیٰ کہتے تھے میں ہوں بیگماں

چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں
باپ کی صورت شفیق و مہرباں

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید
کیونکہ تم ہو میرے اجزا بے خطا

جزو را از کل چرا بر مے کنید
کیوں جدا کرتے ہو کل سے جز بھلا

جزو از کل قطع شد بیکار شد	عضو از تن قطع شد مردار شد
جزو جب کل سے ہٹا بیکار ہے	عضو جب تن سے کٹا مردار ہے
تا نپیوندد بکل بار دگر	مردہ باشد نبودش از جان خبر
کل سے جا کر پھر نہ وہ جب تک ملے	مثل مردہ بے خبر جاں سے رہے
ور بجنبد نیست خود آن را سند	عضو نو ببریدہ ہم جنبش کند
گر کرے جنبش سند اس کی نہیں	عضو تو ہلتا ہے کٹ کر بالیقیں
جزو ازیں کل گر برد یکسو رود	این نہ آن کل است کو ناقص شود
جزو اس کل سے کٹے تو ہو جدا	یہ نہیں وہ کل جو ناقص ہو فنا
قطع و وصل او نیاید در مقال	چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
قطع و وصل اس کا سمجھ ہے بے مثال	اس لئے ناقص رہی اس کی مثال
مر علی را بر مثالی شیر خواند	شیر مثل او نباشد گرچہ راند
شیر سے دی ہی علیؑ کو گر مثال	شیر ان کا پا نہیں سکتا کمال
از مثال و مثل و فرق آن بران	جانب قصہ دقوقیؒ باز ران
چھوڑ بھی فرق و مثل کی بحث ہاں	قصہ خواجہ دقوقی کر بیاں

حضرت دقوقیؒ کا قصہ

آنکہ در فتویٰ امام خلق بود	گوی تقویٰ از فرشتہ می ربود
وہ جو فتوے میں امام خلق تھے	تھے فرشتوں سے بھی تقوے میں بڑھے
آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد	ہم ز دینداری او دین رشک خورد
سیر میں چاند اُن سے پیچھے ہی رہا	ان کی دینداری پہ دیں کو رشک تھا
با چنین تقویٰ و اوراد و قیام	طالب خاصان حق بودے مدام
باوجود زہد و اوراد و قیام	تھی طلب خاصان مولا کی مدام

در سفر معظم مرادش آن بدی ‎ ‎ که دمے با بندهٔ خاصے زدی

تھا یہ مقصود سفر اُن کے لئے ‎ ‎ کوئی خاصان الٰہی سے ملے

این همی گفتی چو میرفتی براه ‎ ‎ کن قرین خاصگانم ای اله

راستہ چلتے تو کرتے تھے دعا ‎ ‎ خاص بندوں سے ملا دے اے خدا

یا رب آنها را که بشناسد دلم ‎ ‎ بندهٔ و بسته میان و مجملم

یا رب ان کا جن کو دل ہے جانتا ‎ ‎ جان سے اور دل سے میں بندہ ہوا

و آنکه نشناسد تو ای یزدان جان ‎ ‎ بر من محجوب شان کن مهربان

جن کو پہچانے نہ میرا دل یہاں ‎ ‎ اُن کو بھی کر دے تو مجھ پر مہرباں

حضرتش گفتی که ای صدر مهین ‎ ‎ این چه عشقست و چه استسقاست این

اُن سے کہتا تھا خدا اے باصفا ‎ ‎ تشنگی کیسی ہے یہ اور عشق کیا

مهر من داری چه جوئی دگر ‎ ‎ چون خدا با تست چه جوئی بشر

میں ہوں تیرا پھر تلاش غیر کیا ‎ ‎ ساتھ ہوں میں پھر بشر سے واسطہ

او بگفتی یا رب ای دانای راز ‎ ‎ تو گشودی در دلم راه نیاز

وہ یہ کہتے حق سے اے دانائے راز ‎ ‎ تو نے دل میں کھول دی راہ نیاز

در میان بحر اگر بنشسته‌ام ‎ ‎ طمع در آب سبو هم بسته‌ام

میں جو ہوں دریا میں بیٹھا اے غنی ‎ ‎ طمع مٹکے کی بھی ہے پھر لازمی

همچو داؤدم نود نعجه مراست ‎ ‎ طمع در نعجهٔ حریفم هم بخاست

عورتیں نوے ہیں ، چوں داؤد سا ‎ ‎ طمع ہے جفت مقابل کا بپا

حرص اندر عشق تو فخرست و جاه ‎ ‎ حرص اندر غیر تو ننگ و تباه

حرص تیرے عشق میں ہے فخر و جاہ ‎ ‎ ما سوا کی حرص ہے شرم و گناہ

شهوت و حرص نران بیشی بود ‎ ‎ و آن حیزان ننگ و بدبختی بود

حرص و شہوت نر کی آگے ہی رہی ‎ ‎ ننگ و خواری بلکہ ہے نامرد کی

سلہ یعنی ... ظاہر ہے ... درست ہے

حرصِ مرداں از رہِ پیشی بود — در مخنّث حرص سوئے پس رود

حرص ہے مردوں کی آگے بے گماں — ہیجڑے کی حرص ہے پیچھے نہاں

آں یکے حرص از کمالِ مردی است — واں دگر حرص افتضاح و سردی است

حرص پہلی باعثِ مردانگی — دوسری رسوائی و نامردمی

آہ سرّے ہست اینجا بس نہاں — کہ سوئے خضرؑ شود موسیٰؑ دواں

اس میں بھی اک بھید تھا بیشک نہاں — خضرؑ کی جانب ہوئے موسیٰؑ رواں

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست — بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست

جیسے مستسقی نہ ہو پانی سے سیر — جو ملے اس پر نہ ہو قائم پذیر

بے نہایت حضرت است ایں بارگاہ — صدر را بگذار صدر تست راہ

بے حد و بے پایاں ہے اس کی بارگاہ — صدر کیسا یہ تو صرف اسکی ہے راہ

حضرتِ موسیٰؑ کی راز طلبی

از کلیمِ حق بیاموز اے کریم — بیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیمؑ

سیکھ کلیم اللہؑ سے سیکھ اے کریم — کہتے اک مشتاق سے ہیں یوں کلیمؑ

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری — طالبِ خضرم ز خود بینی بری

مرتبہ یہ اور یہ پیغمبری — خضرؑ کا طالب ہوں نخوت سے بری

موسیا تو قوم خود را ہشتۂ — در پئے نیکو پئے سرگشتۂ

تو نے اپنی قوم چھوڑی موسیا — اک بزرگِ نیک کے پیچھے پڑا

کیقبادی رستہ از خوف و رجا — چند گردی چند جوئی تا کجا

تو ہے سلطاں خوف سے چھوٹا ہوا — ڈھونڈتا کب تک پھریگا جا بجا

آں تو با تست و تو واقف بریں — آسماناں چند پیمائی زمیں

اپنا حصہ تو نے پایا بالیقیں — آسماں کب تک تو ناپیگا زمیں

گفت موسیٰؑ ایں ملامت کم کنید ۔ آفتاب و ماه را رہ کم زنید
بولے موسیٰؑ یہ ملامت کم کرو ۔ چاند سورج کے نہ تم رہزن بنو

میروم تا مجمع البحرین من ۔ تا شوم مصحوب سلطان زمن
مجمع البحرین کی دھن ہے ہمیں ۔ بادشاہ خضرؑ تا ہم سے ملیں

اجعل الخضر لامری سببا ۔ ذاک او امضی و اسری حقبا
ہے وسیلہ خضر میرے کام کا ۔ یا کروں سیر و سیاحت سالہا

سالہا پرم بپر و بالہا ۔ سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
ہیں جو برسوں لے کے پر و بال اڑوں ۔ برسوں کیسے گو ہزاروں سال اڑوں

میروم یعنی نمی ارزد بداں ۔ عشق جاناں کم مداں از عشق ناں
پو یہ پھرنا عشق سے کم ہے کہیں ۔ عشق جاناں عشق ناں سے کم نہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو ۔ داستان آں دقوقیؒ باز گو
کیا ٹھکانا اے اخی اس بات کا ۔ قصۂ شیخ دقوقیؒ پھر سنا

قصۂ حضرت دقوقیؒ کی طرف رجوع

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ ۔ گفت سافرت مدی فی خافقیہ
کہتے ہیں[1] وہ ان پہ ہو فضل خدا ۔ مشرق و مغرب میں ہوں برسوں پھرا

سالہا رفتم سفر از عشق ماه ۔ بے خبر از راه حیراں در الہ
عشق مہ میں ہے کیا برسوں سفر ۔ تھا میں حیراں راستے سے بے خبر

پا برہنہ رفتہ ام بر خار و سنگ ۔ زانکہ من حیرانم و بیہوش و دنگ
ہیں چلا ننگے پاؤں کانٹوں پر رواں ۔ کیونکہ میں حیراں ہوں اور وارفتہ ہاں

سلہ[1] یعنی دقوقی علیہ الرحمۃ

تو مبیں این پایہا را بر زمین | زانکہ بر دل میرود عاشق یقین

تو نہ دیکھ ان پاؤں کو یوں خاک پہ | کیونکہ عاشق دل پہ کرتے ہیں سفر

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز | دل چہ داند کوست مست دلنواز

راہ و منزل اور کوتاہ و دراز | سمجھے کیا دل، جو ہے مست دلنواز

این دراز و کوتہ اوصاف تن ست | رفتن ارواح دیگر رفتن ست

وصف تن ہے یہ دراز و کم - فنا | روح کا جانا ہے - جانا دوسرا

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل | نے بگامے بود و منزل نے نقل

نطفہ سے تو عقل تک ہے آیا چلا | یہ سفر بے نقل اور بے پاؤں کے تھا

سیر جان بیچون بود در دور و دیر | جسم ما از جان بیاموزید سیر

سیر جاں ہے پاک دور و دیر سے | سیر کرنا جاں سے سیکھا جسم نے

سیر جان ہر کس نبیند جان من | لیک سیر جسم باشد در علن

سیر جاں ہوتی ہے جان من نہاں | اور سیر جسم ہوتی ہے عیاں

سیر جسمانہ رہا کرد او کنون[1] | میرود بیچون نہان در شکل چون

سیر جسمانی جو چھوڑی اس نے تا گماں | شکل چوں میں چلتے ہیں بے چوں بے گماں

گفت روزے میشدم مشتاق وار | تا ببینم در بشر انوار یار

کہتے ہیں اک دن چلا مشتاق وار | تا بشر میں دیکھ لوں انوار یار

تا ببینم قلزمے در قطرہ | آفتابے درج اندر ذرہ

تا کہ اک قطرے میں دریا دیکھ لوں | ذرے میں سورج کا جلوا دیکھ لوں

چون رسیدم سوئے یک ساحل بگام | بود بیگہ گشتہ روز و وقت شام

آخر اک ساحل پہ پہنچا شاد کام | وصل پہنچا کہ تھا دن - ہو گیا تھا وقت شام

[1] یعنی جب تو جسم کی سیر چھوڑ کر روح کی سیر کریگا - تو تجھ سے نور چمکیگا۔

ساحلِ دریا پر سات شمعوں کا نظر آنا

هفت شمع از دور دیدم ناگہاں — اندر آں ساحل شتابیدم بداں

سات شمعیں میں نے دیکھیں ناگہاں — دور سے پہنچا کنارے تک دواں

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں — بر شدہ خوش تا عنانِ آسماں

روشنی اور شعلہ ہر اک شمع کا — آسماں پر تھا درخشاں بر ملا

خیرہ گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت — موجِ حیرت عقل را از سر گذشت

تھا میں حیراں، خیرگی حیرت کو تھی — موجِ حیرت عقل کے سر سے بڑھی

کایں چگونہ شمعہا افروختہ ست — ویں دو دیدہ خلق از آنہا دوختہ ست

کس طرح شمعیں یہ روشن ہیں یہاں — اور ہیں لوگوں کی آنکھوں سے نہاں

خلق جویانِ چراغِ کشتہ بود — پیشِ آں شمعے کہ بر مہ میفزود

خلق ہے جویا چراغِ کشتہ کی — شمع کو چھوڑا جو مہ سے بڑھ گئی

چشم بندی بد عجب بر دیدہا — بندشاں میکرد یہدی من یشا

کیا ہے آنکھوں پہ نظر بندی تھا — بند ہے ہر آنکھ "یہدی من یشاء"[1]

اُن ساتوں شمعوں کا ایک ہو جانا

باز میدیدم کہ میشد ہفت یک — نور او بشکافتہ جیبِ فلک

مل کے ساتوں شمع سے پھر اک بنی — چرخ پر [illegible] تھی اس کی روشنی

باز آں یکبار دیگر ہفت شد — مستی و حیرانیِ من زفت شد

سات پھر ہو گئیں یکبارگی — مستی و حیرت مری حد سے بڑھی

[1] وہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

اتصالاتے میان شمعہا — کہ نیاید بر زبان و گفت ما
اتصال ان شمعوں میں ایسا ہوا — کہ نہیں سکتی زباں جس کو ادا

آنکہ یک دیدن کند ادراک آں — سالہا نتواں نمودن از زباں
ایک ہونا اُن کا جس پر ہو عیاں — مدتوں تک بند ہو اُس کی زباں

آنکہ یکدم بیندش ادراک ہوش — سالہا نتواں نمودن آں بگوش
ہوش و ادراک اس کو دیکھیں ایکبار — کان تک پہنچے نہ قصہ زینہار

چونکہ پایانے ندارد رو الیک — زانکہ لا احصی ثنا ما علیک
نور بے پایاں ہے اسکا اور بسیط — ہو نہیں سکتی صفت اس کی محیط

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا — تا چہ چیزست از نشان کبریا
دیکھنے شمعوں کو میں آگے بڑھا — دیکھوں کیا ہے یہ نشانِ کبریا

میشدم مدہوش و بیخویش و خراب — تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
تھا میں مدہوش اور بیخود اور خراب — گر پڑا جلدی میں اور دوڑا اشتاب

ساعتے بیعقل و بیہوش اندریں — اوفتادم بر سر خاک زمیں
اک گھڑی بے ہوش اور بے عقل سا — خاک میں غلطاں زمیں پر تھا پڑا

باز با ہوش آمدم برخاستم — در روش گوئی نہ سر نہ پا ستم
پھر جو ہوش آیا وہاں سے میں اُٹھا — بے سر و پا تھا میں گویا چل رہا

سات شمعوں کا سات مرد بن جانا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد — نورشاں میشد بسقف لاجورد
سات شمعیں ہو گئیں سات آدمی — آسماں تک نور تھا اُن کا اجی

پیش آں انوار نور روز درد — از صلابت نورہا را مے سپرد
آگے اُن کے ماند دن کا نور تھا — تیزیوں سے نور تھا پھیلا ہوا

باز حیران گشتم اندر صنع رب ۔ کاینچنین چوں شد چگونہ است العجب

صنع رب سے میں بہت حیران تھا ۔ کیوں ہوا ایسا یہ کیا ہے ماجرا

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم ۔ تا چہ حالست اینکہ میگردد سرم

دیکھنے کو اور کچھ آگے بڑھا ۔ واقعہ کیا ہے کہ سر پھرنے لگا

پھر اُن سات مردوں کا سات درخت بن جانا

باز ہر یک مرد شد شکل درخت ۔ چشمم از سبزیٔ ایشاں نیکبخت

بن گیا ہر مرد پھر شکل درخت ۔ آنکھ تھی سبزی سے انکی نیک بخت

زانبہیٔ برگ پیدا نیست شاخ ۔ برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ

پتوں کی کثرت سے شاخیں تھیں نہاں ۔ پتے بھی میووں میں پوشیدہ تھے ہاں

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ ۔ سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ

پیڑ کی شاخیں تھیں سدرہ تک رسا ۔ سدرہ کیا تھیں وہ تو بیرون خلا

بیخ ہر یک رفتہ از قعر زمیں ۔ زیرتر از گاو و ماہی بد یقیں

تھیں جڑیں انکی سوئے قعر زمیں ۔ گائے اور مچھلی سے نیچے بالیقیں

بیخ شاں از شاخ خنداں روی تر ۔ عقل از آں شکلہا زیر و زبر

جڑ تھی شاخوں سے زیادہ پُر بہار ۔ عقل تھی زیر و زبر بے اختیار

میوہ کہ برشگافیدے عیاں ۔ ہمچو آب از میوہ جستے نور آں

جو کہ میوے پھٹ گئے تھے ظاہرا ۔ نور مثل آب جاری اُن سے تھا

اُن درختوں کا مخلوق کی آنکھوں سے پوشیدہ رہنا

آں عجب تر کہ بر ایشاں میگذشت ۔ صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت

پھر عجب یہ گذرتے رہتے تھے ۔ لوگ اُدھر لاکھوں سواد دشت سے

زار زوئے سایہ جاں میباختند | از گلیمے سائباں مے ساختند

آرزو سے سایہ میں دیتے تھے جان | تھے وہ کمبل کا بناتے سائبان

سایۂ آں زاغ نے دیدند ہیچ | صد تفو بر دیدہائے ہیچ ہیچ

سایہ اُن کا آ نہ سکتا تھا نظر | لعنت ایسے دیدۂ پُر ہیچ پر

ختم کردہ قہر حق بر دیدہا | کہ نہ بیند ماہ را بیند سہا

ختم اُن آنکھوں پہ تھا قہرِ خدا | تا نہ دیکھیں چاند اور دیکھیں سُہا

ذرۂ را بیند و خورشید نے | لیک از لطف و کرم نومید نے

ذرہ کو دیکھیں نہ دیکھیں مہر کو | نا امید اس کے کرم سے تھے نہ گو

کاروانہا بینوا وین میوہا | پختہ مے ریزد چہ سحرست ای خدا

قافلے مفلس ہیں اور میوے یہاں | پک کے ٹپکے ہیں، یہ ہے جادو کا سماں

سیب پوسیدہ ہمے چیدند خلق | درہم افتادہ بیغما خشک حلق

چن رہی ہے سیب بوسیدہ کو خلق | ٹوٹے ہیں سب کا ہوا ہے خشک حلق

گفتہ ہر برگ و شگوفہ آں غصون | دمبدم یا لیت قومی یعلمون

کہتے تھے پتے شگوفے سر نگوں | دم بدم "یا لیت قومی یعلمون"[1]

بانگ می آید ز سوئے ہر درخت | سوئے ما آئید خلق شوربخت

ہر درخت سبز دیتا تھا صدا | شور وہ بختو! اِدھر آؤ ذرا

بانگ مے آید ز غیرت بر شجر | چشمشاں بستیم کلا لا وزر

یہ ندا غیرت سے تھی ہر پیڑ پر | کر دیں آنکھیں بند۔ کلا لا وزر[2]

گر کسے گفتشاں کہ اینسو روید | تا ازیں اشجار مستسعد شوید

کوئی کہتا تھا اگر دوڑو اِدھر | ان درختوں سے رہا تا بہرہ ور

[1] کاش میری قوم مجھے پہچانتی ۔

[2] باز آؤ ۔ یہ قیامت نہ چھوڑے گی ۔

جملہ میگفتند کایں مسکین مست ‏— از قضاء اللہ دیوانہ شد است

سب یہ کہتے تھے کہ یہ مست و گدا ‏— ہے قضائے حق سے پاگل ہو گیا

مغز ایں مسکین ز سودائے دراز ‏— وز ریاضت گشت فاسد چون پیاز

مغز میں اس کے ہے سودائے دراز ‏— ہے ریاضت سے سڑا جیسے پیاز

او عجب میماند یارب حال چیست ‏— خلق را ایں پردہ و اضلال چیست

دم بخود[1] حیراں، اے خدا یہ حال کیا ‏— ان پہ گمراہی کا ہے یہ جال کیا

خلق گوناگون با صد رائے و عقل ‏— یک قدم زیں سو نمی آرند نقل

سیکڑوں رائیں ہیں اس مخلوق کی ‏— اس طرف آتی نہیں اک گام بھی

عاقلان و زیرکان شاں ز اتفاق ‏— گشتہ منکر زیں چنیں باغی و عاق

عاقل و دانا ہیں کیا جھگڑے پڑے ‏— منکر اور اس درجہ باغی ہو گئے

یا منم دیوانہ و خیرہ شدہ ‏— دیو بر من غالب چیرہ شدہ

یا ہوں میں دیوانہ و حیراں ہوا ‏— اور غالب مجھ پہ ہے شیطاں ہوا

چشم میمالم بہر لحظہ کہ من ‏— خواب می بینم خیال اندر زمن

آنکھیں ملتا ہوں میں ہر دم خستہ حال ‏— دیکھتا ہوں خواب یا ہے یہ خیال

خواب چہ بود بر درختاں میروم ‏— میوہاشاں میخورم چون نگروم

خواب کیسا جاتا ہوں میں پیڑوں کے پاس ‏— میوے کھاتا ہوں غلط کیوں ہو قیاس

باز چون من بنگرم در منکراں ‏— کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں

منکروں پر ڈالتا ہوں جب نظر ‏— وہ کنارہ کش ہیں گلشن سے ادھر

با کمال احتیاج و افتقار ‏— ز آرزوئے نیم غورہ جاں سپار

باوجود احتیاج و فقر ہاں ‏— نصف انگور پہ دیتے ہیں جان

[1] یعنی دقوقی علیہ الرحمۃ

زِ اشتیاق و حرص یک یک در درخت
میزنند این بینوایان آہ سخت

پتوں کا ہے شوق اور حرص درخت
مفلسی میں بھر رہے ہیں آہ سخت

در ہزیمت زیں درختے زیں شمار
این خلائق صد ہزار اندر ہزار

ان پھلوں پیڑوں سے وہ ہیں بھاگتے
لوگ لاکھوں اور کروڑوں دیکھئے

باز میگویم عجب ہیں بیخودم
دست بر شاخ خیالی در زدم

پھر یہ کہتا ہوں کہ ہوں بیخود ہوا
ہاتھ ہے شاخِ خیالی پر مرا

ہیں بخواں استیاس الرسل[1] بگو
تا بظنوا انہم قد کذبوا

پڑھ کہ ناامید پیغمبر ہوگئے
اپنے کو جھوٹا گمان کرنے لگے

ایں قرائت خواں بتخفیف کذب
ایں بود کہ خویش بینند محجب

کذبوا پڑھ ذال کی تخفیف سے
صاف معنی ہیں وہ نادم ہوگئے

در گمان افتاد جان انبیا
ز اتفاق منکری اشقیا

انبیا کیا کیا گمان میں پڑ گئے
کافروں کے حیلہ و انکار سے

جاءہم بعد التشکک نصرنا
ترک شان گو بر درخت جان برآ

آئیں بعد شک ہماری نصرتیں
آ درخت جاں پہ تو اور چھوڑ انہیں

میخورد میوہ الٰہ کش و زیست
ہر دم و ہر لحظہ سحر آموز نیست

میوہ وہ کھاتا ہے جو ہے خوش نصیب
سحر آموزی ہے ہر دم اسے عجیبا

خلق گویان العجب این بانگ چیست
چونکہ صحرا از درخت و بر تہیست

لوگ کہتے تھے یہ کیسی ہے صدا
دشت تو خالی ہے پیڑوں سے پڑا

[1] سورہ یوسفؑ کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حتیٰ اذا استیاس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا الخ یعنی جب کافروں کی مہلت اور انکار اس حد تک پہنچ گیا۔ کہ پیغمبر مایوس ہوگئے۔ اور اپنے جھوٹا ہونے کا گمان کرنے لگے۔ یعنی انکے عذاب اور سزا سے مایوس ہو کر قیامت کے وعدے میں شک کرنے لگے۔

تنگ گشتم از دم سودائیاں | کہ بنزدیک شما باغست و خواں

تنگ ہوں کرتے ہیں سودائی بیاں | ہے تمہارے پاس گلشن اور خواں

چشم میمالم کہ اینجا باغ نیست | یا بیابانیست یا مشکل رہیست

آنکھ ملتا ہوں کہ گلشن ہے کدھر | یا ہے جنگل یا ہے مشکل رہگذر

ای عجب چندیں دراز ایں ماجرا | چوں بود بیہودہ ہزل و خطا

ہے تعجب ماجرا اتنا بڑا | کس طرح ہو ہزل کیونکہ ہو خطا

من ہمے گویم چو ایشاں ای عجب | ایں چنیں مہرے چرا زد صنع رب

مثل اُن کے میں بھی کہتا ہوں اَجی | صنع رب کی مہر ایسی کیوں لگی

زیں تنازعہا محمدؐ در عجب | در تعجب نیز ماندہ بولہب

تھا انہیں جھگڑوں سے احمدؐ کو عجب | اور تعجب میں رہا تھا بولہب

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف | تا چہ خواہد کرد سلطان شگرف

اس میں اور اُس فرق میں ہے امتیاز | دیکھئے کرتا ہے کیا وہ بے نیاز

اے دقوقی تیز دو در بیں خموش | چند گوئی چند چوں قحط است گوش

تیز دو ہے تو دقوقیؔ رہ خموش | کب تک آخر یہ بیاں ہے قحط گوش

ساتوں درختوں کا پھر ایک درخت ہو جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت | باز شد آں ہفت جملہ یک درخت

بولے جب آگے بڑھا میں نیک بخت | ساتوں مل کر ہو گئے پھر اک درخت

ہفت میشد فرد میشد ہر دمے | من چساں میگشتم از حیرت ہمے

سات ہو جاتے تھے پھر ہوتے تھے ایک | دیکھ کر میں تھا تحیّر بیں دیک

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز | صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز

پھر عبادت میں درخت آئے نظر | صف بصف مثل جماعت خاک پر

یک درخت از پیش مانند امام — دیگراں اندر پس او در قیام
آگے تھا اک پیڑ مانندِ امام — کر رہے تھے دوسرے پیچھے قیام

آں قیام و آں رکوع و آں سجود — از درختاں بس شگفتم مے نمود
اُن درختوں کے رکوع و سجدہ سے — کیا کہوں میں، سخت حیرت تھی مجھے

یاد کردم قول حق را آں زماں — گفت النجم والشجر یسجداں
قولِ حق یاد آ گیا، مجھ کو ادھر — سجدہ کرتے ہیں مجھے نجم و شجر

ایں درختاں را نہ زانو نے میاں — ایں چہ ترتیبِ نماز ست آنچناں
تھے نہ زانو اور نہ پیڑوں کی کمر — ایسی ترتیبِ نماز آئی نظر

آمد الہامِ خدا کاے با فروز — مے عجب داری زکارِ ما ہنوز
آیا الہامِ خدا، اے با فروز — تو مرے کاموں سے حیراں ہے ہنوز

اُن سات درختوں کا سات مرد بن جانا

بعد دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد — جملہ در قعدہ پےِ یزداں فرد
بعد ازاں وہ ہو گئے سات آدمی — کر رہے تھے قعدہ میں یاد اللہ کی

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں — تا کیانند و چہ دارند از جہاں
آنکھ ملتا تھا کہ یہ ساتوں جواں — کون ہیں، رکھتے ہیں پہنچے ہیں کہاں

چوں بنزدیکی رسیدم من زراہ — کردم ایشاں را سلام از انتباہ
جب وہاں میں پہنچا پاس اُن کے الکلام — با ادب ہو کر کیا میں نے سلام

قوم گفتندش جواب آں سلام — اے دقوقی مفخر و تاج کرام
بولے سب کر کے وہ جوابی پھر سلام — اے دقوقی فخر والوں کے امام

گفتم آخر چوں مرا بشناختند — پیش ازیں بر من نظر انداختند
پوچھا میں نے کیسے پہچانا مجھے — اس سے پہلے تو نہ دیکھا تھا مجھے

از ضمیرِ من بدانستند زود — یکدگر را بنگریدند از فرود

وہ ضمیر اور حالِ دل پہچان کے — پھر لگے اک دوسرے کو دیکھنے

پاسخم دادہ کہ اے جانِ عزیز — چوں بپوشیدست پنہا بر تو نیز

یوں دیا مجھ کو جواب اسے باصفا — تجھ پہ بھی یہ راز پوشیدہ ہے کیا

بر دلے کو در تحیر با خدا است — کے شود پوشیدہ راز چپ و راست

ایسے دل پر ہے جو حیرانِ خدا — راز پوشیدہ ہے کوئی کب رہا

گفتم از سوئے حقایق بشگفید — چوں ز اسم و حرف رسمی واقفید

بولا میں، آخر حقیقت کچھ کہو — تم جو اسم و رسم سے آگاہ ہو

گفت ما گر اسمے شود غیب از ولی — آں ز استغراق داں نز جاہلی

بولے کوئی نام اگر بھولے ولی — وہ ہے استغراق، کب ہے جاہلی

بعد ازاں گفتند ما را آرزوست — اقتدا کردن بتو اے پاک دوست

پھر وہ سب بولے ہمیں ہے آرزو — مقتدی بننے کی اے فرخندہ خو

گفتم آرے یک ساعت کہ من — مشکلاتے دارم از دورِ زمن

میں یہ بولا، ہاں مگر ٹھہرو ذرا — ہے ابھی کچھ مشکلوں کا سامنا

تا شود آں حل بصحبتہائے پاک — کہ بصحبت رُست انگورے ز خاک

تا وہ حل ہوں آج قربِ پاک سے — اُگ گئے ہیں انگور مل کر خاک سے

دانہ پُر مغز را خاک وژم — خلوتی و صحبتی کرد از کرم

دانہ پُر مغز کو بھی خاک نے — اپنا ہم صحبت بنایا لطف سے

خویشتن در خاک کلی محو کرد — تا نماندش رنگ و بوئے سرخ و زرد

خاک میں جب محو بالکل ہو گیا — رنگ و بو کی قید سے بس وہ چھٹا

از پس آں محو قبض او نماند — پر کشاد و بست شد مرکب براند

ہو گیا پھر قبض اس کا وہ فنا — وہ کشاد و بست سے تھا آشنا

پیش اصل خویش چون بیخویش شد | رفت صورت جلوهٔ معنیش شد

آگے اپنی اصل کے بے خود ہوئے | ہٹ گئی صورت، تو پھر معنی کھلے

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست | تف دل زاں سر چنیں کردن بخاست

سر ہلا کر سب یہ بولے۔ ہے بجا | دل کی گرمی بڑھ گئی جب سر ہلا

ساعتے باآں گروہِ مجتبے | چوں مراقب گشتم و از خود جدا

اس گروہِ باصفا میں اے فتا | ہو کے بیخود جب مراقب میں ہوا

ہم در آں ساعت ز ساعت رست جاں | زانکہ ساعت پیر گرداند جواں

جان ساعت سے ہوئی میری جدا | کیونکہ ساعت سے جواں بوڑھا ہوا

جملہ تلوینہا ز ساعت خاستہ است | رست از تلویں کہ از ساعت برست

ہیں یہ سب ساعت سے گوناگوں یہاں | جب چھٹا ساعت سے پھر تم ہیں کہاں

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی | چوں نماند محرمِ بیچوں شوی

جبکہ تو ساعت سے اک ساعت چھٹا | محرم اسرار بے چوں ہو گیا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست | زانکہ آنسو جز تحیر راہ نیست

ساعتی بے ساعتی سے بے خبر | جز تحیر کون ہے اس راہ پر

ہر نفر را بر طویلہ خاص او | بستہ اند اندر جہان جستجو

ہر نفر کو اک طویلہ خاص پر | جستجو سے وہ ہے رکھتا باندھ کر

منتصب بر ہر طویلہ رائضے | جز بدستورے نیاید رافضے

ہر طویلہ میں ہے اک چابک سوار | بے اجازت کچھ نہیں ہوتا ہے کار

از ہوس از یک طویلہ گر رود | در طویلہ دیگرے اندر شود

گر ہوس میں اک طویلے سے وہ جائے | دوسرے ویسے طویلے میں پھر آئے

در زماں آخرچیان چست خوش | گوشہ افسار او گیرند کش

منتظم داروغے پھر آئیں وہاں | باگ ڈور ان کی وہ لیتے ہیں یہاں

حافظان اگر نہ بینی اے عیار — اختیارت ابیں بے اختیار

گر نگہبانوں سے ہوں آنکھیں نہ چار — اختیار آئیں نظر بے اختیار

اختیارے می کنی و دست و پا — بر کشا دستت چرا حبسی چرا

ہے جو زعم اختیار اور دست و پا — کھول ہاتھ اپنے مقید کیوں ہوا

دقوقی کا اس جماعت کی امامت کرنا

روئے در انکار حافظ بردہ — نام تہدیدات نفسش کردہ

تو نگہبانوں سے ہے منکر ہوا — نام ہے تہدید نفس اسکا رکھا

ایں سخن پایاں ندارد تیز رو — ہیں نماز آمد دقوقی پیش شو

یہ سخن لمبا ہے چل جلدی ذرا — اے دقوقی آ پڑھ نماز آ گئے تو آ

اے یگانہ ہیں دوگانہ برگزار — تا مزین گردد از تو روزگار

اے یگانہ کر دوگانہ تو ادا — تا یہ عالم تجھ سے ہو آراستہ

اے امام چشم روشن الصلا — چشم روشن باید اندر پیشوا

اے امام چشم روشن الصلا — پیشوا کو چشم روشن ہے روا

در شریعت ہست مکروہ اے کیا — در امامت پیش کردن کور را

ہے شریعت میں یہ مکروہ و خطا — اندھے کو کرنا امامت میں کھڑا

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ — چشم روشن بہ اگر باشد سفیہ

گرچہ وہ حافظ ہو اور چست و فقیہ — آنکھ بینا چاہیئے گو ہو سفیہ

کور را پرہیز نبود از قذر — چشم باشد اصل پرہیز و حذر

کیا نجاست سے بچے کور اے اخی — آنکھ ہی تو اصل ہے پرہیز کی

او پلیدی را نہ بیند در عبور — زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور

گندگی کو دیکھ سکتے ہیں نہ کور — اُس کا فعل و قول ہے محروم نور

کور ظاہر در نجاست ظاہرست ‖ کور باطن در نجاسات سرست

کورِ ظاہر کی نجاست ظاہری ‖ کورِ باطن کی نجاست باطنی

این نجاست ظاہر از آبی رود ‖ وان نجاست باطن افزون میشود

ظاہرا ناپاکی پانی سے مٹے ‖ ہاں مگر ناپاکی باطن کی بڑھے

جز بآب چشم نتوان شستن آن ‖ چون نجاسات بواطن شد عیان

آنکھ کے پانی سے دُھل سکتی ہے ہاں ‖ باطنی جب اک نجاست ہو عیاں

چون نجس خواندہست کافر را خدا ‖ آن نجاست نیست بر ظاہر ورا

جب نجس کہتا ہے کافر کو خدا ‖ وہ نجاست اسکی کب ہے ظاہرا

ظاہر کافر ملوث نیست زین ‖ آن نجاست ہست در اخلاق و دین

ظاہر کافر نہیں اس سے بھرا ‖ ہے نجس اخلاق و دین میں وہ ہوا

این نجاست بویش آید بیست گام ‖ وان نجاست بویش از رے تا بشام

اس نجاست کی ہے بو بیس گام ‖ اور اس کی بو ہو رے سے تا بہ شام

بلکہ بویش آسمانہا بر رود ‖ بر دماغ حور و رضوان بر شود

بلکہ جائے آسماں تک اس کی بو ‖ تا دماغ حور و رضواں ہو وہ بو

آنچہ میگویم بقدر فہم تست ‖ مُردم اندر حسرت فہم درست

ہیں بقدر فہم یہ باتیں مری ‖ فہم کامل کی مجھے حسرت رہی

فہم آبست و وجود تن سبو ‖ چون سبو بشکست ریزد آب او

فہم پانی ہے وجود تن سبو ‖ جب سبو ٹوٹے ہو پانی سو بسو

این سبو را پنج سوراخست ژرف[1] ‖ اندرو نہ آب ماند خود نہ برف

اس سبو میں پانچ ہیں سوراخ ژرف ‖ پانی ٹھہرے گا نہ اس میں اور نہ برف

[1] سخت اور بڑے ہیں ۔

امر غضوا غضّة ابصارکم — هم شنیدی راست ننهادی قدم

بند کر لو آنکھ — حق نے کہہ دیا — اس کو سن کر بھی نہ تم سنبھلے ذرا

از دهانت نطق فهمت را برد — گوش چون ریگ است فهمت را خورد

نطق منہ سے لے کے جائے فہم کو — کان مثل ریگ کھاتا ہے فہم کو

همچنین سوراخهای دیگرت — میکشاند آب فهم مضمرت

اس طرح سوراخ جو ہیں دوسرے — فہم کا پانی بہاتے ہیں ترے

گر ز دریا آب را بیرون کنی — بی‌عوض آن بحر را هامون کنی

پانی دریا سے جو تو باہر کرے — لاجرم دریا کو مثل بر کرے

بیگه است ار نه بگویم حال را — مدخل اعواض را و ابدال را

ہوتا گر موقع تو میں کرتا بیاں — مدخل[2] اعواض و ابدال اے جواں

کان عوضها وان بدلها بحر را — از کجا آید ز بعد خرجها

وہ عوض اور وہ بدل اس بحر کے — خرچ کے بعد آتے ہیں کس راستے

صد هزاران جانور زو می‌چرند — ابرها هم از برونش می‌برند

سیر ہو جاتے ہیں لاکھوں جانور — ابر لے جاتے ہیں پانی کھینچ کر

باز دریا آن عوضها میکشد — از کجا دانند اصحاب رشد

پھر ہے وہ دریا عوض کو کھینچتا — جو ہے نیکوکار اسے ہے جانتا

قصه‌ها آغاز کردیم از شتاب — ماند بی‌مخلص درون این کتاب

کر دئے آغاز قصے زود تر — مثنوی میں رہ گئے وہ مختصر

ای ضیاء الحق حسام الدین راد — که فلک و ارکان چو تو شاهی نزاد

اے ضیاء الحق حسام الدیں سخی — کب فلک نے شہ دیا تجھ سا کوئی

[1] اپنی آنکھوں کو چھپا لو ۔

[2] یعنی عوض اور تبدیلیوں کے مدخل کا بیان کرتا ۔

تو بنا در آدمی در جان و دل — اے دل و جان از قدوم تو خجل

ہاں تو ہی تو ہے بنائے جان و دل — جان و دل ہیں تیرے جلووں سے خجل

چند گویم مدح قوم ما مضیٰ — قصد من زآنہا تو بودی ز اقتضا

اگلی قوموں کی جو میں نے مدح کی — مقتضا سے قصد تیری ذات تھی

خانۂ خود را شناسد خود دعا — تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا

اپنا گھر پہچانتی ہے خود دعا — چاہے جس کے نام سے تو کر ثنا

بہر کتمان مدیح از نامحل — حق نہادست این حکایات و مثل

مدح بے جا کے چھپانے کے لئے — دیں حکایات و مثل اللہ نے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف — کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف

کرتا ہے خالق شکستہ کو قبول — ہو جو کور آنکھوں سے اشکوں کا نزول

گرچہ آن مدح از تو ہم آمد خجل — لیک بپذیرد خدا جہد المقل

تو خجل ہے تجھ سے خود مدح حقیر — ہے قبول حق مگر سعی فقیر

مرغ و ماہی داند آں ابہام را — کہ ستودم مجمل این خوش نام را

مرغ و ماہی جانیں اس ابہام کو — مجملاً ہیں نے سراہا نام کو

تا برو آہ حسوداں کم وزد — تا خیالش را بدنداں کم گزد

حاسدوں کو کم ہو موقع آہ کا — دانت ہو تخییل کا اس سے جدا

خود خیالش را کجا یابد حسود — در وثاق موش طوطی کے غنود

کب خیال اس کا حسود زار پائے — طوطا کب سوراخ میں چوہے کے جائے

آں خیال او بود از احتیال — موئے ابروئے ویست آں نے ہلال

مکر و حیلہ سے ہے اسکا ہر خیال — چاند کب ہے اسکے ابرو کا ہے بال

دقوقی کا امامت کے لئے آگے بڑھنا

مدح تو گویم برون از پنج و هفت — بر نویس اکنون دقوقی پیش رفت

مدح تیری کی پڑھ کے سات اور پانچ سے — اب یہ لکھ کہ آگے دقوقی بڑھ گئے

در تحیات و سلام الصالحین — مدح جملہ انبیا آمد عجین

یہ تحیات اور سلام صالحین — مدح جملہ انبیا سے با یقین

مدحہا شد جملگی آمیختہ — کوزہا در یک لگن در ریختہ

مدحتیں سب مل گئیں آپس میں ہاں — اک لگن میں جمع ہیں کوزے یہاں

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست — کیشہا زین روی جز یک کیش نیست

کون ہے ممدوح یاں بجز ایک کے — سب مذاہب ایک ہیں اس نوع سے

زانکہ ہر مدحے بہ نور حق رود — بر صور و اشخاص عاریت بود

ہے ہر اک مدحت خدا کے نور کی — جسم و صورت کی ہے مدحت عارضی

مدحہا جز مستحق را کے کنند — لیک بر پنداشت گمرہ می‌شوند

مستحق کی مدح ہوتی ہے اتی — ہے مگر پندار سے اک گمرہی

ہمچو نورے تافتہ بر حائطے — حائط آن انوار را چون رابطے

نور چمکے جس طرح دیوار پر — رابطہ انوار دیوار اسے پھر

لاجرم چون سایہ سوئے اصل راند — ضال مہ گم کرد و استایش نماند

سایہ سوئے اصل جب آخر گیا — گم کیا راہ نے چاند اور جب نہ

یا ز چاہے عکس ماہے وانمود — سر بچہ در کرد و آنرا می‌ستود

یا کنوئیں میں عکس مہ کا جب پڑا — جھانک کر تعریف وہ کرنے لگا

۱؎ سات آسمان اور پانچ حواس ۔

۲؎ ربط رکھنے والی ۔

باز گردم زانکہ وقت شد دراز ۔۔۔ وقت تنگ و خلق موقوف نماز

لوٹتا ہوں کیونکہ ہے قصہ دراز ۔۔۔ وقت تنگ اور خلق مشتاق نماز

دقوقی کے پیچھے اس جماعت کا مقتدی ہونا

پیش در شد آں دقوقی در نماز ۔۔۔ قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز

پس امام اُن کے دقوقی ہو گئے ۔۔۔ قوم تھی اطلس وہ اس پہ نقش تھے

اقتدا کردند آں شاہاں قطار ۔۔۔ در پئے آں مقتدائے نامدار

اقتدا کی باندھ کر سب نے قطار ۔۔۔ مقتدا کے پیچھے جو تھا نامدار

چونکہ با تکبیرہا مقروں شدند ۔۔۔ ہمچو قرباں از جہاں بیروں شدند

کر کے جب تکبیر وہ باہم سے ۔۔۔ مثل قرباں دہر سے باہر ہوئے

معنی تکبیر اینست اے امیم ۔۔۔ کاے خدا پیش تو ما قرباں شدیم

معنی تکبیر یہ ہیں اسے فنا ۔۔۔ تجھ پہ ہم ہو گئے ہیں قرباں اے خدا

وقت ذبح اللہ اکبر میکنی ۔۔۔ ہمچنیں در ذبح نفس کشتنی

وقت ذبح اللہ اکبر تو کہے ۔۔۔ ایسے ہی جب نفس کو قرباں کرے

گوی اللہ اکبر و ایں شوم را ۔۔۔ سر ببر تا وا رہد جان از فنا

اور کہہ اللہ اکبر نفس کا ۔۔۔ کاٹ سر تا جان غم سے ہو رہا

تن چو اسمٰعیل جاں ہمچوں خلیل ۔۔۔ کرد جاں تکبیر بر جسم نبیل

جسم اسمٰعیل جاں مثل خلیل ۔۔۔ جاں نے کی تکبیر تن پر اے جلیل

گشت کشتہ تن ز شہوتہا و آز ۔۔۔ شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز

ہو گیا تن کشتہ حرص و آز ۔۔۔ ہو گئے بسم اللہ سے بسمل در نماز

چوں قیامت پیش حق صفہا زدہ ۔۔۔ در حساب و در مناجات آمدہ

جوں قیامت پیش حق باندھیں صفیں ۔۔۔ پھر مناجات اور حسابوں میں پڑے

ایستادہ پیش یزداں اشک ریز	بر مثال راست خیز رستخیز
سامنے خالق کے روتے ہوں کھڑے	ہو قیامت جس طرح دن حشر کے
حق ہمی گوید چہ آوردی مرا	اندریں مہلت کہ دادم من ترا
پوچھے رب العلا ہے کیا میرے لئے	ایسی فرصت میں جو میں نے دی تجھے
عمر خود را در چہ پایاں بردۂ	قوت و قوت در چہ فانی کردۂ
عمر اپنی ختم کیونکر تو نے کی	تیری وہ قوت فنا کیونکر ہوئی
گوہر دیدہ کجا فرسودۂ	پنج حس را در کجا پالودۂ
آنکھ کا موتی کہاں تو نے گھسا	پانچ حس کو صاف کس جا ہے کیا
گوش و چشم و ہوش و گوہرہائے عرش	خرج کردی چہ خریدی تو ز فرش
آنکھ کان اور ہوش گوہر عرش کے	خرچ کر کے کیا خریدا فرش سے
دست و پا دادمت چوں بیل و کلند	من ببخشیدم ز خود آں کے شدند
دست و پا بخشے کی صورت میں تجھے	میں نے بخشے خود کہاں سے آئے تھے
ہمچنیں پیغامہائے دردناک	صد ہزاراں آید از یزداں پاک
ایسے ہی پیغام لاکھوں دردناک	بھیجتا مخلوق کو یزداں پاک
در قیام ایں گفتہا دارد رجوع	وز خجالت شد دوتا اندر رکوع
تا قیام اس گفتگو میں تھا رجوع	پھر خجالت سے ہوا جھک کر رکوع
قوت استادن از خجلت نماند	در رکوع از شرم تسبیحی بخواند
شرم سے قوت اقامت کی نہ تھی	تو رکوع اس نے کیا تسبیح کی
باز فرماں میرسد بردار سر	از رکوع و پاسخ حق بر شمر
حکم خالق آتا ہے پھر سر اٹھا	اور سن جو ہے جواب اللہ کا
سر برآرد از رکوع آں شرمسار	باز اندر رو فتد آں خامکار
سر اٹھائے وہ خجل اور شرمسار	شرم کے بل پھر گر پڑے عصیاں شعار

مرغ بی‌ہنگامی ای بدبخت رو	ترک ما گو خون ما اندر مشو
جا کہ اب تو مرغ بے ہنگام ہے	چھوڑ ہم کو ہم سے اب کیا کام ہے
رو بگردانند سوئے دست چپ	در تبار و خویش گویندش کہ خپ
منہ جو بائیں سمت پھیرے مبتلا	کہ دور ہو مکار - بولیں اقربا
ہیں جواب خویش گو با کردگار	ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار
دے جواب اللہ کو اے نابکار	کون ہیں ہم کر نہ ہم سے بار بار
نے ازیں سو نے ازاں سو چارہ شد	جان آن بیچارہ دل صد پارہ شد
ہر طرف سے جب ہوئیں مایوسیاں	دل ہوا ٹکڑے ہوئی مغموم جاں
از ہمہ نومید گردد آں دغا	پس برآرد ہر دو دست اندر دعا
سب سے نا امید جب ہو جائے وہ	ہاتھ اٹھا کر لب پہ دعا یہ لائے وہ
کز ہمہ نومید گشتم اے خدا	اول و آخر توئی و منتہا
میں ناامید اب ہوا ہوں سب سے کبریا	اول و آخر ہے تو اور انتہا
در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں	تا بدانی کایں بخواہد شد یقیں
دیکھ اشارے یہ نمازوں میں عیاں	ایسا ہونا ہے یقیں کر بیگماں

دقوقی کا اہل کشتی کی فریاد سننا

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز	سر مزن چوں مرغ بے تعظیم و ساز
بچہ اس بیضہ سے کر لے آشکار	مرغ ناکارہ کی صورت سر نہ مار
آں دقوقی در امامت کرد ساز	اندر آں ساحل درآمد در نماز
کی دقوقی نے امامت با نیاز	ساحل دریا پہ پڑھتے تھے نماز
واں جماعت در پیے او در قیام	اینت زیبا قوم و بگزیدہ امام
ان کے پیچھے تھا جماعت کر قیام	منتخب اچھا کیا تھا یہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد ‖ چوں شنید از سوئے دریا داد و داد

ناگہاں آنکھ انکی دریا پر پڑی ‖ آئیں دریا سے صدائیں شور کی

درمیان موج دید او کشتیے ‖ در قضا و در بلا و زشتیے

موج میں آئی انہیں کشتی نظر ‖ جو قضا میں اور بلا میں تھی ادھر

ہم شب و ہم ابر و ہم موج عظیم ‖ ایں سہ تاریکی و از غرقاب بیم

رات تھی، بادل تھے اور طوفان تھا ‖ تین اندھیرے اور پھر ڈر غرق کا

تند بادے ہمچو عزرائیل خاست ‖ موجہا آشوفت اندر چپ و راست

ایسی ہوا اٹھی مثل عزرائیل تیز ‖ موجیں ہر سو اٹھ رہی تھیں شور خیز

اہل کشتی از مہابت کاستہ ‖ نعرہ و واویلہا برخاستہ

کشتی والے خوف سے تھے ناتواں ‖ کر رہے تھے شور اور آہ و فغاں

دستہا در نوحہ بر سر میزدند ‖ کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند

ہاتھ سر پر مارتے تھے نوحہ خواں ‖ کافر و ملحد ہوئے تھے ہمزباں

با خدا با صد تضرع آں زماں ‖ عہدہا و نذرہا کردہ بجاں

یاد حق کی کرتے تھے سب الغرض ‖ عہد کرتے تھے اور نذریں مانتے

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ ‖ روئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ

ننگے سر وہ سجدہ میں تھے جو کبھی ‖ قبلہ دیکھا تھا نہ تھا جن کی ذیل سے

گفتہ کہ بیفائدہ ست ایں بندگی ‖ واں زماں دیدہ در آں صد زندگی

کہتے تھے خدا سے حق کی عبث ہے بندگی ‖ اس گھڑی دیکھی تھی اس میں زندگی

از ہمہ اومید ببریدہ تمام ‖ دوستاں و خال و عم بابا و مام

قطع سب سے تھی امیدیں ہر کہیں ‖ رشتہ داروں دوستوں سے با یقیں

زاہد و فاسق شدہ آں دم تقی ‖ ہمچو در ہنگام جاں کندن شقی

زاہد و فاسق ہوئے تھے سب تقی ‖ جیسے وقت نزع ہو کوئی شقی

نے ز چپشاں چارہ جو و نے ز راست	حیلہا چوں مُرد ہنگامِ دعاست
دائیں بائیں سے کوئی چارہ نہ تھا	مٹ گئے حیلے تو یاد آئی دعا
در دعا ایشاں شدہ در زاری آہ	بر فلک ایشاں شدہ دود سیاہ
سب دعا کرتے تھے اور زاری و آہ	آسماں پر چھا گیا دودِ سیاہ
دیو آدم را ز عداوت تیز دید	بانگ زد کاے سگ پس شو لین پدید
دیکھا شیطاں نے عداوت سے ذرا	اور کہا اے سگ پس تو نہ بیہودا
مرگ جسک اے اہل انکار و نفاق	عاقبت خواہد بدن این اتفاق
موت پہنچے اے اہل انکار و نفاق	ایک دن ہیں ہوگا ایسا اتفاق
چشم تاں تر باشد از بعد خلاص	گر شوید از بہر شہوت پوناص
تمہاری آنکھیں ہوں بعد خلاص	اور ہو تم بہر شہوت دلیر خاص
یاد تاں ناید کہ روزے در خطر	دستتاں بگرفت یزداں از قدر
کیا نہیں ہے یاد - اک دن تھا خطر	ہاتھ پکڑا تھا خدا نے دوڑ کر
این ہمے آمد ندا از دور پیک	این سخن را نشنود ہیچ گوش ہیک
دیو سے آئی تھی یہ پیہم ندا	لیکن اس کو کوئی سنتا ہی نہ تھا
راست فرمودست با ما مصطفیٰ	قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
حق ہے یہ قول جناب مصطفیٰ	قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت	عاقلاں بینند ز اول مرتبت
دیکھے گا جاہل جو پیچھے انتہا میں	عاقل اس کو ابتدا میں دیکھ لیں
کارہا ز آغاز اگر غیب است و سر	عاقل اول دید و آخر آں مصر
ابتدا میں کام غیب و راز ہے	عاقل اول دیکھے نا قابل بعد سے
اولش پوشیدہ باشد و آخر آں	عاقل و جاہل پدید آید در عیاں
ابتدا ہوتی ہے بس اسکی نہاں	عاقل و جاہل پہ آخر ہو عیاں

همچنین می‌رفت بر لفظش دعا ۔ آن زمان چون مادران باوفا

اس طرح سے کہ رہے تھے وہ دعا ۔ جس طرح کرتی ہیں مائیں با وفا

اشک می‌رفت از دو چشمش و آن دعا ۔ بیخود از وے می برآمد بر سما

آنکھ سے آنسو رواں تھے، اور دعا ۔ بیخودی میں جاتی تھی سوئے سما

آن دعائے بیخودان خود دیگر است ۔ آن دعا زو نیست گفت داور است

بیخودوں کی یہ دعا ہے اور شے ۔ یہ سخن ان کا نہیں، اللہ کا ہے

آن دعا حق میکند چون او فناست ۔ آن دعا و آن اجابت از خداست

وہ دعا ہے حق کی جب داعی ہے فنا ۔ وہ دعا مقبول کرتا ہے خدا

واسطهٔ مخلوق نے اندر میان ۔ بیخبر زان لابہ کردن جسم و جان

واسطہ کوئی نہیں ہے درمیاں ۔ بے خبر ہیں اس سے جسم و جاں

بندگان حق رحیم و بردبار ۔ خوئے حق دارند در اصلاح کار

حق کے بندے ہیں رحیم و بردبار ۔ خو ہے حق کی رکھتے ہیں اور اصلاح کار

مهربان بے رشوتان یاری‌گران ۔ در مقام سخت و در روز گران

ہوتے ہیں بے رشوت کے یہی وہ یار ۔ جب ہو سختی اور ہو روز گراں

ہین بجو این قوم را اے مبتلا ۔ ہین غنیمت دارشان پیش از بلا

ڈھونڈھ لو اس قوم کو اے مبتلا ۔ اور غنیمت جان انہیں پیش از بلا

رست کشتی از دم آن پهلوان ۔ و اہل کشتی را بجہد خود گمان

اس پہلوان سے بچ گئی کشتی رہا ۔ اہل کشتی نے گماں کوشش کا کیا

کہ مگر بازوئے ایشان در حذر ۔ بر ہدف انداخت تیرے از ہنر

جیسے ان کے بازوؤں نے بچ کر ۔ تیر مارا ہے ہدف پر ہنر کا کر

پا رہاند روبہان را در شکار ۔ وآن ز دم دانند روباہان غرار

پاؤں سے ہے لومڑی بچتی شکار ۔ اور سمجھے دم کو ہی یہ اشغال کار

دل نباشد غیر آن دریای نور — دل نظرگاہ خدا وانگاہ کور

کیا ہے دل نہیں دل ہے دریا نور کا — کور کیونکر ہو نظر گاہ خدا

نے دل اندر صد ہزاران خاص و عام — در یکے باشد کدام است آن کدام

دل نہیں ہے لاکھوں خاص و عام میں — ایک میں ہے ڈھونڈ اسے کر تو شمار

ریزۂ دل را بہل دل را بجو — تا شود آن ریزہ چون کوہے ازو

ریزۂ دل چھوڑ اور ڈھونڈ اس دل کو — تا کہ ہو ریزہ مثال کوہ بھی

دل محیط است اندرین خطۂ وجود — زر ہمے افشاند از احسان و جود

دل محیط اس جسم کے ہے خطے میں — زر فشاں ہے اسی کے جتنے ہیں

از سلام حق سلامتہا نثار — میکند بر اہل عالم ز اختیار

ہے سلام حق پر اس کو اختیار — اہل عالم پہ وہ کرتا ہے نثار

ہر کرا دامن درست است و معد — آن نثار دل بر آنکس میرسد

جس کے دامن کو فراخی کچھ ملے — فیض اس دل کا وہی حاصل کرے

دامن تو آن نیاز است و حضور — ہین منہ در دامن آن سنگ فجور

تیرا دامن ہے نیاز اور حضور — اپنے دامن میں نہ رکھ سنگ فجور

تا ندرد دامنت آن سنگہا — تا بدانی نقد را از رنگہا

پھٹ نہ جائے ان سے یہ دامن ترا — فرق نقد و رنگ سمجھے ہر بھلا

سنگ پر کردی تو دامن از جہان — ہم ز سنگ سیم و زر چون کودکان

جو سنگ دامن میں پتھر رول کر — مثل بچوں کے سنگ سیم و زر

آن خیال سیم و زر چون زر نبود — دامن صدقت درید و غم فزود

وہ خیال سیم و زر تھا زر نہ تھا — صدق کا دامن پھٹا غم بڑھ گیا

کے نماید کودکان را سنگ سنگ — تا نگیرد عقل دامنشان بچنگ

بچوں کو پتھر نہیں سمجھ پتھر دکھلا — عقل سے جب تک نہ ہوں وہ آشنا

گفت من با حق دعاہا کردہ ام — اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام

بولا میں نے کی ہے خالق سے دعا — خون دل ہے اس خوشامد میں پیا

من یقین دارم دعا شد مستجاب — سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب

ہے یقین میری دعا تھی مستجاب — مار سر پتھر پہ تو نادان خراب

گفت گرد آئید ہیں اے مسلمین — ژاژ بشنید و فشار ایں لعین

بولا دوڑو اے مسلمانو! چلو — اس لعیں کی بکنی باتیں دیکھ لو

اے دغا تا چند خائی ژاژ را — حجت قاطع بگو چہ بود دعا

اے دغا ہی بیہودہ گوئی ہے کیا — لا دلیل اپنی کوئی کیا ہے دعا

اے مسلماناں دعا مال مرا — چوں از آں او کند بہر خدا

مال میرا ہو منو کیونکہ دعا — اس کا کر دیگی ۔ کہو بہر خدا

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں — یک دعا املاک بردے بے کمیں

ایسا ہی ہوتا اگر ۔ تو المراد — سب دعا سے چھین لیتے جائداد

گر چنیں بودے گدایان ضریر — محتشم گشتہ بدندے و امیر

ایسا گر ہوتا ۔ تو یہ سارے فقیر — بیٹھ دولت والے اور ہو سکتے امیر

روز و شب اندر دعا اند و ثنا — لابہ گویاں کہ تو دہ مال اے خدا

روز و شب جو کرتے رہتے ہیں دعا — دے ہمیں تو مال و دولت اے خدا

تا تو ندہی ہیچ کس ندہد یقین — اے کشایندہ تو بکشا بند ایں

تو نہ دے تو کون دیگا بالیقیں — کھول اے مشکل کشا عقدہ یہیں

مکسب کوراں بود لابہ و دعا — جز لب نانے نیابند از عطا

سب اندھوں کا خوشامد اور دعا — صرف روٹی اتنی ہوتی ہے عطا

قوم گفتند ایں مسلمانست کو — ویں فروشندہ دعاہا ظلم جوست

قوم بولی یہ مسلماں بھی نہیں — ہے فروشندہ دعا کا بالیقیں

بعد ازیں چندیں دعا و ایں فغاں | گاو اندر خانہ دیدم ناگہاں

روئیا جب یہ دعا اور یہ فغاں | گائے میں نے گھر میں دیکھی ناگہاں

چشم من تاریک شد نے بہر قوت | شادی آں کہ قبول آمد قنوت

تھی نہ نابینی وہ ہرگز قوت کی | خوش تھا میری التجا پوری ہوئی

کشتم آں را تا دہم در شکر آں | کہ دعائے من شنید آں غیب داں

شکر کرنے کے لئے مارا اسے | ہاں دعا میری سنی اللہ نے

قصہ حضرت داؤد کا حکم سنانا

گفت داؤد ایں سخنہا را بشو | حجت شرعی دریں دعوے بگو

بولے داؤد اب یہ باتیں چھوڑ تو | حجت شرعی بیاں کر مدعو

تو روا داری کہ من بے حجتے | بنہم اندر شرع باطل سنتے

بے حجت تو روا رکھتا ہے کیا | شرع میں ڈالوں اصول باطل روا

ایں کہ بخشیدت خریدی وارثی | ریع را چوں میستانی حارثی

کیا ملی بخشش کہ اسکا تو وارث ہے کیا | تو جو حاصل لیتا ہے حارث ہے کیا

کسب را ہمچوں زراعت داں عمو | تا نکاری دخل نبود آں تو

کسب ہے مثل زراعت اے اخی | بوئے بن وہ ملک ہو کیونکر تری

آنچہ کاری بدروی آں آن تست | ورنہ ایں بیداد بر تو شد درست

تو جو بوئے اور کاٹے ہے ترا | ورنہ یکسر ظلم ہے یہ اور خطا

رو بدہ مال مسلماں کژ مگو | رو بجو وام و بدہ باطل مجو

بھیج دے مال مسلماں جلد جا | قرض لے کر دے اسے کہتا ہے کیا

گفت اے شہ تو ہمیں میگوئیم | کہ ہمے گویند اصحاب ستم

بولا اے شہ تو نے بھی وہ ہی کہا | ظلم والوں نے کہا جو بر ملا

گائے والے کو حضرت داؤدؑ کا حکم دینا

بعد از آں داؤدؑ گفتش اے عنود ۔ جملہ مال خویش او را بخش زود
بعد ازاں اس سے کہا داؤدؑ نے ۔ اپنا سارا مال اسکو بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت ۔ تا نگردد ظاہر از وے اشکمت
ورنہ ہوگا مشکلوں کا سامنا ۔ ظلم کھل جائے گا میں نے کہہ دیا

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید ۔ کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
خاک اڑا کر اور کپڑے پھاڑ کر ۔ بولا ہے بیداد مجھ پر بیشتر

یکدمے دیگر بدیں تشنیع راند ۔ باز داؤدش بپیش خویش خواند
کچھ دنوں وہ دیتا رہا اس قسم کے طعنے ۔ پھر بلایا پاس اپنے داؤدؑ نے

گفت چوں بختت نبود اے بخت کور ۔ ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
بولے اندھے ہے نصیب اندھا ترا ۔ ظلم تیرا تھوڑا تھوڑا ہے کھلا

دیدۂ آنگاہ صدر و پیشگاہ ۔ اے دریغ از چوں تو خر خاشاک را
دیکھی اس دم تو نے یہ انصاف گاہ ۔ تجھ پہ افسوس اے گدھے لے خاکِ راہ

رو کہ فرزندانِ تو با جفتِ تو ۔ بندگانِ او شدند افزوں مگو
جا کہ تیرے بچے اور بیوی تری ۔ ہو گئے اسکی غلام اب واقعی

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست ۔ میدوید از جہل خود بالا و پست
پتھروں سے کوٹتا سینے کو تھا ۔ جہل سے تھا آگے پیچھے بھاگتا

خلق ہم اندر ملامت آمدند ۔ کز ضمیرِ کارِ او غافل بدند
لوگ بھی تھے سب ملامت کر رہے ۔ وہ تھے ناواقف ضمیرِ کار سے

ظالم از مظلوم کے داند کسے ۔ کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
ظالم و مظلوم جانے کون کیا ۔ مثلِ خس جب ہو ہوا میں مبتلا

سخت ناسخ شد گناہ و میخ او … بُد ز خون سے آمد از بیخ او

پینچ بھی ہے سخت شہد گناہ کی … جڑ سے آتی ہے مجھے بو خون کی

خون شدست اندرین اخوش … خواجہ اکشتست این منحوس بخت

اس کے نیچے خون ہے اک ہو گیا … کاٹا اس نے اپنے آقا کا گلا

مال او برداشتست این قلتبان … وین غلام اوست این آزادگان

مال اسنے لیا اپنے تمام … اور اس مقتول کا ہے یہ غلام

این جوان این مر خواجہ را باشد پسر … طفل بود او وندارد زین خبر

یہ جواں ہے مرنے والے کا پسر … تھا یہ بچہ اور نہیں اس کو خبر

تا کنون حلم خدا پوشید آن … آخر از ناشکری این قلتبان

علم حق نے کی تھیں پردہ پوشیاں … ہو گیا ناشکریوں سے سب عیاں

کہ عیال خواجہ را روزے ندید … نے بنوروز و دمو سمہائے عید

خواجہ زادوں کو نہ پوچھا کبھی … عید اور نوروز سب گزرے یونہی

بینوایان را بیک لقمہ نشست … یاد ناورد او ز حقہائے نخست

بینواؤں کو نہ اک لقمہ دیا … اگلے پچھلے حق دبے سارے بھلا

تا کنون از بہر یک گاو آن لعین … میزند فرزند او را بر زمین

اور اب اک گائے کے پیچھے لعین … اس کے بیٹے کو کرے رسوا یہیں

او بخود برداشت پردہ از گناہ … ورنہ می پوشید جرمش را الٰہ

اسنے خود اپنے گنہ ظاہر کئے … گو چھپا رکھے تھے ظلم اللہ نے

کافر و فاسق درین دور گزند … پردۂ خود را بخود بر میدرند

کافر و فاسق جہاں میں بدملا … اپنا پردہ آپ دیتے ہیں اٹھا

ظلم مستور است در اسرار جان … مے نہد ظالم بہ پیش مردمان

ظلم تو اسرار میں پنہاں ہے … ظالم اسکو کر رہا ہے خود عیاں

که ہمی بینید کہ دارم شاخہا ‌ ‌ گاو دوزخ را ببیند او ملا

دیکھو ہیں یہ میرے سر پہ سینگ کیا ‌ ‌ بلکہ میں ہوں گاوِ دوزخ برملا

دُنیا میں بھی اعضا کا گواہی دینا

پس ہمیں جا دست و پایت گزند ‌ ‌ بر ضمیر تو گواہی مے دہند

پس یہیں ہے ہاتھ پاؤں کا زیاں ‌ ‌ تیرے دل کے بھید کا جو دیں نشاں

چوں موکل مے شود بر تو ضمیر ‌ ‌ که بگو تو اعتقادت اے اسیر

جب موکل تجھ پہ ہو تیرا ضمیر ‌ ‌ اور کہے کہ صاف اسے مردِ حقیر

خاصه در ہنگام خشم و گفتگو ‌ ‌ میکند ظاہر سرت را مو بمو

خاص کر غصے میں ہو جب گفتگو ‌ ‌ بھید کھل جائیں ترے سب مو بمو

چوں موکل مے شود ظلم و جفا ‌ ‌ که ہویدا کن مرا اے دست و پا

جب موکل تجھ پہ ہو جور و جفا ‌ ‌ کہ وہ دے کر ظاہر مجھے اے دست و پا

چوں ہمے گیرد گواہ سر لگام ‌ ‌ خاصه وقت جوش خشم و انتقام

کھینچتا ہے جب لگام ایسا گواہ ‌ ‌ خاص کر ہو جبکہ غصہ بے پناہ

پس ہمانکس کہ موکل میکند ‌ ‌ تا لوائے راز بر صحرا زند

جو کہے اس کو موکل برملا ‌ ‌ بھید خود جنگل میں دیتا ہے اڑا

پس موکلہائے دیگر روزِ حشر ‌ ‌ ہم تواند آفرید از بہر نشر

پس موکل دوسرے بھی روزِ حشر ‌ ‌ پیدا بھی کر سکتا ہے پیدا بہر نشر

اے بہ دست آمده در ظلم و کیں ‌ ‌ گوہرت پیداست حاجت نیست ایں

دونوں ہاتھوں سے تو کرتا ہے جفا ‌ ‌ ہیں عیاں جوہر ترے حاجت ہے کیا

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند ‌ ‌ بر ضمیر آتشینت واقفند

ظلم کی تشہیر سے کیا فائدہ ‌ ‌ سب ضمیر آتشیں جانیں ترا

نفسِ تو ہر دم بر آرد صد شرار — کہ بہ بینندم منم اصحابِ نار

نفس سے اُٹھتے ہیں تیرے سو شرار — دیکھ لیں سب، ہیں ہمیں اصحابِ نار

جزوِ نارم سوئے کُل خود روم — من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم

سوئے کل جاتا ہوں جزوِ نار ہوں — نور ہوں تو جانبِ خالق بڑھوں

ہمچناں کایں ظالمِ حق ناشناس — بہرِ گاوے کرد چندیں التباس

جس طرح یہ ظالمِ نا آشنا — گائے کی خاطر ہے جھگڑوں میں بڑا

او ازو صد گاو برد و صد شتر — نفس اینست اے پدر از وے ببر

اونٹ اس نے سو لیے سو گائیں بھی — چھوڑ اس کو، نفس ہے یہ اے اخی

نیز روزے با خدا زاری نکرد — یا ربے نامد ازو روزے بدرد

رو یا پیشِ حق نہ اک دن یہ کبھی — اور صدا یا رب کی بھولے سے نہ دی

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود کن — گر منش کردم زیاں تو سود کن

تو مرے دشمن کو خوش کر اے خدا — گر برا میں نے کیا تو کر بھلا

گر خطا گشتم دیت بر عاقلہ است — عاقلہ جانم تو بودی از الست

کی خطا، تو عاقلہ ہے خوں بہا — عاقلہ تو ہے ازل سے اے خدا

سنگ می گردد باستغفار دُر — ایں بود ز انصافِ نفس اے جانِ حر

سنگ استغفار سے موتی بنے — ہو یہ سب کچھ نفس کے انصاف سے

لوگوں کا اس درخت کی طرف جانا

چوں برون رفتند سوئے آں درخت — گفت دستش را ازپس بندید سخت

جب وہ باہر پیڑ کی جانب گئے — بولے باندھو ہاتھ اُسکے پیچھے سے

تا گناہ و جرمِ او پیدا کنم — تا لوائے عدل بر صحرا زنم

تا کہ میں اس کا گنہ پیدا کروں — عدل اپنا ظاہر صحرا کروں

وانگہے سوئے درخت آرد رو — گفت زیں حالت چہ پیدائی بگو

کر کے تو رخ پھر پیڑ کی جانب کہا — اس تعلق میں ہے تو کیا جانتا

در زماں از شاخ و برگ آں درخت — آمد از صنع خدا آواز سخت

بول اٹھیں وہ شاخیں اور برگ درخت — آئی شان حق سے اک آواز سخت

کاے رسول حق بکشتی تو را — صلی اللہ عالم بدیں گفتت گواست

اے رسول حق یہ ہم سے سچ کہا — اور شاہد اسکا خود ہے وہ خدا

خواجہ را ایں سگ کشندہ چوں بجست — از فلاد کے تنہا بودش بدست

خواجہ کو اس شخص نے مارا یہاں — تھی چھری فولاد کی ہاتھوں میں ہاں

جملہ از داود گشتہ عذر خواہ — زانکہ چوں گشتہ بودند و تباہ

وہ ہوئے داؤد سے سب عذر خواہ — کیونکہ اپنی بد خلقی سے تھے تباہ

حضرت داؤد کا خونی سے بدلہ لینا

بعد ازیں گفتش بیا اے داد خواہ — داد خود بستاں تو از ایں روسیاہ

پھر یہ فرمایا کہ آ اے داد خواہ — داد اپنی لے کہ ہے یہ روسیاہ

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص — کے کند مکرش ز علم حق خلاص

اس چھری سے لے لیا بدلہ اخی — مکر کو علم حق سے کب دے خلاصی

حلم حق گرچہ مواساہا کند — چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

گو دکھاتا ہے حلم خالق کا کرم — حد سے جب جاتے گذر رسوا کرے

خوں نخسپد در فتد در ہر دلے — میل جستجوئے و کشف مشکلے

کب چھپے خوں بلکہ ہر دل میں پڑے — جستجو کی خواہش اور بحث بڑھے

اقتضاے داوری رب دیں — سر بر آرد از ضمیر آن و ایں

اقتضا داوری کا اسکے رو سے — سر کرے اپنا ضمیروں سے بلند

کاں فلاں خواجہ چہ شد حالش چہ گشت ۔ ہمچنانکہ چوں شد از گلزار کشت

کیا ہوا وہ خواجہ حال اسکا ہے کیا ۔ جیسے سبزہ جوش میں ہو باغ کا

جوششِ خوں باشد آں و جستہا ۔ خارشِ دلہا و بحث و ماجرا

جوشِ خوں ہوتی ہے ایسی جستجو ۔ دل میں خارش اور بحث و گفتگو

چونکہ پیدا گشت سرِ کارِ او ۔ معجزۂ داؤدؑ شد فاش و دو تو

بھید جب اس کام کا سب پر کھلا ۔ معجزہ داؤدؑ سے ظاہر ہوا

خلق جملہ سر برہنہ آمدند ۔ سر بسجدہ بر زمینہا میزدند

سر برہنہ دوڑی وہ خلقت تمام ۔ گر پڑے سجدوں میں سارے خاص و عام

ما ہمہ کوراں اصلی بودہ ایم ۔ وانچہ میفرمودہ نشنودہ ایم

اور کہا در اصل ہم اندھے رہے ۔ آپ کے فرمان ہم نے کب سنے

وز تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم ۔ لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم

سیکڑوں دیکھے عجائب آپ سے ۔ اپنے اندھے پن سے پر معذور تھے

سنگ با تو در سخن آمد شہیر ۔ کز برائے غزو طالوتم بگیر

اے نبیؑ! کیں تم سے باتیں سنگ نے ۔ لو مجھے تم لڑنے کو طالوت[1] سے

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی ۔ صد ہزاراں خصم را برہم زدی

تین پتھر ایک گوپھن ساتھ تھا ۔ لاکھوں ہی اعدا کو برہم کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد ۔ ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد

پھٹ دیں کے لاکھوں ٹکڑے ہو گئے ۔ خون دشمن کا پیا ہر ایک نے

آہن اندر دستِ تو چوں موم شد ۔ چوں زرہ سازی ترا معلوم شد

موم دستِ پاک میں لوہا ہوا ۔ جب زرہ سازی ہوئی دست آشنا

[1] بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ گذرا ہے ۔

نے تو بودی سالہا مہمان من | نے رسیدت بیکراں احسان من

کیا نہ تو برسوں مرا مہمان رہا؟ | تجھ پہ کیا احساں نہ تھا میں نے کیا

سرّ مہر ما شنیدستند خلق | شرم دارد رو چو نعمت خورد حلق

راز الفت اپنا ہے مشہور خلق | شرم آتی منہ کو نعمت کھائے حلق

او ہمے گفتش چہ گوئی ترہات | نہ ترا دانم نہ نام تو نہ جات

کہتا وہ کیا بک رہا ہے بے لگام | کون ہے تو کیا نشاں ہے کیا ہے نام

پنجمیں شب ابر و باراں گرفت | کاسماں از بارشش شد در شگفت

پانچویں شب کو غضب بارش ہوئی | جس سے حیرت آسماں تک کو ہوئی

چوں رسید آں کارد اندر استخواں | حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں

خواجہ پر جب آ پڑی ایسی کچھ بلا | کھٹکھٹائی کنڈی اور پھر دی صدا

چوں بصد الحاح آمد سوئے در | گفت آخر چیست اے جان پدر

سو خوشامد سے وہ آیا سوئے در | بولا آخر کیا ہے اے جان پدر

گفت من آں حقہا بگذاشتم | ترک کردم آنچہ من پنداشتم

بولا میں نے چھوڑے اپنے حق تمام | تھا جو کچھ سمجھا غلط تھا لاکلام

پنج سالہ رنج دیدم پنج روز | جان مسکینم دریں سرما و سوز

پنج سالہ اب غم سے دیکھے پانچ روز | جان مسکیں میری ہے سردی پہ سوز

یک جفا از خویش و از یار و تبار | در گرانی ہست چوں سیصد ہزار

اپنوں کی اور اپنے یاروں کی جفا | ہوتی ہے سختی میں لاکھوں سے سوا

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش | جانش خوگر بود با مہر و وفاش

کچھ توقع ظلم کی اس سے نہ تھی | خوگر مہر و وفا تھا وہ بھی

ہرچہ بر مردم بلا و شدت است | ایں یقیں داں کز خلاف عادت است

جو کہ ہے لوگوں پہ شدت اور بلا | ہے خلاف عادت اس کی سب بنا

ریگہا ہم آرد شد از سعی شاں | پشم ہم از ابریشم آمد کش کشاں
ریت اُنکی سعی سے آٹا ہوگئی | اور اُون ریشم بنتی کھنچ کھنچ کی

جملہ قرآنست در قطع سبب | عز درویش و ہلاک بولہب
مقصدِ قرآں ہے بس قطع سبب | عزت فقر اور ہلاک بولہب

مثال

مرغ بابیلے دو سہ سنگ افگند | لشکر زفت حبش را بشکند
وہ ابابیل ایک دو کنکر ہی سے | سخت لشکر کو حبش کے توڑ دے

پیل را سوراخ سوراخ افگند | سنگ مرغے کو ببالا بر زند
جسم کو بھی فیل کے چھلنی بنا دے | مرغ اک پتھر جو اوپر سے گرائے

گاو کشتہ بر مقتول زن | تا شود زندہ ہماندم در کفن
گائے مردہ کی جو دم مقتول پہ | مار دیں تو جی اٹھے وہ [illegible]

حلق ببریدہ جہد از جائے خویش | خون خود جوید ز خون پالائے خویش
سر بریدہ اچھل کر ہو زندہ بر ملا | اپنے قاتل سے وہ مانگے خوں بہا

ہمچنیں از ابتدائے قرآں تا تمام | رفض اسبابست و علت والسلام
اول قرآں سے یونہی تا تمام | ترک اسباب و علل ہے والسلام

کشف ایں نز عقل کار افزا شود | بندگی کن تا ترا پیدا شود
کشف اسکا عقل سے ممکن نہیں | بندگی کرتا تو سمجھے بالیقیں

بند معقولات آمد فلسفی | شہسوار عقل عقل آمد صفی
کہ معقولات میں ہے فلسفی | شہسوار عقل عقل ہیں لیکن نبی

عقل عقلست مغز و عقل پوست | معدۂ حیوان ہمیشہ پوست جوست
مغز عقل عقل ہے اور عقل پوست | معدۂ حیوان ہے جو پوست دوست

مغز چوں از پوست دارد صد ملال | مغز نغز آں را حلال آمد حلال
مغز جو کو پوست سے ہیں صد ملال | اور مغز نادر اس کو ہے حلال

چونکہ قشر عقل صد برہاں دہد | عقل کل کے گام بے ایقاں نہد
عقل کا چھلکا دلیلیں لاکھ دے | عقل کل پر بے یقیں کب کچھ کرے

عقل دفترہا کند یکسر سیاہ | عقل عقل آفاق دارد پر ز ماہ
دفتروں کو عقل بس کالا کرے | عقل عقل آفاق کو روشن رکھے

از سیاہی و ز سپیدی فارغست | نور ماہش بر دل و جاں بازغست
وہ سیاہی اور سپیدی سے ہے دور | ہے دل و جاں پہ درخشاں اسکا نور

ایں سیاہ و آں سفید ار قدر یافت | زاں شب قدرست کاختر وار تافت
ہے سیاہی اور سپیدی قدر کی | ہے ضیا دونوں میں شام قدر کی

قیمت ہمیان و کیسہ از زر است | بے زر ہمیان و کیسہ ابتر است
کیسہ کی وقعت بھلا بے زر ہو کیا | کیسہ بے زر ہے ناقص اے فتا

ہمچنانکہ قدر تن از جاں بود | قدر جاں از پرتو جاناں بود
جس طرح توقیر تن کی جان سے ہے | جاں کی قیمت پر تو جاناں سے ہے

گر بدے جاں زندہ بے پرتو کنوں | ہیچ گفتے کافراں را میتوں
زندہ رہتی جان بے پرتو اگر | کافروں کو مردہ کہتا کون ادھر

ہیں بگو کہ ناطقہ جو مے کند | تا بقرنے بعد ما آبے رسد
یوں سمجھ جو نہر کھودے ناطقہ | ہم سے قرنوں بعد پانی آئیگا

گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود | لیک گفتہ سابقاں یارے بود
گو کہ ہوں اہل سخن ہر قرن میں | اگلوں کی باتیں انہیں امداد دیں

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور | شد گواہ صدق قرآں اے شکور
کیا نہیں توریت و انجیل و زبور | صدق قرآنی کے شاہد اے شکور

روزی بے رنج جو و بے حسیب | کز بہشت آورد جبریلؑ سیب
روزی بے رنج ڈھونڈ اور بے حساب | سیب جنت لائے جبریلؑ اے شتاب

بلکه رزقے از خداوند بهشت ۔ بے صداع باغبان بے رنج و کشت

بلکہ روزی خالق فردوس دے ۔ کر کے فارغ باغبان و کشت سے

زانکه نفع نان در آن نان داد اوست ۔ بدہدت آن نفع بے توسیط پوست

دیکھا روٹی میں اسی نے فائدہ ۔ فائدہ دیگا وہی بے واسطہ

ذوق پنہان نقش نان چون سفره است ۔ نان بے سفره ولی را بہره است

ذوق پنہاں نقش، جوں سفرہ پنہاں ۔ نان بے خواں اولیا کو ہے یہاں

رزق جانی کے بری با سعی و جست ۔ جز بعدل شیخ کو داود تست

رزق روحی سعی سے ہے حاصل کہاں ۔ غیر مرشد جو کہ ہے داؤد یہاں

نفس چون با شیخ بیند کام تو ۔ از بن دندان شود او رام تو

شیخ سے وابستہ جب دیکھے تجھے ۔ نفس تیرا رام ہو، بندہ بنے

صاحب آن گاو رام آنگاه شد ۔ کز دم داود او آگاه شد

گائے والا اس گھڑی بندہ بنا ۔ جب دم داؤد سے واقف ہوا

عقل گاہے غالب آید در شکار ۔ بر سگ نفست که باشد شیخ یار

عقل غالب آسکے گی وقت شکار ۔ نفس کے کتے پہ جب ہو شیخ یار

نفس اژدرہاست با صد زور و فن ۔ روئے شیخ او را زمرد دیده کن

نفس تیرا، مکر کا ہے اژدہا ۔ تو زمرد روئے مرشد کا دکھا

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا ۔ دستش از دامان مکن یکدم رہا

اژدہے سے ہو اگر بچنا تجھے ۔ چھوڑ تو دامن نہ اسکا ہاتھ سے

خاک شو در پیش شیخ با صفا ۔ تا ز خاک تو بروید کیمیا

خاک ہو جا سامنے تو شیخ کے ۔ کیمیا پیدا ہو تیری خاک سے

گر تو صاحب گاو را خواہی زبون ۔ چون خران بخشش کن از سوئے درون

چاہئے رسوائی جو صاحب گاؤ کی ۔ جوں خراں تو جڑ اکھاڑ اسکی الی

هر که جنسش هست یار او شود	جز مگر داؤد کو مستثنیٰ بود
جو ہے جس کی جنس اسکا یار ہو	ہاں مگر داؤد وہ ہے مستثنیٰ جو
گو مبدل گشت و جنس تن نماند	هر کرا حق در مقام خود نشاند
ہو متبدل اور نہ جنس تن رہے	جس کو نائب اپنا خود مولا کرے
خلق حیوان علتی اند از کمین	یار علت می‌شود علت یقین
اک جہاں علت ہے اور اندر کمیں	یار علت کی ہو علت بالیقیں
هر خسی دعوی داؤدی کند	هر که بی تمییز کف در وی زند
ہاں ہر خس دعوائے داؤدی کرے	جو کہ ہو بے عقل اس کو مان لے
از صفیرش بشنود آواز طیر	مرغ ابله می‌کند آنسو مسیر
مرغ کی سن کر صدا صیاد سے	مرغ ناداں اس طرف کو چل پڑے
نقد را از قلب نشناسد غوی	هین ازو بگریز اگرچه معنویست
جو نہ جانے اصل و نقل ایسا غوی	بھاگ اس سے گرچہ ہو وہ معنوی
رسته و بربسته پیش او یکیست	گر یقین دعوی کند او در شکیست
قید کی اور آزاد دونوں ایک ہے	شک میں ہے گو دعوے یقیں کا کرے
این چنین کس گر ذکی مطلق است	چونش این تمییز نبود احمق است
ایسا انساں گو ذکی مطلق ہے وہ	جب نہیں اس کو تمیز احمق ہے وہ
هین ازو بگریز چون آهو ز شیر	سوی او مشتاب ای دانا دلیر
بھاگ اس سے جیسے آہو شیر سے	اے کہ ہے دانا نہ جا اسکے سامنے

سلہ گمراہ ۔

حضرتِ عیسیٰؑ کا بھاگ کر پہاڑ پر چڑھنا

عیسیٰؑ مریمؑ بکوہے میگریخت ❊ شیر گوئی خونِ او میخواست ریخت

عیسیٰؑ مریمؑ گئے اک کوہ پر ❊ بھاگ کر تھا شیر گویا حملہ در

آں یکے در پے دوید و گفت خیر ❊ در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر

پیچھے پیچھے دوڑ کر اک نے کہا ❊ کون ہے پیچھے جو یوں ہے بھاگتا

با شتاب او آنچناں میتاخت جفت ❊ کز شتابِ خود جوابِ او نگفت

تیز تھے وہ بھاگنے میں اسقدر ❊ بات کچھ اس کی سنی نہ بھاگتے

یکدو میدان در پئے عیسیٰؑ براند ❊ پس بجد و جہد عیسیٰؑ را بخواند

کھیت دو کھیت انکے پیچھے وہ گیا ❊ [illegible] دی صدا

کز پئے مرضاتِ حق یک لحظہ بیست ❊ کہ مرا اندر گریزت مشکلیست

ٹھہرو اک لمحہ خدا کے واسطے ❊ بھاگنا اب سخت مشکل ہے مجھے

از کہ ایں سو میگریزی اے کریم ❊ نہ پیت شیر و نہ خصم و خوف و بیم

کس سے تم یوں بھاگتے ہو اے کریم ❊ شیر پیچھے ہے نہ دشمن کا ہے بیم

گفت از احمق گریزانم برو ❊ میرہانم خویش را بندم مشو

بولے میں ہوں احمقوں سے بھاگتا ❊ [illegible]

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی ❊ کہ شود کور و کر از تو مستوی

بولا ۔ ہو تم تو مسیحا بے ملا ❊ اندھے بہرے تم سے پاتے ہیں شفا

گفت آرے گفت آں شہ نیستی ❊ کہ فسونِ غیب را ماویستی

بولے ہاں ہاں بولا ہے وہ شاہ تو ❊ جو فسونِ غیب سے آگاہ ہو

چوں بخوانی آں فسوں بر مردۂ ❊ بر جہد چوں شیرِ صید آوردۂ

جبکہ تو پڑھتا ہے فسوں بے جان پہ ❊ شیر کی صورت سے اٹھتا جھوم کر

وان دگر عور و برہنہ لاشہ تاز ۔ لیک دامنہائے جامہ او دراز
تیسری بالکل برہنہ تشنہ تھی ۔ دامن اُن کے تھے دراز اسے متقی

گفت کور اینک گروہے میرسند ۔ من ہمے بینم کہ چہ قومند و چند
بولے اندھے ایک قوم آتی ہے اب ۔ دیکھتے ہیں ہم کہ وہ کتنے ہیں سب

گفت کر آوے شنیدم بانگشاں ۔ کہ چہ می گویند پیدا و نہاں
بولے بہرے ہاں سنی آتی صدا ۔ ظاہر و باطن ہیں وہ کہتے ہیں کیا

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم ۔ کہ ببرند از درازے دامنم
بولے ننگے ہے یہ اندیشہ ہمیں ۔ وہ نہ دامن کو ہمارے پھاڑ دیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند ۔ خیز بگریزیم پیش از زخم و بند
اندھے بولے لو وہ نزدیک آگئے ۔ بھاگنا نقصاں سے بچنا چاہیئے

کر ہمے گوید کہ آوے مشغلہ ۔ میشود نزدیک تر یاراں ہلہ
بولے بہرے ٹھیک ہے یہ برملا ۔ شور و غل نزدیک ہم سے ہو گیا

آں برہنہ گفت آوہ دامنم ۔ از طمع برند و من نا ایمنم
وہ برہنہ بولے دامن سے ہے ڈر ۔ پھاڑ پھینکیں گے اسے وہ بے ہنر

شہر را ہشتند بیروں آمدند ۔ در ہزیمت در دہے اندر شدند
چھوڑ کر سب شہر باہر آگئے ۔ اور سب اک گاؤں میں جا کے چھپے

اندر آں دہ مرغ فربہ یافتند ۔ لیک ذرہ گوشت بر وے نے نژند
گاؤں میں اک مرغ موٹا سا ملا ۔ گوشت جس میں ایک ذرہ بھی نہ تھا

کور دیدہ آں کر آوازش شنید ۔ عور بگرفتہ بدامن در کشید
کور نے دیکھا سنی کر نے صدا ۔ اور لیا دامن میں ننگے نے اٹھا

مرغ مردہ خشک از زخم کلاغ ۔ استخوانہا زار گشتہ چوں بناغ
زخم سے کوّے کے مردہ مرغ تھا ۔ ہڈیاں تھیں تار تار اسے با صفا

پس طلب کردند دیگے یافتند ... پختہ سر پیچ بن سبک بشتافتند
ڈھونڈ کر وہ دیگ لائے اک وہاں ... تھا نہ پیندا اور نہ سر تھا بیگماں

بر سر آتش نہادند آں سہ تن ... مرغ فربہ ابدیگ اندر زتن
بل کے پھر تینوں نے رکھا آگ پر ... دیگ میں اس مرغ فربہ کو ادھر

آتشش کردند چنداں اے پسر ... کاستخواں شد پختہ گوشتش پختہ تر
پھر جلائی آگ اتنی اے پسر ... گوشت اور ہڈیاں تھیں پختہ تر

زاں ہمے خوردند چوں از صید شیر ... ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر
کھایا پھر جوں شیر کھاتا ہے شکار ... سیر آئے کھا کے ہوئے وہ فیل وار

ہر سہ زاں خوردند بس فربہ شدند ... چوں سہ پیل بس بزرگ و زہ شدند
تینوں اس کو کھا کے موٹے ہو گئے ... تین فیلوں کی طرح فربہ بنے

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں ... در نگنجیدے ز زفتی در جہاں
مرغ کھا کر اتنے پھولے وہ جواں ... بس سما سکتے نہ تھے دنیا میں ہاں

با چنیں گبزی و ہفت اندام زفت ... از شکاف دیگ بر جستند و رفت
تھے اک جو موٹے اور اتنے بڑے ... لیکن اس سوراخ سے باہر گئے

راہ مرگ خلق ناپیدا رہیست ... در نظر ناید کہ آں بیجا رہیست
خلق کے مرنے کا جو رستہ یہاں ... بے نشاں ہے ۔ نظر آئے کہاں

نک پیاپے کاروانہا مقتفی ... زیں شکاف کہ ہست آں مختفی
آگے پیچھے قافلے سب ہیں رواں ... اس شگاف در سے جو ہے بے نشاں

بر در ار جوئی نیابی آں شگاف ... سخت ناپیدا و زو چندیں زفاف
در پہ ڈھونڈو گے تو نہ پاؤ در شگاف ... ہے بہت پوشیدہ طاقوں میں چھپی

اے ضیاء الحق حسام الدیں عیاں ... باز باید گفت شرح ایں بیاں
اے ضیاء الحق حسام الدیں ہاں ... شرح اس کی چاہیئے کرنی بیاں

صد ہزاراں فضل داند از علوم ‌‌ ‌ جان خود را مے نداند از ظلوم

لاکھ علم و فضل وہ ہے جانتا ‌ ‌ ظلمت جاں سے نہیں ہے آشنا

داند او خاصیت ہر جوہرے ‌ ‌ در بیان جوہر خود چوں خرے

جانے ہر جوہر کی خاصیت ضرور ‌ ‌ اپنے جوہر کے بیاں میں بے شعور

کہ ہمے دانم یجوز و لایجوز[1] ‌ ‌ خود ندانی تو یجوزی یا عجوز[2]

کہتا ہے جانوں یجوز و لایجوز ‌ ‌ تو نہ جانے اس کو ہرگز اے عجوز

ایں روا و آں ناروا دانی ولیک ‌ ‌ خود روا یا ناروائی بیں تو نیک

تو روا اور ناروا جانے ولے ‌ ‌ خود روا یا ناروا ہے۔ دیکھ لے

قیمت ہر کالہ میدانی کہ چیست ‌ ‌ قیمت خود را ندانی احمقیست

دام ہر ساماں کے تو ہے جانتا ‌ ‌ اپنی قیمت خود نہ جانے احمقا

سعد ہا و نحس ہا دانستہ ‌ ‌ ننگری سعدی تو یا ناشستہ

سعد بھی تو جانتا ہے نحس بھی ‌ ‌ اپنی بھی دیکھی کبھی نیکی بدی؟

جان جملہ علمہا اینست ایں ‌ ‌ کہ بدانی من کیم در یوم دیں

جان ہے بس سارے علموں کی یہی ‌ ‌ حشر میں پہچانے خود کو آپ ہی

آں اصول دیں بدانستی ولیک ‌ ‌ بنگر اندر اصل خود گر ہست نیک

تو اصول دیں تو سمجھا ہے مگر ‌ ‌ غور کچھ اپنی حقیقت پر بھی کر

از اصولیت اصول خویش بہ ‌ ‌ کہ بدانی اصل خود اے مرد مہ

بے اصولی سے اصول اپنا بھلا ‌ ‌ تا تو اپنی اصل سے ہو آشنا

[1] جائز اور ناجائز ۔

[2] بڑھیا ۔

اہلِ سبا کی خوشی اور ناشکری

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا — میرمیدندے ز اصحابِ لقا
اصل ہی اہلِ سبا کی تھی بُری — بھاگتے تھے انبیاء سے دور ہی

داد شاں چندیں ضیاع و باغ و راغ — از چپ و از راست از بہرِ فراغ
ہر سمت انکو ہوئے تھے دشت و باغ — ہر طرف سے انکو حاصل تھا فراغ

بسکہ مے افتاد از پُری ثمار — تنگ مے شد معبرہ بر رہگذار
میوے افزونی سے گرتے بیشمار — تنگ تھی رہگیر پہ ہر رہگذار

آں نثارِ میوہ رہ را میگرفت — از پُری میوہ رہرو در شگفت
راہ میووں کی نچھاور سے تھی بند — اور رہرو کو تحیر تھا دو چند

سلہ بر سر در درختستان شاں — پُر شدے ناخواستہ از میوہ فشاں
جاتے لے کر سامنے جب پیڑ کے — خود بخود میووں سے بھرتے ٹوکرے

باد آں میوہ فشاندے بے کسے — پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
میووں کو ٹپکاتی رہتی تھی ہوا — میووں سے بھرتے تھے دامن برملا

خوشہائے زفت تا زیر آمدہ — بر سر و رُوئے روندہ میزدہ
جھوم کر جھکتے تھے جب خوشے بڑے — منہ پہ لگتے تھے وہ ہر رہگیر کے

مردِ گلخن تاب از پُری زر — بستہ بودے بر میاں زریں کمر
صاحبِ اموال بھٹ جھونکا بھی تھا — وہ بھی تھا پٹکا سنہری باندھتا

سگ کلیچہ کوفتے در زیرِ پا — تخمہ بودے گرگِ صحرا از نوا
کتے کے پاؤں میں کلیچے تھے پڑے — بھیڑیا بیمار ہو تو ہیضہ سے

گشتہ ایمن شہر و دِہ از دزد و گرگ — بز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ
شہر و دہ محفوظ دزد و گرگ سے — بھیڑ ڈرتی تھی نہ ہرگز گرگ سے

تو عدوّے ایں خوشی ہا آدمی
گشت ناخوش ہر چہ بوئے کف زدی

اپنی خوشیوں کا تُو ہے دشمن بنا
پایا جو کچھ اس سے تو ناخوش ہوا

ہر کہ او شد آشنا و یارِ تو
شد حقیر و خوار در دیدارِ تو

جو کوئی تیرا ہوا یار آشنا
خوار وہ تیری نظر میں ہو گیا

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم
پیش او تو بس مہست و محترم

تجھ سے بیگانہ رہا جو بیش و کم
وہ رہا تیری نظر میں محترم

ایں ہم از تاثیرِ آں بیماریست
زہرِ او در جملہ خلقاں ساریست

ہاں اثر ہے یہ اسی بیماری کا
زہر اس کا سب میں ہے دوڑا ہوا

دفعِ آں علت بباید کرد زود
کہ شکر با آں حدث باید نمود

چاہیئے علت پہ کرنا جلد دور
شکر پیدا چاہیئے کرنا ضرور

ہر خوشی کاید بتو ناخوش بود
آبِ حیواں گر رسد آتش شود

خوشی تجھ کو ملے ہو ناخوشی
آبِ حیواں آگ ہو اسے مدعی

کیمیائے مرگ و جسک ست آں صفت
مرگ گردد زاں حیات عاقبت

کیمیا ہے رنج و غم ایسی ہے یار
زندگی بھی موت ہو انجامِ کار

بس غذائی کہ زوے دل زندہ شد
چوں بیاید در تنِ تو گندہ شد

بہت غذا ہے اس سے دل زندہ ہوا
جب وہ آئی جسم میں گندہ ہوا

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد
چوں شکارت شد بر تو خوار شد

ہو گیا جو ناز کا تیرے شکار
پاس رہ کر وہ ہوا آخر کو خوار

آشنائی عقل با عقل از صفا
چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا

آشنائی عقل کی ہو عقل سے
دوستی ہر دم صفائی سے بڑھے

آشنائی نفس با ہر نفس پست
تو یقیں میداں کہ دم دم کم تر است

آشنائی نفس کو ہے نفس سے
تو یقیں کر لے وہ ہر لحظہ گھٹے

زانکه نفسش گرد علت می‌تند … معرفت را زود فاسد می‌کند

گرد علت کیونکہ نفس اسکا بھرے ہے … معرفت کو جلد تر فاسد کرے ہے

گر نخواهی دوست را فردا نفیر … دوستی با عاقل و با عقل گیر

گر نہ چاہے تو تنفر دوست کا … عقل اور عاقل سے رہنا اپنا بڑھا

از سموم نفس چون با علتی … هر چه گیری تو مرض را آلتی

نفس کی گرمی سے جب بیمار تو … اس سے جو لے آلہ آزار تو

گر بگیری گوهری سنگی شود … گر بگیری مهر دل جنگی شود

تو جو موتی لے تو وہ پتھر بنے … لے محبت دل کی جھگڑے ہیں بنے

ور بگیری نکتهٔ بکر لطیف … بعد درکت گشت بی ذوق و کثیف

نکتہ نادر ملے تجھ کو لطیف … بعد آگاہی ہو بے ذوق و کثیف

که من این را بس شنیدم کهنه شد … چیز دیگر گو بجز آن ای عضد

یہ پرانا ہے اسے بہت سن چکا … اب بتا دوسرے اور کچھ اسکے سوا

چیز دیگر تازه و نو گفته گیر … باز فردا زو شوی نزار و نفیر

دوسری چیز آئی اچھوتی کر گیا … دوسرے دن اس سے ہوئی نفرت تجھے

دفع علت کن چو علت خو شود … هر حدیث کهنه پیشت نو شود

دفع علت کر کہ علت خو وہ ہو … پھر نیا کر ہر پرانی بات کو

تا که از کهنه برآرد شاخ نو … بشکفد صد خوشه از کهنه زگو

تا پرانی شاخ سے نکلے نئی … فال سے پھوٹیں شگوفے اپنی

ما طبیبانیم شاگردان حق … بحر قلزم دید ما را فانفلق

ہم طبیب اور ہم ہیں شاگرد خدا … دیکھا قلزم نے جو ہم کو پھٹ گیا

آن طبیبان طبیعت دیگرند … که بدل از راه نبضی بنگرند

دوسرے ہیں وہ طبیعت کے طبیب … دل کی حالت نبض سے دیکھیں عجیب

تو بگوئی آفتابا کو گواہ	گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
تو کہے کہ ہے کون اے سورج گواہ	وہ کہے گا اندھے! خدا سے آنکھ چاہ
روز روشن ہر کہ او جوید چراغ	عین جستن کوریش دارد بلاغ
شمع دن کے وقت جو ہے ڈھونڈتا	عین کوری ہے یہ اس کا ڈھونڈنا
ور نمے بینی گمانے بردۂ	کہ ضیا ہست و تو اندر پردۂ
گر نہ دیکھے ہو گماں اس بات کا	ہے ضیا اور تو ہے پردے میں چھپا
کوری خود را مکن زیں گفت فاش	خامش و در انتظار فضل باش
اپنا اندھا پن نہ کر یوں آشکار	چپ ہو کر فضل خدا کا انتظار
فضل بے علت مگر دریابدت	زیں شقاوت بشکند دل تا بدت
فضل بے علت مگر پا لے تجھے	اس شقاوت سے ترا دل چھوٹ کے
ور بمانی در چنیں کوری ابد	آنچہ پنہاں شد از تو در رمد
گر رہے اس اندھے پن میں تو سدا	آنچہ پنہاں ہو رمد سے ہیں ترا
درمیان روز گفتن روز کو	خویش رسوا کردنست اے تندخو
دن کو یہ کہنا کہ اب دن ہے کہاں	اپنے کو کرنا ہے رسوا بے گماں
صبر و خاموشی جذوب رحمت است	ویں نشاں جستن نشان علت است
جاذب رحمت ہے صبر و خامشی	مت نشاں کو ڈھونڈ علت ہے یہی
انصتوا بپذیر تا بر جان تو	آید از جاناں جزائے انصتوا
تو ہو خاموش تا کہ تیری جان پر	خامشی کا پھل اُدھر سے ہو اثر
گر نخواہی نکس پیش ایں طبیب	بر زمیں زن زر و سر را اے لبیب
گر نہ چاہے عشق میں آزار اے اخی	رکھ دے سر پیش طبیب اپنا جلد تو ہی

ؔسلہ یعنی خدا کی طرف سے

گفت افزون را تو بفروش و بخر — بذل جان و بذل جاہ و بذل سر

گفتگوئے بیہودہ کو بیچ دے — بذل کر جان و جاہ و سر کو مول لے

تا ثنائے تو بگوید فضل ہو — کہ حسد آرد فلک بر جاہ او

تا کرے تیری ثنا فضلِ خدا — آسماں کو ہو حسد اس جاہ کا

چون طبیبان را نگہدارید دل — خود ببینید و شوید از خود خجل

پاس خاطر ہے طبیبوں کا اگر — خود خجل ہو جاؤ گے تم دیکھ کر

دفع این کوری بدست خلق نیست — لیک اکرام طبیبان از ہدیست

دستِ خلقت میں یہ اندھا پن نہیں — کر طبیبوں کی ہدایت کا یقیں

این طبیبان را بجان بندہ شوید — تا بمشک و عنبر آگندہ شوید

ان طبیبوں کا تو دل سے ہو غلام — تا کہ مہکے مشک و عنبر سے مدام

قوم کا انبیا پر تہمت لگانا

قوم گفتند این ہمہ زرق است و مکر — کی خدا نائب کند از زید و بکر

قوم بولی ہے یہ حیلہ اور مکر — ہوں جو نائب یوں خدا کے زید و بکر

ہر رسول شاہ باید جنس او — آب و گل کو خالق افلاک کو

شاہ کا قاصد ہو اس کی جنس کا — آب و گل سے اور خدا سے میل کیا

مغز خر خوردیم تا ما چون شما — پشہ را داریم ہمراز ہما

مغز خر کھایا تمہاری طرح کیا — جانیں کیوں مچھر کو ہمراز ہما

کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا — ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را

کیا ہما مچھر کہاں گل اور خدا — ذرے کو سورج سے کیا نسبت بھلا

---

۱ خرچ کرنا۔ دے ڈالنا ۔

این چه نسبت وین چه پیوندے بود   تا کہ در عقل و دماغے در رود

جوڑ یہ کیسا ہے یہ نسبت ہے کیا   عقل میں کیونکر سمائے واہ وا

تا کجا این گفت بیہودہ کجا   این چہ زرقست و چہ شید است و دغا

بیہودہ گوئی یہ آخر تا کجا   یہ ہے کیسا حیلہ اور مکر و دغا

خود کجا کو آسمان کو ریسمان   مے نگیرد مغز ما این استان

خود کہاں اور آسمان رسی کہاں   فہم میں آتی ہے کب یہ داستاں

غالباً ما عقل داریم این قدر   گندنا را مے شناسیم از گزر

غالباً ہے عقل ہم میں اس قدر   گندنا گاجر کی ہے ہم کو خبر

خرگوشوں کا قصہ

این بدان ماند کہ خرگوشے بگفت   من رسول ماہم و با ماہ جفت

یہ مثل وہ ہے کہا خرگوش نے   چاند کا قاصد ہوں اسکی جنس سے

کز رمہ پیلان بر آن چشمہ زلال   جملہ نخچیران بدند اندر وبال

ہاتھیوں کے گلہ سے اک چشمے پہ   تھے مصیبت میں شکاری جانور

جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور   حیلہ کردند چون کم بود زور

دور سب چشمے سے اور محروم تھے   زور کم تھا مکر ہی کرنے لگے

از سر کہ بانگ زد خرگوش زال   سوئے پیلان در شب غرّہ ہلال

یہ صدا دی کوہ سے خرگوش نے   ہاتھیوں کو چاند پہلا دیکھ کے

کہ بیار رابع عشر اے شاہ پیل   تا درون چشمہ یابی این دلیل

چودھویں شب کو تو آ اے شاہ پیل   تا ملے چشمے میں تجھ کو یہ دلیل

شاہ پیلان من رسولم پیش بیست   بر رسولان بند و زجر و خشم نیست

میں ہوں قاصد شاہ پیلاں آ ادھر   قاصدوں کو کون دیتا ہے ضرر

ماہ مے گوید کہ اے پیلاں روید — چشمہ آن ماست زآں یکسو شوید

چاند کہتا ہے کہ اے فیلو بڑھو — ہے ہمارا چشمہ اسکو چھوڑ دو

ورنہ من تا کور گردانم ستم — گفتم از گردن بروں انداختم

ورنہ سب کو کور کردوں ظلم سے — کہہ دیا اب کچھ نہیں ذمے مرے

ترک ایں چشمہ بگوئید و روید — تا ز زخم تیغ من ایمن شوید

چھوڑ دو چشمے کو اور آگے بڑھو — تاکہ زخم تیغ سے ایمن رہو

تک نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ — مضطرب گردد ز پیل آب خاہ

یہ نشانی ہے کہ اس چشمے میں ماہ — مضطرب ہو جب ہو ہاتھی آب خاہ

آں فلاں شب حاضر آئے شاہ پیل — تا درون چشمہ یابی آں دلیل

آ وہاں اس رات کو اے شاہ پیل — تاکہ تو چشمے میں پائے یہ دلیل

چونکہ ہفت و ہشت از مہ بگذرید — شاہ پیل آمد ز چشمہ میچرید

ساتویں یا آٹھویں تھی چاند کی — آیا اس چشمے پہ شاہ پیل بھی

چونکہ زد خرطوم پیل آں شب در آب — مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب

سونڈ پانی میں جو ماری بے حجاب — چاند کا پانی میں دیکھا اضطراب

پیل باور کرد از وے آں خطاب — چوں درون چشمہ مہ کرد اضطراب

فیل کو آیا یقیں پیغام کا — مضطرب جب چاند چشمے میں ہوا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ — بعد ازاں نامد یکے زایشاں ہمہ

ڈر گئے ہاتھی پھرے سب بے خبر — پھر وہاں آیا نہ کوئی بھول کر

ما نہ زاں پیلاں گوہیم اے گروہ — کاضطراب ماہ آرد ماں شکوہ

ہم تو وہ ہاتھی نہیں ہیں اے گروہ — چاند سے جو ہو ہمیں خوف شکوہ

انبیا کا جواب دینا

انبیا گفتند آوہ پند جاں ۔۔۔ سخت تر کرد اے سفیہاں بند تاں

انبیاؑ بولے نصیحت نے کیا ۔۔۔ مشکلوں کو اور بھی مشکل سوا

اے دریغا کہ دوا در رنج تاں ۔۔۔ گشت زہر و قہر جاں انبج تاں

بدنصیبی سے تمہاری یہ دوا ۔۔۔ ہو گئی زہر اور ہلاکت دی بڑھا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را ۔۔۔ چوں خدا بگماشت پردہ چشم را

شمع سے آنکھوں کی تاریکی بڑھی ۔۔۔ قہر حق نے پردہ ڈالا واقعی

چہ رئیسی جست خواہیم از شما ۔۔۔ کہ ریاستماں فزونست از سما

تم سے ہم چاہیں حکومت کیا بھلا ۔۔۔ ہے ریاست اپنی برتر[۱] از سما

چہ شرف یابد ز کشتی بحر دُر ۔۔۔ خاصہ کشتیئے ز سرگیں گشتہ پُر

کیا شرف دریا کو کشتی سے ملا ۔۔۔ پھر وہ کشتی جس میں گوبر ہو بھرا

اے دریغ آں دیدہ کور و کبود ۔۔۔ آفتابے اندر و ذرہ نمود

ہائے صد افسوس چشم کور پر ۔۔۔ آفتاب آیا اُسے ذرہ نظر

کادمے کو بود بے مثل و ندید ۔۔۔ دیدہ ابلیس جز طینے ندید

جیسے آدمؑ بے نظیر و مثل تھے ۔۔۔ آنکھ میں ابلیس کی مٹی سے تھے

چشم دریا نہ بہارش نے نمود ۔۔۔ زاں طرف جنبید کورا خانہ بود

چشم مجنوں میں بہاریں بھی خزاں ۔۔۔ اس طرف سے ہٹ گئی گھر تھا جہاں

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ ۔۔۔ پیش بے دولت بگردد او ز راہ

دولت آئے راہ میں آ کے قریب ۔۔۔ اور اس رستے کو چھوڑے بدنصیب

[۱] آسمان سے بڑھ کر ۔

اے بسا معشوق کآید ناشناخت	پیش بدبختے نداند عشق باخت
آئے معشوق اکثر اس کے سامنے	اور بدقسمت نہ عشق اس سے کرے
احمقاں را ہمچنیں حرماں جزاست	مے نشاند گمرہاں را راہِ راست
کم نصیبی احمقوں کی ہے یہ کیا	کب ملا گمرہ کو سیدھا راستا
ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست	دیں مقلب قلب را سوئے قضاست
بدنصیبی ہے غلط بیں بر ملا	پھیرتی ہے قلب کو سوئے قضا
چوں بتِ سنگیں شما را قبلہ شد	لعنت و کوری شما را ظلہ شد
ہے بتِ سنگیں تمہارا قبلہ گاہ	لعنت و کوری ہیں ہے تم کو پناہ
چوں نشاید سنگ آں انبازِ حق	چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق
کس طرح پتھر شریکِ حق ہے	جب نہ عقل و روح بھی پائے بیتے
پشۂ مردہ ہمارا شد شریک	چوں نشاید زندہ ہمرازِ ملیک
مُردہ پتھر ہو ہم آغوشِ ہما	اور نہ زندہ شاہ کا ہو آشنا
یا مگر مردہ تراشیدہ شماست	پشۂ زندہ تراشیدہ خداست
مُردہ پتھر ہے تراشا تم نے یا	زندہ پتھر کو تراشے کبریا
عاشق خویشید و صنعتگر زخویش	دُمِ ماراں را سرِ مار است کیش
عاشق اپنی اپنی صنعت پر ہو تم	سانپ کا سر دین ہے نزدیک دم
نے دراں دُم دولتے و نعمتے	نے دراں سر راحتے و لذتے
دولت و نعمت ہے اُس دُم میں کہاں	سر میں کب ہے راحت لذت نہاں
گرد سرگرداں بود آں دُمِ مار	لائق اند و درخورند آں ہر دو یار
گرد یہ سر پھرتی ہے اکثر دُمِ مار	لائق اپنے اپنے ہیں دونوں وہ یار
آنچناں گوید حکیمِ غزنوی	در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی
سن یہ کہتے ہیں حکیمِ غزنوی	اس الٰہی[۱] نامہ میں اے متقی

[۱] کتاب کا نام ہے۔

کم فضولی کن تو در حکم قدر ‌ ‌ ‌ در خور آمد شخص خر با گوش خر

ہاں خدا کے حکم میں حجت نہ کر ‌ ‌ ‌ جسم خر ہے بس سزائے گوش خر

شد مناسب عضوہا و ابدانہا ‌ ‌ ‌ شد مناسب وصفہا با جانہا

ہیں مناسب سارے اعضا جسم کے ‌ ‌ ‌ ہے تناسب جان کو اوصاف سے

وصف ہر جانے مناسب باشدش ‌ ‌ ‌ بیگماں جائیکہ حق بتراشدش

وصف ہوتا ہے مناسب جان کے ‌ ‌ ‌ بیگماں حق جس طرح ترتیب دے

چوں صفت با جاں قرین کردست او ‌ ‌ ‌ پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو

جب قرین جاں صفت کو کر دیا ‌ ‌ ‌ چشم و رخ سے ہے مناسب برملا

شد مناسب وصفہا در خوب و زشت ‌ ‌ ‌ شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت

ہیں مناسب وصف خوب و زشت کے ‌ ‌ ‌ ہیں مناسب حرف جو حق نے لکھے

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین ‌ ‌ ‌ چوں قلم در دست کاتب اے حسین

دیدہ و دل انگلیوں کے درمیاں ‌ ‌ ‌ دست کاتب میں قلم جیسے رواں

اصبع لطفست و قہر اندر میاں ‌ ‌ ‌ کلک دل با قبض و بسطے زیں بناں

انگلیوں ہیں قہر کی اور لطف کی ‌ ‌ ‌ بسط و قبض کلک دل ہے اے اخی

اے قلم بنگر گر اجلالیستی ‌ ‌ ‌ کہ میان اصبعان کیستی

اے قلم! کر غور اگر ہے کچھ صفا ‌ ‌ ‌ انگلیوں میں کس کی مسکن ہے ترا

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع است ‌ ‌ ‌ فرق تو بر چار راہ مجمع ست

انگلیوں میں قصد و جنبش ہے تری ‌ ‌ ‌ اور چورا ہے پہ سر ہے واقعی

ایں حروف حالہات از نسخ اوست ‌ ‌ ‌ عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخ اوست[1]

ہیں حروف حال اس کے نسخ سے ‌ ‌ ‌ عزم و فسخ اس کے ہے عزم و فسخ سے

[1] ارادہ کرنا اور ارادہ کو توڑ دینا۔

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست ‏ ‏ زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست

گریہ زاری کے سوا چارہ نہیں ‏ ‏ ہر قلم آگاہ گردش ہے کہیں

ایں قلم داند ولے بر قدر خود ‏ ‏ قدر خود پیدا کند در نیک و بد

یہ قلم ہے قدر اپنی جانتا ‏ ‏ ڈھونڈ لے اپنے لیے اچھا برا

ہر کسی کو مثال دینے کا حق نہیں

آنچہ در خرگوش و پیل آویختند ‏ ‏ تا ازل را با حیل آمیختند

قصہ میں خرگوش کے اور پیل کے ‏ ‏ دی ازل کو نسبتیں ہیں مکر سے

کے رسد تا ایں مثلہا ساختن ‏ ‏ سوئے آں درگاہ پاک انداختن

یہ مثل دینا بھلا کب چاہیے ‏ ‏ سامنے درگاہ والا جاہ کے

آں مثل آوردن آں حضرتست ‏ ‏ کہ بعلم سر و جہر او آیتست

ہاں مثل کہنا خدا کو ہے روا ‏ ‏ ظاہر و باطن کو جو ہے جانتا

تو چہ دانی سر چیزے باش کل ‏ ‏ تا بزلفے یا برخ آری مثل

گو نگا ہیں تو بھید کیا ہے جانتا ‏ ‏ زلف و رخ کی جو مثل کہنے لگا

موسیٰ آں را کہ عصا دید و نبود ‏ ‏ اژدہا بد سر او لب بر کشود

دیکھا موسیٰ نے عصا اور وہ نہ تھا ‏ ‏ بھید جب ظاہر ہوا تھا اژدہا

چوں چناں شاہے نداند سر چوب ‏ ‏ تو چہ دانی سر ایں دام و حبوب

بھید لکڑی کا نہ جب ان پہ کھلا ‏ ‏ دام و دانہ کا تو سمجھے بھید کیا

چوں غلط شد چشم موسیٰ در مثل ‏ ‏ چوں شود موشے فضولے مدخل

چشم موسیٰ نے مثل میں کی خطا ‏ ‏ موش بیہودہ ہے تجھ کو دخل کیا

آں مثالت را چو اژدرہا کند ‏ ‏ تا بپاسخ جزو جزوت بر کند

جب مثل کو تیری وہ اژدر کرے ‏ ‏ ٹکڑے ٹکڑے ہیں جواب اسکا سے

این مثل آورد ابلیس لعین تا کہ شد ملعون حق تا یوم دین
یہ مثل لایا تھا ابلیس لعین ہو گیا مردود حق تا یوم دین
این مثال آورد قارون از لجاج تا فرو شد در زمین با تخت و تاج
اک مثل لایا جو قارون مکر سے دھنس گیا مٹی میں گنج و زر لئے
این مثال آورد نمرود جہول تا کہ پشہ مغز سر خوردش عجول
اک مثل نمرود لایا بے حیا مغز اک مچھر نے اسکا کھا لیا
این مثال اندیش گشتہ قوم عادؑ تا کہ استخوانشان خرد و مرد آمد ز باد
اک مثال ایسی ہی لائی قوم عادؑ ہڈیاں تک کر گئی برباد باد
این مثال آورد شداد لئیم تا کہ شد محروم از ہر دو نعیم
اک مثل شداد لایا دہر میں اور نہ پائیں اُس نے دونوں جنتیں
این مثال آورد فرعون از غلط تا کہ اندر آب دریا شد سقط
اک مثل فرعون لایا بے وفا غرق وہ دریا میں آخر ہو گیا
این مثال آورد ہر بدبخت دل تا کہ شد در قعر دوزخ سرنگول
الغرض جس نے بھی دی ایسی مثال وہ جہنم میں گیا برگشتہ حال
این مثالت را چو زاغ و بوم دان کز ایشان پست شد صد خاندان
اس مثل کو اپنی زاغ و بوم جان جن سے آخر مٹ گئے سو خاندان

قوم نوحؑ کا مثالیں دینا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت صد مثل گو از پے تسخر بباخت
نوحؑ نے کشتی بنائی دشت میں دیں تمسخر سے مثالیں سب نے انہیں
در بیابانے کہ چاہ و آب نیست میکند کشتی چہ نادان ابلہیست
اس بیاباں میں جہاں پانی نہیں حمق ہے کشتی بنانا بالیقیں

آن یکی میگفت این کشتی بتاز | وآن یکی میگفت پرّش هم بساز

ایک کہتا تھا کہ ہاں کشتی چلا | ایک کہتا تھا کہ اس میں پر لگا

آن یکی میگفت نالش کو درست | وآن یکی میگفت پیشش کو مراست

ایک کہتا تھا۔ ہے کچ پچھلا سرا | ایک کہتا تھا۔ کہ ہے نا سرا

آن یکی میگفت پالانش کجاست | وآن یکی میگفت پالش کو چراست

ایک کہتا تھا کہ پالان ہے کہاں | ایک کہتا تھا۔ ہے ٹیڑھا پاؤں ہاں

وآن یکی میگفت کاین منگ تہی ست | وآن یکی میگفت این خر بهر کیست

ایک کہتا تھا۔ یہ ہے مشک سو تہی | ایک کہتا تھا۔ یہ ہے کس کی گدھی

آن یکی میگفت چه چون میخورد | ورنه بارت کے بمنزل میبرد

ایک کہتا تھا یہ کیونکر کھا سکی | ورنہ کیونکر بوجھ پھر لے جا سکی

آن یکی میگفت بیکاری مگر | یا شدی فرتوت عقلت شد ز سر

ایک کہتا تھا۔ تو ہے بیکار بھی | یا ہے بوڑھا۔ عقل ہے جاتی رہی

او همی گفت این بفرمان خداست | این نه بیجا نخواهد گشت کاست

نوح کہتے تھے کہ خدا کے حکم سے | ہے یہ سب کچھ دل لگی سے کیا کئے

ایک چور کی کہانی

آن مثل بشنو که شب دزد عنید | در بن دیوار حفره میبرید

یہ مثل سن پایا ایک دزد دل قوی | نقب زن تھا جڑ میں اک دیوار کی

نیم بیدارے که او رنجور بود | طقطق آہسته اش را میشنود

نیم بیدار اک وہاں بیمار تھا | کھٹ کھٹ آہستہ سے وہ سنتا رہا

رفت بر بام و فرو آویخت سر | گفت او را در چه کاری اے پدر

کوٹھے پہ جا کر جھکایا اسنے سر | پوچھا یہ کیا کر رہا ہے اے پدر

خیر باشد نیم شب چہ می کنی ۔ تو کہ گفتہ دہل زن اے سنی

خیر باشد، نصف شب، کیونکر، کہاں ۔ بولا میں ہوں ڈھول والا بیگماں

در چہ کاری گفت میکوبم دہل ۔ گفت کو بانگ دہل اے بوسبل

پیٹتا ہوں ڈھول میں اے متقی ۔ بولا آواز یں کہاں ہیں ڈھول کی

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را ۔ نعرۂ یا حسرتا وا ویلتا

بولا کل سُن لے گا تو اس کی صدا ۔ نعرۂ وا حسرتا - وا حسرتا

من چو رفتم بشنوی بانگ دہل ۔ آنزماں واقف شوی بر جزو کل

جب میں جاؤنگا سُنے گا تو صدا ۔ پھر سمجھ میں تیری سب کچھ آئیگا

آں دروغست کشود بر ساختہ ۔ سرّ آں کتہ را تو ہم نشناختہ

جھوٹ تھا اور تھی بناوٹ بر ملا ۔ بھید اُس کا بھی نہ تجھ پر کھل سکا

در غلط افتادۂ اے نیم خام ۔ پختہ شو در آتش او والسلام

بھول میں تو ہے پڑا اے نیم خام ۔ آگ میں اس کی ہو پختہ - والسلام

سرّ آں خرگوش دان دیو فضول ۔ کہ بہ پیش نفس تو آمد رسول

مان لے خرگوش، شیطاں کو فضول ۔ بن کے آیا نفس کے آگے رسول

تا کہ نفس گول را محروم کرد ۔ ز آب حیوانے کہ ازوے خضر خورد

کر دیا محروم تیرے نفس کو ۔ آب حیواں سے خضر پیتے تھے جو

منکروں کی خرگوش والی مثال کا جواب

واژگونہ کردہ معنیش را ۔ کفر گفتی مستعد شو نیش را

تو نے معنی اس کے اُلٹے لے لیئے ۔ کفر بولا ہے سزا تیرے لیئے

اضطراب ماہ گفتی در زلال ۔ کہ بترسانید پیلاں را شغال

چاند کو پانی میں لرزے تھے بڑے ۔ اور ڈرایا پیلوں کو خرگوش نے

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب
خشیت پیلان ز مہ در اضطراب

ہاتھیوں کو قصے میں خرگوش کے
تو ڈرا سے اضطراب ماہ سے

این چہ باشد آخر اے کوران خام
ماہ کہ شد زبونش خاص و عام

کیا ہے اس کے سامنے ماہِ تمام
جس سے ہیں مغلوب یہ سب خاص عام

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک
چہ عقول و چہ نفوس و چہ ملک

چاند کیا کیا آفتاب اور کیا فلک
کیا یہ عقلیں، اور کیا نفس و ملک

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد
چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد

کیا وحوش اور کیا طیور اور کیا جماد
کیا ملوک اور کیا گدا کیا کیقباد

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار
چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار

کیا یہ دریا، شہر کیا، کیا کوہسار
کیا مہینے سال، کیا لیل و نہار

چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار
چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار

کیا یہ خاک و آب اور کیا باد و نار
سردی گرمی کیا۔ خزاں کیا، کیا بہار

جملہ اندر حکم و در فرمان او
ہمچو گوئی در خم چوگان او

سب اسی کے حکم اور فرمان ہیں
گیند کی صورت ہیں اس چوگان میں

آفتاب آفتاب آفتاب
این چہ می گویم مگر ہستم بخواب

آفتاب آفتاب آفتاب
کیا کہا ہیں نے؟ مگر ہوں محو خواب

صد ہزاران شہر را خشم شہان
سرنگوں کرد است ای بد گوہران

لاکھوں ہی شہروں کو اسکے خشم نے
کر دیا برباد، بد ہیں دیکھ لے

کوہ بر خود می شگافد صد شگاف
آفتابے چوں خزلے در خسوف

سو جگہ سے کوہ ہیبت سے پھٹے
اور سورج مثل چکی کے پھرے

خشم مرداں خشک گرداند سحاب
خشم مرداں کرد عالم را خراب

غصہ مردوں کا سکھاتا ہے سحاب
غصہ مردوں کا کرے دنیا خراب

خاصه خشم شاه آں شاهِ شهاں ‌ ‌ گردد از وے ریزه ریزه آسماں

خاص کر وہ غصّہ شاہِ شہاں ‌ ‌ ٹکڑے ٹکڑے جس سے ہو یہ آسماں

بنگرید اے مردگانِ بے حنوط ‌ ‌ در سیاستگاهِ شهرستانِ لوطؑ

دیکھو تم اے بے حیا مُردہ دلو ‌ ‌ اس سیاست گہ ہیں قومِ لوطؑ کو

پیل خود چه بود که سه مرغِ پراں ‌ ‌ کوفتند آں پیلگاں را استخواں

فیل کیا تھیں اُڑنے والے مرغوں نے ‌ ‌ ہاتھیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے

اضعفِ مرغاں ابابیل است و او ‌ ‌ پیل را بدرید و نپذیرد رفو

ہے ابابیل ایک چھوٹا جانور ‌ ‌ رکھ دیا ہاتھی کو اس نے پھاڑ کر

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوحؑ ‌ ‌ یا مصافِ لشکرِ فرعون و روحؑ[1]

ہے سُنا کس نے نہیں طوفانِ نوحؑ ‌ ‌ یا وہ جنگِ لشکرِ فرعون و روحؑ

روحِ شاں بشکست و اندر آب ریخت ‌ ‌ ذره ذره آبِ شاں بر هم بیخت

روح نے توڑا دیا ان کو بہا ‌ ‌ ذرہ ذرہ اُن کو پانی نے کیا

کیست کو نشنید احوالِ ثمودؑ ‌ ‌ وانکه صرصر عادیاں را مے ربود

اور سُنا کس نے نہیں حالِ ثمودؑ ‌ ‌ عادیوں کا لے گئی آندھی وجود

چشم بارے در چناں پیلاں کشا ‌ ‌ که بدندے پیل کش اندر وغا

دیکھ تو ان ہاتھیوں کو بھی ذرا ‌ ‌ پیل کُش تھے جو وغا میں برملا

آنچناں پیلان و شاهانِ ظلوم ‌ ‌ زیرِ خشمِ دل همیشه در رجوم

ایسے ہاتھی اور ظالم شہریار ‌ ‌ دل کے غصے سے ہوئے ہیں سنگسار

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے ‌ ‌ میروند و نیست غوثے رحمتے

تا ابد ہیں ظلمت و ظلمات میں ‌ ‌ اور نہیں اُنکی معاون رحمتیں

[1] حضرتِ موسیٰؑ

نام نیک و بد مگر نشنیدہ اید | جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
نام نیک و بد نہیں ہے کیا سنا | سب نے دیکھا۔ تم نہیں ہو آشنا

دیدۂ نادیدہ مے آرید لیک | چشمتان را واکشاید مرگ نیک
دیکھ کر انجان بنتے ہو مگر | موت کھولے گی یہ آنکھیں بے خبر

گر دو عالم پر بود خورشید و نور | چوں روی در ظلمتے مانند کور
دونوں عالم پُر ہوں مہر و نور سے | تو مثال کور ظلمت میں پڑے

بے نصیب آئی از آں نور عظیم | بستہ روزن باشی از ماہ کریم
بے نصیب اس نور سے آخر رہے | بند روزن ہو خدا کے چاند سے

تو درون چاہ رفتستی ز کاخ | چہ گناہ دارد جہانہائے فراخ
محل سے تو خود کنوئیں میں ہے گرا | اس میں پھر دنیا کی ہے تقصیر کیا

جان کہ اندر وصف گرگے ماند او | چوں ببیند روئے یوسف را بگو
جان جس میں بھیڑیے کا گُن بھرا | روئے یوسف کس طرح دیکھے بھلا

لحن داؤدی بسنگ و کہ رسید | گوش آں سنگیں دلانش کم شنید
سنگ و کہ تک لحن داؤدی گیا | لیکن ان سنگیں دلوں نے کب سنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد | ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد
آفریں اس عقل پہ اے بد نہاد | ہر گھڑی۔ واللہ اعلم بالرشاد

صدقوا رسلاً کراماً یا سبا | صدقوا روحاً سباہا من سبا
انبیا کو جانو سچ اہل سبا | روح رہبر کو بھی مانو برملا

صدقوہم ہم شموس طالعۃ | یومنکم من مخازی القارعۃ
ہاں کرو تصدیق مہر ضو فشاں | جو بچا مرنے سے تمہیں دیگا اماں

صدقوہم ہم بدور زاہرہ | قبل ان یلقوکم بالساہرۃ
لب کشا ہو بدر کی تصدیق میں | پیشتر اس سے کہ موت آئے کہیں

صدقوا ہم ہم مصابیح الدجی | اکرموہم ہم مفاتیح الرجا

شمع ہیں۔ لازم ہے۔ تصدیق مزید | قدر جانو، ہیں امیدوں کی کلید

صدقوا ان لیس یرجو خیرکم | لاتضلوا لاتصدوا غیرکم

کب امید ان کو تمہاری خیر کی | چھوڑو ضد۔ درپے نہ ہو اوروں کی بھی

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل | ہندوے آں ترک باش از جان و دل

فارسی گو ہوں یہ عربی چھوڑ دے | ہو غلام ترک دل اور جان سے

حزم کے معنی اور صاحبِ حزم کی مثال

ہیں گواہیہائے شاہاں بشنوید | بگرویدند آسمانہا بگروید

اب گواہی بادشاہوں کی سنو | آسماں مانے ہیں، تم بھی مان لو

یا بحالِ اولیناں بنگرید | یا سوئے آخر بحزمے بر پرید

حال دیکھو اوّل مخلوق کے | یا اڑو پچھلوں کی جانب حزم سے

حزم چہ بود در دو تدبیر احتیاط | از دو آں گیری کہ دورست از خباط

حزم کیا ہے، احتیاطِ سعی یار | کرنا دو چیزوں سے اک کو اختیار

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز | نیست آب و ہست ریگِ پائے سوز

ایک بولا سات دن اس راہ میں | ہے نہ پانی پاؤں ریتے سے جلیں

آں دگر گوید دروغ ست ایں بداں | کہ بہر شب چشمۂ بینی رواں

دوسرا بولا کہ یہ ہے جھوٹ ہاں | روز و شب کو چشمہ اک دیکھے رواں

حزم آں باشد کہ برگیری تو آب | تا رہی از ترس و باشی در صواب

حزم یہ ہے پانی کو تو ساتھ لے | تا بہ آسانی رہا ہو خوف سے

گر بود در راہ آب ایں را بریز | ور نباشد وائے بر مردِ ستیز

گر ملے پانی تو اس کو پھینک دے | اور نہ ہو تو اس سے آخر کام لے

اے خلیفہ زادگاں دادے کنید ‏ ‏ حزم بہر روز میعادے کنید

اے خلیفہ زادو، عدل اب تم کرو ‏ ‏ حزم محشر کے لئے سب تم کرو

آں عدوئے کز پدرتاں کیں کشید ‏ ‏ سوئے زندانش ز علیین کشید

وہ عدو، دشمن[1] تمہارے باپ کا ‏ ‏ خلد سے زنداں میں لایا برملا

آں شہِ شطرنج دل را مات کرد ‏ ‏ از بہشتش سخرۂ آفات کرد

ہارا اس سے شاہِ شطرنج دلی ‏ ‏ خلد سے لا کر اذیت اسکو دی

چند جا بندش گرفت اندر نبرد ‏ ‏ تا بکشتی درفگندش روئے زرد

چالیں اس کی بند کر لیں چند جا ‏ ‏ کشتی ایسی دی کہ چہرہ فق ہوا

اینچنیں کردست با آں پہلواں ‏ ‏ سست سستش منگرید اے دیگراں

ہے وہ ایسا ہی بہادر پہلواں ‏ ‏ سست تم اس کو نہ جانو بیگماں

مادر و بابائے ما آں حسود ‏ ‏ تاج و پیرایہ بچالاکی ربود

باپ ماں سے وہ ہمارے یوں چلا ‏ ‏ تاج اور خلعت سب اُن سے چھین گیا

کردشاں آنجا برہنہ و زار و خوار ‏ ‏ سالہا بگریست آدم زار زار

کر دیا ننگا اُنہیں اور زار و خوار ‏ ‏ روئے برسوں تک پھر آدم زار زار

کز اشک چشم او روئید نبت ‏ ‏ کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت

آنسوؤں سے اُن کے بس سبزہ اُگا ‏ ‏ "دفتر لا" میں تھا کیوں لکھا گیا

تو قیاسے گیر طراریش را ‏ ‏ کہ چناں سرور کند زو ریش را

اس کی چالاکی پہ بھی تو غور کر ‏ ‏ اتنی طاقت کو گھٹایا کس قدر

الحذر اے گل پرستاں از شرش ‏ ‏ تیغ لاحول زنید اندر سرش

گل پرستو اس کے شر سے تم ڈرو ‏ ‏ تیغ لاحول اسکے سر پہ مار دو

[1] شیطان کی طرف اشارہ ہے۔

کہ ہمے بیند شما را از کمیں | کہ شما او را نمے بینید ہیں

دیکھتا رہتا ہے تم کو گھات سے | تم مگر اس کو نہیں ہو دیکھتے

دانۂ صیاد در پیدا و دانہا | دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا

دانۂ صیاد دانے ہے سدا | دانہ ظاہر اور پوشیدہ دغا

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر | تا نہ بندد دام بر تو بال و پر

تو جہاں بھی دانہ دیکھے کر حذر | تا نہ باندھے دام تیرے بال و پر

چوں کہ دیدی دانہ بگریز اے حمام | ورنہ چوں خوردی در افتادی بدام

اے کبوتر بھاگ، دانہ ہو جہاں | دام میں ورنہ پھنسے گا ناگہاں

شاد مرغے کو بترک دانہ گفت | وز ریاض قدس بہرش گل شگفت

مرغ وہ خوش ہے جو دانہ چھوڑ دے | قدس کے باغوں میں پھول اسکا کھلے

ہم بداں قانع شد و از دام رست | ہیچ دامے پر و بالش را نبست

اس پہ قانع ہو کے چھوٹا دام سے | بال و پر آ سکے نہ پھندے میں پھنسے

غیر محتاط مرغ کا حال

باز مرغے فوق دیوارے نشست | دیدہ سوئے دانہ و دامے ببست

مرغ اک بیٹھا کسی دیوار پر | دام اور دانے پہ تھی اسکی نظر

یک نظر او سوئے صحرا میکند | یک نظر حرصش بدانہ میکشد

جانب صحرا تھی اسکی اک نظر | اک نگاہِ حرص اس کی دانے پر

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد | ناگہانے از خرد خالیش کرد

اس نظر اور اس نظر میں جنگ تھی | ناگہاں عقل اسکی رخصت ہو گئی

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند | صیادش کشت و بخورد و گام راند

اڑ کے دانہ کھایا، پھندے میں پھنسا | مارا، کھایا اور شکاری چل دیا

با زمرغے کاں تردد واگذاشت ۔ زاں نظر بر کند و بر صحرا گماشت
دوسرا مرغ، اس تردد سے چھٹا ۔ پھیر کر نظریں سوئے صحرا گیا

شاد پرّ و بالِ او بشریٰ لہٗ ۔ تا امامِ جملہ آزاداں شد او
بال و پر اس کے بچے۔ وہ خوش ہوا ۔ ہو گیا سردار ہر آزاد کا

ہر کہ او را مقتدا سازد برست ۔ در مقامِ امن و آزادی نشست
جس نے کی تقلید اس کی۔ وہ بچا ۔ امن و آزادی میں مسکن ہو گیا

وآنکہ شاہِ حازماں آمد دلش ۔ تا گلستان و چمن شد منزلش
کیونکہ اس کا دل تھا سلطانِ حزم کا ۔ باغ گلشن اس کی منزل بن گیا

حزم ازو راضی و او راضی ز حزم ۔ اینچنیں کن گر کنی تدبیر و عزم
حزم اس سے خوش ۔ وہ راضی حزم سے ۔ کر یونہی عزم و تدبر گر کرے

بارہا در دامِ حرص افتادۂ ۔ حلقِ خود را در بریدن دادۂ
حرص کے پھندے میں تو اکثر پھنسا ۔ اور اپنے آپ کٹوایا گلا

باز آں توّابِ لطف آزاد کرد ۔ توبہ پذرفت و شما را شاد کرد
پھر کیا آزاد رحمت نے تجھے ۔ توبہ کی مقبول خوش کر دے تجھے

گفت ان عدتم کذا عدنا کذا ۔ نحن زوّجنا الفعال بالجزا
بولا کہ تم مجھ سے پھرو تو میں پھروں ۔ ساتھ ہیں فعل و جزا۔ کہتا تو ہوں

چونکہ جفتے را بر خود آورم ۔ آید آں جفتش بر وائے لاجرم
پاس جب اپنے بلاؤں ایک کو ۔ دوسرا آنے کو پھر مجبور ہو

جفت کردیم ایں عمل را با اثر ۔ چوں رسد جفتے رسد جفتِ دگر
سب عمل جوڑا اثر کا بر ملا ۔ ایک جب پہنچے تو پہنچے دوسرا

چوں رباید غارتے از جفت شوے ۔ جفت آید پیش او شوے جوئے
تا اگر جوڑے سے ہو جائے جدا ۔ مادہ اپنے نر کو ڈھونڈے بر ملا

بار دیگر سوئے ایں دام آمدید — خاک اندر دیدۂ توبہ زدید

پھر اسی پھندے کی جانب آئے تم — خاک بھر چشم توبہ لائے تم

باز آں تواب بکشود آں گرہ — گفت ہاں بگریز و ایں سو پا منہ

پھر خدا نے وہ گرہ کھولی، کہا — یاں قدم اپنا نہ رکھ تو، بھاگ جا

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید — جان شاں را جانب آتش کشید

آیا جب پروانہ پھر نسیان کا — جان تیری سوئے آتش لے گیا

کم کن اے پروانہ نسیان و شکے — در پر سوزیدہ بنگر تو یکے

کم کر اسے پروانے شک اور سہو کو — جن کے پر سوزاں ہیں انکو دیکھ تو

چوں رہیدی شکر آں باشد کہ ہیچ — سوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ

تو چھٹا، کر شکر اس کا بس یہی — پھر نہ اس دانے کی خواہش ہو کبھی

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او — روزیے بے دام و بے خوف عدو

جب کرے تو شکر تجھ کو بخش دے — روزی وہ بے دام اور بے خوف کے

شکر آں نعمت کہ تاں آزاد کرد — نعمت حق را بباید یاد کرد

شکر نعمت کر کہ آزادی ملی — یاد کر وہ نعمتیں اللہ کی

چند اندر رنجہا و در بلا — گفتہ زو اہم رہا کن اے خدا

جب تو رنجوں اور بلاؤں میں پھنسا — کی دعا یا رب مجھے کر دے رہا

تا چنیں خدمت کنم احساں کنم — خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم

نیک ہونگا اور کروں گا بندگی — خاک ڈالوں آنکھ میں شیطان کی

چوں خلاصت داد حق زامتحاں — ہمچنا نستی کہ بودی ہمچناں

جب رہائی امتحاں سے حق نے دی — آہ تو جیسا تھا ہے پھر ویسا ہی

چوں رہا کردت فراموش کردیش — جان خود را مست و بیہش کردیش

پھر رہا ہو کر بھلا ڈالا اسے — ہو گیا بے ہوش، کیا کہئے ترے

کتوں کی کہانی

سگ زمستان جمع کردہ استخوانش ‌‌—‌ زحجم سرما خرد گرداند چنانش

کتا جاڑے میں سُکڑ کر رہ گیا ‌—‌ جاڑے کی شدت نے چھوٹا کر دیا

گو بگوید کایں قدر تن کہ ہستم ‌—‌ خانہ از سنگ باید کردنم

کہتا تھا اس مختصر تن کے لئے ‌—‌ گھر تو پتھر کا بنانا چاہیئے

چونکہ تابستان بیاید من بچنگ ‌—‌ بہر سرما خانہ سازم ز سنگ

گرمیوں کا اب جو موسم آئے گا ‌—‌ بہر سرما گھر بناؤں سنگ کا

چوں کہ تابستان بیاید از گشاد ‌—‌ استخوانہا پہن کردہ پوست شاد

بعد ازاں جب گرمیوں کی فصل آئے ‌—‌ ہڈیاں پھیلیں بدن آرام پائے

زفت گردد پا کشد در سایہ ‌—‌ کاہلے سیرے غرے خود رایہ

پھول جائے اور سائے میں گھسے ‌—‌ سست کاہل اور تن آسان بنے

گوید او چوں زفت بیند خویش را ‌—‌ در کدامیں خانہ گنجم اے کیا

خود کو فربہ دیکھ کر دے یہ صدا ‌—‌ کون سے گھر میں سماؤں اے خدا

گویدش دل خانہ سازے عمو ‌—‌ گوید او در خانہ کے گنجم بگو

دل کہے اس سے کہیں تو گھر بنا ‌—‌ وہ کہے گھر میں سماؤں گا کہیں کیا

استخوان حرص تو در وقت درد ‌—‌ در ہم آید خرد گردد در نورد

درد میں تیری ہوس کی ہڈیاں ‌—‌ چھوٹی ہو جائیں سمٹ کر بیگماں

گوئی از توبہ بسازم خانہ ‌—‌ در زمستان باشدم کاشانہ

توبہ کر کے تو لے لوں گھر بنا ‌—‌ ہو مرا جاڑوں میں کاشانہ بنا

چوں بشد رنج و شدت آں حرص زفت ‌—‌ ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت

جب گیا رنج اور ہوس دونی ہوئی ‌—‌ مثل سگ وہ فکر گھر کی بجھ گئی

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بود — شکر بارہ کے سوئے نعمت رود

شکر نعمت بہتر از نعمت رہے — شکر کرنے والا خواری کب سہے

شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست — زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست

جانِ نعمت شکر ہے نعمت ہے پوست — کیونکہ لائے شکر تجھ کو سوئے دوست

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ — صیدِ نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ

شکر ہوش اور شکر نعمت جان لے — صید کر نعمت کو دامِ شکر سے

نعمتِ شکرت کند پر چشم و میر — تا کنی صد نعمت ایثارِ فقیر

شکر کی نعمت بخشے کر دے امیر — دے تو مال و زر۔ اگر مانگے فقیر

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق — تا رود از تو شکم خواری و ذوق

ہو غذائے حق سے پھر سیری تجھے — اور شکم خواری و ذوق جاتی رہے

نعمتِ وہاب را شکرے کنید — تا سرِ منحوس خود را بشکنید

شکر نعمت کا کرو اللہ کی — اور توڑ دو اپنا پندارِ خودی

شکر جذبِ نعمت او فزکند — کفرِ نعمت مرد را کافر کند

نعمتوں کو شکر دیتا ہے بڑھا — کفرِ نعمت دیتا ہے کافر بنا

منکروں کا انبیا کو نصیحت سے جبریانہ منع کرنا

قوم گفتند اے نصوحاں بس بود — آنچہ گفتید ار دریں دہ کس بود

قوم بولی ہے یہ کافی پند اگر — گاؤں میں ہو سننے والا اک بشر

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق — کس نداند برد بر خالق سبق

دل پہ قدرت نے دیئے تالے لگا — حق پہ غالب کون آتا ہے بھلا

لہ گدائی ۱۲

نقش ما این کرد آں تصویر گر — ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر

نقش جب نقاش نے ایسا کیا — گفتگو سے اس میں تبدیلی ہو کیا

سنگ را صد سال گوئی لعل شو — کہنہ را صد بار گوئی باش نو

سو برس پتھر سے کہہ، ہو جا گہر — کہنہ سے سو بار کہہ، پھر ہو نیا

خاک را گوئی صفات آب گیر — آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر

خاک سے کہنا کہ مثل آب ہو — دودھ ہو یا شہد کہنا آب کو

نار را گوئی کہ نورے محض شو — پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو

نور ہو جا نور، کہنا نار سے — پشہ سے کہنا کہ آندھی میں اڑے

قلب را گوئی کہ زر پاک شو — یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو

کھوٹے سے کہنا کہ سونا ہو کھرا — یا کہ تو اکسیر ہو جا بے بہا

ہیچ ازاں اوصاف دیگرگوں شوند — آب کے گردد عسل اے ارجمند

ان کے بدلیں گے مگر اوصاف کیا — شہد پانی کس طرح ہو اے فتا

خالق افلاک و ہم افلاکیاں — خالق آب و تراب و خاکیاں

خالق افلاکی و افلاک نے — خالق انسان و آب و خاک نے

آسمان را داد دوران و صفا — آب و گل را تیرہ روئی و نما

آسماں کو دی صفا گردش بھی دی — آب و گل کو تیرگی، بالیدگی

کے تواند آسماں دُردی گزید — کے تواند آب و گل صفوت خرید

آسماں کب تیرگی حاصل کرے — اور صفائی آب و گل کب لے سکے

قسمتے کردہ است ہر یک را رہے — کہ کے گردد بجہدت چوں سہے

سب کو اک اک راہ ہے تقسیم کی — کاہ کب کوشش سے تیری کہ بنی

انبیاء کا جبریوں کو جواب

انبیاء گفتند کارے آفرید
وصفہائے کز تواں آں سر کشید

انبیاء بولے کہ ہاں حق نے دیا
وصف سب کو اور نہ کوئی پھر سکا

و آفرید او وصفہائے عارضی
کہ کسے مبغوض میگردد رضی

وصف کچھ اس نے دیئے ہیں عارضی
ہے کبھی وہ خشمگیں راضی کبھی

سنگ را گوئی کہ زر شو بیہدہ است
مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست

کہنا پتھر سے "ہو زر" ہے ناروا
تانبے سے کہنا کہ "زر ہو" ہے بجا

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز است
خاک را گوئی کہ گل شو جائز است

ریت سے کہنا کہ گل ہو ناروا
خاک سے کہنا کہ گل ہو ہے بجا

رنجہا داد است کاں را چارہ نیست
آں بمثل لنگی و فطس[١] و عمیست

دکھ ہیں بعض ایسے نہیں جن کی دوا
لنگ ہونا۔ فطس[١] یا کوری فنا

رنجہا داد است کاں را چارہ ہست
آں بمثل لقوہ و درد سر است

بعض تکلیفوں کا چارہ ہے مگر
جیسے لقوہ اور جیسے درد سر

ایں دواہا ساخت بہر ایتلاف[٢]
نیست ایں درد و دواہا از گزاف

یہ دوائیں ہیں برائے ایتلاف[٢]
کب ہیں یہ درد و دوا لاف و گزاف

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست
چوں بجد جوئی بیاید آں بدست

بلکہ اغلب درد دکھ کا ہے علاج
ڈھونڈے کوشش سے تو پائے آج

[١] چپٹی ناک والا ہونا۔
[٢] الفت کرنا۔

منکروں کا دوبارہ جبریانہ تجنیس کرنا

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما ... نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا

قوم بولی دکھ ہمیں ایسے کہاں ... جو دواؤں سے ہوں اچھے بیگماں

سالہا گفتند زیں افسون و پند ... سخت تر میگشت زاں ہر لحظہ بند

مدتوں پند و فسوں ہوتے رہے ... پیچ مستحکم زیادہ ہو گئے

گر دوا را ایں مرض قابل بُدے ... آخر از وے ذرہ زائل شدے

قابل درماں مرض ہوتا اگر ... کچھ تو کم ہوتا دواؤں سے ادھر

سدہ چوں شد آب ناید در جگر ... گر خورد دریا رود جائے دگر

جب پڑے سدہ جگر پانی نہ لے ... اور جا جائے اگر دریا پیئے

لاجرم آماس گیرد دست و پا ... تشنگی را نشکند آں استقا

سوج جائیں دست و پا انجام کار ... پیاس پانی سے نہ کم ہو زینہار

انبیا کا جواب

انبیا گفتند نومیدی بد است ... فضل و رحمتہائے باری بیحد است

انبیاء بولے ہے مایوسی بری ... رحمتیں ہیں بے شمار اللہ کی

از چنیں محسن نشاید ناامید ... دست در فتراک ایں رحمت زنید

ایسے محسن سے ہیں کیوں نومیدیاں ... دامن رحمت کو تھامو بیگماں

اے بسا کارے کہ اول صعب گشت ... بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت

اول اول مشکل اکثر کام تھے ... بعد ازاں آسان وہ سب ہو گئے

بعد نومیدی بسے امیدہاست ... از پس ظلمت بسے خورشیدہاست

ہیں امیدیں بعد نومیدی بہت ... اور سورج زیر تاریکی بہت

خود گرفتم کہ شما سنگیں شدید — قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید

ہم نے مانا۔ تم بہت سنگیں ہوئے — قفل کانوں اور دل پر پڑ گئے

ہیچ ما را با قبولے کار نیست — کارِ ما تسلیم و فرمان کردنیست

ہم کو منوانے سے حاصل ہے فراغ — ہے ہمارا کام تسلیم و بلاغ

او بفرمودستمان این بندگی — نیست ما را از خود این گویندگی

فرض کی ہے اس نے ہم پر بندگی — ہم یہ کب کہتے ہیں اپنے آپ ہی

جاں برائے امر او داریم ما — گر بریگے گوید او کاریم ما

جان ہے احکام کی تعمیل کو — وہ کہے۔ تو ریت میں بھی بیج بو

امر حق را ما گروہ بے ریا — میرسانیم این رسالت با شما

حکم حق جو کچھ ہے۔ وہ اب بے ریا — ہم تمہیں پہنچاتے ہیں اہل سبا

غیر حق جان نبی را یار نیست — با قبول و ردِّ خلقش کار نیست

غیر حق سے کون ہے یار انبیا — خلق کی ہاں اور نہیں سے کام کیا

مزد تبلیغ رسالاتش ازوست — زشت و دشمن رو شدیم از بہر دوست

اس رسالت کا عوض دیگا وہی — دوست کی خاطر ہے سب سے دشمنی

ما برین درگہ ملولاں نیستیم — تا ز بعد راہ ہر جا بیستیم

سر تھکے اس درگاہ سے کب ہیں ہمیں — گو ہے راہ دور پر جا کیوں رکیں

دل فرو بستہ و ملول آنکس بود — کز فراق یار در محبس بود

دل گرفتہ وہ رہے اسے دوست — جو فراق یار سے زنداں میں ہو

دلبر و مطلوب با ما حاضرست — در نثار رحمتش جاں شاکرست

دلبر و مطلوب جب ہے ہمکنار — جان شاکر اسکی رحمت پر نثار

در دل ما لالہ زار و گلشنیست — پیری و پژمردگی را راہ نیست

ہے ہمارے دل میں باغ و لالہ زار — پیری و پژمردگی سے دور کنار

دائما تر و جوانیم و لطیف — تازه و شیرین و خندان و ظریف

ہم ہمیشہ نوجواں ہیں اور لطیف — تازہ ہیں شیریں ہیں خنداں اور ظریف

پیش ما صد سال و یک ساعت یکیست — که دراز و کوته از ما منفکیست

ایک ہیں ساعت صدی ہم کو فنا! — ہیں درازی کوتہی ہم سے جدا

آن دراز و کوتهی در جسمهاست — خود دراز و کوته اندر جان کجاست

ہے درازی کوتہی بس جسم کی — جان میں کب ہے درازی کوتہی

سیصد و نه سال آن اصحاب کهف — پیششان یک روز بے اندوه و لهف

تین سو نو سال بے رنج و جفا — ایک دن تھے کہف والوں کو۔ فنا!

وانگهی بنمودشان یک روز هم — که به تن باز آمد ارواح از عدم

اور نہ تھا اس وقت اک دن بھی انہیں — روح لوٹ آئی عدم سے جسم میں

چون نباشد روز و شب یا ماه و سال — کے بود سیری و پیری و ملال

کچھ نہ ہوں جب روز و شب اور ماہ و سال — کب بھلا ہوں کاہلی۔ پیری۔ ملال

در گلستان عدم چون بیخودیست — مستی از سغراق لطف ایزدیست

اس گلستان عدم کی ہے خودی — ساری مستی ہے شئے اللہ کی

لم یذق لم یدر هر کس کو نخورد — کے بوهم آرد جعل انفاس ورد

جس نے چکھا اور نہ جانا اسے فنا[51] — وہ جعل[52] ہے۔ بوئے گل کب پا سکا

نیست موهوم ار بدے موهوم آن — همچو موهومان شدے معدوم آن

وہ نہیں موہوم ہے موہوم اگر — [illegible] موہوم [illegible] معدوم تر

دوزخ اندر وهم چون آرد بهشت — هیچ تابید[illegible] خوک زشت

وہم میں دوزخ کے کب فردوس آ سکے — رو سے خوش کب بچے خوک زشت سے

---

[51] اس نے نہیں چکھا۔ اور نہیں معلوم کیا ۔

[52] موری کا کیڑا! ۔

ہیں گلوئے خود مبُرید اے مہاں — اینچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں

تم گلا اپنا نہ کاٹو بر ملا — ایسا لقمہ جب ہے منہ تک آگیا

راہہائے صعب پایاں بُردہ ایم — رہ براہلِ خویش آساں کردہ ایم

سخت رستے ہم نے آساں کر دیا — سہل اپنوں پر اسے ہاں کر دیا

ہین بجوئید از نجوم سعد راہ — زانکہ در ظلمت روید و قعرِ چاہ

سعد جو تارے ہیں ڈھونڈو اُن سے راہ — جاؤ کیوں تاریکیوں میں سوئے چاہ

ہرکہ ما را گشت پیرو باز رست — از عذابِ نار و در جنت نشست

جس نے کی دل سے ہماری پیروی — بچ گیا دوزخ سے وہ جنت ملی

وآنکہ نشنید از شقاوت پندِ ما — در عذابِ جاوداں شد مبتلا

اور شقاوت سے سُنی جس نے نہ پند — ہے عذابِ جاوداں میں آہ بند

قوم کا انبیا پہ پھر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعدِ خودید — نحسِ ماید و ضدید و مرتدید

قوم بولی تم ہو نیک اپنے لئے — نحس و مرتد ہو ہمارے واسطے

جانِ ما فارغ بد از اندیشہا — در غم افگندید ما را او عنا

جان فکروں سے ہماری تھی رہا — تم نے ہم کو غم میں ڈالا بر ملا

ذوقِ جمعیت کہ بودہ اتفاق — شد زفالِ زشت تاں صد افتراق

ذوقِ جمعیت جو ہم میں تھا بھرا — بد شگونی سے وہ ابتر ہو گیا

طوطیِ نقل و شکر بودیم ما — مرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما

ہم تو سب تھے طوطیِ نقل و شکر — مرغِ مرگ اندیش ہیں تم سے مگر

ہرکجا افسانۂ غم گستریست — ہرکجا آوازۂ مستنکریست

ہے جہاں افسانۂ غم گستری — ہے جہاں شہرت بُری جانی ہوئی

ہر کجا اندر جہاں فال بدیست ‖ ہر کجا مسخ نکالے ہو خدیست

فال بد کا جس جگہ مذکور ہے ‖ اور بد بختی کا جس جا شور ہے

در مثال قصہ و فال شماست ‖ در علم انگیزی شمارا اشتہاست

ہے تمہارے قصہ کی گویا مثال ‖ یہ علم انگیزی ہی ہے تم کو کمال

انبیا کا انہیں پھر جواب دینا

انبیا گفتند فالِ زشت و بد ‖ از میانِ جانِ تاں ارد مدد

انبیا بولے کہ یہ فالیں بُری ‖ ہیں اعانت سے تمہاری جان کی

گر تو جائے خفتہ باشی با خطر ‖ اژدہا در قصدِ تو آید پسر

تو کہیں سویا ہوا ہو بے خطر ‖ اژدہا آئے تری جانب پسر

مہربانے مر ترا آگاہ کرد ‖ کہ بجہ زود ارنہ اژدرہات خورد

مہرباں آگاہ اک تجھ کو کرے ‖ بھاگ ورنہ اژدہا کاٹے تجھے

تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی ‖ فال چہ برجہ ببیں در روشنی

تو کہے کیوں ہے یہ بد فالی میاں ‖ فال کیا، سب کچھ ہے روشن اور عیاں

از میانِ فالِ بد من خود ترا ‖ میرہانم مے برم سوئے سرا

فال بد سے خود میں کرتا ہوں رہا ‖ امن میں لے جاؤں تا ـ ہر دِ خدا

چوں نبی آگہ کنندہ است از نہاں ‖ کو بدید آنچہ ندید اہل جہاں

سب نبی ہیں واقفِ رازِ نہاں ‖ دیکھتے ہیں جو نہ دیکھے اک جہاں

گر طبیبے گو بدت غورہ مخور ‖ کہ چنیں رنجے برآرد شور و شر

کھا نہ تو انگور کہہ دے چارہ گر ‖ کیونکہ اس سے ہوگا تجھ کو شور و شر

تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی ‖ پس تو ناصح را متہم میکنی

تو کہے کیوں فال دیتا ہے بُری ‖ کرتا ہے ناصح کو متہم اسکے اتی

ور منجم گویدت امروز ہیچ — آنچناں کارے مکن اندر بسیچ

اک منجم تجھ سے یوں کہہ دے اگر — کام ایسا آج کے دن تو نہ کر

زانکہ نیکو نیست وز امروز ہاں — تا نگردی نادم و خاسر دراں

کیونکہ دن کچھ آج کا اچھا نہیں — ہو نہ تو ہشر مندہ و نادم کہیں

صد رہ ار بینی دروغ اختری — یک دو بارہ راست آید می خری

جھوٹ سو بار اس کا تو پائے نجوم — سچ ہو گر اک بار مانے لے علوم

ایں نجوم ما نشد ہرگز خلاف — صحتش چوں ماند از تو در غلاف

اور نجوم اپنا نہیں جھوٹا کبھی — اس کی صحت تم سے آخر کیوں چھپی

آں طبیب و آں منجم از گماں — میکنند آگاہ و ما خود از عیاں

اس طبیب اور اس نجومی کا گماں — کرتا ہے آگاہ، ہم ہیں خود عیاں

دود مے بینیم و آتش از کراں — حملہ مے آرد بسوئے منکراں

دیکھتے ہیں ہم کہ آتش اور دھواں — حملہ در ہیں منکروں پہ جیسے کراں

تو ہمے گوئی خمش کن زیں مقال — کہ زیان ماست قال شوم فال

تم یہ کہتے ہو کہ چھوڑو یہ مقال — اس سے ہے نقصان یہ ہے شوم فال

ایکہ نشنیدی تو پند ناصحاں — فال بد با تست ہر جا میروی

تو نہیں سنتا ہے پند ناصحاں — فال بد ہے ساتھ جائیگا جہاں

افعیے بر پشت تو بر میرود — او ز بام دیدہ آگہ کند

اژدہا چلتا ہے تیری پیٹھ پہ — وہ تجھے کوٹھے سے دیتا ہے خبر

گوئیش خاموش غمگینم مکن — گویدت خوش باش ترک ایں سخن

تو کہے خاموش رہ غمگیں نہ کر — وہ کہے تیری خوشی اسے بے خبر

چوں زند افعی دہاں بر گردنت — تلخ گردد جملہ شادی کردنت

منہ کو جب گردن پہ مارے اژدہا — تلخ ہوں سب تیری خوشیاں برملا

پس بگوئی ہین بگو اے فلاں	چوں ندیدی گریبان و فغاں
تو کہے اُس سے جو تھا یہ واقعا	کیوں نہ تو نے مجھ سے چلّا کر کہا
یا زبالا یم تو سنگے میزدی	تا مرا از جد مُو وے آں بدی
تو مجھے اوپر سے پتھر مارتا	تا کہ میں پہچان جاتا وہ بلا
او بگوید نے کہ مے آزردہ	تو بگوئی نے کہ شادم کردہ
وہ کہے۔ آزردہ تھا تو ہو گیا	تو کہے۔ تو نے ہی مجھ کو خوش کیا
گفت من کردم جوامردی و پند	تا رہانم من ترا زیں چنگ بند
وہ کہے۔ کی تھی جوامردی و پند	تا کہ توڑوں میں یہ تیرا چنگ بند
از لئیمی حق آں نشناختی	مایۂ ایذا و طغیاں ساختی
حق لئیمی سے نہ پہچانا مگر	اور رکھا الزام ایذا بے خبر
ایں بود خوئے لئیماں دنی	بدکند با تو چو نیکوئی کنی
ہے لئیموں کی یہاں عادت یہی	تو کرے نیکی۔ تو وہ تجھ سے بدی
نفس را زیں صبر میکن منحنش	کہ لئیم است و نسازد نیکوئیش
جب سے کمزور کر نفس اسے اخی	نیکی کب اس کے موافق آئے گی
با کریمے گر کنی احساں سزد	ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
ہو بھلوں پر گر کچھ احساں ہے بھلا	سات سو ہوں ایک کے بدلے عطا
با لئیمے چوں کنی قہر و جفا	بندہ گردد ترا بس با وفا
جب لئیموں پر کرے قہر و جفا	بندے بن جائیں ترے اور با وفا
کافراں کارند در نعمت جفا	باز در دوزخ ندا شاں ربّنا
کرتے ہیں کفار نعمت میں جفا	پھر کہیں دوزخ میں جا کر ربّنا
کہ لئیماں در جفا صافی شوند	چوں وفا بینند خود جافی شوند
پاک ہوں۔ بدکاروں پہ جب ہو جفا	ظلم کرتے ہیں وہ جب دیکھیں وفا

عقبیٰ کی دوزخ اور دنیا کا زندان

مسجدِ طاعاتِ شاں خود دوزخ است ۔ پیلئے بندِ مرغِ بیگانہ فخ است

ان کی مسجد ہے سقر اے خوش خصال ۔ ہے وہی اس مرغِ بیگانہ کو جال

ہست زنداں صومعۂ دزدِ لئیم ۔ کاندراں ذاکر شود حق را مقیم

ہے عبادت گاہ زنداں چور کی ۔ تا کرے خالق کی اس میں بندگی

چوں عبادت بود مقصود از بشر ۔ شد عبادتگاہِ گردنکش سقر

بندگی تھی جونکہ مقصودِ بشر ۔ ہے عبادت گاہ کافر کی سقر

آدمی را ہست در ہر کار دست ۔ لیک از و مقصود ایں خدمت بدست

یوں تو ہر اک کام کا تھا آدمی ۔ خدمت اس میں یہ مگر مقصود تھی

ما خلقت الجن و الانس ایں بخواں ۔ جز عبادت نیست مقصود از جہاں

"ما خلقت[۵۱] الجن و الانس" پڑھو ۔ مقصدِ خلقت عبادت جان لو

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود ۔ گر تواش بالش کنی ہم میشود

گرچہ[۵۲] صرف اک فن ہو مقصودِ کتاب ۔ اس پہ گر تکیہ کرے ہو کامیاب

لیک از و مقصود ایں بالش نبود ۔ علم بود و دانش و ارشاد سود

تکیہ کرنا گو نہ تھا مقصد فنا ۔ علم تھا، دانائی تھی ارشاد تھا

گر تو میخے ساختی شمشیر را ۔ برگزیدی بر ظفر ادبیر را

میخ اگر تو نے کیا تلوار کو ۔ فتح پر غالب کیا ادبار کو

۵۱ قولہ تعالیٰ عزوجل ۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی میں نے جن و انسان کو صرف عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے ؎

۵۲ یعنی ہر کتاب کا مقصد تو ایک فن یا علم کا سکھانا ہے ۔ لیکن اگر تو کتاب سے صرف تکیہ لگا کر بھی بیٹھ جائے ۔ تو وہ یہ کام بھی دیدیگی ۔ حالانکہ کتاب کا مقصود بالذات یہ نہیں ؎

گرچہ مقصود از بشر علم و ہُدیست ‌ لیک ہر یک آدمی را معبدیست

گو ہے مقصود بشر علم و ہُدیٰ ‌ ہے مگر ہر شخص کا معبد جُدا

معبدِ مردِ کریم اکرمتہ ‌ معبدِ مردِ لئیم اسقمتہ

ہے سعادت معبدِ مردِ کریم ‌ ہے شقاوت معبدِ مردِ لئیم

مر لئیماں را بزن تا سر نہند ‌ مر کریماں را بدہ تا بر وہند

دے لئیموں کو سزا عاجز رہیں ‌ کر کریموں پر عطا تا نفع دیں

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید ‌ دوزخ آنہا را و اینہا را مزید

اس لئے خالق نے دیں دو مسجدیں ‌ دوزخیں ان کو، اور انکو جنّتیں

حق تعالیٰ کا سرکشوں کو مطیع کرنا

ساخت موسیٰؑ قدس در باب صغیر[1] ‌ تا فرود آرند سر قوم زحیر

چھوٹا موسیٰؑ نے کیا در قدس[1] کا ‌ سر جھکائے تا کہ قوم بے وفا

زانکہ جباراں بُدند و سرفراز ‌ دوزخ آں باب صغیرست و نیاز

کیونکہ وہ تھے پُر جفا اور سرفراز ‌ تھا وہ چھوٹا در انہیں دوزخ طراز

آنچنانکہ حق ز لحم و استخواں ‌ از شہاں باب صغیرے ساخت ہاں

اس طرح خالق نے ہڈی گوشت سے ‌ چھوٹے دروازے بنائے شاہوں[2] کے

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کنند ‌ چونکہ سجدہ کبریا را دشمن اند

اہلِ دنیا اُن کے سجدوں میں گرے ‌ سجدۂ خالق کے وہ دشمن جو تھے

ساخت سرگیں دانکے محراب شاں ‌ نام آں محراب میر و پہلواں

مثل سرگیں دیں یہ محرابیں بنا ‌ نام اُن کا شاہ و سلطاں رکھ دیا

[1] یعنی بیت المقدس +

[2] یعنی بادشاہوں کو ہڈی اور گوشت کے چھوٹے دروازے کی طرح پیدا کیا +

لایق این حضرت پاکے نیند — نیشکر نے لیک در صورت نیند

یہ کہاں ہیں لائق اس درگاہ کے — گنّا کیسا۔ جنگل سے خالی رہے

آن سگان این خران خاضع شوند — شیر را عار است کو را بگروند

ان سگوں سے یہ گدھے عاجز رہیں — شیر کے کیا ان کے گرویدہ نہیں

گربہ باشد شحنۂ ہر موش خو — موش کہ بود تا ز شیران ترسد او

بلی شحنہ واسطے ہے چوہے کے — چوہا کس لائق ہے شیروں سے ڈرے

خوف ایشان از کلاب حق بود — خوف شان کے ز آفتاب حق بود

خوف ان کو حق کے کتوں سے ہے — ہو نہ ہیبت آفتاب ذات سے

ربی الاعلاست ورد آن مہان — رب ادنیٰ در خور این ابلہان

ربی الاعلیٰ ہے نیکوں کی زبان — رب ادنیٰ بیوقوفوں کا نشان

موش کے ترسد ز شیران مصاف — بلکہ آن آہوتگان مشک ناف

جنگلی شیروں سے یہ چوہا کیا ڈرے — ہاں ہرن ڈرتے ہیں اکثر شیر سے

رو بہ پیش و یک لیس آ کاسہ لیس — قسم خداوند ولی نعمت نویس

دھن والوں کے تو رہ دربار میں — اور خداوندان نعمت لکھ انہیں

بس کن از شرحش بگو ہم وورد — ششم کہ سیر فہم داند کہ نیست

ہاتھ اٹھا اب ایسی مشکل شرح سے — سیر [illegible] ہو سکے جانے ہیچ اسے

حاصل آن آمد کہ بد کن اے کریم — با لئیمان تا نہد گردن لئیم

مختصر یہ ہے بدی کر اسے کریم — تو لئیموں سے کہ ہوں عاجز لئیم

با لئیم نفس چون احسان کند — چون لئیم آن نفس را کفران کند

گر لئیم نفس پہ احسان کرے — وہ لئیموں کی طرح کفران کرے

زین سبب بد کہ اہل نعمت شاکرند — اہل نقمت را غنیند و ماکرند

اہل نعمت اس لئے شاکر ہوئے — اہل نقمت اس لئے باغی بنے

ہست طاغی بغلبر زریں قبا ۔ ہست شاکر خستہ صاحب عبا

ہیں یہ باغی سرو یہ زریں قبا ۔ اور شاکر خستہ دل کشتہ عبا

شکر کے روید از املاک و نعم ۔ شکر میروید ز بلوا و سقم

شکر کب پیدا ہو ملک و مال سے ۔ شکر ہے پیدا دلوں میں رنج و درد سے

خالی دسترخوان و صوفی

صوفیے بر میخ روزے سفرہ دید ۔ چرخ میزد جامہا را مید رید

خوان اک صوفی نے دیکھا میخ پر ۔ رقص میں اور وجد میں کھتا سر بسر

بانگ میزد نک نوائے بینوا ۔ قحطہا و دردہا را نک دوا

کہتا تھا سامان بے ساماں ہے یہ ۔ قحط کا اور درد کا درماں ہے یہ

چونکہ دود و سوز او بسیار شد ۔ ہر کہ صوفی بود با او یار شد

جبکہ اس کا درد و غم افزوں ہوا ۔ تھا جو صوفی ہمکنار اس کا بنا

نعرہ ہا ہے ہو ہے میزدند ۔ تا کہ چندیں مست و بیخود میشدند

نعرے اور ہا ہو کرتے تھے وہ ۔ مست و بیخود اس طریقے سے ہوئے

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست ۔ سفرہ آویختہ از ناں تہیست

ایک ناداں نے یہ صوفی سے کہا ۔ خوان ہے بے نان کے لٹکا ہوا

گفت رو رو نقش بے معنیستی ۔ بیخبر از خویش و عاشق نیستی

بولا جا جا نقش بے معنی ہے تو ۔ کب ہے بیخود اور کب شیدا ہے تو

عشق ناں بے ناں غذائے عاشق است ۔ بند ہستی نیست ہر کو صادق است

عشق ناں بے ناں کرے عاشق ہے وہ ۔ قید ہستی میں نہیں صادق ہے وہ

عاشقاں را کار نبود با وجود ۔ عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود

عاشقوں کو کام کیا ہے جسم سے ۔ نفع ہے ان کو بنے سرمایہ کے

بال نے و گرد عالم مے پرند ۔۔۔ دست نے و گوز میداں مے برند

پر نہیں اُڑتے ہیں وہ گرد جہاں ۔۔۔ گیند لے جاتے ہیں بے ہاتھوں کے ہاں

آں فقیرے کو ز معنی بوئے یافت ۔۔۔ دست ببریدہ همے زنبیل بافت

بوئے معنی پائی جب درویش نے ۔۔۔ بُنتا تھا زنبیل وہ بے ہاتھ کے

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند ۔۔۔ چوں عدم یک رنگ و نفس واحد اند

ہیں عدم میں سب یہ عاشق خیمہ زن ۔۔۔ اور ہیں مثلِ عدم سب ایک تن

شیرخوارہ کے شناسد ذوقِ لوت ۔۔۔ مر پری را بوئے باشد لوت و پوت

کھانے کی لذت نہ جانے شیرخوار ۔۔۔ اور خوشبو ہے غذا پریوں کی یار

آدمی کے بو برد از بوئے او ۔۔۔ چونکہ خوئے اوست ضدِ خوئے او

اس کی بُو پائے بھلا کب آدمی ۔۔۔ اُس کی خُو ہے اس کی خُو کی ضد ہوئی

پیشِ قبطی خوں بود آں آبِ نیل ۔۔۔ آب باشد پیشِ سبطی جمیل

قبطیوں کے حق میں ہے خوں آبِ نیل ۔۔۔ سبطیوں کے سامنے آبِ جمیل

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیاں ۔۔۔ غرق گہ باشد ز فرعون عواں

بحر دے اسرائیلیوں کو راہ دے ۔۔۔ غرق پھر فرعونیوں کو وہ کرے

بادیہ بر عادیاں گرز و تبر ۔۔۔ لیک بر ہودؑ و بر قومش ظفر

عادیوں کو ہو ہوا گرز و تبر ۔۔۔ اور قومِ ہودؑ کو فتح و ظفر

گلستاں باشد بر ابراہیمؑ نار ۔۔۔ لیک بر نمرود باشد زہر مار

گلستاں ہو نار ابراہیمؑ پر ۔۔۔ اور ہو نمرود پہ زہر سے بدتر

بر سمندر[1] باشد آتش خانداں ۔۔۔ لیک باشد بر دگر مرغاں زیاں

آگ مسکن ہو سمندر کے لئے ۔۔۔ دوسری چڑیوں کو وہ نقصان کرے

---

[1] ایک کیڑے کا نام ہے جو آگ میں رہتا ہے۔

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بود	لیک حلوا بر خساں بلوا بود
درد و غم حلوا ہے عاشق کے لئے	تلخ ہے لیکن یہ فاسق کے لئے

حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا عشق

آنچہ یعقوبؑ از رخِ یوسفؑ بدید	و آنچہ او از بوئے او اندر کشید
دیکھا یوسفؑ میں جو کچھ یعقوبؑ نے	اور جو بو اُن کو آئی دور سے
و آنچہ در سینہ بود و اندر دلے پدید	خاص او بُد آں با اخواں کے رسید
وہ انہی کے واسطے مخصوص تھی	بھائیوں کو ان سے کب حاصل ہوئی
ایں ز عشقش خویش در چہ میکند	واں بکیں از بہرِ او چہ میکند
چاہ میں اُن کی کنوئیں میں یہ گرے	اور وہ کینے سے کنواں تھے کھودتے
سفرۂ او پیشِ ایں از ناں تہی ست	پیشِ یعقوبست پُر کو مشتہی ست
خوان ان کا اِن کے آگے تھا تہی	سامنے یعقوبؑ کے پُر تھا وہی
روئے نا شستہ نہ بیند روئے حور	لا صلوٰۃ گفت الا بالحضور
زشت رو کس طرح دیکھے روئے حور	ہے نماز اس کی پڑھے جو با حضور
عشق باشد لوت و پوتِ جانہا	جوع ازیں رو ہست قوتِ جانہا
عشق ہی قوت و غذا ہے روح کی	قوتِ جاں اس واسطے ہے بھوک بھی
چونکہ یوسفؑ بود مر یعقوبؑ را	بوئے نانش میرسید از دور جا
چونکہ یوسفؑ کی جو تھی یعقوبؑ کو	دور سے پہنچی تھی ان کو ان کی بو
آنکہ بستد پیرہن را می شتافت	بوئے پیراہن یوسفؑ مے نیافت
تھا جو اُن کا پیرہن لے کر چلا	بوئے یوسفؑ کا نہ تھا اُسکو پتا

ملہ حدیث شریف لا صلوٰۃ الا بحضور القلب یعنی نماز صرف حضورِ قلب سے ہوتی ہے ؎

واں کہ صد فرسنگ زاں سو بود او ‏ ‏ چونکہ بد یعقوبؑ مے بوئید بو

اور جو یوسفؑ سے کوسوں دور تھے ‏ ‏ یعنی یعقوبؑ اس کی بو سونگھا کیے

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب ‏ ‏ حافظ علم است آنکس نے حبیب

ہیں جو عالم عقل میں ناکامیاب ‏ ‏ علم کے حافظ ہیں وہ بھی بے حساب

مستمع از وے ہمے یابد مشام ‏ ‏ گرچہ باشد مستمع از جنس عام

سننے والا انکی بو سے سونگھتا ‏ ‏ عام کوئی سننے والا ہو تو کیا

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است ‏ ‏ چوں بدست آں نخاسے جاریہ است

ہاتھ میں اسکے ہے گویا عارضی ‏ ‏ جیسے لونڈی دستِ بائع میں اچھی

جاریہ پیش نخاسے سرسریست ‏ ‏ در کف او از برائے مشتریست

عارضی لونڈی ہے بائع کے لئے ‏ ‏ کیونکہ وہ ہے مشتری کے واسطے

قسمت حق است روزی خواہ نے ‏ ‏ ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے

قسمت حق ہے نہ روزی خواہ کی ‏ ‏ ایک کو کب دوسرے کی رہ ملی

یک خیالے نیک باغ آں شدہ ‏ ‏ یک خیالے زشت راہ ایں زدہ

ہے خیال نیک باغ اس کے لیے ‏ ‏ بدخیالی راہ اس کی مار دے

آں خیالے از اثر باغے شدہ ‏ ‏ واں خیالے بالعکس برہم زدہ

اک خیال اپنے اثر سے باغ تھا ‏ ‏ ایک نے بنا ہی کو برہم کر گیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت ‏ ‏ وز خیالے دوزخ و جائے گداخت

وہ ہے گلشن بنا لے جو خدا ‏ ‏ اور دوزخ لے خیالوں سے بنا

پس کہ داند راہ گلشنہائے او ‏ ‏ پس کہ داند جائے گلخنہائے او

کون جانے راہ اس کے باغ کی ‏ ‏ راہ کس کو اس کے گلخن کی ملی

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال ‏ ‏ کہ کدامیں کنج جاں آید خیال

پاسبانِ دل ہے مجبورِ مجال ‏ ‏ کون سی ترکیب سے آئے خیال

جز مگر آں دل کہ دارد عون حق
کون او را نیست کردہ کون حق

ہاں وہ دل جسکو مدد حق سے ملے
جس کی ہستی نیست کی اللہ نے

گر ببیند مطلعش را از احتیال
بند کردے راہ ہر ناخوش خیال

دیکھتا جو مطلع کو حیلے سے
بند کرتا رستے بد تخییل کے

کے رسد جاسوس را آنجا قدم
کے بود مرصاد و در بند قدم

دل کا جاسوس اُس جگہ کب جا سکے
جس کی رہ قید قدم ہی میں ہے

دامن فضلش بکف کن کور وار
قبض اعمی این بود اے شہریار

دامن اُس کے فضل کا کورانہ لے
یہ گرفت اندھے کی ہے پہچان اسے

دامن او امر و فرمان وی است
نیک بختے کہ تقی جان وی است

دامن اُس کا حکم اور فرمان ہے
نیک وہ ہے پاک جس کی جان ہے

آں یکے در مرغزار و جوئے آب
واں یکے پہلوئے او اندر عذاب

ایک وہ جو سبزہ زار و نہر پہ
ایک وہ پہلو ہے جس کا قہر پہ

او عجب ماندہ کہ ذوق آں ز چیست
وین عجب ماندہ کہ این در حبس کیست

وہ تعجب میں کہ ذوق اسکا ہے کیا
یہ ہے حیران، قید میں کیوں ہے پھنسا

ہین چرا خشکی کہ اینجا چشمہاست
ہین چرا زردی کہ اینجا صد دواست

خشک لب کیوں ہے یہاں چشمے رواں
زرد رو کیوں ہے۔ دوا ہیں ہی یہاں

ہین بیا اے ہمنشیں در انجمن
گوید اے جاں من نیارم آمدن

آ یہاں اس بزم میں اے ہم نشیں
وہ کہے آنے کی طاقت ہی نہیں

ہین بیا جانا کہ پایت بستہ نیست
گویدش نے نیستم تو بالیست

یہ کہے آ پاؤں ہیں تیرے کھلے
تاب آنے کی نہیں ہے۔ وہ کہے

یک مثل آمد دریں معنی بگفت
بو کہ یابی زیں بیاں سر نہفت

اک مثل اس بات پہ یاد آ گئی
شاید اس سے کچھ کھلے راز خفی

اندریں معنی بگویم قصہ ۔ گوش بکشا تا بری زاں حصہ

ایک قصہ میں سناتا ہوں سمجھ ۔ کان کھول اور اپنا حصہ اس سے لے

ایک امیر اور اسکے غلام کی حکایت

در زمانے بود امیرے از کرام ۔ بود سنقر نام اور ایک غلام

تھا جہاں میں اک امیر نیک نام ۔ اور سنقر نامی اس کا تھا غلام

میر شد محتاج گرمابہ سحر ۔ بانگ زد سنقر ہلا بردار سر

صبحدم حاجت تھی اس کو غسل کی ۔ بولا اے سنقر تو جلدی اٹھ ابھی

طاس و مندیل و گل از التون بگیر ۔ تا بگرمابہ رویم اے ناگزیر

لنگی و مٹی اور لگن لونڈی سے لو ۔ تا چلیں ہم جلد حمام کو

سنقر آمد طاس و مندیل نکو ۔ برگرفت و رفت با او دو بدو

سنقر اٹھا لے کے لنگی اور لگن ۔ ساتھ اس کے وہ چلا پھر بے سخن

مسجدے در رہ بد و بانگ صلا ۔ آمد اندر گوش سنقر بر ملا

مسجد اک رستے میں تھی بانگ اذاں ۔ گوش سنقر میں وہ آئی بیگماں

بود سنقر سخت مولع در نماز ۔ گفت اے میر من اے بندہ نواز

تھا جو سنقر کو بہت شوق نماز ۔ بولا اے سردار اے بندہ نواز

تو بدیں دکاں زمانے صبر کن ۔ تا گزارم فرض و خوانم لم یکن

تو ذرا اک صبر اس دکان پہ ۔ میں نماز فرض پڑھ لوں دوڑ کر

رفت سنقر میر بر دکاں نشست ۔ منتظر از بادۂ پندار مست

بیٹھا وہ دکان پر سنقر گیا ۔ منتظر وہ پچھ غرور اس کا رہا

میر او بد دل آں زندہ جاں ۔ کرد یکساعت توقف بر دکاں

خواجہ نے سنقر کی خاطر بر ملا ۔ اک گھڑی تک صبر دکاں پہ کیا

چون امام و قوم بیرون آمدند ‏ — ‏ از نماز و وردہا فارغ شدند

جب امام و قوم سب باہر ہوئے ‏ — ‏ ہو کے فارغ اس نماز و ورد سے

سنقر آنجا ماند تا نزدیک چاشت ‏ — ‏ میر سنقر را زمانے چشم داشت

جا چاشت تک سنقر وہیں ٹھہرا رہا ‏ — ‏ اک گھڑی تک خواجہ کی نظروں میں تھا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں ‏ — ‏ گفت مے نگذاردم آں ذو فنوں

بولا اے سنقر! تو آتا کیوں نہیں ‏ — ‏ بولا ہاں یہ چھوڑ سکتا ہے کہیں

صبر کن نک آمدم اے روشنی ‏ — ‏ نیستم غافل کہ در گوشِ منی

صبر کر خواجہ ابھی آتا ہوں ابھی ‏ — ‏ میں نہیں غافل ضرورت سے تری

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد ‏ — ‏ تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد

سات بار اس نے یونہی آواز دی ‏ — ‏ جان اس نعرے سے عاجز آ گئی

پاسخش ایں بود مے نگذاردم ‏ — ‏ تا بروں آیم ہنوز اے محترم

تھا جواب اس کا نہیں یہ چھوڑتا ‏ — ‏ تا ابھی میں باہر آؤں اے فتا

گفت آخر مسجد اندر کس نماند ‏ — ‏ کیست وا میدارد آنجا کت نشاند

بولا مسجد میں نہیں کوئی رہا ‏ — ‏ کون ہے جس نے وہاں تجھ کو رکھا

گفت آنکہ بستہ استت از بروں ‏ — ‏ بستہ است او ہم مرا از اندروں

بولا باہر جس نے روکا ہے تجھے ‏ — ‏ روکتا ہے وہ ہی اندر مجھے

آنکہ نگذارد ترا کائی دروں ‏ — ‏ مے نگذارد مرا کایم بروں

تجھ کو آنے دیتا جو اندر نہیں ‏ — ‏ مجھ کو جانے دیتا وہ باہر نہیں

آنکہ نگذارد کز اینسو پا نہی ‏ — ‏ او بدیں سو بست پائے ایں رہی

جو تجھے چلنے نہیں دیتا وہاں ‏ — ‏ میرے پاؤں باندھے ہیں اسنے یہاں

ماہیاں را بحر نگذارد بروں ‏ — ‏ خاکیاں را بحر نگذارد دروں

مچھلیوں کو باہر آنے دے نہ بحر ‏ — ‏ خاکیوں کو اندر آنے دے نہ بحر

اصل ماہی زآب و حیواں از گِلست	حیلہ و تدبیر ایں جا باطلست
مچھلی پانی سے ہے حیواں خاک سے	حیلہ و تدبیر اس جا کیا چلے
قفل زفتست و گشاینده خدا	دست در تسلیم زن اندر رضا
تالا محکم کھولنے والا خدا	اختیار اے دوست کر صبر و رضا
ذره ذره گر شود مفتاحها	ایں گشایش نیست جز از کبریا
ذرے ذرے سے اگر کنجی بنے	قفل یہ بے غیر خدا کب کھل سکے
چوں فراموشت شود تدبیر خویش	یابی آں بخت جواں از پیر خویش
بھول جائے اپنی جب تدبیر تو	پیر سے پھر پائے اپنی آبرو
چوں فراموش خودی یادت کنند	بنده گشتی آنگه آزادت کنند
وہ دلا دیں یاد اگر بھولا ہے تو	اور کریں آزاد اگر بندا ہے تو
گر تو خواہی حرّی و دل زندگی	بندگی کن بندگی کن بندگی
چاہے آزادی اگر اور زندگی	بندگی کر بندگی کر بندگی
از خودی بگذر کہ تا یابی خدا	فانی حق شو کہ تا یابی بقا
تو خودی کو چھوڑ تا پا سکے خدا	اس میں فانی ہو تو مل جائے بقا
گر ترا باید وصال راستیں	محو شو واللہ اعلم بالیقیں
آرزو گر ہے حقیقی وصل کی	محو ہو واللہ اعلم اے اخی

انبیا کا کافروں سے ناامید ہونا

انبیا گفتند با خاطر کہ چند	می دہیم ایں را و آں را وعظ و پند
انبیا سب دل میں یوں کہنے لگے	پند کرتے ہیں اسے ہم اور اسے
چند کوبیم آہن سردے زفت	در دمی اے در قفس ہیں تا کجے
ٹھنڈا لوہا کوٹتے کب تک رہیں	درد جان اس پنجرے میں ہم کیوں رہیں

جنبش خلق از قضا و وعدہ است ۔ تیزی دندان ز سوز معدہ است

ہوتی ہے حرکت قضا و وعدہ سے ۔ تیزی دانتوں کی ہے سوزِ معدہ سے

عقل اوّل راند بر عقل دوم ۔ ماہی از سر گندہ گردد نے ز دم

عقل ثانی پر ہے عقلِ اوّلیں ۔ مچھلی سر سے گندی ہے دُم سے نہیں

یک ستم میدان و خر میراں چو تیر ۔ چونکہ بلّغ گفت حق شد ناگزیر

تو گدھا اپنا ہنکا مانندِ تیر ۔ حق نے بلّغ جب کہا ہے ناگزیر

تو نمیدانی کہ آخر کیستی ۔ جہد کن چندانکہ دانی چیستی

کون ہے آخر نہیں تو جانتا ۔ سعی کر اور پھر سمجھ تو خود ہے کیا

چون نہی بر پشتِ کشتی بار را ۔ بر توکل میکنی آن کار را

بار جب تو پشتِ کشتی پہ رکھے ۔ تو توکل اپنے مولا پہ کرے

تو نمیدانی کہ از ہر دو کیی ۔ غرقہ اندر سفر یا ناجیی

یہ نہیں معلوم ہو انجام کیا ۔ غرق ہونا یا ہو بیڑا پار ترا

گر بگوئی تا ندانم من کیم ۔ در نخواہم تاخت بر کشتی و یم

گر کہے جب تک نہ جانوں کون ہوں ۔ جانبِ کشتی و دریا کیوں چلوں

من درین رہ ناجیم یا غرقہ ام ۔ کشف گردان کز کدامین فرقہ ام

مجھ کو اب بچنا ہے یا ہے ڈوبنا ۔ کھول دے مجھ پہ کہ اب ہونا ہے کیا

من نخواہم رفت این رہ با گمان ۔ بر امیدِ خشک ہمچون دیگران

ہیں گماں پر راہ چل سکتا نہیں ۔ خشک سا کر کے مثل اوروں کے یقیں

ہیچ بازرگانیے ناید ز تو ۔ زانکہ در غیب است سرِّ این دو تو

تو تجارت کچھ نہ تجھ سے ہو سکے ۔ غیب میں یہ راز دونوں ہیں چھپے

سلہ تبلیغ کر۔ پیغام پہنچا ۔

سلہ یعنی ڈوبنے والا ہوں یا نجات پانے والا ۔

تاجر ترسندہ طبع شیشہ جاں ۔۔۔ در طلب نے سود دارد نے زیاں

تاجر خائف جو ہے اور شیشہ جاں ۔۔۔ ہے طلب میں تارکِ سود و زیاں

بل زیاں دارد کہ محروم ست و خوار ۔۔۔ نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار

بلکہ وہ نقصان اٹھائے ۔ خوار ہے ۔۔۔ نور وہ پائے جو شعلہ خوار ہے

چونکہ بر بوکست جملہ کارہا ۔۔۔ کار دیں اولیٰ کز آں یابی رہا

حصر امیدوں پہ ہے جب ہر کام کا ۔۔۔ کارِ دیں بہتر ہے ، تا ہو تو رہا

نیست دستورے دریں جا قرع باب ۔۔۔ جز امید اللہ اعلم بالصواب

کوئی ہوتا ہی نہیں یاں کامیاب ۔۔۔ بے امید ، اللہ اعلم بالصواب

مقلد کا ایمان خوف و رجا ہے

در امید ہر پیشہ ایست و بوک ۔۔۔ گرچہ گردنشاں ز کوشش شد چو دوک

ہے ہر اک پیشہ یہاں امید سے ۔۔۔ گرچہ گردن سعی سے تکلہ بنے

بامداداں چوں سوئے دکاں رود ۔۔۔ بر امید و بوکِ روزی می رود

ہو روانہ صبحدم سوئے دکاں ۔۔۔ اور روزی کی توقع پر رواں

بوکِ روزی نبودت چوں پیروی ۔۔۔ خوفِ حرماں ہست تو چونی قوی

جانے کیوں ، شاید نہ ہو روزی تری ۔۔۔ خوفِ حرماں ہے تو پھر کیوں ہے قوی

خوفِ حرمانِ ازل در کسبِ لوت ۔۔۔ چوں نگردد سست اندر جستجوت

کسب میں ہے خوفِ حرمانِ ازل ۔۔۔ ہو نہ جائے سست کیوں تیرا عمل

گوئی ارچہ خوفِ حرماں ہست پیش ۔۔۔ ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش

تو لے گو خوفِ حرماں ہے سوا ۔۔۔ کاہلی میں اور بھی ہے بڑھ گیا

ہست در کوشش امیدم بیشتر ۔۔۔ دارم اندر کاہلی افزوں خطر

کوششوں میں ہیں امیدیں بیشتر ۔۔۔ کاہلی میں ہے زیادہ کچھ خطر

سلہ نامرد پن

پس چرا در کار دیں آید گماں ۔۔۔ دامنت میگیرد ایں خوف زیاں

کار دیں میں پھر یہ کیوں لے بدگماں ۔۔۔ تیرا دامنگیر ہے خوف زیاں

یا ندیدی کاہل ایں بازار ہا ۔۔۔ در چہ سود اند انبیاء و اولیاء

یا نہ دیکھا حال اس بازار کا ۔۔۔ سود میں ہیں انبیاء و اولیاء

زیں دکاں رفتن چہ کاں شاں رو نمود ۔۔۔ اندریں بازار چہ بستند سود

کیا ملی شان اُن کو اس دکان سے ۔۔۔ کیا اُٹھائے فائدے بازار کے

آتش آں را رام چوں خلخال شد ۔۔۔ بحر ایں را رام چوں حمال شد

آگ جوں پازیب ہے بس انکی رام ۔۔۔ بحر ہے حمال کی صورت غلام

از دم آں مردہ زندہ شدہ ۔۔۔ ابر آں را سایہ بانے آمدہ

مُردے اُن کے دم سے زندہ ہو گئے ۔۔۔ اُن کے سر پہ ابر بنے سائے کئے

آہن آں را رام ہمچوں موم شد ۔۔۔ باد آں را بندہ و محکوم شد

لوہا موم اُن کے کے سے ہو گیا ۔۔۔ ہو گئی محکوم پھر ان کی ہوا

شد ورا در دفع دشمن چوب مار ۔۔۔ عنکبوتے شد مر ایں را پردہ دار

تھا عصا دفع عدو کو مثل مار ۔۔۔ مکڑی اُنکے واسطے تھی پردہ دار

اولیاء اللہ پوشیدہ ہیں

قوم دیگر سخت پنہاں میروند ۔۔۔ شہرۂ خلقاں ظاہر کے شوند

رہتی ہے پوشیدہ قوم اک دوسری ۔۔۔ صاحب خلقت کے ظاہر کب ہوئی

اینہمہ دارند و چشم ہیچکس ۔۔۔ بر نیفتد بر کیاشاں یک نفس

ان میں سب کچھ ہے مگر پھر بھی نظر ۔۔۔ ان کی عظمت پہ نہیں پڑتی بشر

ہم کرامتشان ہم ایشاں در حرم ۔۔۔ نامشاں را نشنوند ابدال ہم

ہیں حرم ہیں وہ بھی انکے بخشش بھی ۔۔۔ کب انہیں ابدال تک جانے کبھی

یا نمی‌دانی کرم‌ہائے خدا ۔ کو ترا می‌خواند ایں سو کہ بیا

کیا نہیں تو جانتا لطفِ خدا ۔ جو بلاتا ہے تجھے اس سمت آ

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست ۔ ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست

شش جہت میں اسکے اکرام اور نور ۔ جس طرف دیکھے اسی کا ہے ظہور

گر کریمے گویدت آتش در آ ۔ اندر آ زود و مگو سوزد مرا

گر کہے تجھ سے کریم آتش میں آ ۔ جلد جا اور یہ نہ کہہ ـ جل جاؤنگا

کو ز آتش نرگس و نسریں کند ۔ وز میان آتش شجرہا سر بر زند

آگ کو وہ نرگس و نسریں کرے ۔ اس میں سے پیڑ اُگائے پھول کے

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست ۔ کاذرِ دستارخوانِ انبیاست

خوف سے ہے آگ پانی اب فنا ۔ دھوتی ہے آگ وہ خوانِ انبیا

حضرتِ انس رض بن مالک کا دسترخوان

از انس فرزند مالک آمدہ است ۔ کہ بمہمانی او شخصے شدہ است

ہے انس رض فرزند مالک کا بیاں ۔ ان کے گھر میں آیا تھا اک میہماں

او حکایت کرد کز بعدِ طعام ۔ دید انس رض دستارخوان را زرد فام

کہتا ہے وہ ـ کھا چکے جب ہم طعام ۔ دیکھا دسترخواں انس رض نے زرد فام

چرکن و آلودہ گفت اے خادمہ ۔ اندر افکن در تنورش یکدمہ

دیکھ کر میلا یہ لونڈی سے کہا ۔ ڈال اسے تنور میں تو بے ملا

در تنورِ پُر ز آتش در فگند ۔ آں زماں دستارخواں را ہوشمند

آگ کے تنور میں ڈالا وہیں ۔ اس نے دسترخواں کو اے مردِ یقیں

جملہ مہماناں درآں حیراں شدند ۔ انتظارِ دود و کندوری بدند

جملہ سب مہماں حیراں رہ گئے ۔ تکتے دھوئیں کے منتظر بیٹھے ہوئے

بعد یک ساعت بر آورد از تنور ۔ پاک و اسپید و از آن اوساخ دور
پھر نکالا خوان کو تنور سے ۔ تھا سفید اور صاف تاباں نور سے

قوم گفتند ای صحابی عزیز ۔ چون نسوزید و منقی گشت نیز
لوگ بولے ۔ اے صحابیِ نبی ۔ کیوں نہ جلتا ۔ ہو گیا کیوں پاک بھی

گفت زانکہ مصطفیٰ دست و دہان ۔ بس بمالید اندرین دستارخوان
بولے ۔ اپنا ہاتھ منہ خیر الوریٰ ۔ مل چکے تھے اس سے پھر حیرت ہے کیا

ای دل ترسندہ از نار و عذاب ۔ با چنان دست و لبی کن اقتراب
اے دل آخر نار سے ہے خوف کیا ۔ ایسے دست و لب سے رکھ تو واسطا

چون جمادی را چنین تشریف داد ۔ جان عاشق را چہا خواہد گشاد
جبکہ دسترخواں کو یہ عزت ملی ۔ جان عاشق پھر نہ کیا پائے گی

مر کلوخ کعبہ را چون قبلہ کرد ۔ خاک مردان باش ای جان در نبرد
خاک کو کعبے کی قبلہ کر دیا ۔ خاک اُن مردوں کی رتبے میں ہے فنا

بعد از آن گفتند با آن خادمہ ۔ تو نگوئی حال خود با این ہمہ
خادمہ سے پھر یہ لوگوں نے کہا ۔ تو بھی کہہ کچھ حال ، تو بھی تو بتا

چون فگندی زود آن از گفت او ۔ گیرم او بد واقف اسرار ہو
تو نے کیوں پھینکا تھا اس کے کہتے ہی ۔ فرض کر اُن کو خبر تھی بھید کی

اینچنین دستارخوان قیمتی ۔ چون فگندی اندر آتش ای ستی
ایسا دسترخوان ، اتنا قیمتی ۔ آگ میں پھینکو تو سمجھ کر ڈالتی

گفت ام از کریمان اعتمید ۔ از عطاء اللہ دارم بس امید
بولی ۔ ایسوں پہ بھروسہ ہے مجھے ۔ ہیں امیدیں فضل سے کیا کیا مرے

میزرے چہ بود اگر او گویدم ۔ در روم اندر عین آتش بے ندم
یہ تو اک رومال تھا کہتے اگر ۔ کود پڑتی آگ میں اے بے خبر

اندر افتم از کمال اعتقید
نیستم ز اکرام ایشاں نا امید

اعتقاد آ کود پڑتی ہیں وہیں
نا امیدی ان کی عظمت سے نہیں

سر دراندازم نہ این دستارخواں
ز اعتماد مہر کرم رازداں

ڈال دوں میں سر بھی۔ دستر خوان کیا
اہل باطن پر بھروسا ہے بڑا

اے برادر خود برین اکسیر زن
کم نباید صدق مرد از صدق زن

اے برادر! تو بھی رکھ اسپر قدم
کیوں ہو صدق مرد اک عورت سے کم

آں دل مردے کہ از زن کم بود
آں دلے باشد کہ کم ز اشکم بود

مرد کا دل ہو اگر عورت سے کم
پیٹ سے بھی کم اسے کہتے ہیں ہم

آنحضرت کا قافلہ عرب کی فریادرسی کرنا

اندراں وادی گروہے از عرب
خشک شد از قحط باراں شاں قرب

ایک وادی میں عرب کی قوم تھی
قحط سے تھی مشک بھی سوکھی پڑی

درمیان آں بیاباں ماندہ
کاروانے مرگ بر خود خواندہ

وہ بیاباں میں تھے واماندہ پڑے
اور سب طالب تھے اپنی موت کے

ناگہانے آں مغیث ہر دو کون
مصطفیٰ پیدا شد از رہ بہر عون

ناگہاں کونین کے فریاد رس
مصطفیٰ ﷺ پہنچے وہاں اک روز بس

دید کانجا کاروانے بس بزرگ
بر تف ریگ و رہ صعب سترگ

دیکھا اس جا اک بڑا سا قافلہ
گرم ریتی پہ پڑا ہے بے نوا

اشتراں شاں را زباں آویختہ
خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ

[illegible] زباں ہر اونٹ کی لٹکی ہوئی
ریت پہ مخلوق ہے لیٹی ہوئی

رحمش آمد گفت ہیں زوتر دوید
چند یارے سوے آں کثباں دوید

رحم آیا اور فرمایا کہ ہاں
جاؤ اس ٹیلے کی جانب بیگماں

اک سیاہے بشتر مشک آورد | سوئے میر خود بزودی میرود
ایک زنگی مشک پر لاتا ہے آب | جاتا ہے آقا کی جانب وہ شتاب

آں شتربان سیہ را با شتر | سوئے من آرید با فرمان مُر
ساربان کو ساتھ اس کے اونٹ کے | لاؤ میرے پاس میرے حکم سے

سوئے کثباں آمدند آں طالباں | بعد یکساعت بدیدند آں چناں
آئے اس ٹیلے کی جانب کچھ جواں | بعد اک ساعت کے دیکھا بیگماں

بندۂ می شد سیہ با اشترے | راویہ پُر آب چوں ہدیہ برے
ایک زنگی اونٹ پر تھا جا رہا | بھر ہدیہ مشک بھر کر برملا

پس بدو گفتند می خواند ترا | ایں طرف فخر البشر خیر الورٰی
پس کہا اس سے بلاتے ہیں تجھے | اس طرف سردار وہ کونین کے

گفت من نشناسم او را کیست او | گفت او آں ماہ روئے قند خو
بولا میں اُن کو نہیں پہچانتا | بولے وہ ہیں ماہرو شیریں لقا

سید و سرور محمد نور جاں | مہتر و بہتر شفیع مجرماں
سید سرور محمد نورِ جاں | بہتر و افضل شفیع عاصیاں

نوعہا تعریف کردندش کہ ہست | گفت مانا او مگر آں ساحر است
مختلف کیں اُن کی تعریفیں بڑی | بولا شاید وہ جادوگر کوئی

کہ گروہے ازبوں کرد او بسحر | من نیایم جانب او نیم شبر
سحر سے اس نے کیا لوگوں کو خوار | اس کی جانب میں نہ جاؤں زینہار

کشکشانش آوریدند آں طرف | او فغاں داشت با تشنیع و تف
اس کو لے آئے وہاں وہ کھینچتے | شور و غل کرتا تھا وہ تشنیع سے

چوں کشیدندش بپیش آں عزیز | گفت نوشید آب و بردارید نیز
سامنے لائے جو حضرت کے شتاب | بولے پھر لو اور پی لو خوب آب

چارهٔ از آں مشک او سیراب کرد | اشتران و ہر کسے زاں آب خورد

سب کو پانی دے دیا اس مشک سے | اونٹ اور سب سیر اس سے ہو گئے

راویه پر کرد ہم از مشک او | ابر گردوں خیره ماند از رشک او

مشک مشکیزے بھرے اس مشک سے | ابر کو حیرانیاں تھیں رشک سے

ایں کسے دیده است کز یک راویه | سرد گردد سوز چندیں ہاویه

یہ بھی دیکھا ہے کہیں اک مشک سے | پیاس اتنی دوزخوں کی بجھ سکے

ایں کسے دیده است کز یک مشک آب | گشت چندیں مشک پر بے اضطراب

یہ کہیں دیکھا کہ صرف اک مشک آب | اتنی مشکوں کو بھرے بے اضطراب

مشک خود روپوش بود و موج فضل | میرسید از امر او از بحر اصل

مشک کی صورت میں موج فضل تھی | حکم رب سے بحر سے جو تھی ملی

آب از جوشش ہمیگردد ہوا | واں ہوا گردد ز سردی آبہا

جوش سے ہو جاتا ہے پانی ہوا | اور ہوا سردی سے پانی بن گیا

بلکہ بے اسباب بیروں زیں حکم | آب رویانید تکوین از عدم

بلکہ بے اسباب ‒ بے تدبیر کے | پانی کو ہستی میں لایا نیست سے

تو ز طفلی چوں سببہا دیده | در سبب از جہل بر چفسیده

تو نے دیکھے ہیں لڑکپن سے سبب | اس لئے تجھ کو سبب کی ہے طلب

با سببہا از مسبب غافلی | سوئے ایں روپوشہا زاں مائلی

یہ سبب روکیں مسبب سے تجھے | مائل اس روپوش پہ ہے اس لئے

چوں سببہا رفت بر سر میزنی | ربنا و ربنا ہا میکنی

جب سبب سے اسباب پیٹے گا سر | ربنا آئے گا لب پہ بے خطر

رب ہمیگوید برو سوئے سبب | چوں ز صنعم یاد کردی اے عجب

رب کہے گا جا سوئے اسباب جا | یاد کیوں صنعت سے تیرا مجھ کو کیا

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ | ننگرم سوئے سبب واں دمدمہ

تو کہے چھوڑونگا سب کو بعد ازیں | اب سبب پہ میں نہ لاؤنگا یقیں

گر بدش رُدُّوا لعادوا کار تست | اے تو اندر توبہ و میثاق سست

وہ کہے رُدُّوا لعادوا تیرا کام | عہد اور توبہ میں تو ہے سست و خام

لیک من آں ننگرم رحمت کنم | رحمتم پُرّست بر رحمت تنم

میں نہ کچھ دیکھوں مگر رحمت کروں | ہوں میں رحم میری رحمت ہے فزوں

ننگرم عہد بدت بدہم عطا | از کرم اینَدم چو میخواہی مرا

عہدِ بد کو میں نہ دیکھوں دوں عطا | کیا ہے تو میرے کرم سے مانگتا

از من آید جملہ احسان و وفا | وز تو بدعہدی و نسیان و خطا

مجھ سے ہیں یہ سارے احسان و وفا | تجھ سے بدعہدی ہے نسیاں اور خطا

حاصل آنکہ در سبب پیچیدۂ | لیک معذوری ہمیں را دیدۂ

مختصر یہ ہے سبب میں مبتلا | ہے مگر معذور دیکھا پُر خطا

قافلہ حیراں شد از کار او | یا محمد چیست ایں اے بحر خو

قافلہ اس بات سے حیراں ہوا | یا محمد ہے عجب یہ ماجرا

کردۂ روپوش مشکِ خُرد را | غرقہ کردی ہم عرب ہم کُرد را

کر کے پنہاں ایک مشکِ خُرد کو | غرق کر ڈالا عرب اور کُرد کو

رسولِ خدا کا معجزہ

اے غلام اکنوں تو پُر بیں مشکِ خود | تا نگوئی در شکایت نیک و بد

اے غلام اب اپنا مشکیزہ بھی دیکھ | تا نہ ہو شکوہ تجھے اس بات پر

آں سیہ حیراں شد از برہان او | می دمید از لامکاں ایمان او

رنگی اس برہان سے حیرت میں تھا | لامکاں سے اس کو ایمان مل گیا

لہ اگر تمہیں دُنیا میں لوٹا دیں تو تم انہی منہیات کی طرف پھر لوٹ جاؤ

سلہ دلیل - معجزہ

چشمۂ پیدا ز ہوا پنہاں شدہ | مشک او روپوش فیض آں شدہ
دیکھا اک چشمہ ہوا سے ہے رواں | مشک کو ہے فیض اس سے پنہاں

آں نظر روپوشہا ہم بر درید | تا معین چشمۂ غیبی رسید
پھاڑ دی ہے وہ نظر سارے حجاب | غیب کے چشمے تلک ہے کامیاب

چشمہا پر آب کرد آں دم غلام | شد فراموشش ز خواجہ و ز مقام
رو دیا با چشم پُر نم وہ غلام | بھولا وہ خواجہ کو اور اپنا مقام

دست و پایش ماند از رفتن براہ | زلزلہ افگند در جانش الٰہ
راستہ چلنے سے عاجز ہو گیا | زلزلہ سا جان میں اسکی پڑا

باز بہرِ مصلحت بازش کشید | کہ بخویش آ باز رو اے مستفید
مصلحت سے ہوش میں اسکو کیا | اور کہا آپے میں آ منزل کو جا

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست | ایں زماں رو در رہ چالاک و چست
ہو نہ حیراں ہے یہ حیرت سامنے | مستعد ہو اور اپنی راہ لے

دستہائے مصطفیٰؐ بر رو نہاد | بوسہائے عاشقانہ بس بداد
ہاتھ منہ پر شاہ والا کے رکھے | عاشقوں کی طرح کچھ بوسے دیئے

مصطفیٰؐ دست مبارک بر رخش | آں زماں مالید کرد او فرخش
مصطفیٰؐ نے ہاتھ چہرے پر ملے | شادماں اس کو کیا الطاف سے

شد سپید آں زنگی زادہ حبش | ہمچو بدر و روز روشن شد شبش
رنگ اس زنگی کا گورا ہو گیا | اور اُس کی شب نے پایا چاند کا

یوسفے شد در جمال و در دلال | گفتش اکنوں رو بدہ وا گوے حال
مثلِ یوسف حسن اس کا بڑھ گیا | بولے اب جا اور بیاں کر ماجرا

او ہمے شد بے سر و بے پا و دست | پائے مے نشناخت در رفتن ز دست
جا رہا تھا بے سر و پا مست سا | پاؤں کو وہ بھی تھا چلتا راستا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں ۔ سوئے خواجہ از نواحی کارواں
دو بھری مشکیں وہ زنگی لے چلا ۔ جانبِ خواجہ جو چھوڑا تھا قافلا

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود ۔ کاں غلامش دیر مے آمد زود
منتظر بیٹھا تھا رہ میں خواجہ بھی ۔ وہ غلام آیا نہ اب تک دیر کی

خواجہ کا غلام کو نہ پہچاننا

خواجہ از دورش بدید و خیرہ ماند ۔ از تحیر اہلِ آں دہ را بخواند
خواجہ نے دیکھا تو حیراں ہو گیا ۔ اور لیا سب گاؤں والوں کو بُلا

راویہ ما اشترِ ما ہست ایں ۔ پس کجا شد بندۂ زنگی جبیں
ہے ہماری مشک بھی اور اونٹ بھی ۔ بندۂ زنگی نہیں یہ اور ہی

آں یکے بدریست مے آید ز دور ۔ مے زند بر نورِ روز از روش نور
چاند ہے اک دور سے آتا نظر ۔ غالب اس کا نور نورِ روز پر

کو غلامِ ما مگر سرگشتہ شد ۔ یا بدو گرگے رسید و کشتہ شد
ہو گیا بے راہ شاید وہ غلام ۔ گرگ نے یا کام کر ڈالا تمام

یا مگر او را بکشت ایں بدگہر ۔ اشترش آورد اینجا از قدر
یا کیا قتل اسکو اس بدذات نے ۔ اونٹ اس کا لایا [illegible]

چوں بیامد پیش گفتش کیستی ۔ از یمن زادے و یا ترکیستی
جب وہ آیا کی یہ اس سے گفتگو ۔ ترک ہے تو یا یمن زادہ ہے تو

کو غلامم را چہ کردی راست گو ۔ گر بکشتی وا نما حیلت مجو
کیا ہوا میرا غلام اب سچ بتا ۔ صاف کہہ دے قتل اگر اس کو کیا

گفت اگر کشتم بتو چوں آمدم ۔ چوں بپائے خود دریں خوں آمدم
بولا کیوں آتا یہاں گر مارتا ۔ پاؤں سے اپنے میں ہوتا مبتلا

گفت نے نے در نگیرد ماست ۔ ۔ ۔ راست باید گفت سر ایں ثنت

بولا۔ یوں سب مخلصی پائیگا تو ۔ ۔ ۔ سچ بتا جو بات ہو اے حیلہ جو

گو غلام من بگفت اینک منم ۔ ۔ ۔ کرد وصف فضل یزداں و شتم

میرا بندہ ہے کہاں، بندہ ہوں کہا ۔ ۔ ۔ فضل خالق نے مجھے روشن کیا

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام ۔ ۔ ۔ صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام

بدر ہوں اک صدر کو میں دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ہوں میں اہل فضل و قدر لے خوش سیر

ہی چہ میگوئی غلام من کجاست ۔ ۔ ۔ ہیں بخواہی ست از من چیست راست

ہے کہاں بندہ مرا اس نے کہا ۔ ۔ ۔ میں نہ چھوڑونگا تجھے ۔ سچ سچ بتا

گفت اسرار ترا با آں غلام ۔ ۔ ۔ جملہ را گویم یکایک من تمام

بولا تیرے بھید اور حال غلام ۔ ۔ ۔ میں بیاں اب تجھ سے کرتا ہوں تمام

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا ۔ ۔ ۔ تا بیا کنوں باز گویم ما جرا

جس گھڑی تو نے خریدا تھا مجھے ۔ ۔ ۔ میں سناؤں حال اب تک سب تجھے

تا بدانی کہ ہمانم در وجود ۔ ۔ ۔ گرچہ از شبدیز من صبحے گشود

تا یقیں آئے کہ ہوں تو میں وہی ۔ ۔ ۔ بن گئی ہے صبح رنگت رات کی

رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک ۔ ۔ ۔ فارغ از رنگست و از ارکان خاک

رنگ کو بدلا۔ وہی ہے جان پاک ۔ ۔ ۔ دور اس سے رنگ اور ارکان خاک

تن شناساں زود ما را گم کنند ۔ ۔ ۔ آب نوشاں ترک مشک و خم کنند

سمجھ کے کھو بیٹھے ہیں جو ہیں تن شناس ۔ ۔ ۔ مشک چھوڑیں تن کی بجھ جاتی ہے پیاس

جاں شناساں از عددہا فارغند ۔ ۔ ۔ غرقۂ دریائے بیچونند و چند

جاں شناس اعداد سے فارغ رہیں ۔ ۔ ۔ غرق خود کو بحر بیچوں میں کریں

سلہ یعنی غلام نے کہا ۔

جاں شو و از راہِ جاں جاں را شناس ‖ یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس

جان ہو اور راہِ جاں سے جاں شناس ‖ یارِ بینش بن نہ فرزندِ قیاس

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند ‖ بہرِ حکمت را دو صورت گشتہ اند

ایک ہے سرِ رشتہ ملک اور عقل کا ‖ حکمتاً دو صورتیں ہیں برملا

آں ملک با عقل از یک گوہرند ‖ در پئے ہم ہمچو دنبال و سر اند

ہیں ملک اور عقل دونوں ہم گہر ‖ آگے پیچھے ہیں مثالِ دُم و سر

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت ‖ ویں خرد بگذاشت پر و فر گرفت

بال اور پر اُن فرشتوں کو ملے ‖ عقل نے پر چھوڑ دیئے فر کے واسطے

لاجرم ہر دو مناصر آمدند ‖ ہر دو خوش رو پشتِ ہمدیگر شدند

اس لئے دونوں معاون بن گئے ‖ کر کے آپس میں مدد شاداں ہوئے

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے ‖ ہر دو آدمؑ را معین و ساجدے

یہ ملک اور عقل کو حق کا یقین ‖ دونوں ہیں آدمؑ کے ساجد اور معین

نفس و شیطاں بودہ ز اوّل واحدے ‖ بودہ آدمؑ را عدو و حاسدے

نفس و شیطان بھی ازل سے ایک تھے ‖ دشمن و حاسد جو آدمؑ کے رہے

آنکہ آدمؑ را بدن دید او رمید ‖ وانکہ نورِ مؤتمن دید او خمید

جس نے آدمؑ کو بدن سمجھا پھرا ‖ نور کا جس نے امیں دیکھا جھکا

آں دو دیدہ روشناں بودہ ازیں ‖ ویں دو را دیدہ ندیدہ غیرِ طیں

وہ دو آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں ‖ ان کو خاک آئی نظر اور کچھ نہیں

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند ‖ چوں نشاید بر جہود انجیل خواند

برف ہیں یہ قصہ مثلِ خر پھنسا ‖ تو نہ انجیل اب یہودی کو سنا

سلہ غفلت اور دہر ہے ۰۰

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ — کے تواں بربط زدن در پیش کر
کیا عمرؓ کا حال کہئے شیعوں سے — سامنے بہرے کے بربط کیا بجے

لیک گر در دِہ بگوشہ یک کس است — ہاے و ہوئے کہ برآوردم بس است
پہ جو گاؤں کے ہے گوشے میں کوئی — ہا و ہو کافی ہے یہ میں نے جو کی

مستحق شرح را سنگ و کلوخ — ناطقے گردد مشرح بارسوخ
مستحق شرح کو سنگ و کلوخ — ناطق و شارح ہیں گویا بارسوخ

ایں نیاز مریمیؑ بود است و درد — کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد
یہ نیاز و درد مریمؑ سے اٹھی — دی شہادت بچے نے اور بات کی

جزو او بے او برائے او بگفت — جزو جزوت گفت او دارد نہفت
اس کے جزو نے اس کی خاطر کچھ کہا — نطق اک پنہاں رکھے جزو جزو ترا

دست و پا شاہد شوندت اے رہی — منکری را چند دست و پا نہی
ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں ترے — منکری آخر کہاں تک تو کرے

ور نباشی مستحق شرح و گفت — ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت
مستحق اس شرح کا گر تو نہیں — تیرا گویا ناطقہ چپ ہو رہیں

خدا نے سب کچھ مطابق حاجت پیدا کیا

ہر چہ روئید از پئے محتاج رست — تا بیابد طالبے چیزے کہ جست
جو اُگا محتاج کی خاطر اُگا — تا ملے طالب کو جو ہے ڈھونڈتا

حق تعالیٰ گر سماوات آفرید — از برائے رفع حاجات آفرید
حق تعالیٰ نے فلک پیدا کیے — خلق کی حاجت برآری کے لیے

لہ مضبوطی سے ۱۲

هر که جویا شد بیابد عاقبت | مایهٔ درد است اصلِ مرحمت

جس نے ڈھونڈا۔ اُسنے پایا عاقبت | درد ہی گویا ہے وجہِ مرحمت

هر کجا دردے دوا آنجا رود | هر کجا فقرے نوا آنجا رود

درد ہو جس جا۔ دوا جائے وہاں | بھوک ہو جس جا۔ غذا جائے وہاں

هر کجا مشکل جواب آنجا رود | هر کجا پستی ست آب آنجا رود

ہو جہاں مشکل جواب اُس جا عیاں | ہے جہاں پستی، وہاں پانی رواں

آب کم جو تشنگی آور بدست | تا بجوشد آبت از بالا و پست

پانی کم پی، کر لے پیدا تشنگی | تاکہ جوشِ آبِ رحمت ہو اٹھے

تا نزاید طفلکِ نازک گلو | کے روان گردد ز پستان شیرِ او

ہو نہ پیدا بچہ جب تک بے گماں | چھاتیوں سے دودھ کیونکر ہو رواں

رو بدیں بالا و پستیہا بدو | تا شوی تشنہ و حرارت را گرو

نیچے اوپر دوڑ کر تو ڈھونڈ آتے | تا ہو تشنہ اور تری گرمی بڑھے

بعد ازاں از بانگِ زنبورِ ہوا | بانگِ آبِ جو بنوشی اے کیا

بعد ازاں تو ہر ہوا کے ساز سے | نہر کی آواز بیٹھے پردہ سنے

حاجتِ تو کم نباشد از حشیش | آب را گیری سوے او میکشیش

تیری حاجت کم نہ ہوگی گھاس سے | پانی کو لے آئے گا تو کھینچ کے

گوش گیری آب را تو میکشی | سوئے زرعِ خشک تا یابد خوشی

کان پکڑ کے، کھینچ کر پانی کو لائے | خشک کھیتی کی طرف اور چین پائے

زرعِ جان را کش جواہر مضمرست | ابرِ رحمت پُر ز آبِ کوثرست

جان کی کھیتی میں جوہر ہیں نہاں | آبِ کوثر ابرِ رحمت میں نہاں

تا سقاهم ربهم آید خطاب[1] | تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب

تا سقاهم ربهم آئے خطاب | تشنہ رہ واللہ اعلم بالصواب

[1] قولہ تعالیٰ: وسقاهم ربهم شرابا طهورا یعنی اُن کے رب نے انہیں شرابِ طہور پلائی ۱۲

ایک کافرہ کا حضورؐ کی خدمت میں آنا

ہم ازاں دِہ یک زنے از کافراں — سوئے پیغمبر دواں شد زامتحاں

کافرہ عورت تھی ایک اس گاؤں کی — امتحاناً آئی نزدیکِ نبیؐ

پیشِ پیغمبر در آمد با خمار — کودکے دو ماہہ زن را در کنار

چادر اوڑھے آئی تھی وہ کافرہ — گود میں بچہ تھا اک دو ماہ کا

گفت کودک سلّم اللہ علیک — یا رسول اللہ قد جئنا الیک[1]

بولا بچہ۔ آپ پہ حق کا سلام — یا رسول اللہؐ حاضر ہے غلام

مادرش از خشم گفتش ہیں خموش — کیت افگند ایں شہادت را بگوش

ماں نے خاموش اس کو غصے سے کیا — جب گواہی اس کو یوں دیتے سنا

ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر — کز زبانت گشت در طفلی جہیر

یہ سکھایا کس نے اے طفلِ صغیر — جو زباں طفلی میں ہے یوں نطق گیر

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل — در بیاں با جبرئیلم من رسیل

بولا حق نے معرفت جبریلؑ کی — ہم سخن جبریلؑ مجھ سے ہے ابھی

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت — مے نہ بینی کن بہ بالا منظرت

بولی کس جا ہے۔ کہا سر پہ ترے — گو نظر آتے نہ وہ سر پہ تجھے

ایستادہ بر سرِ تو جبرئیل — مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل

سر پہ ہیں جبریلؑ وہ تیرے کھڑے — سینکڑوں راہیں بتاتے ہیں مجھے

گفت مے بینی تو گفتا کہ بلے — بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے

بولی آتا ہے نظر؟ بولا کہ ہاں — تیرے سر پر چاند بن کر ہیں عیاں

[1] اے اللہ کے رسولؐ! تم پر اللہ کا سلام ہو۔ بے شک میں تمہارے پاس آیا ہوں۔

کہ بیاموزد مرا وصفِ رسول ۔۔۔ پُر علوم سے رساند زیں نزول

یہ سکھائے مجھ کو وصفِ مصطفیٰ ۔۔۔ لا کے اسفل سے مجھے سوئے علا

پس رسولش گفت اے طفلِ رضیع ۔۔۔ چیست نامت باز گو و شو مطیع

مصطفیٰ بولے کہ طفلِ شیر خوارا ۔۔۔ کیا ہے تیرا نام کر دے آشکار

گفت نامم پیشِ حق عبد العزیز ۔۔۔ عبدِ عزّیٰ پیشِ ایں یک مشت حیز

بولا میرا نام ہے عبد العزیز ۔۔۔ "عبدِ عزّیٰ" پیشِ قومِ بے تمیز

من ز عزّیٰ پاک و بیزار و بری ۔۔۔ حقِ آنکہ داوت ایں پیغمبری

پاک ہوں عزّیٰ سے شاہد ہے خدا ۔۔۔ آپ کو جس نے ہے پیغمبر کیا

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر ۔۔۔ درسِ بالغ گفتہ چوں اصحابِ صدر

دو مہینے کا وہ بچہ مثلِ بدر ۔۔۔ گفتگو کامل کرے جوں اہلِ صدر

پس حنوط آں دم ز جنت در رسید ۔۔۔ تا دماغِ طفل و مادر بو کشید

آئی خوشبو اس گھڑی فردوس سے ۔۔۔ بچے نے اور ماں نے اس سونگھا اسے

ہر دو میگفتند کز خوفِ سقوط ۔۔۔ جاں سپردن بہ بریں بوئے حنوط

دونوں کہتے تھے کہ خوفِ قطع سے[1] ۔۔۔ جان اس خوشبو پہ دینی چاہئے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند ۔۔۔ جامد و نامیش صد تصدیق زند

جس کی تعریفیں شہنشہ خود کرے ۔۔۔ اور سب مخلوق اسے تحسین کرے

آں کسے را کہ معرفِ حق بود ۔۔۔ جامد و نامیش صد صدق بود

پس جو کوئی عارفِ اللہ ہو ۔۔۔ اس کی سب تصدیق کرتے ہیں شنو

آں کسے کش خدا حافظ بود ۔۔۔ مرغ و ماہی مر ورا حارس شود

جس کا حافظ ہو خدائے انس و جاں ۔۔۔ مرغ و ماہی سب ہوں اسکے پاسباں

[1] یعنی اس خوف سے کہ یہ خوشبو آتے آتے بند نہ ہو جائے

ایک عقاب کا موزۂ رسولؐ کو لے جانا

اندریں بودند کآوازِ صلا — مصطفیٰؐ بشنید از سوئے علا

تھیں یہی باتیں کہ آوازِ صلا — آسماں سے آئی سوئے مصطفیٰؐ

خواست آبے و وضو را تازہ کرد — دست و رو را شست او زاں آبِ سرد

پانی مانگا اور وضو تازہ کیا — ہاتھ منہ پانی سے دھویا پر ملا

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے — موزہ را بربود یک موزہ ربائے

پاؤں دھو کر قصد موزے کا کیا — اور موزہ لے گیا موزہ رُبا

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب — موزہ را بربود از دستش عقاب

سوئے موزہ ہاتھ حضرتؐ کا بڑھا — اک عقاب آیا وہ موزہ لے گیا

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد — پس نگوں کرد و ازاں مارے فتاد

وہ ہواؤں پہ جو موزہ لے اڑا — جبکہ الٹا سانپ اس میں سے گرا

در فتاد از موزہ یک مارے سیاہ — زاں عنایت شد عقابش نیک خواہ

موزے میں سے سانپ اک کالا گرا — نیک خواہی جانور کی دیکھنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز — گفت ہیں بستان و رو سوئے نماز

لایا پھر موزہ عقاب با نیاز — اور بولا لیجیے پڑھیے نماز

از ضرورت کردم ایں گستاخیے — من ز ادب دارم شکستہ شاخیے

تھی یہ گستاخی ضرورت سے مگر — میں ہوں شرمندہ ادب سے سر بسر

وائے کو گستاخ پائے مے نہد — بے ضرورت کش ہوا فتوے دہد

وائے وہ گستاخ جو پاؤں رکھے — بے ضرورت اور ہوس کے حکم سے

پس رسولش شکر کرد و گفت ما — ایں جفا دیدیم و خود بود آں وفا

شکر کر کے مصطفیٰؐ نے یوں کہا — گو جفا تھی وہ مگر خود تھی وفا

موزہ بربودی و من درہم شدم ۔ تو غمم بردی و من در غم شدم

لے گیا تو موزہ میں غم سے ہوا ۔ تھا مجھے غم اور تو غمخوار تھا

گرچہ ہر غیبی خدا ما را نمود ۔ دل در آں لحظہ بخود مشغول بود

دی خدا نے گو کہ غیبوں کی خبر ۔ دل تھا مشغول اس گھڑی خود میں مگر

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست ۔ دیدنم آں غیب ہم عکس تو است

بولا تم سے دور یہ غفلت کہاں ۔ تھا تمہارا عکس مجھ پر ضو فشاں

مار در موزہ بہ بینم در ہوا ۔ نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ

سانپ موزے میں نظر آیا مجھے ۔ مجھ میں کیا ہے عکس تھے یہ آپ کے

عکس نورانی ہمہ روشن بود ۔ عکس ظلمانی ہمہ گلخن بود

عکس نورانی ہے روشن سر بسر ۔ عکس ظلمت کا ہے گلخن سر بسر

عکس عبد اللہ ہمہ نوری بود ۔ عکس بیگانہ ہمہ کوری بود

عکس عبد اللہ کا نوری ہوا ۔ عکس بیگانہ ہے کوری اسے فنا

عکس ہر کس را بداں اے جان ببیں ۔ پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں

عکس سب کا دیکھ لے اسے باوفا ۔ چاہے جس کے پہلو میں پھر بیٹھ جا

اس حکایت میں ایک عبرت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مر ترا ۔ تا شوی راضی تو در حکم خدا

عبرت اس قصہ میں ہے تیرے لئے ۔ تا ہو راضی حکم سے اللہ کے

تا کہ زیرک باشی و نیکو گماں ۔ چوں بہ بینی واقعہ بد ناگہاں

تا کہ تو دانا رہے اور خوش گماں ۔ واقعہ جب بھی برا اک ناگہاں

دیگراں گردند زرد از بیم آں ۔ تو چو گل خنداں گہ سود و زیاں

دوسرے ہوں زرد اس کے خوف سے ۔ نفع یا نقصان جب ہو تو کھلے

زانکه گل گر برگ برگش میکنی ۔۔۔ خنده نگذارد نگردد منثنی

ہوتی پتی پھول کی توڑے جو تو ۔۔۔ ہو نہ پژمردہ۔ نہ جائے رنگ و بو

گوید از خارے چرا افتم بہ غم ۔۔۔ خنده را من خود ز خار آورده‌ام

یوں کہے کانٹے سے میں کیوں غم کروں ۔۔۔ خود ہنسی کو خار سے میں لایا ہوں

ہرچہ از تو یاوہ گردد از قضا ۔۔۔ تو یقیں داں کہ خریدت از بلا

تجھ سے لے لے کچھ اگر دستِ قضا ۔۔۔ کر یقیں۔ گویا بلاؤں سے چھٹا

ما التصوف قال وجدان الفرح ۔۔۔ فی الفؤاد عند اتیان الترح

ہے تصوف صرف وجدانِ سرور ۔۔۔ دل میں جب اندوہ کا دیکھے وفور

آں عقابش را عقابے داں کہ او ۔۔۔ در ربود آں موزه را زاں نیکخو

اس بلا کو جان ہے تو اک عقاب ۔۔۔ لے گیا جو موزه [illegible]

تا رہاند پاش را از زخم مار ۔۔۔ اے خنک عقلے کہ باشد بے غبار

پاؤں اُن کا سانپ کی زد سے بچا ۔۔۔ عقل وہ جس میں نہ لغزش ہو ذرا

گفت لا تأسوا علی ما فاتکم ۔۔۔ ان اتی السرحان اردی شاتکم

فوت کچھ ہو جائے تو غمگیں نہ ہو ۔۔۔ بھیڑیا لے جائے چاہے بھیڑ کو

لیک ہر چہ آں فوت شد غمگیں مشو ۔۔۔ وانکہ گر شد کہنہ آید باز نو

فوت ہونے والی شے کا غم ہے کیا ۔۔۔ کہنہ ساماں جب گیا۔ آیا نیا

گر بلا آید ترا اندُہ مبر ۔۔۔ ور زیاں بینی غمِ او را مخور

گر بلا آئے کوئی۔ تا غم نہ کر ۔۔۔ اور کچھ نقصاں ہو۔ تو غم نہ کر

کاں بلا دفعِ بلاہائے بزرگ ۔۔۔ واں زیاں منعِ زیانہائے سترگ

وہ بلا ہے سو بلاؤں کی فنا ۔۔۔ وہ زیاں دے سو زیانوں سے بچا

راحتِ جاں آمد ایجاں فوتِ مال ۔۔۔ مال چوں جمع آمد ایجاں شد وبال

جان کی راحت ہے ایجاں فوتِ مال ۔۔۔ مال جب ہو جمع ہے جی کا وبال

حضرتِ موسیٰؑ سے ایک شخص کی استدعا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں — کہ بیاموزم زبانِ جانوراں

بولا یہ موسیٰؑ سے اک مردِ جواں — جانور کی مجھ کو سکھلا دو زباں

تا بود کز بانگِ حیوانات و دد — عبرتے حاصل کنم در دینِ خود

تاکہ میں آوازِ حیوانات سے — عبرتیں حاصل کروں ہر بات سے

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ — در پئے آب ست و نان و دمدمہ

کیونکہ یہ انساں کی ساری بولیاں — روٹی پانی کے لئے ہیں بیگماں

بو کہ حیوانات را دردِ دگر — باشد از تدبیرِ ہنگامِ گذر

دردِ حیواناں ہو شاید دوسرا — جس میں ہو تدبیرِ ہنگامِ فنا

گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس — کایں خطر دارد بسے در پیش و پس

بولے موسیٰؑ اس ہوس کو چھوڑ دے — کیونکہ اس میں ہیں نہاں خطرے بڑے

عبرت و بیداری از یزداں طلب — نز کتاب و از مقالِ حرف و لب

عبرت و بیداری مانگ اللہ سے — تو کتاب و حرف و لب سب چھوڑ دے

گرم تر شد مرد زاں منعش کہ کرد — گرم تر گردد ہمے از منع مرد

منع کرنے سے وہ کچھ برہم ہوا — منع کرنے سے ہے شعلہ بھڑکتا

گفت اے موسیٰؑ چو نورِ تو بتافت — ہر کہ چیزے یافت از تو چیز یافت

بولا اے موسیٰؑ جو چمکا تیرا نور — تجھ سے پایا جس نے پایا کچھ شعور

مر مرا محروم کردن زیں مراد — لائقِ لطفت نباشد اے جواد

کرنا محروم اپنے مقصد سے مجھے — کب ہے لائق تیرے لطف و جود کے

ایں زماں قائم مقامِ حق توئی — یاس باشد گر مرا مانع شوی

اب ہے تو قائم مقام اللہ کا — یاس ہو گی منع گر مجھ کو کیا

گفت موسیٰؑ یا رب این مرد سلیم ‎ ‎ سخره کردستش مگر دیو رجیم

بولے موسیٰؑ کہتا ہے یا رب یہ کیا ‎ ‎ اس پہ کیا شیطان غالب ہو گیا

گر بیاموزم زبان کارش بود ‎ ‎ ور نیاموزم دلش بد مے شود

گر سکھا دوں تو اسے ہوگا زیاں ‎ ‎ ورنہ ہو جائیگا بد دل یہ جواں

گفت اے موسیٰؑ بیاموزش کرما ‎ ‎ رد نکردیم از کرم هرگز دعا

دی ندا حق نے کہ موسیٰؑ دو سکھا ‎ ‎ رد نہیں کرتے کسی کی ہم دعا

گفت یا رب او پشیمانی خورد ‎ ‎ دست خاید جامها را بر درد

بولے وہ ہوگا پشیماں اے خدا ‎ ‎ ہاتھ چبائیگا تو کپڑے پھاڑیگا

نیست قدرت هر کسے را سازوار ‎ ‎ عجز بهتر مایهٔ پرهیزگار

راس قدرت ہر کسی کو کب ہوئی ‎ ‎ عجز ہے سرمایۂ ہر متقی

فقر زین رو فخر آمد جاودان ‎ ‎ که بتقوے ماند دست نارسان

اس لئے ہے فقر فخر جاوداں ‎ ‎ ہاتھ تقوے میں ہے اس کا بیگماں

زان غنا و زان غنی مردود شد ‎ ‎ که ز قدرت صبرها بدرود شد

یوں ہیں مردود اب غنی اور یہ غنا ‎ ‎ صبر ہے مقدور سے جاتا رہا

آدمی را عجز و فقر آمد امان ‎ ‎ از بلائے نفس پر حرص و غمان

عجز اور فقر آدمی کی ہے اماں ‎ ‎ نفس کی حرص اور بلاؤں سے یہاں

آن غم آمد ز آرزوهائے فضول ‎ ‎ که بدان خو کرده است آن صید غول

جس فضول امید سے سارے ہیں غم فزا ‎ ‎ جس کا خوگر ہے حریص بیوفا

آرزوئے گل بود گل‌خواره را ‎ ‎ گلشکر نگوارد آن بیچاره را

خواہش گل ہوتی ہے گل خوار کو ‎ ‎ خوشگوار اس کو کہاں گلقند ہو

~~~~~~~~
~~~~~~~~

حضرت موسیٰؑ کو وحی آنا

بعد از آں وحی آمد از حضرت کہ رو / ہر چہ میگوید بلطف خود شنو

وحی پھر آئی کہ لے موسیٰؑ اٹھو / وہ جو کچھ چاہے اسے سکھلا بھی دو

گفت یزداں کہ بدہ بایست او / برگشاد اختیار آں دست او

حکم حق تھا- اس کے لائق اسکو ہے / قدرت اس کو اختیاروں پر رہے

اختیار آمد عبادت را نمک / ورنہ میگردد بناخواہ ایں فلک

ہے عبادت کا نمک یہ اختیار / چرخ کی گردش تو بے خواہش ہے یار

گردش او را نہ اجر و نے عقاب / کاختیار آمد ہنر وقت حساب

اجر ہی ہے اور نہ گردش پہ عذاب / دیکھتے ہیں بس ہنر وقت حساب

جملہ عالم خود مسبح آمدند / نیست زاں تسبیح جبری سود مند

ساری دنیا ہے یہاں تسبیح خواں / نفع جبری کو مگر اس سے کہاں

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن / تا کہ غازی گردد او یا راہزن

کہ نہ عاجز تیغ دیدے بے سخن / تا کہ وہ غازی بنے یا راہزن

زانکہ کرمنا شد آدم ز اختیار / نیم زنبور عسل شد نیم مار

چونکہ کرمنا کا سبب تھا اختیار / نیم شہد اور ہو گیا وہ نصف مار

مومناں کان عسل زنبور وار / کافراں خود کان زہرے ہمچو مار

سارے مومن شہد ہیں یہ لے اڑی / اور کافر کان زہر مار کی

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات / تا چو نحلے گشت ریق او حیات

کھائی ہے مومن نے جو بہتر نبات / کہتے ہیں اسکا شہد اور آب حیات

باز کافر خورد شربت از صدید / ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید

کافروں نے شربت گندہ پیا / اس نے اُن میں زہر پیدا کر دیا

اہل الہام خدا عین الحیات	اہل تسویل ہوا سم الممات
اہل الہام خدا ہیں حیات	اہل شہوات و ہوس ہیں زہر ممات
در جہاں ایں مدح و شاباش و زہی	ز اختیار است و حفاظ و آگہی
مدح تحسین آفریں اس دہر کی	اختیاری ہے بشرط آگہی
جملہ رنداں چونکہ در زنداں بوند	متقی و زاہد و حق خواں شوند
بند زنداں کو چلے جائیں اگر	متقی زاہد بنیں سب سر بسر
چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل	ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
جب گئی قدرت ہوا کاسد عمل	دیکھ سرمایہ نہ لے جائے اجل
قدرتت سرمایۂ سود است ہیں	وقت قدرت را نگہدار و ببیں
سود کا سرمایہ ہے قدرت تری	اپنی قدرت کو نگہ رکھ لے اخی
آدمی بر خنگ کرمنا سوار	در کف درکش عنان اختیار
اسپ کرمنا پہ ہے انساں سوار	ہاتھ میں اس کے عنان اختیار
باز موسیٰ داد پند او را بمہر	کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر
پھر یہ موسیٰ نے محبت سے کہا	جلد پائے گا تو اپنا مدعا
ترک ایں سودا بگو و ز خدا بترس	دیو را شست است بہر مکر و دستہ
کھا ترس اپنے پہ سودا ترک کر	مکر سے ابلیس کے تو کر حذر
ہیں برو در رو سر خود کم طلب	کایں مراداتت فگند در صد تعب
طلب تو چھوڑ دے کر یہ دعا	ڈالے تجھ کو رنج میں یہ سر بسر
گفت بارے نطق سگ کو بر در است	نطق مرغ خانگی کاہل پر است
بولا کتے کی زباں مجھ کو بتاؤ	مرغ خانہ کی مجھے بولی سکھا

۱ ہم نے آسان بولیاں دی ہیں ۔

مردِ طالب کا مرغ اور کتے کی بولی سیکھنا

گفت موسیٰ ہیں تو دانی در رسید ‎ ‎ نطق ایں ہر دو شود بر تو پدید

بولے موسیٰ اب نہ ہو تو دلفگار ‎ ‎ نطق ان دونوں کا ہوگا آشکار

بامداداں آں برائے امتحاں ‎ ‎ ایستادہ منتظر بر آستاں

امتحاناً جب سویرا ہو گیا ‎ ‎ اپنے در پہ منتظر تھا وہ کھڑا

خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد ‎ ‎ پارۂ نانِ بیاتِ آثار زاد

خادمہ نے خوان جھاڑا تو گرا ‎ ‎ روٹی کا ٹکڑا جو تھا باسی بچا

در ربود آں را خروسے چوں گرو ‎ ‎ گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو

مرغ وہ ٹکڑا اٹھا کر لے گیا ‎ ‎ بولا کتا ظلم یہ ہم پر کیا

دانۂ گندم توانی خورد و من ‎ ‎ عاجزم در دانہ خوردن در وطن

تو تو کھا سکتا ہے دانہ گیہوں کا ‎ ‎ اور میں دانہ کھا نہیں سکتا [illegible]

گندم و جو را و باقی حبوب ‎ ‎ تو توانی خورد و من نے اے طروب

گیہوں اور جو اور دانے بالیقیں ‎ ‎ تو یہ کھا سکتا ہے میں کھا سکتا نہیں

ایں لبِ نانے کہ قسمِ ماست آں ‎ ‎ میربائی ایں قدر را از سگاں

روٹی کا ٹکڑا ہے قسمت میں لکھا ‎ ‎ وہ بھی یوں کتوں سے تو ہے چھینتا

مرغ کا کتے کو جواب دینا

پس خروسش گفت تن زن غم مخور ‎ ‎ کہ عوض بدہد خدا زیں بہ دگر

مرغ بولا صبر کر اور غم نہ کھا ‎ ‎ تجھ کو بھی اس کا عوض دیگا خدا

اسپِ ایں خواجہ سقط خواہد شدن ‎ ‎ روزِ فردا سیر خور کم کن حزن

گھوڑا اس خواجہ کا کل مر جائیگا ‎ ‎ کل ملے گا پیٹ بھر کر غم نہ کھا

مرسگاں را عید باشد مرگِ اسپ   روزیِ وافر بود بے جہد و کسب

مرنا گھوڑے کا ہے بس کتوں کی عید   رزق مل جاتا ہے بے سعی مزید

اسپ را بفروخت چوں بشنید مرد   پیش سگ شد آں خروس سگ زرد

بیچا گھوڑا جب یہ خواجہ نے سنا   مرغ اس کتے سے شرمندہ ہوا

روز دیگر ہمچناں ناں را ربود   آں خروس و سگ بر او لب برگشود

دوسرے دن پھر وہ روٹی لے چلا   مرغ سے جھنجھلا کے کتے[1] نے کہا

کاے خروس عشوہ دہ چند ایں دروغ   ظالمی و کاذبی و بے فروغ

اے فریبی مرغ کب تک یہ دروغ   تو ہے ظالم اور جھوٹا بے فروغ

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست   کور اختر گوئی و محرومی ز راست

گھوڑا جو مرنے کو تھا وہ ہے کہاں   تو نجومی کور ہے نا اور بد زباں

گفت او را آں خروس باخبر   کہ سقط شد اسپ او جائے دگر

بولا اس سے مرغ تھا جو باخبر   دوسری جا ہے گیا گھوڑا وہ مر

اسپ را بفروخت و جست او از زیاں   آں زیاں انداخت او بر دیگراں

گھوڑے کو بیچا۔ تو نقصاں سے بچا   دوسرے پر بار نقصاں کا پڑا

لیک فردا اشترش گردد سقط   مرسگاں را باشد ایں نعمت فقط

کل مگر اس کا شتر مر جائیگا   کتوں کو ہوگا وہ نعمت بر ملا

زود اشتر را فروشید آں حریص   یافت از غم و ز زیاں آں دم محیص

اونٹ کو بھی بیچ آیا آدمی   یوں زیان و غم سے پھر فرصت ملی

روز ثالث گفت سگ با آں خروس   اے امیر کاذباں با طبل و کوس

تیسرے دن مرغ سے سگ نے کہا   اک کھلا جھوٹوں کا تو ہے بادشا

تا بکے گوئی دروغ اے بے فروغ   دوغی اے نااہل و دوغی دوغ دوغ

جھوٹ تو بولے گا کب تک بے فروغ   دوغ ہے نا اہل تو بالکل ہی دوغ

[1] دیکھو صفحہ ۳۵۵

گفت وا بفروخت اشتر را شتاب ۔ لیک واایش غلام آید مصاب
بولا اس نے اونٹ کو بیچا شتاب ۔ اس کے خادم پر ہے لیکن کل عذاب

چوں غلامش او بمیرد نا تہا ۔ بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا
وہ مریگا تو بیکیں گی روٹیاں ۔ ڈالینگے کتوں کو ردی پیہماں

ایں شنید و آں غلامش را فروخت ۔ رست از خسران و رخ را بر فروخت
یہ سنا تو اس نے بیچا وہ غلام ۔ بچ گیا نقصان سے پھر لا کلام

شکرہا میکرد و شادیہا کہ من ۔ رستم از سہ واقعہ اندر زمن
شکر کرتا تھا خدا کا اور خوشی ۔ جان میری تین جھگڑوں سے بچی

تا زبان مرغ و سگ آموختم ۔ دیدۂ سوء القضا را دوختم
میں نے مرغ و سگ کی جب سیکھی زباں ۔ بند کی آنکھیں قضا کی بے گماں

مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روز دیگر آں سگ محروم گفت ۔ کاے خروس ژاژ خا کو طاق و جفت[1]
دوسرے دن بولا کتا مرغ سے ۔ ہو گئے کیا اب وہ کل پرسوں ترے

چند چند آخر دروغ و مکر تو ۔ خود نپرد جز دروغ از وکر تو
جھوٹ اور مکاری آخر تا کسی ۔ آشیاں سے جھوٹ لے کر ہے اڑا

گفت حاشا از من و از جنس من ۔ کہ بگردیم از دروغے ممتحن
بولا مجھ سے یا مرے ہم جنس سے ۔ غیر ممکن ہیں بہانے جھوٹ کے

ما خروساں چوں مؤذن راستگو ۔ ہم رقیب آفتاب و وقت جو
مرغ ہیں مثلِ مؤذن راست گو ۔ ہیں رقیب آفتاب اور وقت جو

[1] حاشیہ صفحہ گذشتہ :- یعنی تو سٹھا ہی سٹھا ہے لیکن تجھ میں نام کو نہیں ۔

پاسبان آفتابیم از درون | گر کنی بالا تو ما طشتی نگون
پاسباں سورج کے ہم ہیں برملا | گرچہ تو دے طشت میں ہم کو چھپا

پاسبانِ آفتابند اولیا | در بشر واقف ز اسرار خدا
پاسباں سورج کے ہیں سب اولیا | ہیں بشر میں واقفِ رازِ خدا

اصل ما را حق پئے بانگ نماز | داد ہدیہ آدمی را در جہاز
حق اذاں کے مجھے ہیں حق نے بھیجے | نوحؑ کی کشتی میں انساں کے لئے

گر بناہنگام سہوا از ما رود | در اذاں آں مقتل ما میشود
ہم اگر بے وقت دے بیٹھیں اذاں | سہو سے تو مارے جائیں بیگماں

گفت ناہنگام حی علی الفلاح | خون ما را میکند خوار و مباح
کہنا بے ہنگام حی علی الفلاح | خوں ہمارا کرتا ہے بالکل مباح

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط | آں خروس وحی جاں آمد فقط
جو ہے معصوم اور گنہ سے پاک ہے | مرغِ وحیِ جاں وہ اسے بیباک ہے

آں غلامش مرد پیش مشتری | شد زیانِ مشتری آں یکسری
مشتری کے پاس جا کر وہ غلام | مر گیا نقصاں ہوا اس کا تمام

او گریزانید مالش را ولیک | خونِ خود را ریخت اندر یاب نیک
مال کو اپنے لیا اس نے بچا | یہ سمجھ اس کو کہ خون اپنا کیا

یک زیاں دفعِ زیانہا میشدے | جسم و مالِ ماست جانہا را فدے
اک زیاں دافع ہے سو نقصان کا | مال و تن صدقہ ہیں بیشک جان کا

پیش شاہاں در سیاست گستری | میدہی تو مال و سر را میخری
بادشہ دیتے ہیں جب تجھ کو سزا | مال دے کر جان لیتا ہے بچا

اعجمی چوں گشتۂ اندر قضا | میگریزانی ز داور مال را
کیوں قضا کے باب میں ناداں ہوا | کیوں خدا سے مال رکھتا ہے بچا

او غنی است جز او جملہ فقیر | کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر

وہ غنی۔ اس کے سوا سارے فقیر | بے عوض کہتا ہے کب "یہ لے" فقیر

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست | او پیاز گندہ را ندہد ز دست

جب تک اس بچہ نہ دیکھے سیب کو | وہ پیاز گندہ کیوں چھوڑے۔ کہو

ایں ہمہ بازار بہر ایں غرض | بر دکانہا شستہ بہر ایں عوض

ہے یہ سب بازار لبریز غرض | اور ہر دکاں پہ رکھا ہے عوض

صد متاع خوب عرضہ میکنند | و اندرون دل عوضہا مے تنند

اپنا اپنا مال کرتے ہیں عیاں | ہے عوض کی آرزو دل میں نہاں

یک سلامے نشنوی اے مرد دیں | کہ نگیرد آخرت آں آستیں

اک سلام ایسا نہ تو ہرگز سنے | جو نہ آخر آستیں ہی تھام لے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام | من سلامے اے برادر والسلام

میں نہیں سنتا سلام خاص و عام | بے غرض کے اے برادر والسلام

جز سلام حق ہیں آں را بجو | خانہ خانہ جا بجا و کو بکو

جز سلام حق نہیں اس کو ڈھونڈنا تو | جا کے گھر گھر جا بجا اور کو بکو

از دہان آدمی خوش مشام | ہم پیام حق شنیدم ہم سلام

آدمی کے منہ سے جو ہے خوش کلام | میں پیام حق ہوں سنتا اور سلام

ویں سلام باقیاں بر بوئے آں | من ہمے نوشم بدل خوشتر ز جاں

ہیں سلام ان باقیوں کا بیگماں | جان و دل سے سن رہا ہوں شادماں

زاں سلام او سلام حق شدہ ست | کآتش اندر دودمان خود زدہ ست

ہے سلام اُن کا سلام حق ہوا | آگ میں پھونکا ہے ساماں بہ ملا

مردہ است از خود شدہ زندہ برب | زاں بود اسرار حقش در دو لب

خود مرے اور ذات میں زندہ ہوئے | اس لئے واقف ہیں وہ اسرار سے

مردن تن در ریاضت زندگیست
رنج این تن روح را پایندگیست

تن ریاضت میں مرے ہے زندگی
رنج ہے تن کا اقامت جان کی

اُس شخص کا حضرت موسیٰؑ کی طرف دوڑنا

گوش بنهاده بُد آن مردِ خبیث
می شنود او از خروسش این حدیث

تھا لگائے کان وہ مردِ خبیث
سن رہا تھا مرغ کی ساری حدیث

چون شنید اینها دوان شد تیز و تفت
بر درِ موسیٰ کلیم الله رفت

جب سُنی یہ بات تو بھاگا ہوا
آستانِ پاکِ موسیٰؑ پر گیا

رو همی مالید بر خاک او ز بیم
که مرا فریاد رس زین ای کلیمؑ

خاک پر ملتا تھا منہ وہ خوف سے
سن مری فریاد اے موسیٰؑ مرے

گفت رو بفروش خود را و بره
چونکه استا گشته بر جه ز چه

بولے بیچ اپنے کو تو اور چھوٹ جا
تو ہے استاد اب کنوئیں سے باہر آ

بر مسلمانان زیان انداز تو
کیسه همیانها را کن دو تو

تو مسلمانوں کو اب پہنچا زیاں
بھر لے اپنے کیسے اور ہمیانیاں

من درون خشت دیدم این قضا
کو در آئینه عیان شد مر ترا

اینٹ میں دیکھی ہے میں نے وہ قضا
تو نے آئینے سے لی جس کی ضیا

عاقل اوّل بیند آخر را بدل
اندر آخر بیند از دانش مقل

پہلے سوچے عاقل آخر کا بدل
دیکھے صرف آخر یہاں احمق بے محل

باز زاری کرد کای نیکو خصال
مر مرا در سر مزن در رُو ممال

اس نے پھر رو کر کہا اے خوش خصال
دے نہ طعنے مجھ کو اور غم میں نہ ڈال

از من آن آمد که بودم ناسزا
ناسزایم را تو ده حسن الجزا

ہو گیا ایسا کہ نالائق میں تھا
ناسزا کو دیجئے اچھی جزا

حضرت موسیٰؑ کا دعا کرنا

موسیٰؑ آمد در مناجات آں سحر	کاے خدا ایماں ز دستاں ہم مبر
کی دعا موسیٰؑ نے یوں وقت سحر	یارب اس کا خاتمہ بالخیر کر
بادشاہی کن برو بخشا کہ او	سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
بادشاہی کر تو اس کو بخش دے	اس لیے یہ گستاخیاں کیں سہو سے
گفتمش ایں علم نے درخورد گشت	دفع پندارید قولم را و رست
کہتا تھا تو علم کے لائق نہیں	ٹال سمجھا میرا کہنا بے یقیں
دست را بر اژدہا آنکس زند	کہ عصا را دستش اژدہا کند
اژدہے پہ ہاتھ وہ مارے بھلا	جو عصا کو خود بنا لے اژدہا
سرِ غیب آں را سزد آموختن	کز گفتن لب تواند دوختن
چاہئیں اسرار اس کو سیکھنے	جو نہ ہونٹوں سے انہیں ظاہر کرے
درخور دریا نشد جز مرغ آب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب
لائق دریا فقط ہے مرغ آب	غور کر واللہ اعلم بالصواب
او بدریا رفت و مرغابی نبود	گشت غرقہ دست گیرش اے ودود
وہ گیا دریا میں مرغابی نہ تھا	ڈوبتا ہے ہاتھ تھام اے کبریا

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول کرنا

کرد اجابت آں دعا را کردگار	زخم خوردہ بس بچیزے و افگار
کی قبول اس کی دعا اللہ نے	زخم آیا تھا جو اس کا بچ سکے
گفت بخشیدم بدو ایماں نعم	ور تو خواہی ایں زماں زندہ اش کنم
دی ندا ہم نے اسے ایماں دیا	اور تم چاہو تو ہم دیں اس کو جلا

بلکہ جملہ مردگانِ خاک را — زندہ سازیم ایں زماں بہرِ تو ما
بلکہ مٹی میں ہیں مُردے جس قدر — زندہ ہم کر دیں ابھی چاہو اگر

گفت موسیٰؑ ایں جہانِ مردنست — آں جہاں انگیز کانجا روشنست
بولے موسیٰؑ یہ تو ہے دارِ فنا — کر وہاں زندہ جو ہے ملکِ بقا

ایں فنا جا چوں جہانِ بود نیست — بازگشتِ عاریت بس سود نیست
دارِ ہستی جبکہ ہے دارِ فنا — کچھ دنوں کے لوٹنے سے فائدا

رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنوں — در نہانخانہ لدینا محضرون
ان پہ بھی رحمت کر اپنی اے کریم — جو کہ ہیں درگاہ میں تیری مقیم

تا بدانند ایں زیانِ جسم و مال — سودِ جاں باشد رہاند از وبال
تا کہ سمجھیں یہ زیانِ جسم و مال — سُودِ جاں تھا چھٹ گیا جس سے وبال

پس ریاضت را بجاں شو مشتری — چوں سپردی تن بخدمت جاں بری
پس ریاضت کا ہو دل سے مشتری — ہو گیا جا بر جو خدمت تو نے کی

در ریاضت آیدت بے اختیار — سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
گر ریاضت پائے تو بے اختیار — سجدۂ شکرانہ کر اے کامگار

چوں حق داد ایں ریاضت شکر کن — تو نکردی آں ریاضت زامرِ کن
حق نے دی جب یہ ریاضت شکر کر — کی نہ تو نے اس نے بھیجی ہے مگر

ایں حکایت بشنو و وعظے شمر — تا نگردی خستہ از نقص و ضرر
یہ حکایت سُن اور اسکو وعظ جان — تا نہ ہو نقص و ضرر سے خستہ جان

؎ یعنی وہ لوگ ہماری بارگاہ میں حاضر ہیں۔

ایک عورت کی کہانی

آں زنے ہر سال زائیدے پسر | بیش از شش مہ نبودے عمر ور
بچہ اک عورت کے ہوتا ہر برس | چھ مہینے تک جیا کرتا تھا بس

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ | نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے الٰہ
تیسرے چوتھے مہینے بھی کبھی | مرتا تھا، عورت نے یوں فریاد کی

نُہ مہم بارست و سہ ماہم فرح | نعمتم زوتر رود از قوس قزح
نو مہینے بار، فرحت تین ماہ | نعمتیں جلدی دھنک سے ہوں تباہ[1]

پیش مردانِ خدا کردے نفیر | ایں شکایت آں زن از درد نذیر
کرتی تھی فریاد اہل اللہ سے | اور شکایت اس غم جانکاہ سے

بیست فرزند ایں چنیں در گور رفت | آتشے در جانِ او افتاد تفت
بیس لڑکے دفن تھے یوں ہی ہوئے | آگ دل میں پڑ گئی تھی سوز سے

تا شبے بنمود او را جنتے | باغکے سبزے خوشے بے ضنتے
دیکھی اک شب اس نے جنت کی فضا | سبز و شاداب اک چمن بے بخل تھا

باغ گفتم نعمت بے کیف را | کاصل نعمتہاست مجمع باغہا
باغ نعمت کو ہے میں نے کہہ دیا | جو ہے اصلِ باغ و نعمت برملا

ورنہ لاعین رأت چہ جائے باغ | گفت نورِ غیب را یزداں چراغ
ورنہ نادیدہ[2] ہے وہ کیا ذکرِ باغ | حق ہے نورِ غیب کو کہتا چراغ

مثل نبود آں مثالِ آں بود | تا برد بو آنکہ او حیراں بود
وہ ہے بے مثل اور مثال اسکی بجا | تاکہ جو حیراں ہو وہ پائے پتا

[1] یعنی گو دھنک بہت جلد چھپ جاتی ہے۔ مگر میری نعمت اس سے بھی جلد چھین لیجاتی ہے

[2] کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔

حضرت امیر حمزہؓ کا بے زرہ جنگ میں آنا

در جوانی حمزہؓ عم مصطفیٰ ﷺ || با زرہ می‌شد مدام اندر وغا[۱]

جب جواں تھے حمزہؓ حضرت ﷺ کے چچا || با زرہ جاتے تھے کرنے کو وغا

اندر آخر حمزہؓ چون در صف شدی || بے زرہ سرمست در غزو آمدی

آخری پھر عمر کے اوقات میں || بے زرہ لڑتے تھے وہ غزوات میں

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش || در فکندی در صف شمشیر خویش

آگئے آگے تن کھلا سینہ کھلا || لڑتے تھے شمشیر لے کر برملا

خلق پرسیدند کاے عم رسول ﷺ || اے ہزبر صف‌شکن شاہ فحول

پوچھا لوگوں نے کہ اے عم مصطفیٰ ﷺ || اے دلیر صف شکن شیر وغا

نے تو لا تلقوا بایدیکم الی[۲] || تہلکہ خواندی ز پیغام خدا

نہی ہلاکت سے ہے یہ قول خدا || کیا نہیں تم نے یہ قرآں میں پڑھا

پس چرا تو خویش را در تہلکہ || می‌در اندازی چنین در معرکہ

پڑتے ہو پھر تہلکہ میں کس لئے || جاتے ہو تم جب وغا کے واسطے

چون جوان بودی و زفت و سخت‌زہ || تو نمی‌رفتی سوئے صف بے زرہ

تم جواں تھے جنگ اور مضبوط تھے || بے زرہ لڑنے نہ ہرگز تم گئے

چون شدی پیر و ضعیف و منحنی || پردہ‌ہائے لاابالی می‌زنی

جب ہوئے پیر اور ضعیف اور منحنی || کیوں طبیعت لاابالی ہو گئی

لاابالی‌وار با تیغ و سنان || می‌نمائی دار و گیر و امتحان

لاابالی ہو گئے تم تیغ و سناں || کیوں چلاتے ہو یہ وقت امتحاں

---

۱ جنگ لڑائی ۔

۲ اپنے ہاتھ ہلاکت کی طرف نہ بڑھاؤ ۔

تیغ حرمت مے ندارد پیر را ۔۔۔ کے بود تمییز تیغ و تیر را

تیغ سے حرمت نہیں کچھ پیر کو ۔۔۔ کب وہ جانے تیغ کو اور تیر کو

کے روا باشد کہ شیرے چوں تو ۔۔۔ کشتہ گردد راست بر دست عدو

کب روا ہے تم سا اک شیر وغا ۔۔۔ قتل ہو دشمن کے ہاتھوں برملا

زیں نسق غمخوارگان بے خبر ۔۔۔ پند مے دادند او را از عبر

اس طرح وہ غمگسار بے خبر ۔۔۔ اُن کو عبرت کہتے دلاتے بیشتر

حضرت حمزہؓ کا جواب

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں ۔۔۔ مرگ مے دیدم وداع ایں جہاں

کہتے تھے حمزہؓ کہ جب میں تھا جواں ۔۔۔ موت تھا میرے لئے ترک جہاں

سوئے مردن کس برغبت کے رود ۔۔۔ پیش اژدرہا برہنہ کے شود

کون رغبت موت کی جانب کرے ۔۔۔ کون جائے اژدہے کے سامنے

لیک از نور محمدؐ من کنوں ۔۔۔ نیستم ایں شہر فانی را زبوں

اب یہ ہے اعجاز نور مصطفیٰ ﷺ ۔۔۔ میں نہیں مغلوب دنیائے فنا

از بروں حس لشکرگاہ شاہ ۔۔۔ پر ہمے بینم ز نور حق سپاہ

خیمۂ شاہی بہ باطن برملا ۔۔۔ نور حق کی فوج سے دیکھوں بھرا

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب ۔۔۔ شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب

خیمہ میں خیمہ طناب اندر طناب ۔۔۔ شکر ہے اب ہو چکا ہے ختم خواب

آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است ۔۔۔ امر لاتلقوا بگیرد او بدست

جس کو مرنا تہلکہ ہوا ہے فنا ۔۔۔ حکم "لا تلقوا" ہے اس کو برملا

آنکہ مردن پیش او شد فتح باب ۔۔۔ سارعوا آید مر او را در خطاب

موت جس کے واسطے ہے فتح باب ۔۔۔ "سارعوا" بے شبہ ہے اسکو خطاب

سارعوا جلدی کرو

الحذر اے مرگ بنیاں ارجعوا
العجل اے حشر بنیاں سارعوا

مرگ بینو! ہاں ذرہ پیچھے ہٹو
حشر بینو! ہاں بہت جلدی کرو

الصلا اے لطف بنیاں افرحوا
البلا اے قہر بنیاں اترحوا

الصلا اے لطف بینو شاد ہو
حسرتا اے قہر بینو! غم کرو

ہر کہ یوسف دید جاں کردش فدا
ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدیٰ

جس نے یوسف دیکھا۔ جاں کر دی فدا
گرگ دیکھا جس نے رستے سے پھرا

مرگ ہر یک اے پسر ہمرنگ اوست
آئنہ صافی یقیں ہمرنگ روست

موت ہر اک کی ہے اُس سے ہم نوا
مُنہ سے ہے ہمرنگ ہر صاف آئنا

پیش ترک آئینہ را خوش رنگیست
پیش زنگی آئنہ ہم زنگیست

پیش تُرکی آئنہ خوش رنگ ہے
پیشِ زنگی آئنہ پُر زنگ ہے

اے کہ مے ترسی ز مرگ اندر فرار
آں ز خود ترسانی اے جاں ہوشدار

موت سے ڈر کر جو کرتا ہے فرار
خوف اپنی ذات سے ہے ہوشیار

زشت روئے تست نے رخسارِ مرگ
جانِ تو ہمچوں درخت و مرگ برگ

زشت رُو تُو ہے۔ نہیں رُخسارِ مرگ
جان تیری ہے درخت اور موت برگ

از تو رستست ار نکویست ار بدست
ناخوش و خوش ہم ضمیرت از خود است

تجھ سے اُگتی ہے ہر اک نیکی، بدی
ہے ضمیرِ دل سے خوشی اور ناخوشی

گر بخارے خستۂ خود کشتۂ
ور حریر و قز دری خود رشتۂ

خارِ غم ہے خود ترا بویا ہوا
اور جو ریشم میں ہے تو ہے خود بُنا

لیک نبود فعل ہمرنگِ جزا
ہیچ خدمت نیست ہمرنگِ عطا

ہے مگر کب فعل ہم رنگِ جزا
اور کب خدمت ہے ہمرنگِ عطا

مزدِ مزدوراں نمے ماند بکار
کاں عرض ویں جوہرست و پائدار

اُجرتِ مزدور کب ہے مثلِ کار
وہ عرض ہے۔ یہ ہے جوہر پائدار

آنکه سختی و زورست و عرق | وین همه سیمست و زر و طبق
وہ ہے سختی اور طاقت اور عرق | یہ ہے چاندی اور سونے کا طبق

گر ترا آید ز جائے تہمتے | کرده مظلومت دعا در محنتے
گر کوئی تہمت لگے تجھ پہ اچی | اور ہو وہ بد دعا مظلوم کی

تو ہمی گوئی کہ من آزاده ام | بر کسے من تہمتے ننہاده ام
تو یہ کہتا ہے کہ ہوں آزاد ہی | میں نے تہمت کب کسی پر ہے رکھی

تو گناہے کردۂ شکل دگر | دانہ کشتی دانہ کے ماند ببر
یہ خطا کاری تری شکل دگر | دانہ بویا کب وہ ہو مثل ثمر

او زنا کرد و جزا صد چوب بود | گوید او من کے زدم کس را بعود
بید سو کر ایک زانی کے لگے | وہ لے لکڑی سے مارا تھا کسے

نے جزاے آن زنا بود این بلا | چوب کے ماند زنا را در جزا
یہ بلا کب اس زنا کی تھی سزا | چوب تو ہرگز نہیں مثل زنا

مار کے ماند عصا را اے کلیم | درد کے ماند دوا را اے حکیم
سانپ کب مثل عصا ہے اے کلیم | درد کب مثل دوا ہے اے حکیم

تو بجائے آن عصا آب منی | چون بیفگندی شد آن شخص سنی
تو عصا کے بدلے جب آب منی | ڈالے تو پیدا ہوا اس سے آدمی

یار شد یا مار شد آن آب تو | زان عصا چون است این اعجاب تو
یار ہو یا مار ہو پانی ترا | اس عصا سے پھر تعجب کیوں ہوا

ہیچ ماند آب آن فرزند را | ہیچ ماند نیشکر مر قند را
پانی اور بچے سے پھر نسبت ہے کیا | قند گنے سے نہیں ملتی ذرا

سنی پسندیده

چوں سجودے یا رکوعے مرد کشت ‌‌ ‌‌ شد در آں عالم سجود او بہشت

جب رکوع و سجدہ انساں نے کیا ‌‌ ‌‌ سجدہ اس عالم میں جنت ہو گیا

چونکہ پرید از دہانش حمد حق ‌‌ ‌‌ مرغ جنت ساختش رب الفلق

حمد خالق منہ سے تیرے جب اڑی ‌‌ ‌‌ مرغ جنت حکم رب سے بن گئی

حمد و تسبیحت نماند مرغ را ‌‌ ‌‌ گرچہ نطفہ مرغ بادست و ہوا

ہو مشابہ مرغ سے تسبیح کیا ‌‌ ‌‌ ہے اگرچہ مرغ کا نطفہ ہوا

چوں ز دستت رست ایثار و زکات ‌‌ ‌‌ گشت ایں دست آں طرف نخل و نبات

تو کرے ہاتھوں سے ایثار و زکات ‌‌ ‌‌ اس طرف اس سے ہم آگے نخل و نبات

آب صبرت آب جوئے خلد شد ‌‌ ‌‌ جوئے شیر خلد مہر تست و ود

صبر کا پانی ہے نہر جناں ‌‌ ‌‌ اور محبت جوئے شیر خلد ہاں

ذوق طاعت گشت جوئے انگبیں ‌‌ ‌‌ مستی و شوق تو جوئے خمر بیں

ذوق طاعت نہر ہے شہد کی ‌‌ ‌‌ شوق و مستی جوئے بادہ ہے اٹھی

ایں سببہا آں اثرہا را نماند ‌‌ ‌‌ کس نداند چونش جائے آں نشاند

ہیں سبب کب مثل ان آثار کے ‌‌ ‌‌ کون جانے یہ عوض ہیں کیوں بنے

ایں سببہا چوں بفرمان تو بود ‌‌ ‌‌ چار جو ہم مر ترا فرماں نمود

یہ سبب فرمان ہیں تیرے جو تھے ‌‌ ‌‌ خلد کی نہریں ہو گئیں تابع ترے

ہر طرف خواہی روانش میکنی ‌‌ ‌‌ آں صفت چوں بد چنانش میکنی

جس طرف چاہے رواں اسکو کرے ‌‌ ‌‌ جو صفت تھی فعل بھی ویسے ہو گئے

چوں منی تو کہ در فرمان تست ‌‌ ‌‌ نسل تو در امر تو آیند چست

جیسے تیرے حکم میں تیری منی ‌‌ ‌‌ نسل بھی تابع ہے تیرے حکم کی

میدود در امر تو فرزند تو ‌‌ ‌‌ کہ منم جزوت کہ کردی اش گرو

حکم تیرا ہے جو فرزند پہ ‌‌ ‌‌ یعنی تیرا ہی جزو ہوں رکھا گیا ہوں

آن صفت در امر تو بود آنجہاں — ہم در امر تست آن جوہا رواں

وہ صفت تھی حکم میں تیرے یہاں — بس یہ تھی وہ آبجوئیں ہیں واں

آن درختاں مر ترا فرماں برند — کاں درختاں از صفاتت بابرند

تابع فرماں ہیں وہ پیڑ اب ترے — پھل درختوں میں ہیں تیرے وصف کے

چوں بامر تست اینجا ایں صفات — پس بامر تست آنجا آں جزات

حکم میں تیرے یہ صفتیں ہیں یہاں — حکم میں تیرے جزا ان کی وہاں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رست — آں درختے گشت ازاں زقوم رست

زخمی جب مظلوم کو تو نے کیا — وہ تھوہر کا پیڑ فوراً بن گیا

چوں ز خشم آتش تو در دلہا زدی — مایۂ نار جہنم آمدی

آگ دی غصہ کی جب دل میں لگا — مایۂ نار جہنم تو ہوا

آتشت اینجا چو آدم سوز بود — آنچہ از وے زاد مرد افروز بود

آگ اس جا تیری آدم سوز تھی — اس کی پیدا وار مرد افروز تھی

آتش تو قصد مردم مے کند — نار کز وے زاد بر مردم زند

آگ تیری موت ہے انسان کی — آدمی سوز اسکے شعلے ہیں اجی

آں سخنہائے چو مار و کژدمت — مار و کژدم گشت میگیرد دمت

سانپ بچھو سی ہیں جو باتیں تری — سانپ بچھو بن کے کاٹیں گی بھی

اولیا را داشتی در انتظار — انتظار رستخیزت گشت نار

دوستوں کو منتظر تو نے رکھا — ایسا کرنا تجھ کو دوزخ ہو گیا

وعدۂ فردا و پس فردائے تو — انتظار حشرت آمد وائے تو

وعدہ کل کا اور پرسوں کا ترا — انتظار حشر ہے واحسرتا

منتظر مانی در آں روز دراز — در حساب و آفتاب جانگداز

منتظر تو بھی رہے روز دراز — زیر خورشید و حساب جانگداز

کآسماں را منتظر میداشتی — تخم فردا رہ روم میکاشتی

آسماں کو منتظر رکھتا تھا تو — بیج کل کے واسطے بوتا تھا تو

چشم تو تخم سعیر دوزخ است — ہین بکش این دوزخ را کاں فخ است

آنکھ تیری بیج دوزخ کا ہے یار — جال ہے یہ، ہاں بجھا دے اسکی نار

کشتن این نار نبود جز بنور — نورک اطفا نارنا نحن الشکور[1]

آگ یہ کب بجھ سکے بے نور کے — ہاں بجھا دے آگ اپنے نور سے

گر تو بے نورے کنی خاکے بدست — آتشت زندہ است در خاکسترست

ہاتھ میں گر خاک لے بے نور کے — آگ خاکستر میں پھر دہکا کرے

آں تکلف باشد و روپوش ہیں — نار را نکشد بغیر نور دیں

ہے وہ پردہ اور تکلف بالیقیں — ہے بجھاتا آگ کو بس نور دیں

تا نہ بینی نور دیں ایمن مباش — کآتش پنہاں بود یکروز فاش

ہو نہ جب تک نور بے پروا نہ ہو — بھڑکے گی اک دن، ہے پنہاں آگ جو

نور آبے داں و ہم بر آب چفس — چونکہ داری آب از آتش مترس

نور پانی ہے حفاظت اس کی کر — پانی ہے جب پاس آتش سے نہ ڈر

آب آتش را کشد آتش مجو — مے بسوزد نسل فرزندان او

ہاں نہ ڈھونڈ آتش کہ پانی نے بجھا — نسل فرزندوں کی دیتا ہے جلا

سوئے آں مرغابیاں رو چند چند — تا ترا در آب حیوانے کشند

چند دن مرغابیوں کے پاس جا — آب حیواں میں تجھے کھینچیں وہ تا

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تنند — لیک ضد انند و آب و روغنند

مرغ خاکی مرغ آبی ہم جمال — ضد ہیں لیکن آب و روغن کی مثال

[1] تیرا نور ہماری آگ بجھا دے۔ کہ ہم تیرے شکر کرنے والوں میں سے ہیں+

ہر یکے بر اصل خود را شدہ اند	احتیاطے کن بہم مانندہ اند
اپنی اپنی اصل پر یہ ہیں رواں	دیکھ آپس میں ہیں یہ یکساں بیگماں
ہمچنانکہ وسوسہ و وحی الست	ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست
جس طرح وحی الست اور وسوسہ	دونوں ہیں معقول لیکن فرق ہے
ہر دو دلالان بازار ضمیر	رختہا را میستایند اے امیر
دونوں ہیں دلال بازار ضمیر	بیچتے ہیں اسباب و سامان اے امیر
گر تو صراف دلی فکرت شناس	فرق کن سر دو فکرت چون نخاس
گر نہیں صراف اور فکرت شناس	فرق دو فکروں میں کر مثل نخاس
ور ندانی این دو فکرت از گمان	لا خلابہ گو و مشتاب و مران
دونوں فکروں کو نہیں تو جانتا	چھوڑ مکر و حیلہ اور آگے نہ جا
تا نماند در تفکر جان تو	قلبن ناید بر تو و بر خوان تو
تا تیری جان فکروں میں رہے	قتل کو تیرے نہ نقصان ہو سکے

خرید و فروخت میں دفع نقصان کا حیلہ

آن یکے یارے پیمبر را بگفت	کہ منم در بیعہا با غبن جفت
اک صحابی نے پیمبر سے کہا	بیع میں مجھ کو زیاں ہے برملا
مکر ہر کس کو فروشد یا خرد	ہمچو سحر است و ز راہم میبرد
مکر اس کا جو کرے بیع یا کرے	سحر ہے گویا جو کرتا ہے مجھے
گفت در بیعے کہ ترسی از غرر	شرط کن سہ روز خود را اختیار
بولے جس بیع میں تجھ کو مکر یار	شرط کر لے تین دن کا اختیار

سلہ بردہ فریب سٹہ اذا بایعت فقل لا خلابۃ ولی الخیار ثلثۃ ایام
ترجمہ جس وقت خرید و فروخت کرے تو کہدے کچھ فریب نہیں مجھکو تین دن اختیار ہے

زیں تانی زاید اقبال و سرور ۔ ایں تانی بیضۂ دولت چوں طیور

ہے تانی وجہ اقبال و سرور ۔ بیضۂ دولت ہے مانند طیور

باش تا اعضائے تو چوں بیضہا ۔ مرغہا زایند اندر انتہا

بیضۂ اعضا سے اپنے ہوشیار ۔ مرغ تا پیدا کریں انجام کار

بیضۂ باز ارچہ ماند در شبہ ۔ بیضۂ کنجشک را او دور ست رہ

گو کہ ہے ہم شکل انڈا باز کا ۔ فرق ہے چڑیا کے انڈے سے بڑا

دانی اے عاقل کہ مانند سین چو شین ۔ در نوشتن لیک اندر نقطہ بین

سین گو ہے شین سے ملتا ہوا ۔ غور کر نقطوں میں لیکن اے فتا

دانۂ آدمی بدانہ سیب نیز ۔ گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز

ایک سے ہیں دانۂ سیب و یہی ۔ فرق کو ان کے سمجھ لیکن اخی

برگہا ہمرنگ باشد در نظر ۔ میوہا ہر یک بود نوع دگر

پتے گو ہم رنگ آتے ہیں نظر ۔ میووں میں ہے فرق لیکن سر بسر

برگہا و جسمہا مانندہ اند ۔ لیک ہر جائے بہ ہیجے زندہ اند

برگ و تن اشجار کے یکساں، مگر ۔ زندہ ہیں حاصل میں وہ ہر جائے پر

خلق در بازار یکساں میروند ۔ آں یکے در ذوق و دیگر دردمند

سب چلیں بازار میں یکساں مگر ۔ ہے کوئی خوش اور کوئی رنجیدہ تر

ہمچناں در مرگ یکساں میرویم ۔ نیم در خسران و نیمے خسرویم

ایسے ہی مر کر ہیں ہم یکساں رواں ۔ آدھے ہیں ناشاد، آدھے شادماں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو ۔ از بلال و از ہلال و کار او

یہ سخن بے انتہا ہے اب سنا ۔ حال لوگوں کو بلالؓ زار کا

حضرتِ بلالؓ کا خوشی سے انتقال کرنا

چون بلالؓ از ضعف شد ہمچون ہلال ۔ رنگ مرگ افتاد بر روئے بلالؓ

تھے بلالؓ آزار سے مثل ہلال ۔ چہرے پہ تھا رنگ مرگ اور تھے نڈھال

جفتِ او دیدش بگفتا واحرب ۔ پس بلالشؓ گفت نے نے واطرب

دیکھا زوجہ نے ۔ کہا واحسرتا ۔ اور کہتے تھے بلالؓ اس سے ۔ خوشا

تاکنوں اندر حرب بودم ز زیست ۔ تو چہ دانی مرگ چوں عیش ست و چیست

زندگی سے تھا میں الجھن میں پڑا ۔ کیا خبر تجھ کو ۔ ہے عیش مرگ کیا

ایں ہمے گفت و رخش در عین گفت ۔ نرگس و گلبرگ و لالہ مے شکفت

وہ یہ کہتے اور رخ پہ لاجواب ۔ کھل رہا تھا نرگس و لالہ ۔ گلاب

تابِ رُو و چشمِ پُر انوارِ او ۔ مے گواہی داد بر گفتارِ او

تاب رُخ اور چشم پُر انوار کی ۔ تھی گواہی دے رہی گفتار کی

ہر سیہ دل مے سیہ دیدی ورا ۔ مردمِ دیدہ سیہ آمد چرا

وہ سیہ دل کی نظر میں تھے سیاہ ۔ مردمِ دیدہ ہوئے کیسے سیاہ

مردمِ نادیدہ باشد روسیاہ ۔ مردمِ دیدہ بود مرآتِ ماہ

پتلی جو اندھی ہو ۔ وہ ہے روسیاہ ۔ پتلی جو بینا ہو ۔ ہے مرآت[1] ماہ

خود کہ بیند مردمِ دیدہ ترا ۔ در جہاں جز مردمِ دیدہ فزا

آنکھ کی پتلی تجھے دیکھے گی کیا ۔ خاص ہے اہلِ نظر کا دیکھنا

چوں بغیرِ مردمِ دیدہ اش ندید ۔ پس بغیرِ او کہ در رنگش رسید

تھا نظر والوں نے جو دیکھا اُسے ۔ رنگ کو بھی تھے وہی پہچانتے

[1] آئینہ ۔

پس جز او جمله مقلد آمدند ‏ ‏ ‏ در صفات مردم دیده بلند

ماسوا اس کے مقلد ہیں تمام ‏ ‏ ‏ مردم دیدہ کے وصفوں میں مدام

گفت جفتش الفراق ای خوش خصال ‏ ‏ ‏ گفت نی نی الوصالست الوصال

بولی زوجہ الفراق اے خوش خصال ‏ ‏ ‏ ہنس کے فرمایا یہ ہے عین وصال

گفت جفت امشب غریبی میروی ‏ ‏ ‏ از تبار و خویش غایب میشوی

بولی زوجہ ہے مسافر آج تو ‏ ‏ ‏ چھوڑ کر سب کو چلا اے نیک خو

گفت نی نی بلکہ امشب جان من ‏ ‏ ‏ میرسد خوش از غریبی در وطن

ہنس کے فرمایا غلط ہے بلکہ یار ‏ ‏ ‏ ہے وطن کی سمت غربت سے دار

گفت ای جان تو دلم وا حسرتا ‏ ‏ ‏ گفت نی نی جان من وا دولتا

بولی میرے جان و دل وا حسرتا ‏ ‏ ‏ بولے جان من! تو کہہ وا دولتا

گفت آن رویت کجا بینیم ما ‏ ‏ ‏ گفت اندر خلوت خاص خدا

بولی اب دیکھوں گی یہ صورت کہاں ‏ ‏ ‏ بولے خلوت میں خدا کی بیگماں

حلقهٔ خاصش بتو پیوسته است ‏ ‏ ‏ گر نظر بالا کنی نی سوئے پست

حلقۂ خاص اس کا ہے تجھ سے ملا ‏ ‏ ‏ چھوڑ پستی کو، نظر اوپر اٹھا

اندر آن حلقه ز رب العالمین ‏ ‏ ‏ نور می تابد چو در حلقه نگین

حلقے میں ہے نور رب العالمین ‏ ‏ ‏ ایسا تاباں جیسے حلقے میں نگیں

گفت ویران گشت این خانه دریغ ‏ ‏ ‏ گفت اندر مه نگر منگر بمیغ

بولی صد افسوس گھر ویراں ہوا ‏ ‏ ‏ بولے مہ کو دیکھ بادل کو ہٹا

موت سے جسم کے ویران ہونے کی حکمت

کرد ویران تا کند معمورتر ‏ ‏ ‏ قومم انبه بود و خانه مختصر

کرتا ہے ویراں کہ ہو معمورتر ‏ ‏ ‏ تھی زیادہ قوم گھر تھا مختصر

لہ دیکھو صفحہ ۳۷۷ پر

من چو آدم بودم اول حبس کرب — پر شد اکنون نسل جانم شرق و غرب

پہلے جوں آدمؑ تھا میں محبوس کرب — بھر گئے اب نسل و جاں سے شرق و غرب

من گدا بودم درین خانہ چو چاہ — شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ

میں کنوئیں میں گھر کے تھا مثل گدا — چاہیے اب محل ہیں سلطاں ہوا

قصرہا خود مر شہاں را انس نیست — مردہ را خانہ و مکاں گورے بس است

محل ہے مرغوب شاہوں کو مگر — مردے کو کافی ہے اک تاریک گھر

انبیا را تنگ آمد این جہاں — چوں شہاں رفتند اندر لامکاں

تنگ ہے دنیا برائے انبیا — لامکاں جاتے ہیں مثل بادشا

مردگاں را این جہاں بنمود فر — ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر

آئی مردوں کو بڑی دنیا نظر — ظاہرا وسعت بباطن تنگ تر

گر نبودی تنگ این افغاں ز چیست — چوں دو تا شد ہر کہ در وے بیش زیست

تنگ ہے دنیا نہ گر رونا ہو کیوں — جو زیادہ دن جئے کبڑا ہو کیوں

در زمان خواب چوں آزاد شد — زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد

خواب میں جس وقت آزادی ملی — اس جگہ جاں کو خوشی کیسی ملی

روح از ظلم طبیعت باز رست — مرد زندانی ز فکر حبس جست

جاں ہوئی ظلم طبیعت سے رہا — جیسے فکر قید سے قیدی چھٹا

این زمین و آسمان بس فراخ — سخت تنگ آمد بہنگام مناخ

ہے زمیں یہ آسماں باصد کشود — تھے بہت ہی تنگ ہنگام ورود

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ — خندہ او گریہ فخرش جملہ ننگ

چشم بند اک ہے فراخ اور سخت تنگ — ہنسنا رونا اس کا اور فخر اسکا ننگ

سلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱- ارواح سے مراد ہے ۔

دُنیا اور خوابِ کی تشبیہ

همچو گرمابه که تفسیده بود — تنگ آئی جانت تجیده شود

جس طرح حمام جب وہ گرم ہو — تنگ آئے تو۔ ہو اُلجھن جسم کو

گرچه گرمابه عریض است و طویل — زاں تپش تنگ آیدت جان کلیل

گرچہ ہو حمام چوڑا اور طویل — ہو تپش سے جان تنگ و ربس علیل

تا بروں نائی نبگشاید دلت — پس چه سود اندر فراخے منزلت

گر نہ نکلے تو، نہ خوش ہو دل ترا — پھر کشادہ گھر سے کیا ہے فائدا

یا که کفش تنگ پوشی اے غوی — در بیابان فراخی میروی

جیسے جوتا تنگ پہنے تو اخی — اور کھلے جنگل میں تو جائے کبھی

آں فراخی بیاباں تنگ گشت — بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت

تنگ تجھ پر ہو فراخی دشت کی — ہو وہ صحرا تجھ کو زندان آری

هر که دید او مر ترا از دور گفت — کو در آں صحرا چو لاله بر شگفت

دُور سے جو تجھ کو دیکھے۔ وہ کہے — مثل لالہ کے شگفتہ دل تجھے

او نداند که تو همچوں ظالماں — از بروں در گلشنے جان در فغاں

کیا خبر اس کو تو مثل ظالماں — باغ ہے باہر سے۔ اندر سے فغاں

خواب تو آں کفش بیروں کردن است — که زمانے جانت از زنداں برست

خواب تیرا ہے وہ جوتا پھینکنا — قید سے ہے جان دم بھر کو جدا

اولیا را خواب ملک است اے فلاں — همچو آں اصحاب کهف اندر جهاں

اولیا کی ملک ہے خواب اے فلاں — جیسے وہ اصحابِ کہف شادماں

خواب مے بینند و آنجا خواب نے — در عدم در میروند و باب نے

خواب میں ہیں خواب گو اُس جا نہیں — جا پہنچے بے در کے عدم میں بالیقیں

خانهٔ تنگ و درون جان چنگلوک — کرد ویراں تا کند قصرِ ملوک

تنگ گھر اور اس میں لنجے آدمی — کر دیا ویراں کہ ہو محل شہی

چنگلوکم چوں جنیں اندر رحم — نُہ مہہ گشتم شدہ نقلِ آں نہم

ہوں میں لنجا، جوں رحم میں بچہ تھا — ہو چکے نو ماہ - میں پیدا ہوا

گر نباشد دردِ زہ با مادرم — من دریں زنداں میانِ آذرم

دردِ زہ میں مبتلا گر ہو نہ ماں — میں رہوں اس قید میں آتش بجاں

مادرِ طبعم ز دردِ مرگِ خویش — میکند زہ تا رہد برّہ ز میش

ماں مری فطرت کی دردِ مرگ سے — مضطرب ہے تا کہ بز بچہ جنے

تا چرد آں برّہ در صحرائے سبز — ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برّہ گبز

سبز صحرا میں وہ بچہ تا چرے — بچہ موٹا ہے - رحم اب کھول دے

دردِ زہ گر رنج آبستن شود — بر جنیں اشکستنِ زنداں بود

حاملہ پر دردِ زہ گو ہے بلا — بچہ پر ہے ٹوٹ جانا قید کا

حاملہ گریاں ز زہ کاین المناص — واں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص

حاملہ ہے دردِ زہ میں مبتلا — بچہ ہنستا ہے - ہوا میں تو رہا

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند امہات — از جماد و از بہیمہ و ز نبات

جتنی مائیں ہیں زمیں پر نیک بخت — یہ جمادات اور حیواں اور درخت

ہر یکے از دردِ غیرے غافلند — جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند

دوسرے کے درد سے غافل ہیں سب — ہاں جو دانا ہیں، یہ ہیں غافل وہ کب

آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں — بلہ از خانہ خودش کے داند آں

ہے جو کچھ بے ریش[1] کو گھر[2] کی خبر — ریش[3] والا کب وہ جانے اے پسر

ل صاحب دل ہو ع وجود سے مراد ہے ؛
سه دنیا دار ؛

آنچہ صاحب دل بداند حال تو / تو ز حال خود ندانی اے عمو

صاحب دل حال جو جانے ترا / تجھ کو بھی آتا نہیں اپنا پتا

آنچہ بیند در حجابت اہل دل / کے ببینی در خودے از خود خجل

جو ترے ناتے ہیں دیکھیں اہل دل / تو اسے کس طرح دیکھے اے خجل

غفلت کالی اور تاریکی جسم سے ہے

غفلت از تن بود چوں تن روح شد / بیند آں اسرار را بے ہیچ بد

تن سے غفلت ہے جو ہو تن جان سب / دیکھے پھر اسرار کو بے لاگ سب

چوں زمیں برخاست از جو فلک / نے شب نے سایہ ماند نے دلک

جب زمیں اٹھ جائے جو فلک سے / پھر نہ یہ سایہ نہ تاریکی رہے

ہر کجا سایہ ست شب یا سایکہ / از زمیں باشد نہ از خورشید و مہ

ہے جہاں بھی رات اور سایہ جو کچھ / وہ زمیں سے ہے نہ سورج چاند سے

دود پیوستہ ہم از ہیزم بود / کے ز آتش ہائے مستنجم بود

لکڑیوں سے یہ دھواں ہے بے گماں / آتش روشن سے کب نکلے دھواں

وہم افتد در خطا و در غلط / عقل باشد در اصابتہا فقط

غلطیوں سے اور خطا سے وہم ہو / ہے فقط مخبر طیاں دانائی کو

ہر گرانی و کسل خود از تن ست / جان ز خفت جملہ در پریدن ست

ہر گرانی اور کسل ہے جسم سے / جان اڑے کی تن کو سوتا دیکھ کے

روئے سرخ از کثرت خونہا بود / روئے زرد از جنبش صفرا بود

کثرت خوں سرخ کرتی چہرے کو / کثرت صفرا سے چہرہ زرد ہو

رو سفید از قوت بلغم بود / باشد از سودا کہ رو ادہم بود

ہو سفید اب منہ تو ہے بلغم بڑھا / اور کالا ہو تو سودا ہے سوا

در حقیقت خالق آثار اوست	لیک جز علت نبیند اہل پوست
خالق آثار ہے از بسکہ دوست	صرف علت دیکھتے ہیں اہل پوست
مغز کو از پوستہا آوارہ ایست	از طبیب و علت او را چارہ نیست
مغز جو نکلا نہیں ہے پوست سے	علت و دوراں کی کیا ہو دوا کسے
چون دوم بار آدمی زادہ بزاد	پائے خود بر فرق علتہا نہاد
دوسری بار آدمی پیدا ہوا	پاؤں اپنا سر پہ علت کے رکھا
علت اولیٰ نباشد دین او	علت آخری ندارد کین او
دین اس کا علت اولیٰ کہاں	کینہ ہے با علت آخری کہاں
مے پرد چون آفتاب اندر افق	با عروسے صدق و صورت چون تتق
اڑتا ہے جیسے افق میں آفتاب	صدق کی ہمرہ دلہن ہے بے حجاب
بلکہ بیرون از افق وز چرخہا	بے مکاں باشد چو ارواح و نہی
بلکہ باہر اس افق اور چرخ سے	بے مکاں رہتا ہے جوں ارواح کے
بل عقول ما چو سایہ ہائے او	مے فتد از ہر طرف بر پائے او
بلکہ یہ عقلیں ہماری سایہ دار	ہر طرف ہیں اسکے قدموں پہ نثار

نص مطلق[۵۱] کی تشبیہ

مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس	اندر آں صورت نیندیشد قیاس
مجتہد ہوتا ہے جس دم نص شناس	کب وہ اس صورت میں کرتا ہے قیاس
چون نیابد نص اندر صورتے	از قیاس آنجا نماید عبرتے
نص جو صورت میں سما سکتی نہیں	ہے قیاس اک عبرت اس جا بالیقیں

۵۱ موشگافی - قرآن مجید کی وہ آیتیں جو متشابہ کاموں میں امتیاز کرتی ہیں۔ کلام صریح و ظاہر۔ ۵۲ تتق - سراپردہ

نصِ وحیِ روحِ قدسی دان یقین ۔۔۔ وان قیاسِ عقلِ جزوی تحتِ این

نص کو وحی روحِ قدسی کر یقین ۔۔۔ ہے قیاسِ عقلِ جزوی کمتریں

عقل از جاں گشت با ادراک و فر ۔۔۔ روح او را کی شود زیرِ نظر

عقل کو ہے رُوح سے ادراک و فر ۔۔۔ روح ہے ادراک کی زیرِ نظر

لیک جاں در عقل تاثیرے کند ۔۔۔ زاں اثر آں عقل تدبیرے کند

عقل میں کرتی ہے لیکن جان اثر ۔۔۔ اُس اثر سے عقل ہے تدبیر گر

نوح وار ار صدمتے زد بر تو روح ۔۔۔ کو یم و کشتی و کو طوفانِ نوحؑ

نوحؑ کی مانند صدمہ دے جو رُوح ۔۔۔ پھر کہاں کشتی، کہاں طوفانِ نوحؑ

عقل اثر را روح پندارد و لیک ۔۔۔ نورِ خور از قرصِ خور دور است نیک

عقل اثر کو روح سمجھی ہے مگر ۔۔۔ نورِ سُورج کا ہے اس سے دُور تر

زاں بقرصے سالکے خرسند شد ۔۔۔ کہ ز نورش سوئے قرص افکند شد

قرص سے سالک جبھی مسرُور ہے ۔۔۔ قرص پر بھی بس اسی کا نور ہے

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافلست ۔۔۔ نیست دائم روز و شب او آفلست

کیونکہ ہے جو نور سفلی میں عیاں ۔۔۔ ہے وہ فانی رات دن بجھتا ہے ہاں

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا ۔۔۔ غرقہ آں بحر باشد دائما

قرص میں رکھتا ہے جو اپنا مقام ۔۔۔ غرق وہ دریا میں رہتا ہے مدام

نہ سحابش رہ زند نہ خود غروب ۔۔۔ وا رہیدہ او ز فراق سینہ کوب

ہے غروب و ابر سے وہ بے نیاز ۔۔۔ اور فرقت سے نہیں اسکو گداز

اینچنیں کس اصلش از افلاک بود ۔۔۔ یا مبدل گشت گر از خاک بود

اصل ایسوں کی ہے بس افلاک سے ۔۔۔ یا ہوئی تبدیل گو تھی خاک سے

زانکہ خاکی را نباشد تاب آں ۔۔۔ کہ زند بروے شعاعے جاوداں

کیونکہ ہے خاکی میں تاب اتنی کہاں ۔۔۔ کہ نہیں پھینکے اس پہ اپنی جاوداں

گر زند بر خاک دائم نورِ خور
آنچناں سوزد کہ ناید در شمر

خاک پر خور ہو جو دائم ضو فشاں
جل اُٹھے وہ اس طرح بس الاماں

دائم اندر آب کار ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

رہتی ہے مچھلی ہی پانی میں سدا
ساتھ مچھلی کے رہے گا سانپ کیا

لیک در کہ مارہائے پُر فنند
اندریں یم ماہیانی مے کنند

ہیں پہاڑوں میں مگر مکار مار
مچھلی اس دریا کی وہ بنتے ہیں یار

مکرِ شاں گر خلق را شیدا کند
ہم ز دریا تا سرشاں سوا کند

مکر اُن کا خلق کو شیدا کرے
بیقراری بحر میں رُسوا کرے

واندریں یم ماہیانِ پُر فنند
مار را از سحر ماہی مے کنند

اور دریا میں ہیں پُر فن مچھلیاں
سحر سے مچھلی بنا دیں سانپ ہاں

کہ تو مار ہی شو قرینِ ماہیاں
تا شوی چوں ماہیاں در یم رواں

سانپ ہے تو مچھلیوں کے پاس آ
مثلِ ماہی ہو رواں دریا میں جا

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال
سحر شاں آموختہ سحرِ حلال

ہیں جلالی بحر کی جو مچھلیاں
سحر ہیں دریا سے سیکھی بیگماں

پس محال از تابِ ایشاں حال شد
نحس آنجا رفت و نیکو فال شد

بن گیا حال آ گئے پرتو سے محال
نحس جا کر اس جگہ ہو نیک فال

زہر آنجا رفت و شکر شد یقیں
سنگ آنجا رفت و شد دُرِّ ثمیں

زہر اس جا جا کے شکر ہو گیا
پتھر اس جا رہ کے گوہر ہو گیا

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر
مے نبیند جز بشر چشمِ بشر

خاک زر، پتھر گہر اور پاؤں سر
جز بشر دیکھے نہ کچھ چشمِ بشر

تا قیامت گر بگویم زیں کلام
صد قیامت بگذرد ویں ناتمام

تا قیامت گر کہوں میں یہ کلام
حشر ہو سو بار، یہ کب ہو تمام

سُننے والوں و مُریدوں کے آداب

بر ملولان این مکرر کردنست ❊ نزد من عمر مکرر بردنست

ہے گراں تکرار ہر بے ذوق پر ❊ مجھ کو ہے عمر دوبارہ[1] پہ مگر

شمع از برق مکرر بر شود ❊ خاک از تاب مکرر زر شود

شمع جلتی آگ کی تکرار سے ❊ آتش پیہم سے مٹی زر بنے

گر ہزاران طالب‌اند و یک ملول ❊ از رسالت باز میماند رسول

ہوں اگر طالب ہزاروں اک ملول ❊ اور رہے تبلیغ سے خامش رسول

این رسولان ضمیر راز گو ❊ مستمع خواهند اسرافیل خو

بس سمجھ وہ ہے رسول راز گو ❊ سننے والا چاہیے اسرافیل خو

نخوتے دارند و کبرے چون شہان ❊ چاکری خواهند از اہل جہان

بادشاہوں کی سی نخوت ان میں ہے ❊ خلق سے خدمت کی حسرت ان میں ہے

تا ادبہاشان بجا گہ ناوری ❊ از رسالتشان چگونہ برخوری

گر نہ لائے تو ادب اُن کا بجا ❊ ہو تجھے تبلیغ سے کیا فائدا

کے رسانند آن امانت را بتو ❊ تا نباشی پیششان راکع دوتو

کب امانت پھر وہ پہنچائیں تجھے ❊ تو نہ اُن کے سامنے جب تک جھکے

ہر ادب‌شان کے ہمے آید پسند ❊ کآمدند ایشان ز ایوان بلند

ہر ادب اُن کو کب آتا ہے پسند ❊ ہے مقام اُن کا اک ایوان بلند

نے گدایانند کز ہر خدمتے ❊ از تو دارند اے مزور منتے

وہ گدا کب ہیں کہ لیں کچھ خدمتیں ❊ اے فریبی ہوں ترے احسان لیں

[1] دوبارہ زندگی پانا جو نایاب شے ہے

لیک بابے رغبتہائے ضمیر — صدقہ سلطان بخشاں وامگیر

لوگ بے رغبت بھی ہوں گر اے رسول — صدقہ شہ ان کو دے اے با اصول

اسپ خود را اے رسول آسماں — در ملولاں منگر و اندر جہاں

اپنا گھوڑا اے رسول آسماں — ان ملولوں پر نہ جا کر دے رواں

فرخ آں ترکے کہ استیزہ نہد — اسپش اندر خندق آتش جہد

وہ سپاہی خوب جو لڑتا رہے — آگ کی خندق میں گھوڑا ڈال دے

گرم گرداند فرس را آنچناں — کہ کند آہنگ اوج آسماں

اس طرح گھوڑے کو گرمائے وہاں — بس کرے وہ قصد اوج آسماں

چشم را از غیرہ غیرت دوختہ — ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ

غیر اور غیرت سے بند آنکھیں کئے — خشک و تر کو مثل آتش پھونک دے

گر پشیمانی برو عیبے کند — آتش اول در پشیمانی زند

عیب اگر اس پر پشیمانی لگائے — آگ میں پہلے اسی کو وہ جلائے

خود پشیمانی نروید از عدم — چوں ببیند گرمی صاحب قدم

خود پشیمانی نہ ہو پیدا بہم — دیکھ لے گر گرمی صاحب قدم

ہر حیوان کا اپنے دشمن سے بچنا

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را — گرچہ حیوانست الا نادرا

شیر کی بو سے ہے گھوڑا آشنا — ہے عجب حیوان ہو کر یہ ذکا

بل عدوئے خویش را ہر جانور — خود بداند از نشان و از اثر

اپنے ہر دشمن کو ہر اک جانور — جانتا ہے با نشان و با اثر

روز خفاش نیارد بر پرید — شب بروں آید چو دزداں جدید

دن میں چمگادڑ کبھی اڑتی نہیں — رات کو اڑتی ہے تنہا بالیقیں

بر نیاید بوم از ہم و کر خود — شب رود بر کار سازد مکر خود
آشیاں سے باہر الو بھی نہ آئے — رات ہو تو چال دھوکے کا بچھائے

از ہمہ محروم تر خفاش بود — کہ عدوِ آفتابِ فاش بود
سب سے بد قسمت یہ چمگاڈر رہی — بن گئی بد خواہ جو خورشید کی

نے تواند در مصافش زخم خورد — نے بتفویں تاند ستش مہجور کرد
زخم لڑ کر بھی نہ اس کو دے سکے — اور نہ نفرت سے جدا اسکو کرے

آنکہ آں خورشید از احسان و جود — بر نہ درّاند ز قہرش تار و پود
ہے یہ احسان و کرم خورشید کا — قہر سے اس کو نہیں جو دیکھتا

آفتابے کہ بگرداند قفاش — از برائے غصہ و قہرِ خفاش
آفتاب ایسا جو منہ کو پھیر لے — ایک چمگاڈر کا غصہ دیکھ سکے

غایتِ لطف و کمالِ او بود — ورنہ خفاشش کجا مانع شود
ہے یہ اُسکا غایتِ لطف و کمال — ورنہ چمگاڈر جو روکے کیا مجال

دشمن ار گیری بجائے خویش گیر — تا بود ممکن کہ گردانی اسیر
دشمنی کرتا ہے تو ہمسر سے کر — تا کہ غلبہ اُس پہ ممکن ہو پسر

قطرہ با قلزم کہ استیزہ کند — ابلہ است او ریش خود بر مکند
ایک قطرہ بحر سے جھگڑا کرے — ابلہی سے خود کو وہ رسوا کرے

حیلت او از سبالش نگذرد — چنبرۂ حجرہ قمر چوں بر درد
مکر اس کا مونچھوں سے کب بڑھ سکے — توڑے ہالہ چاند کو کس طور سے

با عدوئے آفتاب ایں بد عتاب — اے عدوئے آفتابِ آفتاب
دشمنِ خورشید پر تھا یہ عتاب — اے عدوئے آفتابِ آفتاب

اے عدوئے آفتابے کز فرش — مے بلرزد آفتاب و اخترش
اے عدو اُس آفتاب نور کے — مہر و اختر کانپیں جس کے خوف سے

تو عدوئے او نۂ خصمِ خودی — چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی

تو عدو اس کا نہیں اپنا ہوا — آگ کو کیا غم جو تو لکڑی بنا

اے عجب از سوزشت او کم شود — یا ز درد و غصہ ات درہم شود

ہے عجب سوزش سے تیری کم ہو وہ — یا کہ تیرے غصے سے درہم ہو وہ

رحمتش نے رحمتِ آدم بود — کہ مزاج رحم آدم غم بود

رحمت اس کی رحمتِ انساں نہیں — رحم آدم ہے سوائے غم کہیں

رحمتِ مخلوق باشد غصہ ناک — رحمت حق از غم و غصہ ست پاک

رحمتِ مخلوق تو ہے غصہ ناک — رحمت حق ہے غم و غصہ سے پاک

رحمتِ بیچون چنیں داں اے پسر — ناید اندر وہم از وے جز اثر

رحمتِ حق کو تو جاں ایسا پسر — وہم میں مطلق نہ آئے جز اثر

ظاہرست آثار و میوہ رحمتش — لیک کے داند جز او ماہیتش

ہے اثر رحمت کا اس کی ظاہرا — ماہیت ہے کون لیکن جانتا

مثال تقلید اور تحقیق میں فرق

ہیچ ماہیات اوصاف کمال — کس نداند جز بآثار و مثال

کوئی ماہیات اوصاف کمال — جانتا کب ہے بجز شبہ و مثال

طفل ماہیت نداند طمث را — جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا

بے خبر لڑکا جماعی لطف سے — ماسوا اس کے کہ تو حلوا کہے

طفل را انبود ز وطی زن خبر — جز کہ گوئی ہست آنخوش چوں شکر

طفل کو صحبت سے زن کی کیا خبر — ہاں بجز اس کے کہ تو کر دے شکر

کے بود ماہیت ذوق جماع — مثل ماہیات حلوا اے مطاع

کب ہوئی ماہیت ذوق جماع — مثل ماہیات حلوا اے مطاع

لیک نسبت کرد از روئے خوشی ‏ ‏ با تو آں عاقل کہ تو کودک وشی

نسبت اچھی چیز سے دی ہے مگر ‏ ‏ اس ذکی نے تجھ کو بچہ جان کر

تا بداند کودک آنرا از مثال ‏ ‏ گر نداند ماہیت یا عین حال

تاکہ سمجھے بچہ از راہِ مثال ‏ ‏ گو نہ جانے ماہیت کا عین حال

پس اگر گوئی بدانم دور نیست ‏ ‏ ور بگوئی کہ ندانم زور نیست

گر کہے میں جانتا ہوں ٹھیک ہے ‏ ‏ گر کہے ناآشنا ہوں ٹھیک ہے

گر کسے گوید کہ دانی نوحؑ را ‏ ‏ آں رسول حق و نور روح را

کوئی گر پوچھے کہ جانے نوحؑ کو ‏ ‏ اس رسول حق کو نور روح کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر ‏ ‏ ہست از خورشید و مہ مشہور تر

گر کہے تو، کیوں نہ جانوں وہ قمر ‏ ‏ چاند اور سورج سے ہے مشہور تر

کودکان خرد در کتابہا ‏ ‏ و آں اماماں جملہ در محرابہا

مدرسوں میں چھوٹے چھوٹے بچوں نے ‏ ‏ مسجدوں میں دی اماموں نے ندا

نام او خوانند در قرآں صریح ‏ ‏ قصہ اش گویند از ماضی فصیح

نام ہے اس کا کھلا، قرآن میں ‏ ‏ قصہ ماضی بھی لوگ اسکا کہیں

راست گو دانستہ از روئے وصف ‏ ‏ گرچہ ماہیت نہ شد از نوحؑ کشف

تجھ کو سب سچا کہیں از روئے وصف ‏ ‏ ماہیت کا نوحؑ کی گو ہو نہ کشف

ور بگوئی من چہ دانم نوحؑ را ‏ ‏ ہمچو او کے داند او را اے فتیٰ

اور جو کہہ دے کہ کیا میں جانوں نوحؑ کو ‏ ‏ نوحؑ کو جانے وہی جو نوحؑ ہو

مور لنگم من چہ دانم پیل را ‏ ‏ پشہ کے داند اسرافیلؑ را

لنگڑی چیونٹی، کیا میں جانوں فیل کو ‏ ‏ کب یہ مچھر سمجھے اسرافیلؑ کو

ایں سخن ہم راست است از روئے آں ‏ ‏ کہ بماہیت ندانیش اے فلاں

اس طرح یہ بات بھی سچی ہے ہاں ‏ ‏ ماہیت ان کی نہیں تجھ پر عیاں

عجز از ادراکِ ماہیت عمو ۔۔۔ حالتِ عامہ بود مطلق مگو

عجز یہ ادراک کا ہے بالیقیں ۔۔۔ عام حالت ہے مگر مطلق نہیں

زانکہ ماہیّات و سرِّ سرِّ آں ۔۔۔ پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

کیونکہ ماہیّات اور سرِّ نہاں ۔۔۔ کاملوں پر صرف ہوتے ہیں عیاں

در وجود از سرِّ حق و ذاتِ او ۔۔۔ دور تر از وہم استبصار کو

سترِ حق و ذات جسموں میں نہاں ۔۔۔ دور ان کے وہم بینش سے کہاں

چونکہ او مخفی نماند از محرماں ۔۔۔ ذات و صفتی چیست کاں ماند نہاں

محرموں سے چونکہ وہ مخفی نہیں ۔۔۔ ذات و صفتی چھپ بھی سکتی ہے کہیں

عقل بحثے گوید ایں دور ست و ۔۔۔ بے ز تاویلے محالے کم شنو

بحثی کہتا ہے نا ممکن ہے یہ ۔۔۔ سُن نہ بے تاویل مشکل مسئلہ

قطب گوید مر ترا اے سست حال ۔۔۔ آنچہ فوقِ حالِ تست آید محال

قطب کہتا ہے کہ سُن اے سست حال ۔۔۔ عقل سے جو دور ہو وہ ہے محال

واقعاتے کہ کنوں بر تو کشود ۔۔۔ نے کہ اوّل ہم محالت مے نمود

واقعے جو تجھ پہ اب ظاہر ہوئے ۔۔۔ کیا وہ سب پہلے پہل مشکل نہ تھے

چوں رہانیدت ز دہ زنداں کرم ۔۔۔ تیہ را بر خود مکن حبس از ستم

قید سے دس کی چھڑایا جُود نے ۔۔۔ تنگ دنیا کو نہ کر اب ظلم سے

چوں خلاصی یافتی از صد بلا ۔۔۔ فقر را بر خود مکن رنج و عنا

سو بلاؤں سے ہوا ہے جب رہا ۔۔۔ فقر کو اپنے نہ کر رنج و عنا

سہل گیر و تا نگردد مشکلات ۔۔۔ ورنہ شد مشکل چو زہرِ قاتلات

کر اسے آسان تا مشکل نہ ہو ۔۔۔ ہے جو مشکل وہ سمِ قاتل نہ ہو

سوئے بحثِ خویش آ تا نے ابو الحسن ۔۔۔ کایں سخن پایاں ندارد جانِ من

بحث کی جانب تو اپنی لوٹ جا ۔۔۔ اس سخن کی بھی ہے کوئی انتہا!

نسبتِ اثبات با نفی از نخست — گر بیانش میکنی برگو درست

مثبت و منفی کی نسبت ہے ملا — گر بیاں کرتا ہے کر بالکل بجا

نفی آں یک چیز و اثباتش رواست — چوں جہت شد مختلف نسبت دوتاست

نفی و اثبات ایک شے کی ہے روا — جب جہت ہو مختلف، نسبت سوا

ما رمیت اذ رمیت از نسبت است — نفی و اثبات است ہر دو مثبت است

ما رمیت تو ہے نسبت سے عیاں — نفی اور اثبات مثبت ہیں یہاں

نفی و اثبات میں جمع و تفریق

آں تو افگندی کہ بر دست تو بود — تو نیفگندی کہ حق قوت نمود

تو نے پھینکا جو ترے ہاتھوں میں تھا — تو نے کیا پھینکا یہ تھا زور خدا

زور آدم زادہ را حدے بود — مشت خاک اشکست لشکر کے شود

ایک حد ہے زورِ آدم کے لیے — بھاگتی ہے فوج مشتِ خاک سے

مشت مشتِ تست افگندن ز ماست — زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست

تیری مٹھی ہے ہمارا پھینکنا — نفی و اثبات اس طرح ہوگا روا

یعرفون الانبیا اضداد ہم — مثل ما لا یشتبہ اولادہم

نبیوں کو دشمن ہیں یوں پہچانتے — جیسے ہیں لڑکوں کو اپنے جانتے

ہمچو فرزندانِ خود دانندشاں — منکراں با صد دلیل و صد نشاں

مثل فرزند اُن کو منکر جان لیں — سو دلیلوں سے انہیں پہچان لیں

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند — خویشتن را بر ندانم میزنند

پھر کریں رشک و حسد سے وہ نہاں — وہم نادانستگی سے بیگماں

پس چو یعرف گفت چوں جاے دگر — گفت لا یعرفہم غیری قدر

جب کہا یعرف تو کیوں جائے دگر — بولا "لا یعرفہم غیری" مگر

لہ دیکھو صفحہ ۳۹۱

انہم تحت قبائی کامنون	جز کہ یزداں نشناسدشاں ز آزموں
ہیں مرے زیر قبا سب اولیاء	کون ان کو جز خدا ہے جانتا
ہم بہ نسبت گیر ایں مفتوح را	کہ نہ بینی و ندانی نوح را
جان اسی نسبت سے اس مفتوح کو	تو نہ جانے اور جانے نوح کو
زیں نسق بسیار آمد در خبر	کاں بہ نسبت باشد اے جان معتبر
ہے کچھ ایسی ہی حدیثوں میں خبر	بات نسبت سے ہو اسے جاں معتبر

درویش کامل کی فنا و بقا

گفت قائل در جہاں درویش نیست	ور بود درویش آں درویش نیست
ہیں کہاں درویش قائل نے کہا	اور جو ہے بھی تو ہے وہ درویش کیا
ہست از روئے بقا ذات او	نیست گشتہ وصف او در وصف ہو
ہست از روئے بقا ہے اسکی ذات	وصف حق میں ہیں فنا اس کی صفات
چوں زبانہ شمع پیش آفتاب	نیست باشد ہست باشد در حساب
جیسے نور شمع پیش آفتاب	نیست ہو اور ہست از روئے حساب
ہست باشد ذات او تا تو اگر	بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر
ہست اس کی ذات ہے اور تو اگر	روئی رکھ دے تو جلا دے وہ شرر
نیست باشد روشنی ندہد ترا	کردہ باشد آفتاب او را فنا
نیست ہو نور روشنی کب دے تجھے	آفتاب اس کو فنا نورا کرے
در دو صد من شہد یک وقیہ خل	چوں در افگندی و در وے گشت حل
شہد دو سو من ہو سرکہ آدھ پاؤ	اور ان دونوں کو آپس میں ملاؤ

حاشیہ صفحہ گذشتہ انہیں کوئی میرے سوا نہیں پہچانتا۔

نیست باشد طعم خل چون می چشی | هست آن وقیه فزون چون می کشی
ہو نہ کچھ اس کا مزہ گر تو چکھے | آدھ پاؤ تول میں بڑھتا رہے

پیش شیرے آہوئے بیہوش شد | هستیش در هست او روپوش شد
شیر کے آگے ہرن بے ہوش ہوا | اس کی ہستی ہو گئی اس میں لنا

این قیاس ناقصان بر کار رب | جوشش عشق است نه ترک ادب
یہ قیاس ناقص اور افعال رب | جوشش الفت ہے نہیں ترک ادب

نبض عاشق بے ادب بر می جهد | خویش را در کفه شه می نهد
نبض عاشق کی ہے جنبش بے ادب | کفہ سلطاں سے ملاتا ہے نسب

بے ادب تر نیست زو کس در جهان | با ادب تر نیست زو کس در نهان
بے ادب تر اس سے دنیا میں کہاں | ہے مگر وہ با ادب باطن میں ہاں

هم به نسبت دان وفاق اے منتجب | این دو ضد با ادب با بے ادب
جان اسی نسبت سے ان میں دوستی | با ادب اور بے ادب ضد ہیں اگی

بے ادب باشد چو ظاهر بنگری | که بود دعوی عشقش همسری
بے ادب نکلے جو دیکھے ظاہرا | عشق کا دعوی اسے ہو برملا

چون بباطن بنگری دعوی کجاست | او و دعوی پیش آن سلطان فناست
دیکھیے باطن میں تو پھر دعوی کہا | پیش سلطاں وہ بھی، دعوی بھی فنا

مات زید زید اگر فاعل بود | لیک فاعل نیست کو عاطل بود
مات زید میں ہے فاعل زید اگر | فی الحقیقت کب ہے فاعل اے پسر

او ز روئے لفظ نحوی فاعلست | ورنه او مقتول و موتش قاتلست
نحو کی رو سے اسے فاعل سمجھ | ورنہ اس کا موت کو قاتل سمجھ

فاعلی چه کو چنان مقهور شد | فاعلیها جمله از وے دور شد
فاعلی کیا وہ تو خود مقہور ہے | فاعلی جو کچھ ہے اس سے دور ہے

وکیلِ صدرِ جہاں کا قصہ

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں — متہم شد گشت از صدرش نہاں

اک بخارا میں غلام صدر تھا — صدر سے وہ متہم ہو کر چھپا

مدت دہ سال سرگرداں بگشت — گہ خراساں گہ کہستاں گاہ دشت

دو برس تک ہر طرف پھرتا رہا — وہ خراساں اور قہستاں میں تھا

از پسِ دہ سال او از اشتیاق — گشت بے طاقت ز ایام فراق

دس برس کے بعد ابھرا اشتیاق — ہو گیا دل اس کا بے صبرِ فراق

گفت تابِ فرقتم زیں پس نماند — صبر کے داند خلاعت را نشاند

بولا اب طاقت جدائی کی نہیں — صبر ہوتا ہے جدائی میں کہیں

از فراق ایں خاکہا شورہ بود — آب زرد و گندہ و تیرہ بود

ہجر سے ہو جاتی ہے کھاری زمیں — پانی گندہ اور گدلا بالیقیں

باد جاں افزا وخم گردد فنا — آتشی خاکستری گردد ہبا

خوشگوار آب و ہوا ہو ناگوار — خاک آتش ریزہ بن جاتے غبار

باغ چوں جنت شود دار المرض — زرد و ریزاں برگ او اندر حرض

باغ جنت اسے مرض خانہ بنیں — زرد پتے ہو کے ناقص گر پڑیں

عقل درّاک از فراقِ دوستاں — ہمچو تیر انداز بشکستہ کماں

عقل عالی دوستوں کے ہجر سے — مثل تیر افگن کماں ٹوٹی رہے

دوزخ از فرقت چنیں سوزاں شدست — پیر از فرقت چنیں لرزاں شدست

ہجر سے دوزخ ہے سوزاں اس قدر — پیر ہے فرقت سے لرزاں اس قدر

گر بگویم از فراق چوں شرار — تا قیامت یک بود از صد ہزار

گر بیاں فرقت کا ہو جو ہے شرار — ایک ہی کا لاکھ میں سے ہو شمار

بیں ز شرح سوزِ او کم زن نفس | ربِّ سلّم ربِّ سلّم گو و بس
شرح اس کے سوز کی ہے ناروا | رکھ سلامت اے خدا کر التجا

ہرچہ از وے شاد گشتی در جہاں | از فراق او بیندیش آں زماں
جس سے تو دُنیا میں ہے شاداں ہوا | کر کچھ اندیشہ بھی اس کے ہجر کا

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد | آخر از وے جست و ہمچوں باد شد
جس سے تو ہے خوش، بہت تھے اس سے شاد | ہجر سے آخر ہوئے پھر نامراد

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ | پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ
تجھ سے بھی بھاگے۔ نہ دل اس سے لگا | بھاگ تجھ سے اس کے پہلے ہو جُدا

ہمچو مریمؑ گوئے پیش از فوتِ ملک | نفس را اکا عوذ بالرحمٰن منک
مثلِ مریمؑ کہ تو پیش فوتِ مِلک | نفس سے۔ اعوذ باللہ الرحمٰن منک

حضرت مریمؑ کے پاس روح القدس کا آنا

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا | جانفزائے دلربائے در خلا
دیکھی اک مریمؑ نے صورت جانفزا | عین خلوت میں کہ جو تھی دلربا

پیش او بر رست از روئے زمین | چوں مہ و خورشید آں روح الامین
آگئے پھاڑ کر سطحِ زمیں | چاند سورج کی طرح روح الامینؑ

از زمیں بر رست خوبی بے نقاب | آنچناں کز شرق روید آفتاب
حسن یوں نکلا زمیں سے بے نقاب | جس طرح مشرق سے نکلے آفتاب

لرزہ بر اعضائے مریمؑ اوفتاد | کو برہنہ بود و ترسید از فساد
لرزہ سا مریمؑ کے اعضا میں پڑا | تھیں برہنہ خوف سا ان کو ہوا

لہ تجھ سے خدا کی پناہ ۰

صورتے کز یوسف[۱] دید عیاں — دست از حیرت برید چوں زناں

حضرت یوسفؑ جو صورت دیکھتے — جوں[۱] زناں ہاتھوں کو اپنے کاٹتے

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل — چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل

مثل گل مٹی سے وہ پیدا ہوئے — جس طرح تخئیل نکلے قلب سے

گشت مریمؑ بیخود و بیخویش او — گفت بجہم در پناہ لطف ہو

ہو گئیں مریم[۲] جو بیخود اور تباہ — بولیں یا اللہ دے مجھ کو پناہ

زانکہ عادت کردہ بود آں پاک جیب — در ہزیمت تخت بردن سوئے غیب

کیونکہ عادت تھی یہ ان معصوم کی — یعنی بھاگیں غم میں بہ پناہ ایزدی

چوں جہاں را دید ملکے بے قرار — حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار

دیکھا دنیا کو جو ملک بے قرار — حزم کر کے لے لیا حق کا حصار

تا بگاہ مرگ حصنے باشدش — کہ نیابد خصم راہ مقصدش

تاکہ وہ مرنے تک اک قلعہ بنے — راہ دشمن بھی نہ اس میں پا سکے

از پناہ حق حصارے بہ ندید — یورتگہ نزدیک آں دز بر گزید

اس سے بہتر قلعہ کوئی بھی نہ تھا — قلعہ کے نزدیک گھر بنوا لیا

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز — کہ ازو میشد جگرہا تیر دوز

دیکھے جب غمزے وہ اسکے عقل سوز — پہنچی سینے تک نگاہ تیر دوز

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش ہمہ — خسروان عقل بیہوشش ہمہ

شاہ و لشکر اس کے سب حلقہ بگوش — عقل کے سلطان تھے محروم ہوش

صد ہزاراں شاہ مملوکش بحق — صد ہزاراں بدر را دادہ بدق

ملکیت میں اسکی تھے سلطان ہزار — ماند کر ڈالے مہ تاباں ہزار

[۱] یعنی جس طرح انہیں دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند | عقلِ کل کش چوں بہ بیند کم زند
زہرہ کو گویائی کا زہرہ نہ تھا | عقلِ کل کو بھی تھا سکتہ ہو گیا

من چہ گویم چوں مرا بر دوختست | دمگہم را دمگہِ او سوختست
کیا کہوں میں مجھ کو مائل کر لیا | حلق میرا حلق سے اس کے جلا

دودِ آں نارم دلیلم من برو | دور از آں شہ باطل ما عدا
ہوں دھواں اُس آگ کا حجت نما | سب کچھ اس سے دُور اور باطل ہوا

خود نباشد آفتابے را دلیل | غیرِ نورِ آفتابِ مستطیل
ہو دلیل آفتاب اسے پیار کیا | نورِ خورشیدِ درخشاں کے سوا

سایہ کہ بود تا دلیلِ او بود | ایں بس استش کہ ذلیلِ او بود
سایہ کیا ہے جو دلیل اسکی بنے | ہے مناسب بس ذلیل اس سے رہے

ایں جلالت در دلالت صادق است | جملہ ادراکات پس او سابق است
برتری اُس کی صداقت کی دلیل | درک پیچھے وہ ہے سابق اے جلیل

جملہ ادراکات بر خرہائے لنگ | او سوارِ بادِ پراں چوں خدنگ
درک ہیں بار خرانِ سست و لنگ | وہ سوارِ بادِ پا مثلِ خدنگ

گر گریزد کس نیابد گرد شہ | ور گریزند او بگیرد پیش رہ
گر کوئی بھاگے نہ پائے گرد بھی | اور وہ بڑھ جائے آگے لے اٹھی

جملہ ادراکات را آرام نے | وقت میدان است وقت جام نے
درک ہیں سب بے چین اس سے لا کلام | وقت میداں ہے نہیں ہے وقتِ جام

آں یکے وہمے چو بازے می پرد | واں یکے چوں تیغ مغفر میدرد
وہم ہے اک جو اُڑے ہے مثل ہوا | خود مثلِ تیغ کاٹے دوسرا

واں دگر چوں کشتیٔ با بادبان | واں دگر اندر تراجع ہر زماں
مثلِ کشتی ایک ہے با بادباں | اور اک مائل بہ رجعت ہے یہاں

چوں شکارے می نمایدشاں ز دور — جملہ حملہ مے نمایند آں طیور

دور سے آتا ہے جب صید اک نظر — ہو گئے ہیں طائر سب اس پر حملہ ور

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند — ہمچو چغداں سوئے ہر ویراں روند

جب وہ غائب ہو تو حیرت میں ہیں — چغد ساں ہر سمت جنگل میں اُڑیں

منتظر چشمے بہم یک چشم باز — تا کہ پیدا گردد آں صید نیاز

منتظر اک آنکھ بند اور اک کھلی — تا کہ ظاہر صید وہ پھر ہو کبھی

چوں بماند دیر گویند از ملال — صید بود آں خود عجب یا خود خیال

دیر ہو جائے تو پھر با صد ملال — یوں کہیں وہ صید تھا یا اک خیال

مصلحت آں است تا یکساعتے — قوتے گیرند و زور از راحتے

مصلحت یہ ہے کہ دم لیں اک گھڑی — قوتیں آرام سے پائیں نئی

گر نبودے شب ہمہ خلقاں ز آز — خویشتن را سوختندے ز اہتزاز

گر نہ ہوتی شب تو ظلمت حرص سے — جلتی، ہر اک سمت پھر کے دوڑ کے

از ہوس و ز حرص سود اندوختن — ہر کسے دادے بدن را سوختن

لینے کو حرص و ہوس سے فائدا — ہر کوئی دیتا بدن اپنا جلا

شب پدید آید چو گنج رحمتے — تا رہند از حرص خود یکساعتے

گنج رحمت کی طرح آتی ہے رات — حرص سے تا پائیں اک ساعت نجات

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو — آں صلاح تست آیس دل مشو

قبض اسے راہرو اگر ہو آشکار — وہ ہے اک اصلاح یوں سمجھے بیزار

زانکہ در خرجے از آں بسط و گشاد — خرج را دخلے بباید ز اعتداد

خرچ ہونے کے لئے اس بسط کے — خرچ کو بھی جمع میں کچھ دخل ہے

گر ہمارہ فصل تابستاں بدے — سوزش خورشید در بستاں شدے

گر ہمیشہ فصل گرمی کی رہے — سوزش خورشید گلشن پھونک دے

منبتش را سوختے از بیخ و بن ۔ کہ دگر تازہ نگشتے آن کہن

جھونکتی سبزے کو وہ جڑ پیڑ سے ۔ تازہ ہو سکتا نہ وہ پھر سوکھ کے

گر ز سرد است آں و گر مشفق ست ۔ صیف خندانست اما محرق ست

سخت ہے سردی مگر ہے پھر بھی نرم ۔ اچھی ہے گرمی مگر ہے پھر بھی گرم

چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں ۔ تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

قبض ہو تو بسط کر اس میں خیال ۔ رہ شگفتہ بل نہ تو ماتھے پہ ڈال

کودکاں خنداں و دانایاں ترش ۔ غم جگر را باشد و شادی ز شش[۱]

رنج ہو دانا کو بچوں کو خوشی ۔ ہو جگر میں درد ششش میں تازگی

چشم کودک ہمچو خر در آخر ست ۔ چشم عاقل در حساب آخر ست

چشم کودک تھان پر جیسے ہو خر ۔ آنکھ ہے دانا کی آخر ہیں مگر

او در آخر چرب می بیند علف ۔ وین ز قصاب آخرش بیند تلف

وہ طویلے میں ہے چارہ دیکھتا ۔ اور یہ قصاب سے نقصاں زدہ

آں علف تلخست کاں قصاب داد ۔ بہر لحم ما ترازوے نہاد

گھاس کڑوی ہے قصائی نے جو دی ۔ گوشت لینے کو ترازو ہے رکھی

رو ز حکمت خور علف کاں را خدا ۔ بے عوض داد ست از محض عطا

چارہ کھا حکمت کا جس کو کبریا ۔ بے عوض دیتا ہے از راہِ عطا

فہم ناں کردی نہ حکمت اے رہی ۔ چونکہ حق گفتت کلوا من رزقہ[۲]

روٹی سمجھا تو نہ حکمت اے غبی ۔ جب کہا حق نے کلوا من رزقہٖ

رزق حکمت بود در مرتبت ۔ کاں گلوگیرت نگردد عاقبت

رزق حکمت مرتبے میں ہے سوا ۔ جو نہ بالآخر ترا پکڑے گلا

۱؎ پھیپھڑا

۲؎ اس کے رزق سے کھاؤ

ایں دہاں بستی دہانے باز شد ‌ ‌ ‌ کو خورندہ لقمہائے راز شد
بند کر یہ منہ تو پھر اک منہ کھلے ‌ ‌ ‌ سر بسر لقمے جو کھائے راز کے

گر ز شیر دیو تن را وا بری ‌ ‌ ‌ در فطام او بسے حلوا خوری
تو چھڑائے گا جو شیر دیو تن ‌ ‌ ‌ کھائے گا حلوا بہت اے جان من

ترک جوشش کردہ ام من نیم خام ‌ ‌ ‌ از حکیم غزنوی بشنو تمام
ترک خود میں نے کیا جوشش کلام ‌ ‌ ‌ سن حکیم غزنوی سے اے ہمام

در الٰہی نامہ گوید شرح ایں ‌ ‌ ‌ آں حکیم غیب و فخر العارفین
کی الٰہی نامہ میں شرح متیں ‌ ‌ ‌ کہتے حکیم غیب فخر العارفین

غم خور و نان غم افزایاں مخور ‌ ‌ ‌ زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
غم تو کھا اور غم فزا روٹی نہ کھا ‌ ‌ ‌ بچے شکر کھائیں، عاقل غم سدا

قند شادی میوۂ باغ غم ست ‌ ‌ ‌ ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست
باغ غم کا میوہ ہے شادی بہم ‌ ‌ ‌ ہے خوشی زخم اور مرہم اسکا غم

غم چو بینی در کنارش کش بعشق ‌ ‌ ‌ از سر ربوہ نظر کن در دمشق
غم جو دیکھے اس سے ہو جا ہمکنار ‌ ‌ ‌ ٹیلے سے سیر دمشق اچھی ہے یار

عاقل از انگور مے بیند ہمے ‌ ‌ ‌ عاشق از معدوم شے بیند شے
دیدۂ عاقل میں ہے انگور سے ‌ ‌ ‌ چشم عاشق میں ہے ہر معدوم شے

جنگ میکردند حمالاں پریر ‌ ‌ ‌ تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
پرسوں حمالوں میں تھی اک جنگ یار ‌ ‌ ‌ چھوڑ دے تو میں اٹھاؤنگا یہ بار

زانکہ در آں رنج میدیدند سود ‌ ‌ ‌ حمل را ہر یک ز دیگر مے ربود
کیونکہ اس تکلیف میں تھا فائدہ ‌ ‌ ‌ ایک سے تھا بوجھ لیتا دوسرا

مزد حق کو مزد آں بیمایہ کو ‌ ‌ ‌ ایں بود گنجیست مزد آں تسو
حق کی مزدوری کہاں اور یہ کہاں ‌ ‌ ‌ گنج وہ دے یہ دھیلے میں کوڑیاں

گنج زرے کہ چو خسپی زیر ریگ ۔۔۔ با تو باشد آں نماند مردہ ریگ

گنج ایسا جب تو مٹی میں سے ۔۔۔ ہو نہ ورثہ، بلکہ تیرا ساتھ دے

پیش پیش آں جنازہ ات مے دود ۔۔۔ مونس گور و غریبی مے شود

آگے آگے بھاگے لاشے کے ترے ۔۔۔ گور میں پھر مونس غربت رہے

بہر روز مرگ ایں دم مردہ باش ۔۔۔ تا شوی با عشق سرمد خواجہ تاش

موت کے دن کے لئے مر جا ابھی ۔۔۔ تا ہو حاصل تجھ کو عشق سرمدی

صبر مے بیند ز پردہ اجتہاد ۔۔۔ روئے چوں گلنار و زلفین مراد

صبر دیکھے زیر رنگ اجتہاد ۔۔۔ چہرہ گلنار اور زلف مراد

غم چو آئینہ است پیش مجتہد ۔۔۔ کاندر آں ضد مے نماید روئے ضد

مجتہد کو رنج ہے جوں آئینا ۔۔۔ یعنی اس ضد میں ہے ضد جلوہ نما

بعد ضد رنج آں ضد دگر ۔۔۔ رو دہد یعنی گشاد و کر و فر

بعد ضد رنج کے، ضد دوسری ۔۔۔ کر و فر کا منہ دکھائے واقعی

ایں دو وصف از پنجہ دستت ببیں ۔۔۔ بعد قبض مشت بسط آید یقیں

دیکھ دونوں وصف اپنے ہاتھ سے ۔۔۔ ہے یقینی بسط پیچھے قبض کے

پنجہ را گر قبض باشد دائما ۔۔۔ یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا

قبض اگر حاصل ہو پنجے کو سدا ۔۔۔ یا کہ یکسر بسط، ہے اک ابتلا

زیں دو وصفش کار و مکسب منتظم ۔۔۔ چوں پر مرغ ایں دو حال او را مہم

ان دو صفتوں سے ہے بس کسب و عمل ۔۔۔ جیسے پر مرغ، مجبور[1] دو حال

[1] یعنی جیسے مرغ کے پر کبھی کھلتے ہیں۔ کبھی بند ہوتے ہیں۔

روح القدس کی حضرت مریمؑ سے گفتگو

چونکہ مریم مضطرب شد یک زماں ہمچنانکہ بر زمیں بر ماہیاں

جبکہ مریمؑ کی بڑھیں بے تابیاں جس طرح تڑپیں زمیں پر مچھلیاں

بانگ بر وے زد نمودار کرم کہ امین حضرتم از من مرم

یوں ہوئی گویا تجلی کرم میں امین حق ہوں مجھ سے کر نہ رم

از سرافرازان عزت سر مکش از چنیں خوش مہرباں دم در مکش

سر سرافرازان عزت سے نہ کھینچ دامن ارباب محبت سے نہ کھینچ

ایں ہمے گفت و ذبالہ نور پاک از لبش مے شد پیاپے بر سماک

وہ یہ کہتا اور شعلہ نور کا ہونٹوں سے جاتا تھا بالائے سما

از وجودم میگریزی در عدم در عدم من شاہم و صاحب علم

تو عدم کو مجھ سے کیوں ہے بھاگتی ہے وہاں بھی بالیقیں میری شہی

خود بنہ و بنگاہ من در نیستیست یکسوارہ نقش من پیش ستیست

نیستی میں خیمہ و لشکر مرے نقش میرے ہیچ ہیں تیرے سامنے

مریما بنگر کہ نقش مشکلم ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم

دیکھ مریمؑ نقش اک مشکل ہوں میں خود ہلال اور خود خیال دل ہوں میں

چوں خیالے در دلت آمد نشست ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست

جو تصور جم گیا دل میں ترے تو جہاں جائے ترے ہمراہ رہے

جز خیال عارضی باطلے کہ بدت چوں صبح کاذب آفلے

صرف اک باطل تصور کے سوا صبح کاذب کی طرح جو ہو فنا

من چو صبح صادقم از نور رب کہ نگردد گرد روزم ہیچ شب

صبح صادق ہوں خدا کے نور سے میرے دن کو رات کیونکر گھیرے

ہین مگو لاحول عمران زادہ ام ‌ ‌ ‌ من ز لاحول این طرف افتادہ ام

دختر عمران سے کہ لاحول تو ‌ ‌ ‌ یعنی میں لاحول سے ہوں ایک سو

ہر مرا اصل و غذا لاحول بود ‌ ‌ ‌ نور لاحولی کہ پیش از قول بود

اصل تھی لاحول میری اور غذا ‌ ‌ ‌ پیشِ کُن جب نور تھا لاحول تھا

تو ہمے گیری پناہ از من بحق ‌ ‌ ‌ من نگارندہ پناہم در سبق

تو اماں مانگے حضور اللہ کے ‌ ‌ ‌ میں نگارندہ اماں کا پہلے سے

آں پناہم من کہ مخلصہات بود ‌ ‌ ‌ تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ

وہ اماں ہوں جو ہے تیری پاسباں ‌ ‌ ‌ تو اماں مانگے، میں ہوں خود ہی اماں

آفتے نبود بتر از ناشناخت ‌ ‌ ‌ تو بر یار و ندانی عشق باخت

ناشناسی سے بڑی آفت نہیں ‌ ‌ ‌ یار کے پہلو میں بھی اُلفت نہیں

یار را اغیار پنداری ہمے ‌ ‌ ‌ شادیے را نام بنہادی غمے

یار کو اغیار ہے تو جانتی ‌ ‌ ‌ تو نے غم رکھا ہے کیوں نام خوشی

اینچنیں لطفے کہ وارد یار ما ‌ ‌ ‌ تو گریزانی ازو اے بے وفا

یار میں ہے اس قدر مہر و عطا ‌ ‌ ‌ اور تو اس سے بھاگتی ہے برملا

اینچنیں نخلے کہ قدِ یار ماست ‌ ‌ ‌ چونکہ ما دزدیم نخلش دار ماست

نخل اک ایسا کہ جو ہو قدِ یار ‌ ‌ ‌ ہم چرا لیں تو بنے وہ نخل دار

اینچنیں مشکیں کہ زلف میر ماست ‌ ‌ ‌ چونکہ بے عقلیم آں زنجیر ماست

مشک بو ایسی وہ زلف میر ہے ‌ ‌ ‌ چونکہ ہم ناداں ہیں وہ زنجیر ہے

اینچنیں لطفے چو نیلے میرود ‌ ‌ ‌ چونکہ فرعونیم بر ما خوں شود

لطف کا دریا ہے رودِ نیل سا ‌ ‌ ‌ ہم جو ہوں فرعون، خوں بن جائیگا

خوں ہمے گوید من آبم ہیں مریز ‌ ‌ ‌ یوسفم گرگ از توام اے پر ستیز

خون کہے، پانی ہوں مجھ کو مت گرا ‌ ‌ ‌ تھا میں یوسف، بھیڑیا تو نے کیا

تو نمی بینی کہ یارِ بردبار ۔۔۔ چونکہ با او ضد شوی گردد چو مار

دیکھتی ہے تو کہ یارِ بُردبار ۔۔۔ جب تو اس سے ضد کرے ہو جائے مار

لحم او و شحم او دیگر نہ شد ۔۔۔ بر قرار اولست انسان کہ بُد

گوشت پوست اسکا نہ کچھ بدلا ذرا ۔۔۔ وہ وہی انساں ہے جیسا کہ تھا

شمع مریم را بہل افروختہ ۔۔۔ کہ بخارا میرود آں سوختہ

شمع مریمؑ چھوڑ دے جلتی ہوئی ۔۔۔ پھر بخارا جا رہا ہے عشقی

سخت بے صبر و در آتشدان تیز ۔۔۔ رو سوئے صدرِ جہاں کن جستجو

ہے وہ بے صبر آتش الفت سے تیز ۔۔۔ جانب صدر جہاں پھر ہے گریز

اس وکیل کا بخارا کو جانا

ایں بخارا منبع دانش بود ۔۔۔ پس بخارا ئیست ہر کانش بود

یہ بخارا چشمہ ہے دانائی کا[۱] ۔۔۔ وہ بخارا ہے جو اسکا ہو گیا

پیش شیخے در بخارا اندری ۔۔۔ تا بخواری در بخارا ننگری

شیخ کے آگے بخارا میں ہے تو ۔۔۔ دیکھ مت نفرت سے اس کو تیار خو

جز بخواری در بخارائے دلش ۔۔۔ راہ ندہد جزر و مد مشکلش

اس کے دل تک آہ خواری کے سوا ۔۔۔ جزر و مد مشکل کا کب ہے رہنما

اے خنک آں را کہ ذلت نفسہ ۔۔۔ وائے آں کس را کہ یردی رفسہ

واہ جس کا نفس رسوا ہو گیا ۔۔۔ آہ جو اس سے ہلاکت میں پڑا

فرقتِ صدرِ جہاں در جانِ او ۔۔۔ پارہ پارہ کردہ بود ارکانِ او

فرقتِ صدرِ جہاں نے دیکھئے ۔۔۔ ٹکڑے ٹکڑے اسکے دل کے کر دیئے

---

[۱] یعنی علم و حکمت کا سرچشمہ ہے

گفت برخیزم همانجا وا روم	کافر ار گشتم دگر ره بگروم
بولا بس اٹھ کر وہیں اب جاؤں میں	کفر ہے رستے سے گر پھر آؤں میں
وا روم آنجا بیفتم پیش او	پیش آں صدر نکو اندیش او
جاؤں میں اور اُسکے آگے گر پڑوں	صدر ہے وُہ صاحبِ علم و فنون
گویم افگندم به پیشت جان خویش	زنده کن یا سر ببر مارا چو میش
اور کہوں حاضر ہوں تیرے سامنے	زندہ کر یا تو مرا سر کاٹ لے
کشته و مرده به پیشت اے قمر	به که شاه زندگاں جائے دگر
پاس تیرے مردہ اچھا ہوں میں ہاں	اور جا ہونے سے شاہِ زندگاں
آزمودم صد هزاراں بار بیش	بے تو شیریں مے نه بینم کار خویش
اس سے پہلے آزمایا لاکھ بار	بے ترے شیریں نہ ہونگے میرے کار
غنّ لی یا منیتی لحن النشور	ابرکی یا ناقتی تمّ السرور
گا وہ نغمہ مُردہ جو زندہ کرے	اے شتر اب بیٹھ ناچتے ہو چکے
ابلعی یا ارض دمعی قد کفی	اشربی یا نفس وردا قد صفا
اے زمیں پی، اشک کافی ہیں تجھے	گھونٹ پی نفس آبِ صافِ عشق کے
عدت یا عیدی الینا مرحبا	نعم ما روّحت یا ریح الصبا
عید، میری سمت لوٹ آ مرحبا	تو نے مجھ کو خوش کیا بادِ صبا
گفت اے یاراں روان گشتم وداع	سوئے آں صدری که میرست و مطاع
بولا اے یارو میں اب رخصت ہوا	اس کی جانب جو ہے صدرِ باوفا
دمبدم در سوز بریاں مے شوم	هرچه بادا باد آنجا میروم
سوز میں اس کے ہیں بریاں دمبدم	ہر چہ بادا باد لو جاتے ہیں ہم
گرچه دل چوں سنگ خارا میکند	جان من عزم بخارا میکند
دل ہے مثلِ سنگِ خارا گو گراں	پھر بخارا کی طرف ہے عزمِ جاں

مسکن یار است و شہر شاہ من　　　پیش عاشق ایں بود حب الوطن

یار کا مسکن ہے شہ کی انجمن　　　بس یہی عاشق کو ہے حب وطن

عاشق و معشوق کے سوال و جواب

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ　　　تو بغربت دیدہ بس شہرہا

پوچھا یوں عاشق سے اک معشوق نے　　　شہر دیکھے تو نے غربت میں بڑے

پس کدامیں شہر ز آنہا خوشتر است　　　گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

شہر ان سب میں ہے بہتر کونسا　　　بولا وہ، جو ہے مقام دلربا

ہر کجا باشد شہ ما را بساط　　　ہست صحرا گر بود سم الخیاط

جس جگہ مسکن ہو میرے شاہ کا　　　ناکا سوئی کا ہو، تو بھی ہے بڑا

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ　　　جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ

جس جگہ ہو کوئی یوسف مثل ماہ　　　ہو جناں، ظاہر میں گو ہو قعر چاہ

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا　　　با تو زنداں گلشن است اے دلربا

تجھ سے دوزخ ہے بہشت اے جانفزا　　　تجھ سے زنداں باغ ہے اے دلربا

شد جہنم با تو زندان نعیم　　　بے تو شد ریحان و گل نار جحیم

ہے جہنم تجھ سے زندان نعیم　　　بے ترے ریحان و گل نار جحیم

ہر کجا تو با منی من خوشدلم　　　در بود در قعر گورے منزلم

تو جہاں ہے ساتھ خوشدل ہوں وہاں　　　گور میں ہو جا ہے مسکن بیگماں

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود　　　کہ مرا با تو سر و سودا بود

دو جہاں سے بھی ہے بہتر وہ مقام　　　ہو جہاں تجھ سے محبت کا قیام

بس دراز است ایں سخن در انتظار　　　عاشق صدر جہاں شد اشکبار

بات یہ لمبی ہے کب تک انتظار　　　عاشق صدر جہاں ہے اشکبار

دوستوں کا بخارا جانے سے اُسے منع کرنا

گفت او را ناصحے کاے بے خبر ۔۔۔ عاقبت اندیش اگر داری ہنر

ایک ناصح نے کہا اے بے خبر ۔۔۔ سوچ کچھ انجام اگر ہے باہنر

در نگر پس را بہ عقل و پیش را ۔۔۔ ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را

آگا پیچھا سوچ اپنی عقل سے ۔۔۔ مثل پروانہ ہے جلتا کس لیے

چوں بخارا میروی دیوانۂ ۔۔۔ لائق زنجیر و زنداں خانۂ

گر بخارا جائے تو دیوانہ ہے ۔۔۔ لائق زنجیر و زنداں خانہ ہے

او ز تو آہن ہمے خاید ز خشم ۔۔۔ او ہمے جوید ترا با بیست چشم

دانت تجھ پر پیستا ہے خشم سے ۔۔۔ بیسیوں آنکھوں سے ڈھونڈے وہ تجھے

میکند او تیز از بہر تو کارد ۔۔۔ او سگ قحط ست و تو انبان آرد

تیز کرتا ہے ترے اُوپر چھری ۔۔۔ کال کا کتا وہ، تو گون آٹے کی

چوں رہیدی و خدایت راہ داد ۔۔۔ سوئے زنداں میروی چونت فتاد

جب خدا نے کر دیا تجھ کو رہا ۔۔۔ قید خانے کی طرف پھر کیوں چلا

بر تو گر دہ گون موکل آمدے ۔۔۔ عقل بایستے کز ایشاں کم زدے

تجھ پہ گر ہوتے موکل دس گنے ۔۔۔ اُن سے بچتا عقل اگر ہوتی تجھے

چوں موکل نیست بر تو ہیچ کس ۔۔۔ از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس

جب موکل کوئی بھی تجھ پر نہیں ۔۔۔ پیش و پس میں مبتلا ہے کیوں یہیں

عشق پنہاں کردہ بود او را اسیر ۔۔۔ آں موکل را نمے دید آں نذیر[1]

عشقِ پنہاں میں ہوا تھا وہ اسیر ۔۔۔ دیکھ سکتا کیا موکل وہ نذیر

---

[1] ڈرانے والا۔ ناصح ؂

ہر موکل را موکل مختفی ست ‌ ‌ ورنہ او دربند سگ طبعی چیست
ہر موکل کا موکل ہے چھپا ‌ ‌ ورنہ سگ طبعی میں وہ کیوں ہے پڑا

خشم شاہِ عشق بر جانش نشست ‌ ‌ بر عوانے و سیہ رویش ببست
غصہ شاہِ عشق کا ہے جان پر ‌ ‌ تھا نگہباں اسکا وہ شام و سحر

میزند آں را کہ ہیں ایں را بزن ‌ ‌ زاں عوانانِ نہاں افغانِ من
جبر کرتا تھا کہ اس کو مار ہاں ‌ ‌ خفیہ جو کیداروں سے یارب فغاں

ہر کہ بینی در زیانے میرود ‌ ‌ گرچہ تنہا با عوانے میرود
تو جسے دیکھے کہ ہے صرفِ زیاں ‌ ‌ گرچہ تنہا ہو، موکل ہے نہاں

گر ازو واقف بدی افغاں زدی ‌ ‌ پیش آں سلطانِ سلطاناں شدی
ہو فغاں گر اس کی ہو جائے خبر ‌ ‌ پیشِ شاہنشاہ جائے دوڑ کر

ریختی بر سر بہ پیشِ شاہ خاک ‌ ‌ تا اماں دیدی ز دیو سہمناک
شہ کے آگے، خاک سر پر ڈالتا ‌ ‌ تا اماں اس دیو سے پاتے ذرا

میر دیدی خویش را اے کم ز مور ‌ ‌ زاں ندیدی آں موکل را تو کور
میر سمجھا خود کو گو تھا مثلِ مور ‌ ‌ یوں موکل کو نہ دیکھا تو نے کور

غرہ گشتی زیں دروغیں پر و بال ‌ ‌ پر و بالے کو کشد سوئے وبال
غرہ ہے ان جھوٹے پر و بال پر ‌ ‌ یہ بلا میں ڈالتے ہیں بال و پر

پر سبک دار و رہِ بالا کند ‌ ‌ چوں گل آلو شد گرانیہا کند
پر سبک ہوں، جانبِ بالا اڑیں ‌ ‌ ہوں گل آلودہ، تو پھر بھاری پڑیں

جہد کن پر را گل آلودہ مکن ‌ ‌ لیک گوشت کر شد و پندم کہن
سعی کر، تا ہوں گل آلودہ نہ پر ‌ ‌ پندِ کہنہ، اور تیرے کان کر

مردِ عاشق کا جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کن چند پند | پند کم دہ زانکہ بس سخت است بند

بولا اے ناصح نصیحت تو نہ کر | ہے گرہ مشکل نصیحت بے اثر

سخت تر شد بندِ من از پندِ تو | عشق را نشناخت دانشمندِ تو

پند سے مشکل ہوئی میری سوا | عشق کو تو نے نہ پہچانا ذرا

آں طرف کہ عشق مے افزود درد | بوحنیفہؒ و شافعیؒ درسے نکرد

تھی عیاں جب درس سے بو عشق کی | چھوڑ بیٹھے بوحنیفہؒ و شافعیؒ

تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من | تشنہ زارم بخونِ خویشتن

گو ہے مرنے کا دلاتا خوف کیا | میں ہوں پیاسا آپ اپنے خون کا

عاشقاں را ہر زمانے مردنیست | مردنِ عشاق خود یکنوع نیست

عاشقوں کو موت ہے اک ہر گھڑی | مختلف ہے عاشقوں کی موت بھی

او دو صد جاں دارد از نورِ ہدیٰ | واں دو صد را میکند ہر دم فدا

اس میں سو جانیں ہیں تنویر آشنا | اور انہیں کرتا ہے وہ ہر دم فدا

ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا | از نبی خواں عشرۃ امثالہا[1]

لیتا ہے اک جان کے دس دس صلے | عشرۃ امثالہا گر تو پڑھے

گر بریزد خونِ من آں دوست رو | پائے کوباں جاں برافشانم برو

دوست گر مجھ سے ہو خواہشمند خون | دوڑ کر میں جان اس پر وار دوں

آزمودم مرگِ من در زندگیست | چوں رہم زیں زندگی پایندگیست

مجھ کو تو اس زندگی میں ہے فنا | جب چھٹا اس زندگی سے ہے بقا

[1] اس کے دس عوض ہیں ۔

اقتلونی اقتلونی یا ثقات ۔ ان فی قتلی حیاتاً فی حیات

قتل کر ڈالو مجھے اے دوستو ۔ ہے حیات اس قتل میں میری سنو

یا منیر الخد یا روح البقا ۔ اجتذب قلبی وجد لی باللقا

اے منور چہرہ اے روح بقا ۔ روح کو کر جذب، کر مجھ لقا

لی حبیب حبہ یشوی الحشا ۔ لو یشا یمشی علی عینی مشا

عشق دلبر نے دیا دل کو جلا ۔ وہ پھرے آنکھوں میں گر ہے چاہتا

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر است ۔ عشق را خود صد زبان دیگر است

فارسی لکھ گرچہ عربی ہے بھلی ۔ اور بھی ہیں سو زبانیں عشق کی

بوئے آں دلبر چو پرّاں میشود ۔ ایں زباں ہا جملہ حیراں میشود

اڑتی ہیں بوئیں جو اس دلدار کی ۔ ہوتی ہیں حیراں زبانیں یہ سبھی

بس کنم دلبر درآمد در خطاب ۔ گوش شو واللہ اعلم بالصواب

بس کروں اب یار کرتا ہے خطاب ۔ سن ذرا واللہ اعلم بالصواب

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں بترس ۔ کو چو عیّاراں کند بردار درس

اب جو کی عاشق نے توبہ خوف سے ۔ کب وہ درس عشق سولی پہ پڑھے

گرچہ آں عاشق بخارا میرود ۔ نے بدرس نے باستا میرود

گرچہ عاشق ہے بخارا کو رواں ۔ پڑھنے وہ جاتا نہیں لیکن وہاں

خلع کن خود را ز خود بیزار شو ۔ بعد ازاں اندر حرم بر کار شو

خلع کر کے خود سے خود بیزار ہو ۔ اور پھر مصروف کار و بار ہو

عاشقاں را خود مدرّس حسن دوست ۔ دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست

عاشقوں کا ہے مدرّس حسن یار ۔ اور ہے ان کا سبق روئے نگار

خامشند و نعرۂ تکرارشاں ۔ میرود تا عرش و تخت یارشاں

وہ ہیں خاموش اور نعرہ یک بیک ۔ عرش تک جاتا ہے تخت یار تک

درس نشاں آشوب و چرخ رولو	نے زیاد التست و باب سلسلہ
درس اُن کا وجد و حال و ولولہ	کب زیادات اور باب سلسلہ
سلسلہ ایں قوم جعدِ مشکبار	مسئلہ دور است اما دور یار
سلسلہ اس قوم کا زلفِ نگار	مسئلہ ہے دور کا ہے دور یار
مسئلہ کیس ار بپرسد کس ترا	گو نہ گنجد گنج حق در کیسہا
کیس کا پوچھے جو کوئی مسئلہ	کہ سمائے گنج حق کیسے ہیں کیا
گر دم خلع و مبارا میرود	بد ہبین ذکر بخارا میرود
ہے اگر خلع و مبارا کا بیان	بد نہ کہ ذکر بخارا ہے بیاں
ذکرِ ہر چیزے دہد خاصیتے	زانکہ دارد ہر عرض ماہیتے
ذکر میں ہر چیز کے ہے خاصیت	کیونکہ ہے ہر اک عرض کی ماہیت
در بخارا در ہنرہا بالغی	چوں بخاری رو نہی زو فارغی
تو بخارا میں ہوا صاحبِ ہنر	بے ہنر ہے جوں بخاری ہے اگر
آں بخاری غصۂ دانش نداشت	چشم بر خورشیدِ بینش میگماشت
تھا بخاری کو نہ غصہ عقل کا	بلکہ تھا خورشیدِ بینش دیکھتا
ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ	او زدانشہا نجوید دستگاہ
وہ جسے خلوت کی بینائی ملے	عقل و دانائی سے بے پروا رہے

[1] زیادات اور سلسلہ دو کتابوں کے نام ہیں ٭

[2] مسائل فقہ میں ایک مسئلہ کیس کا بھی ہے اور وہ اس طرح کہ ایک شخص بے تعیین روپے کا کیسہ کسی کے پاس امانت رکھے اور پھر اس کیسہ میں زیادتی کا دعویٰ کرے بغیر کسی دلیل و برہان کے ٭ [3] خلع اور مبارا طلاق کی دو قسمیں ہیں ٭

باجمالِ جاں چو شد ہم کاسۂ — باشدش زاخبار و انش تاسۂ

ہم پیالہ جو جمالِ جاں سے ہو — بار سمجھے وہ نظامِ عقل کر

دید بر دانش بود غلبت فزا — زیں ہمے دنیا بچربد عامہ را

دید دانش ہوتی ہے علت فزا — اس لئے ہیں عام دنیا پر فدا

زانکہ دنیا را ہمے بینند عین — و آنجہاں را ہمے دانند دین

کیونکہ وہ دنیا کو سمجھے ہیں بجا — آخرت کو قرض جانیں ہیں ملا

کایں جہاں را نقد مے بینند فاش — واں جہاں را نسیہ مے بینند لاش

اس جہاں کے نقد پر ہے اعتنا — اس جہاں کو ہیچ جانیں اور اُدھار

باز رو سوئے حدیث آں جواں — کز غمِ صدرِ جہاں شد ناتواں

پھر بیاں کر ماجرائے نوجواں — ہے غمِ صدرِ جہاں سے ناتواں

بخارا کی طرف عاشق کی روانگی

رو نہاد آں عاشقِ خوناب ریز — دل طپاں سوئے بخارا گرم و تیز

ہو گیا آخر وہ با آہ و فغاں — گرم رو سوئے بخارا دل طپاں

ریگِ آموی پیش او ہمچوں حریر — آبِ جیحوں پیش او چوں آبگیر

ریگِ آمو[۱۵] تھی اُسے مثلِ حریر — آبِ جیحوں اُس کے آگے آبگیر

آں بیاباں پیش او چوں گلستاں — مے فتاد از خندہ اش خوں گلستاں

تھا وہ جنگل اس کو مثلِ گلستاں — باغ تھا اس کی ہنسی سے خوں نشاں

در سمرقند ست قند اما لبش — از بخارا یافت و آں شد مذہبش

قند ہے گرچہ سمرقندی مگر — اس کے لب نے لی بخارا سے شکر

۱۵ آمو ایک شہر کا نام ہے جو ساحلِ جیحوں پر واقع ہے

ای بخارا عقل افزا بودہ ای	لیک از من عقل و دین بربودہ ای
اے بخارا تو رہا دانش فزا	مجھ سے لیکن عقل و دیں سب لے گیا
بدر میجویم از آنم چوں ہلال	صدر میجویم درین صف نعال
ہوں ہلال اب کیونکہ ڈھونڈوں بدر کو	گو ہوں پچھلی صف میں ڈھونڈوں صدر کو
چوں سواد آں بخارا را بدید	در سواد غم بیاضے شد پدید
آئی جب سرحد بخارا کی نظر	شام غم میں تھی سپیدی جلوہ گر
ساعتے افتاد بیہوش و دراز	عقل او پرید در بستان راز
دیر تک بیہوش اور بیخود رہا	عقل باغ راز میں پہنچی بجا
بر سر و رویش گلابے میزدند	از گلاب عشق او غافل بدند
اس کے منہ پر سب چھڑکتے تھے گلاب	تھے گلاب عشق سے سب با حجاب
او گلستانے نہانے دیدہ بود	غارت عشقش ز خود ببریدہ بود
اس نے اک گلزار دیکھا تھا نہاں	عشق نے لوٹا تھا اسکو بیگماں
تو فسردہ درخور این دم نۂ	با شکر مقرون نۂ گر چہ نئی
تو فسردہ عشق کے قابل نہیں	نَے ہے اور خالی شکر سے بالیقیں
رفت عقلت با تو نیست ای غافلی	وز جنود لم تروہا غافلی[1]
عقل تیرے پاس ہے غافل ہے تو	لم تروہا سے مگر غافل ہے تو
این سخن پایاں ندارد تیز راں	تا رود سوئے بخارا آں جواں
بات یہ بھی ہے آگے ہو رواں	تا چلے سوئے بخارا وہ جواں

[1] اس آیہ شریف کی طرف اشارہ ہے "وانزل جنودا لم تروہا" یعنی اس نے لشکر نازل کئے۔ جنہیں کوئی دیکھ نہ سکا ؎

عاشق کا بخارا پہنچنا

اندر آمد در بخارا شادماں
پیش معشوق خود و دارالاماں

پہنچا وہ آخر بخارا شادماں
کوئے جاناں میں جو تھا دارالاماں

ہمچو آں مستے کہ پرّد بر اثیر
مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر

مست جیسے چرخ پر ہو کیف بار
چاند کر لیتا ہے جس کو ہمکنار

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز
پیش از پیدا شدن منشیں گریز

جس نے بھی دیکھا بخارا میں اسے
بولا اٹھ، ہے بھاگنا لازم تجھے

کہ ترا مے جوید آں شہ خشمگیں
تا کشد از جان تو دہ سالہ کیں

ڈھونڈتا ہے شاہ تجھ کو خشمگیں
تا کرے دس سال کا بدلہ یہیں

اللہ اللہ در میا در خون خویش
تکیہ کم کن بر دم و افسون خویش

اللہ اللہ خون اپنا خود نہ کر
کر نہ تکیہ سحر اور افسوں پہ

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد
معتمد بودی مہندس اوستاد

شحنۂ صدرِ جہاں تھا با مراد
معتمد تھا ہندسہ کا استاد

ہم نشینش بودی و ہم محترم
گشتہ از بہر گناہے متہم

تو مشیر اس کا تھا اور تھا محترم
ہو گیا تھا اک خطا سے متہم

عذر کردی وز جزا بگریختی
رستہ بودی باز چوں آویختی

عذر کر کے تو جزا سے تھا بچا
خود بخود پھنسنے کو پھر کیوں آ گیا

از بلا بگریختی با صد حیل
ابلہی آوردت اینجا یا اجل

بچ کے تو بلاؤں سے بھاگا
بیوقوفی لائی تجھ کو یا قضا

اے کہ عقلت بر عطارد دق کند
عقل و عاقل را قضا احمق کند

عقل تیری گو عطارد سے لڑے
عقل و عاقل کو قضا احمق کرے

نحس خرگوشے کہ باشد شیر جو ۔۔ زیرکی و عقل و چالاکیت کو
نحس ہے خرگوش جو ہو شیر جو ۔۔ عقل و چالاکی کہاں ہے نیک خوا

ہست صد چندیں فسونہائے قضا ۔۔ گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا
ہیں قضا کے مکر لاکھوں ۔ ہے کہا ۔۔ تنگ ہو میدان جب آئے قضا

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست ۔۔ از قضا بستہ شود گر اژدہاست
بھاگنے کے سو ہیں رستے جا بجا ۔۔ پر قضا باندھے ، اگر ہو اژدہا

عاشق کا جواب

گفت من مستسقیم آبم کشد ۔۔ گرچہ میدانم کہ ہم آبم کشد
بولا مستسقی ہوں اور جاذب ہے آب ۔۔ جانتا ہوں پانی ہے موت اے جناب

ہیچ مستسقی نبگریزد ز آب ۔۔ گر دو صد بارش کند مات و خراب
بھاگتا پانی سے مستسقی نہیں ۔۔ گرچہ وہ بے حد اسے کر دے حزیں

گر بر آماسد مرا دست و شکم ۔۔ عشق آب از من نخواہد گشت کم
سوج جائیں گو مرے دست و شکم ۔۔ عشق پانی کا مگر ہو گا نہ کم

گویم آنگہ کہ بپرسند از بطون ۔۔ کاشکے بحرم رواں بودے درون
میں کہوں۔ پوچھیں جو مجھ سے بیگماں ۔۔ کاش ہوتا دل میں اک دریا رواں

خیک اشکم گو بدر از موج آب ۔۔ گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
پیٹ کی گو مشک پانی سے پھٹے ۔۔ اور مروں تو خوب ہے مرنا مجھے

من بہر جائے کہ بینم آب جو ۔۔ رشکم آید بودمے من جائے او
دیکھوں چشمہ میں جہاں بہتا ہوا ۔۔ رشک آئے ہیں نہ کیوں چشمہ ہوا

دست ہمچون دف شکم ہمچون دہل ۔۔ طبل عشق آب مے کوبم چو گل
ہاتھ مثل دف شکم مثل دہل ۔۔ طبل عشق آب کو کوٹوں مثل گل

گر بریزد خونم آں روح الامیں ۔۔۔ جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں

خون کر دے گر مرا روح الامیں ۔۔۔ جرعہ جرعہ خون پیوں مثلِ زمیں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام ۔۔۔ تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام

جوں زمیں و بچہ میں خونخوار ہوں ۔۔۔ ہوں میں جب سے شیفتہ ہے جستجو

شب ہمے جوشم در آتش ہمچو دیگ ۔۔۔ روز تا شب خوں خورم مانندِ ریگ

جوش میں رہتا ہوں شب بھر مثلِ دیگ ۔۔۔ اور دن بھر خوں پیوں مانندِ ریگ

من پشیمانم کہ مکر انگیختم ۔۔۔ از مرادِ خشمِ او بگریختم

ہوں پشیماں میں نے حیلہ کیوں کیا ۔۔۔ اس کے غصے سے میں کیوں بھاگا تھا

گو براں بر جانِ مستم خشمِ خویش ۔۔۔ عیدِ قرباں اوست عاشق گاوِ میش

کہدو میری جان پہ چھریاں چلائے ۔۔۔ عید قرباں وہ ہے اور عاشق ہے گائے

گاو اگر خسپد وگر چیزے خورد ۔۔۔ بہرِ عید و ذبح خود مے پرورد

گائے گو سوئی رہے یا کچھ چرے ۔۔۔ پلتی ہے وہ عید ہی کے واسطے

گاوِ موسیٰؑ داں مرا جاں دادہ ۔۔۔ جزو جزوم حشر ہر آزادہ

گاوِ موسیٰؑ سے ملی ہے مجھ کو جاں ۔۔۔ حشر ہے آزاد کا ہر جزو ہاں

گاوِ موسیٰؑ بود قرباں گشتہ ۔۔۔ کمتریں جزوش حیاتِ کشتہ

گاوِ موسیٰؑ تھی وہ قربان و فدا ۔۔۔ اس کا کمتر جزو حیاتِ کشتہ تھا

بر جہید آں کشتہ زاں سیبش زجا ۔۔۔ در خطابِ اضربوہ ببعضہا[1]

اس کے صدمے سے وہ کشتہ جی اٹھا ۔۔۔ "اضربوہ ببعضہا" کہتا ہوا

یا کرامی اذبحوا ہذا البقر ۔۔۔ ان اردتم حشر ارواح النظر

ذبح کر لو دوستو اس گائے کو ۔۔۔ حشرِ جاں و روح کا گر عزم ہو

[1] اس کے بعض اجزا کو مارو ؛

از جمادی مُردم و نامی شدم | وز نما مُردم بحیواں سر زدم

خاک سے جب میں چھٹا۔ سبزہ ہوا | جب چھٹا سبزے سے حیواں ہو گیا

مُردم از حیوانی و آدم شدم | پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم

مر کے حیوانوں میں پھر آدم ہوا | کیوں ڈروں میں موت سے کیا کم ہوا

حملۂ دیگر بمیرم از بشر | تا برآرم از ملائک بال و پر

آدمی بن کر جو اب موت آئے گی | قدسیوں کے بال و پر دے جائیگی

وز ملک ہم بایدم جستن ز جُو | کُل شیءٍ ھالکٌ الا وجہہٗ

ان سے بڑھنا چاہئے اب سوئے ہُو | کل شیءٍ ھالکٌ الا وجہہٗ[۵۱]

بار دیگر از ملک قرباں شوم | آنچہ اندر وہم ناید آں شوم

پھر ملائک سے نکل قرباں ہوں | وہم میں بھی جو نہ آئے وہ بنوں

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون | گویدم کانا الیہ راجعون

پھر عدم ہو جاؤں وہ جوں ارغنوں | یوں کہے انا الیہ راجعون[۵۲]

مرگ داں کآں اتفاق امت است | کآب حیوانے نہاں در ظلمت است

اتفاق امت کا جان اموات ہیں | آب حیواں ہے نہاں ظلمات ہیں

ہمچو نیلوفر برو زیں طرف جو | ہمچو مستسقی حریص آب جو

مثل نیلوفر کنارے سے تو جا | مثل مستسقی کے پانی ڈھونڈ لا

مرگ او آبست او جویائے آب | میخورد واللہ اعلم بالصواب

پانی اس کی موت وہ جویائے آب | پیتا ہے واللہ اعلم بالصواب

اے فسردہ عاشق ننگیں نمد | کو ز بیم جان ز جاناں میرمد

جو نمد پوش اور خالی عشق سے | بھاگے جاناں سے وہ ڈر سے جان کے

[۵۱] اس کی ذات کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہوجانیوالی ہیں ۞

[۵۲] بے شک ہم خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ۞

سوئے تیغ عشقش اے ننگِ زناں ۔ صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں

عشق میں اُس کے ذرا کر غور ہاں ۔ لاکھوں جانیں پیٹتی ہیں تالیاں

جوئے دیدی کوزہ اندر جوئے ریز ۔ آب را از جوئے کے باشد گریز

ندی دیکھی۔ کوزہ دے ندی میں ڈال ۔ پانی کو ندی سے کب ہے انفصال

آبِ کوزہ چوں در آبِ جو شود ۔ محو گردد در وے و جو او شود

پانی کوزے کا اگر ندی میں جائے ۔ خود بنے ندی جو ندی میں سمائے

وصفِ او فانی شود ذاتش بقا ۔ زیں سبب نے کم شود نے بد لقا

وصف ہو فانی۔ رہے ذاتی بقا ۔ اس طرح کم ہو نہ ہو وہ بد نما

خویش را بر نخلِ او آویختم ۔ عذر آں را کہ از و بگریختم

خود کو اس کے نخل پر لٹکا دیا ۔ عذر اس کا ہے کہ بھاگا کیوں میں تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر رُو و سر ۔ جانبِ آں صدر شد با چشمِ تر

سجدہ کرتا گیند کی صورت چلا ۔ صدر کی جانب بہت روتا ہوا

با رخِ چوں زعفران و اشک رواں ۔ رفت آں بیدل بسوئے صدرِ جہاں

منہ تھا مثلِ زعفراں، آنسو رواں ۔ وہ گیا بیدل بسوئے صدرِ جہاں

عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا

ہم کفن ہم تیغ اندر دستِ او ۔ چونکہ بود او عاشقِ سرمستِ او

ہاتھ میں اس کے کفن تھا تیغ بھی ۔ تھا وہ عاشق۔ اس کی سرمستی بڑھی

جملہ خلقاں منتظر سر در ہوا ۔ کش بسوزد یا بر آویزد ورا

منتظر تھی ہر طرف خلقِ خدا ۔ دیکھیں سولی دے اُسے یا دے جلا

ایں زماں ایں احمقِ یک لخت را ۔ آں نماید کہ زماں بدبخت را

ساتھ اس احمق کے اب ہوگا وہی ۔ جو کرے بدبخت سے دُنیا یہی

آں دگر گفتے کہ بر بندہ نقش فاش ❊ پرورش کالے مہماں اینجا مباش

کوئی کہتا کہ رہے در پر وہ کھلا ❊ ٹھہرے مسجد میں نہ کوئی باوفا

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت ❊ ورنہ مرگ اینجا کمیں بکشایدت

جان پیاری ہے تو شب کو سو نہ یاں ❊ موت ورنہ چھپ کے آئے ناگہاں

واں دگر گفتا کہ قفلے بر نہید ❊ غافلے کاید شما کم رہ دہید

کوئی کہتا تھا کہ دو تالا لگا ❊ تا کوئی غافل نہ پائے راستا

اس مہمان کش مسجد میں ایک مہمان کا آنا

تا یکے مہماں در آمد وقت شب ❊ کو شنیدہ بود آں صیت عجب

آیا اک مہماں شب کو ناگہاں ❊ سن چکا تھا جو یہ ساری داستاں

از برائے آزموں مے آزمود ❊ زانکہ بس مردانہ و جانباز بود

امتحاں اس کا اسے منظور تھا ❊ کیونکہ جانبازی میں وہ مشہور تھا

گفت کم گیرم سر و اشکمبہ ❊ رفتہ گیر از گنج زر یک حبہ

بولا تم کرنا نہ کچھ ماتم مرا ❊ یوں سمجھنا گنج سے پیسہ گیا

صورت تن گو برو من کیستم ❊ نقش کم ناید چو من باقیستم

صورت تن کیا ہے اس پہ کیا ہوا ہے ❊ نقش کیا کم ہو اگر زندہ ہوں میں

چوں نفخت بودم از لطف خدا ❊ نفخ حق باشم ز نائے تن جدا

جو نفخت لطف حق تھا بے ملا ❊ نفخ حق ہوں جسم کی نے سے جدا

تا نیفتد بانگ نفخش ایں طرف ❊ تا رہد آں گوہر از تنگیں صدف

گر ادھر آئے نہ نغمہ نفخ کا ❊ تنگ سیپی سے ہو موتی کیا رہا

چوں تمنوا الموت گفت اے صادقیں ❊ صادقم جاں را بر افشانم بریں

جب تمنوا الموت اس نے کہہ دیا ❊ ہوں میں صادق جان کر دوں گا فدا

لہ دیکھو صفحہ ۴۲۰ ؟

اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا

قوم گفتندش کہ ہین اینجا مخسپ — تا نگیرد جانستانت ہمچو کسپ

لوگ بولے - تو نہ سو اس جا ارے — جان لیوا کھل نہ کر ڈالے تجھے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال — کاندرو اینجا ہر کہ خفت آمد زوال

تو مسافر ہے - خبر تجھ کو کہاں — جو یہاں سویا - ہوا وہ رائگاں

اتفاقی نیست اینجا بارہا — دیدہ ایم و جملہ اصحاب نہیٰ

اتفاقی کب یہ ہے اکثر سانحے — ہم نے دیکھے اور اہل عقل نے

ہر کہ اندر مسجد شب ساکن شدش — نیم شب مرگ ہلاہل آمدش

شب کو اس مسجد میں جو ساکن ہوا — نصف شب کو آ گئی اس کی قضا

از یکی تا با صد این را دیدہ ایم — نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ایم

ہاں سو ایسے ہیں تھے - ایک کیا — ہم نے تقلیداً نہیں کچھ بھی سنا

گفت الدین النصیحہ آن رسول — آن نصیحت در لغت ضد غلول

بولے الدین[1] النصیحہ مصطفیٰ — ضد غش یعنی نصیحت ہے بجا

آن نصیحت راستی در دوستی — در غلولی خائنی سگ پوستی

یہ نصیحت دوستی میں راستی — تو جو ہے حق پوش - خائن واقعی

بے خیانت این نصیحت از وداد — مینمائیمت مگرد از عقل و داد

بے خیانت یہ نصیحت ہم سمجھے — کر رہے ہیں - ہو نہ گم عقل سے

---

[1] حاشیہ صفحہ گذشتہ قولہ تعالیٰ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین - اگر تم سچے ہو - تو موت کی تمنا کرو ۔

[2] دین نصیحت ہے ۔

سر ز ہر سوراخ بیروں میکند — تا بود کایں بند از پا بر کند

سر نکالے اپنا ہر سوراخ سے — شاید اس زنداں سے باہر جا سکے

چوں دل و جانش چنیں بیروں بود — آں قفس را در گشائی چوں بود

جب دل و جاں اسکے یوں باہر ہیں — حال کیا ہو گر قفس کو کھول دیں

نے چناں مرغ قفس کہ اندہاں — گربہ بر گردش گرفتہ گربگاں

مرغ وہ اسیر ہو قفس میں اور اسکے — بلیاں باہر سے ہوں گھیرے ہوئے

کے بود او را دراں خوف و حزن — آرزوئے از قفس بیروں شدن

کب ہو اس خوف و بلا میں اسے — آرزو پنجرے سے باہر آنے کی

او ہمے خواہد کزیں ناخوش قفص — صد قفس باشد بگرد ایں قفص

وہ یہی چاہے کہ گرد اس پنجرے کے — اور سو پنجرے ہوں تا وہ بچ سکے

حکیم جالینوس کا قول

آنچناں کہ گفت جالینوس راد — از ہوائے ایں جہان و از مراد

جس طرح ہے قول جالینوس کا — حرص دنیا کے لئے سن اسکے فا

راضیم کز من بماند نیم جاں — کہ ز کون استرے بینم جہاں

میں ہوں راضی حال رہے نیم جاں — کون سے خچر کی دیکھوں یہ جہاں

گربہ مے بیند بگرد خود قطار — مرغش آئس گشتہ بود از مطار

دیکھے بلی گرد اپنے اک قطار — مرغ نے کی جو اڑنے سے واماندہ کار

یا عدم دیدہ است غیر ایں جہاں — در عدم نادیدہ او حشر نہاں

یا عدم دیکھا جہاں کے ماسوا — اور عدم میں حشر دیکھا ہی نہ تھا

چوں جنیں کش میکشد بیروں کرم — میگریزد او سپس سوئے شکم

جیسے بچے کو حق کا کرم — اور وہ پیٹ کو بھاگتا سوئے شکم

این جواب آنکس آمد کاین بگفت — کہ نبود سلسش دلے با نور جفت

یہ جواب اس کو ہے جسنے یوں کہا — نور سے اس کو تعلق کچھ نہ تھا

مرغ جانش موش شد سوراخ جو — چون شنید از گربگان او عرّ خو

مرغ جاں جوں موش بل ہے ڈھونڈتا — بلی کے غرانے کی سن کر صدا

زان سبب جانش وطن دید و قرار — اندرین سوراخ دنیا موش وار

اس لئے ہے جان کو اسکی قرار — دہر کے سوراخ میں اب موش وار

ہم درین سوراخ بنائی گرفت — در خور سوراخ دانائی گرفت

اس نے معماری یہاں سیکھی ذرا — قدر سوراخ اسکو فہم اس جا ملا

پیشہائے کہ مر او را در مزید — اندرین سوراخ کار آید گزید

ایسے پیشے جو باسانی آسکے — کام اس سوراخ میں دیں لے لئے

زانکہ دل برکند از بیرون شدن — بستہ شد راہ رہیدن ز بدن

کیونکہ باہر آنے سے دل تھا پھرا — بند رستہ جسم نے اس کا کیا

عنکبوت ار طبع عنقا داشتے — از لعابے خیمہ کے افراشتے

طبع عنقا ملتی مکڑی کو اگر — جیب سے منہ کے بناتی کیوں وہ گھر

گربہ کردہ چنگ خود اندر قفص — نام چنگش درد و سرسام و مغص

پنجہ بلی نے جو اندر رکھ دیا — درد اور سرسام نام اسکا رکھا

حصبہ و قولنج و مالیخولیا — سکتہ و سل و جذام و ماشرا

چیچک اور قولنج و مالیخولیا — سکتہ و سل اور جذام و ماشرا

گربہ مرگست و مرض چنگال او — می زند بر مرغ و پرّ و بال او

موت بلی اور پنجے ہے مرض — مرغ پر وہ مارتی ہے الغرض

سال درم ٭

گوشہ گوشہ میدود سوئے دوا | مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا

بھاگتا ہے ہر طرف بہر دوا | موت قاضی اور بیماری گواہ

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گواہ[۲] | کہ ہمے خواند ترا تا حکم گاہ

جوں پیادہ قاضی ہے بس یہ گواہ | جو بلاتا ہے تجھے تا عدل گاہ

مہلتے خواہی تو از وے در گریز | گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز

مہلت اس سے بھاگ جانے کی تو لے | مانے تو مانے وگرنہ لے چلے

جستن مہلت دوا و چارہا | کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا

ڈھونڈنا مہلت ہے چارہ اور دوا | خرقۂ تن پر لگانا جوڑ کا

عاقبت آید صباحے خصم وار | چند باشد مہلت آخر شرم دار

آخر آئے مثل دشمن اک سحر | اور کے تا چند مہلت شرم کر

عذر خود از شہ بخواہ اے پر حسد | پیش از آنکہ آں چناں روزے رسد

عذر اپنا شہ کے آگے کر بیاں | وقت کے آنے سے پہلے ایسے جواں

و آنکہ در ظلمت براند بارگی | بر کند زاں نور دل یکبارگی

جو اندھیرے میں بھگائے راہوار | نور اس کے دل سے ہو جائے فرار

میگریزد از گواہ و مقصدش | کاں گوا سوئے قضا میخواندش

شاہد اور مقصد سے وہ ہے بھاگتا | کیونکہ دامن کش ہے وہ سوئے قضا

ناگہاں گیرند او را خوار و زار | کش کشاں تا پیش قاضی شرمسار

ناگہاں اسکو پکڑ لیں خوار و زار | سامنے قاضی کے لائیں شرمسار

زیں گذر کن جانب آں شخص آں | کو بمسجد آمد آں شب میہماں

چھوڑ اس کو اس کی جانب چل ذرا | شب کو جو مہماں مسجد میں ہوا

[۱] یعنی گواہ ؛

[۲] قاضی کا پیادہ ؛

در میانِ جملہ گر مردانہ اند — در غزا چون عورتانِ خانہ اند

علیحدہ باہم میں گو مردانہ ہیں — جنگ میں مثل زنانِ خانہ ہیں

گفت پیغمبر سپہدار غیوب — لا شجاعۃ یا فتیٰ قبل الحروب

کہتے ہیں یوں مصطفیٰؐ شاہِ غیوب — کب شجاعت ہے فتا قبل حروب

وقتِ لافِ غزو مستان کف کنند — وقت جوش جنگ چون کف بی فنند

ہانکتے ہیں جنگ کا دعویٰ کریں — جب لڑائی ہو تو پھر عاجز رہیں

وقتِ ذکرِ غزو شمشیرش دراز — وقتِ کر و فر تیغش چون پیاز

وقتِ ذکرِ جنگ تلواریں دراز — معرکے میں تیغ ہو مثل پیاز

وقتِ اندیشہ دل او زخم جو — پس بیک سوزن تہی شد خیک او

وقتِ اندیشہ خلش دل میں پیدا — اک سوئی سے مشک ہو جاتی تہی

من عجب دارم ز جویائے صفا — کو رمد در وقتِ صیقل از جفا

ہے تعجب اس صفا جُو سے مجھے — وقتِ صیقل جو جفا سے بھاگ اٹھے

عشق چون دعویٰ جفا دیدن گواہ — چون گواہت نیست شد دعویٰ تباہ

عشق میں جور و جفا ہے بس گواہ — جب نہیں شاہد ہوا دعویٰ تباہ

چون گواہت خواہد این قاضی مرنج — بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج

جب گواہی مانگے قاضی غم نہ کر — مار کو دے بوسہ پائے گنج زر

آن جفا با تو نباشد اے پسر — بلکہ با وصفِ بدی اندر تو در

وہ جفا تجھ پر نہیں کچھ اے پسر — بلکہ تیرے وصفِ بد پر ہے سر بسر

یعنی ان کی زور آزمائی اور قوت آپس پر ہے۔ جب دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں تو خوف زدہ ہو جاتے ہیں ۔

سلہ حدیث شریف میں آیا ہے - کہ لا شجاعۃ قبل الحرب یعنی شجاعت اور دعوائے شجاعت قبل جنگ کوئی اہمیت نہیں رکھتا ۔

بر قفا چوبے کہ آن امرد زدی | بر قفا آن را نزد بر گرد زد

مارتے تھے منہ سے پر لکڑی کو جب | گرد کو ہیں جھاڑتے نمدے کو کب

گر بزد مر اسپ را آن کینہ کش | آن نزد بر اسپ زد بر سکسکش

غصہ سے مارے جو گھوڑے کو کوئی | سکسکت چلنے پہ ہے مارے اسی

تا ز سکسک وا رہد خوش پے شود | شیرہ را زندان کنی تا مے شود

تاکہ سستی سے چھٹے جلدی سے چلے | شیرے کو جب بند کر دیں مے بنے

آن یکے میزد یتیمے را بقہر | قند بود آن لیک بنمود او چو زہر

کوئی یتیم اک اس پہ اک کرتا تھا قہر | قند تھا لیکن نظر آتا تھا زہر

دید مردے آنچنانش زار زار | آمد و بگرفت زودش در کنار

دیکھا جب اک شخص نے روتا ہوا | گود میں جلدی سے اسکو لے لیا

گفت چندان آن یتیمک را زدی | چون نترسیدی ز قہر ایزدی

اور کہا اسے شخص کیوں مارا اسے | کیا نہیں ڈرتا خدا کے قہر سے

گفت او را کے زدم اے جان و دوست | من بر آن دیوے زدم کو اندر وست

بولا وہ میں کب اسے ہوں مارتا | بلکہ اس کو جو ہے اس پہ اک بلا

مادر ار گوید ترا مرگ تو باد | مرگ آن خو خواہد و مرگ فساد

گر کہے مادر کہ موت آئے تجھے | ہوگا مقصد خوئے بد کی موت سے

آن گروہے کز ادب بگریختند | آب مردی و آب مردان ریختند

وہ جماعت جو ادب سے کٹ گئی | آبرو مردانگی کی اس نے لی

عاذلانشان از وغا وا راندند | تا چنین حیز و مخنث ماندند

عاذلوں نے جنگ سے باہر کیا | تاکہ ہوں نامرد ایسے خستہ پا

لاف و غرہ ژاژ خا را کم شنو | با چنانہا در صف ہیجا مرو

سن نہ ان بیہودوں کی شیخی ذرا | ساتھ نامردوں کے لڑنے کو نہ جا

زانکه زادوکم خبالا گفت حق ۔۔۔ کز رفیق سست برگردان ورق

کیونکہ زادوکم خبالا حق نے کہے ۔۔۔ بے تعلق ہو رفیق سست سے

که گر ایشاں با شما همره شوند ۔۔۔ غازیاں بے مغز همچوں کہ شوند

کیوں؟ تمہارے وہ اگر ہمراہ ہوں ۔۔۔ غازی سب بے مغز مثل کاہ ہوں

خویشتن را با شما هم صف کنند ۔۔۔ پس گریزند و دل صف بشکنند

وہ تمہاری صف میں آکر ہوں کھڑے ۔۔۔ اور پھر بھاگیں صفوں کو توڑ کے

پس سپاهی اندکے بے ایں نفر ۔۔۔ بہ کہ با اہل نفاق آید حشر

ہیں سپاہی چند بہتر دیکھئے ۔۔۔ ان نفاق انگیزوں کے انبوہ سے

هست بادام کم خوش بیخته ۔۔۔ بہ ز بسیارے بہ تلخ آمیخته

تھوڑے سے بادام بہتر چھانٹے ۔۔۔ اُن بہت سے جن میں کڑوے ہوں ملے

تلخ و شیریں گر بصورت یک شے اند ۔۔۔ نقص زاں افتاد کہ ہم دل نیند

تلخ و شیریں ہیں تو ہم صورت مگر ۔۔۔ نقص ہے ان میں یہی متفق ہوکر

گبر ترساں دل او وا زگماں ۔۔۔ میرود در شک حال آں جہاں

زندہ وہم و خوف میں کافر رہے ۔۔۔ شک میں ہے وہ اُس جہاں کے حال سے

میرود در رہ نداند منزلے ۔۔۔ گام ترساں مے نہد اعمی دلے

چل رہا ہے اور کوئی منزل نہیں ۔۔۔ ڈر کے چلتا ہے کہ روشن دل نہیں

چوں نداند رہ مسافر چوں رود ۔۔۔ با تردد ہا و دل پرخوں شود

جب مسافر رہ نہ جانے۔ کیا چلے ۔۔۔ خونِ دل کھائے۔ تردد میں پڑے

لہ قولہ تعالیٰ عز وجل ۔ ولو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا ولا اوضعوا خلالکم یبغونکم الفتنة وفیکم سماعون لہم واللہ علیم بالظالمین ۔ اگر وہ تمہارے درمیان باہر نکل آتے تو بجز تباہی و مکر کیا اضافہ کرتے ۔ وہ تم میں فتنہ جوئی کرتے ہیں۔ فساد ڈالتے ہیں اور تمہارے جاسوس ہیں اور ظلم کرنے والوں کو خدا خوب جانتا ہے ؞

مے نہ بینی غیر ازیں لیک اے او شنگ	آں زمانِ لاف بود ایں وقتِ جنگ
اور کیا دیکھے گا تو اے شوخ و شنگ	وقت وہ دعوے کا تھا یہ وقتِ جنگ
دی ہمے گفتی کہ پابنداں شدم	کہ بود تاں فتح و نصرت دمبدم
کل تو کہتا تھا کہ ہوں ثابت قدم	فتح و نصرت تم کو ہوگی دمبدم
دی زعیم الجیش بودی اے لعیں	ویں زماں ناچیز و نامرد و مہیں
کل تو تھا سردارِ لشکر اے لعیں	اب ہے کیوں نامرد و ناچیز و حزیں
تا بخوردیم آں دمِ تو و آمدیم	تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم
تیرے دم میں آگئے ہم آئے یہاں	تو گیا حمام ، ہم ہیں لکڑیاں
چونکہ حارث با سراقہ گفت ایں	از عتابش خشمگیں شد آں لعیں
جب یہ حارث نے سراقہ سے کہا	وہ لعیں غصے ہوا اور جل گیا
دست خود خشمگیں ز دستِ او کشید	چوں ز گفتش وش درد دل رسید
کھینچا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے	درد سا دل میں ہوا اس بات سے
سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت	خونِ آں بیچارگاں زاں مکر ریخت
سینے پہ گھونسا دیا اور چل دیا	خون بیچاروں شیطان نے اُن کا کیا
چونکہ ویراں کرد چندیں عالم او	پس بگفت انی بری منکم
اس سے ویرانی ہوئی کتنی چار سو	پس کہا انی بری منکم
کوفت اندر سینہ اش انداختش	پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش
کوٹا سینے کو گرا اس کو دیا	اور خود ہیبت سے بھاگا بیوفا

۱ حارث اور سراقہ دونوں سرداران عرب میں سے تھے۔ شیطان غزوۂ بدر میں سراقہ کی صورت میں قریش کے پاس آیا۔ اور انہیں آمادۂ جنگ کیا۔

۲ تحقیق میں تم سے بری الذمہ ہوں۔

نفس و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند / در دو صورت خویش را بنمودہ اند

نفس و شیطاں ایک ہیں دونوں پسرا / گو کہ وہ دو شکلوں میں آتے ہیں نظر

چوں فرشتہ و عقل کایشاں یک بدند / بہر حکمتہاش دو صورت شدند

جیسے وہ عقل اور فرشتہ ایک تھے / حکمتاً دو صورتوں میں تھے بٹے

دشمنے داری چنیں در سر خویش / مانع عقل است و خصم جان و کیش

خود تجھی میں ہے ترا دشمن چھپا / عقل کا دشمن ہے اور قاتل ترا

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار / پس بسوراخے گریزد در فرار

ایکدم حملہ کرے جوں سوسمار / اور اک سوراخ میں پھر ہو فرار

در دل او سوراخہا دارد کنوں / سر ز ہر سوراخ مے آرد بروں

اس نے ہیں سوراخ ہر دل میں کئے / اور نکالے سر وہ ہر سوراخ سے

نام پنہاں گشتن از دیو و نفوس / واندر آں سوراخ رفتن شد خنوس

چھپتا ہے تو نام ہیں دیو و نفوس / جائے جب سوراخ میں تو ہے خنوس[1]

کہ خنوسش چوں خنوس قنفذ است / چوں سر قنفذ ورا آمد شد است

اسکا چھپنا سیہی کی مانند ہے / آتا جاتا سیہی کی مانند ہے

کہ خدا آں دیو را خناس خواند / کو سر آں خارپشتک را بماند

حق نے ہی خناس شیطاں کو کہا / سر ہے اس کا سیہی سے ملتا ہوا

مے نہاں گردد سر آں خارپشت / دمبدم از بیم صیاد درشت

جس طرح لے سیہی اپنا سر چھپا / دمبدم جب خوف ہو صیاد کا

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں / زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں

اور جب مہلت ملے سر لے نکال / سانپ کو یوں مکر سے کر دے نڈھال

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے / رہزناں را بر تو دستے کے بدے

نفس گر رہزن نہ ہوتا اس طرح / غلبہ کرتے تجھ پہ رہزن کس طرح

[1] کسی کے پیچھے چھپنے والا۔

زاں عواں مقتضی کہ شہوت است — دل اسیر حرص و آز و آفت است

اس سپاہی سے جسے شہوت کہیں — دل ہے قیدی حرص اور آفات میں

زاں عواں بدتر شدی تو تباہ — تا عوانان را بقہر تست راہ

ہو گیا تو اس سپاہی سے تباہ — اور عوانوں کو ملی غلبے کی راہ

در خبر بشنو تو این پند نکو — بین جنبیکم لکم اعدا عدو[1]

سن نبی کی یہ حدیث پاک تو — نفس تیرا سب سے بدتر ہے عدو

طمطراق این عدو مشنو گریز — کو چو ابلیس است در لج و ستیز

اپنے دشمن کی نہ ڈینگیں سن ذرا — مثل شیطاں ہے خصومت سے بھرا

بر تو او از بہر این دنیائے سرد — آں عذاب سرمدی را سہل کرد

تجھ پہ وہ دنیا کی خاطر اے اخی — سہل کرتا ہے عذاب سرمدی

چہ عجب گر مرگ را آساں کند — او ز سحر خویش صد چنداں کند

کیا عجب جو موت کو آساں کرے — سحر سے اپنے بہت ساماں کرے

سحر کاہے را بصنعت کہ کند — باز کوہے را چو کاہے میکند

سحر اتنا کوہ کر دکھائے کاہ کو — کوہ پھر صنعت سے ایسی کاہ ہو

زشتہا را نغز گرداند بہ فن — نغزہا را زشت گرداند بظن

وہ بناتا ہے بری شے کو بھلا — اور ظن سے کر دے اچھے کو برا

آدمی را خر نماید ساعتے — آدمی سازد خرے را ز آیتے

آدمی کو وہ بنا ڈالے گدھا — اور گدھے کو آدمی کر دے بجا

کار سحر اینست کو دم میزند — ہر نفس قلب حقائق میکند

یہ ہے مکاری فسون و سحر کی — الٹ دیتا ہے حقائق ہر گھڑی

[1] حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اعدیٰ عدوک نفسک التی بین جنبیک
یعنی بدترین دشمن تیرا نفس ہے۔ جو تیرے پہلو کے بیچ واقع ہے۔

اینچنیں ساحر درون تست سر ‌ ‌ ‌ انّ فی الوسواس سحراً مستتر

ایسا جادوگر ہے اک تجھ میں نہاں ‌ ‌ ‌ وسوسوں میں سحر پوشیدہ ہے ہاں

اندراں عالم کہ ہست ایں سحرہا ‌ ‌ ‌ ساحراں ہستند جادوئے کشا

ہیں جو اس دنیا میں جادو بیشتر ‌ ‌ ‌ کھولنے والے بھی ہیں اس کے مگر

اندراں صحرا کہ رست ایں زہر تر ‌ ‌ ‌ نیز روئیدہ ست تریاق اے پسر

زہر گو ان جنگلوں میں ہے اگا ‌ ‌ ‌ ہے وہیں تریاق بھی پیدا ہوا

گویدت تریاق از من جو سپر ‌ ‌ ‌ کز زہرم من بتو نزدیک تر

کہتا ہے تریاق لے میری پناہ ‌ ‌ ‌ زہر سے نزدیک تر ہوں اے تباہ

گفت او سحرست و ویرانی تو ‌ ‌ ‌ گفت من سحرست دفع سحر او

اس کا کہنا سحر و ویرانی تری ‌ ‌ ‌ میرا کہنا دفع سحر اسے بھی

گفت پیغمبر کہ انّ فی البیان ‌ ‌ ‌ سحراً و حق گفت آں خوش پہلوان

بولے پیغمبر کہ انّ فی البیان ‌ ‌ ‌ سحر اور صادق ہے انکا قول ہاں

لیک سحرے دفع سحر ساحراں ‌ ‌ ‌ مایۂ تریاک باشد در بیاں

سحر جو ہو دفع سحر ساحراں ‌ ‌ ‌ ہے بیاں میں مایۂ تریاق ہاں

آں بیان اولیا و اصفیاست ‌ ‌ ‌ کز ہمہ اغراض نفسانی جداست

وہ بیان اولیا و اصفیا ‌ ‌ ‌ جو کہ ہیں اغراض نفسی سے جدا

حاصل آں کز زہر نفس دوں گریز ‌ ‌ ‌ نوش کن تریاق مرشد ہست نیز

الغرض تو بھاگ زہر نفس سے ‌ ‌ ‌ اور جو ہے تریاق مرشد ہی بھی لے

ایں طلسم سحر نفس اندر شکن ‌ ‌ ‌ سوئے شیخ پیر کامل نقب زن

توڑ دے سحر و طلسم اس نفس کا ‌ ‌ ‌ جستجو کر پیر کامل کی ذرا

سلہ تحقیق بیان میں سحر ہے ؛

بس دراز است ایں سخن آغاز راں　　جانب مہمان و مسجد باز راں
بات لمبی ہے ۔ شروع آغاز چل　　جانب مہمان و مسجد بے دخل

مہمان کو ملامت گروں کی دوبارہ نصیحت

ہیں بکن جلدی برو اے بوالکرم　　مسجد ما را مکن زیں متہم
ہاں اب جلدی سے جا اے ذوالکرم　　کر نہ مسجد کو ہماری متہم

گر بگوید دشمنے از دشمنی　　آتشے در ما زند فردا دنی
گر لیے دشمن زراہ دشمنی　　اور کل ہم پر کرے آتش زنی

کہ تبا ساخید او را خفا سلے　　بر بہانہ مسجد او بد سالے
ہاں کسی ظالم نے گھونٹا ہے گلا　　اور مسجد کا بہانہ ہے کیا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد　　چونکہ بد نام ہست مسجد او جہد
رکھتا ہے مسجد پہ حیلے قتل کے　　تا کہ ہو بد نام مسجد وہ چھٹے

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں　　کہ نہ ایم ایمن ز مکر دشمناں
ہم پہ تہمت رکھ نہ تو اے سخت جاں　　خوف دشمن سے نہیں ہمکو اماں

ہیں برو جلدی بکن سودا میز　　کہ نتاں پیمود کیہاں را بگز
جا یہاں سے جلد نا مت کر ابلہی　　گز سے دنیا ناپ سکتا ہے کوئی

چوں تو بسیاراں بلافیدہ بجخت　　ریش بر خود کندہ یک یک لخت لخت
تھے بہت ایسے گھمنڈی ۔ بجخت سے　　ڈاڑھی اُن کی نوچ لی ۔ عاجز ہوئے

ہیں بگو تاہ کن ایں قیل و قال　　خویش و ما را در میفگن در وبال
بھاگ جا ۔ اب ختم کر یہ قیل و قال　　ہم کو اپنے ساتھ آفت میں نہ ڈال

مہماں کا جواب

گفت آیاراں ازاں دیواں نیم — کز لاحولے ضعیف آید بہیم

بولا وہ شیطاں نہیں ہیں دوستو — جو کہ اس لاحول سے کمزور ہو

کودکے کو حارس کشتے بُدے — طبلکے در دفع مرغاں می زدے

ایک لڑکا تھا نگہباں کھیت کا — دف سے مرغوں کو بھگاتا تھا سدا

تا رمیدے مرغ ازاں طبلک ز کشت — کشت از مرغاں سلامت می بگشت

دف بھگا دیتا تھا سب کو کھیت سے — تھا سلامت کھیت رہتا اس لئے

چونکہ سلطاں شاہ محمود کریم — برگذر زد آں طرف خیمہ عظیم

جبکہ سلطاں شاہ محمود کریم — گذرا اس جا اور لگا خیمہ عظیم

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر — انبہ و فیروز و صفدر ملک گیر

تھے سپاہی جیسے تارے چرخ کے — ملک گیر و صف شکن اور [illegible]

اشترے بُد کو بُدے حمال کوس — بختیے بُد پیشرو ہمچوں خروس

ایک اشتر پر تھا نقارہ لدا — پیشرو وہ مرغ کی مانند تھا

بانگ کوس و طبل بر وے روز و شب — می زدندے در رجوع و در طلب

کوس اور نقارہ اس پر روز و شب — تھے بجاتے جب کبھی ہوتی طلب

اندر آں مزرع در آمد آں شتر — کودک آں طبلک بزد در حفظ بر

وہ شتر اس کھیت میں بھی آ گیا — اور دف لڑکے نے پیٹا خوب سا

عاقلے گفتش مزن طبلک کہ او — پختہ طبل است با آنست خو

کہ نہ دف دو ایک عاقل نے کہا — اونٹ پہلے سے ہے خوگر طبل کا

پیش او چہ بود ایں تو طبلک — کو کشد او طبل سلطاں بیست کل

اس کے آگے ہے یہ دفلی چیز کیا — وہ تو ہے نقارہ شاہی کھینچتا

وین عجب ظنیست در تو ای مہین — کہ نمی پرّد بہ بستان یقین

یہ عجب تیرا گماں ہے ہم نشیں — جو نہیں اُڑتا سوئے باغ یقیں

ہر گمان تشنۂ یقین است ای پسر — می زند اندر تزاید بال و پر

ہر گماں تشنہ یقیں کا ہے پسر — مارتا ہے کثرتوں میں بال و پر

چون رسد در علم پس پر پا شود — مر یقین را علم او پویا شود

علم تک پہنچے تو پھر قائم رہے — اور یقیں کی سمت علم اسکا بڑھے

زانکہ ہست اندر طریق مفتتن — علم کمتر از یقین و فوق ظن

ہاں طریق عشق میں علم اے فتا — ہے یقیں سے کم تو شک سے ہے سوا

علم جویای یقین باشد بدان — وان یقین جویای دید است و عیان

علم کو تو ہے یقیں کی جستجو — اور یقیں کو دید کی ایسے نیک خو

اندر الہٰکم بجو این را کنون — از پس کلّا پس لو تعلمون[1]

اس کو الہٰکم میں ڈھونڈے ذی فنون — پھر ہے کلّا اور پھر لو تعلمون

می کشد دانش بہ بینش ای علیم — گر یقین بودے بدیدندے جحیم

جانب بینش ہے دانش کھینچتی — گر یقیں ہوتا تو دوزخ دیکھتی

دید زاید از یقین بے امتہال — آنچنان کز ظن ہمے زاید خیال

دید ہوتی ہے یقیں سے آشکار[2] — جیسے ظن پر ہے خیالوں کا مدار

اندر الہٰکم بیان این ببین — کہ شود علم الیقین عین الیقین

دیکھ الہٰکم میں یہ قول مبیں — تا کہ ہو علم الیقیں عین الیقیں

[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الہٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین یعنی تم کو کثرت کی آرزو نے غافل کیا۔ یہاں تک کہ تم قبروں سے ملے۔ البتہ یوں ہرگز نہ جانو گے پھر ہرگز نہ جلد جانو گے کاش کہ تم یقین کا جاننا جانو۔ [2] یعنی صاف نظر آتی ہے۔

ازگمان و از یقیں بالاترم
وز ملامت بر نمیگردد سرم

میں ہوں بالاتر یقین و وہم سے
پھر ملامت سے مرا سر کیوں پھرے

چوں دہانم خورد از حلوائے او
چشم روشن گشتم و بینائے او

میرے منہ نے جب وہ حلوا کھا لیا
آنکھ روشن ہو گئی، بینا ہوا

بازہم گستاخ چوں خانہ روم
پائے لرزانم نہ کورانہ روم

شوخ اور چالاک پھر گھر کو پھروں
میں نہوں اندھا نہ لغزش میں رہوں

آنچہ گل را گفت حق خنداں کرد
بردل من گفت صد چنداں کرد

گفتگو نے حق سے گل خنداں ہوئے
اور اثر ہیں میرے دل پر سو گنے

آنچہ زد بر سرو و قدش راست کرد
وآنچہ از وے نرگس و نسریں بخورد

سرو سے پوچھ کر کے سیدھا کر دیا
نرگس و نسریں نے بھی کچھ سن لیا

آنچہ نے را کرد شیریں جان و دل
وآنچہ خاکے را بیافت ال نقش چگل

جس نے نے کو کر دیا شکر بجاں
خاک کو جس سے ملیں رنگینیاں

آنچہ ابرو را چناں طرار ساخت
چہرہ را گلگونہ گلنار ساخت

جیسے ابرو کو کیا طرار سا
چہرے کو گلگونہ گلنار سا

مر زباں را داد صد افسونگری
وآنچہ کاں را داد زر جعفری

اور زباں کو جس نے دی جادوگری
کان کو بخشا ہے زر[1] جعفری

چوں در زرّاد خانہ باز شد
غمزہائے چشم تیر انداز شد

جب سلح خانے کا دروازہ کھلا
آنکھ کے غمزوں نے پھینکا تیر سا

[1] زر جعفری - اصلی سونا - جعفری ایک بڑا کیمیا گر تھا - بعض کہتے ہیں کہ جعفری کی نسبت جعفر برمکی سے ہے - جسنے اپنے عہد وزارت میں حکم دیا تھا - کہ سونے کو صاف اور خالص کریں اور اس پر سکہ بنائیں ؎

کلکم راع نبی چون راعی ست | خلق مانند رمہ او ساعی ست
سب سے گلہ بانی راعی ہوتے | خلق کے ریوڑ کے وہ ساعی ہوتے

از رمہ چوپان نترسد در نبرد | لیکشان حافظ بود از گرم و سرد
کس طرح گلے سے چرواہا ڈرے | ہاں بچاتے اس کو سرد و گرم سے

گر زند بانگی ز قہر او بر رمہ | دان ز مہرست آن کہ دارد بر ہمہ
گلہ کو گر دے وہ چلا کر صدا | لطف سے ہو گی جو ہے کرتا رہا

ہر زمان گوید بگوشم بخت نو | کہ ترا غمگین کنم غمگین مشو
سنتا ہوں آواز ہر دم بخت سے | ہو نہ غمگیں گر کروں غمگیں تجھے

من ترا غمگین و گریان زان کنم | تا کنت از چشم بدان پنہان کنم
اس لیے کرتا ہوں میں غمگیں تجھے | چشم بد ہاں سے تو پوشیدہ رہے

تلخ گردانم ز غمہا خوی تو | تا بگردد چشم بد از روی تو
تلخ کرتا ہوں غموں سے خو تری | تا کہ لوٹے آنکھ بد اندیش کی

نے تو صیادی و جویای منی | بندہ و افگندہ رای منی
تو نہیں صیاد اور جویا مرا | بندۂ عاجز ہے میری رائے کا

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی | در فراق و جستن من بیکسی
حیلہ کرتا ہے کہ مجھ تک ہو رسا | بیکس تلاش و ہجر سے بکشتا ہوا

چارہ می جوید پی من درد تو | می شنودم دوش آہ سرد تو
درد تیرا میری خاطر چارہ جو | ہاں سنی کل شب کو سنی سرد تیری آہ

می توانم ہم کہ بی این انتظار | رہ دہم بنمایمت راہ گذار
چاہتا ہوں میں بغیر انتظار | رہنما ہو کر دکھاؤں رہگذار

تا ازین گرداب دوران وا رہی | بر سر گنج وصالم پا نہی
تا تو اس طوفان دوراں سے بچے | پاؤں گنج وصل پر میرے رکھے

لیک شیرینی و لذات مقر ۔ هست بر اندازهٔ رنج سفر

اتنی لذت ٹھہرنے میں ملے ۔ جتنا ہے اندازہ رنج سفر

آنکه از شهر و ز خویشان بر خوری ۔ کز غریبی رنج و محنتها بری

اس دم اپنے شہر سے پھل کھائے تو ۔ جب سفر سے رنج و محنت پائے تو

در نخود بنگر که اندر دیگ چون ۔ می‌جهد بالا چو شد ز آتش زبون

دیگ میں جا کر چنوں کو دیکھ لے ۔ باہر آتے ہیں اُبل کر آگ سے

هر چه آسان یافتی آسان دهی ۔ ور به مشکل یافت را بر جان نهی

جو ملے سہل اس کو آسانی سے دے ۔ جو ہو مشکل[۱] اس کو دیتے دل دُکھے

بشنو این تمثیل و قدر خود بدان ۔ وز بلاها رو مگردان ای جوان

سن یہ تمثیل اور اپنی قدر جان ۔ اور بلاؤں سے نہ منہ پھیرے جوان

مصیبت میں مومن کے بھاگنے کی تمثیل

هر زمانی می برآید وقت جوش ۔ بر سر دیگ و برآرد صد خروش

ہر گھڑی آتے ہیں[۲] باہر وقت جوش ۔ دیگ کے منہ پر وہ کرتے ہیں خروش

که چرا آتش به من در می‌زنی ۔ چون خریدی چون نگونم می‌کنی

کیوں جلاتی ہے ہمیں تو آگ سے ۔ جب خریدا تو سزا پھر کس لئے

می‌زند کفلیز کدبانو که نی ۔ خوش بجوش و بر مجه ز آتش کنی

کفگیر بی بی مار کر کہنے لگی ۔ خوب پک جا۔ آ نہ باہر آگ سے

زان نجوشانم که مکروه منی ۔ بلکه تا گیری تو ذوق و چاشنی

نہ پکایا تجھ کو دشمن جان کے ۔ بلکہ تیرے ذوق و لذت کے لئے

۱؎ یعنی جو مشکل سے ہاتھ آئے۔

۲؎ یعنی چنے۔

تا غذا گردی بیامیزی بجان ‌‌ ‌ بہر عارے نیست این امتحان

تا غذا ہو کر ملے تو جان سے ‌ امتحاں یہ کب ہے خواری کے لئے

آب میخوردی بہ بستان سبز و تر ‌ بہر ایں آتش بدست آں آبخور

سبز کھیتوں میں تجھے پانی پلا ‌ تو نے جلنے کے لئے پانی پیا

رحمتش سابق بدست از قہر زآں ‌ تا ز رحمت گردد اہل امتحاں

قہر سے رحمت تھی پہلے اس لئے ‌ رحم سے تا امتحاں میں تو پڑے

رحمتش بر قہر از آں سابق شدست ‌ تا کہ سرمایہ وجود آید بدست

اس لئے تھا رحم سابق قہر پر ‌ تا ملے پونجی وجود اسے بے خبر

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست ‌ چوں نروید چہ گدازد عشق دوست

کیونکہ بے لذت بڑھیں کب لحم و پوست ‌ بن بڑھے کیونکر گھلائے عشق دوست

زاں تقاضا گر بیاید قہرہا ‌ تا کنی ایثار آں سرمایہ را

اس تقاضا گر کے ہیں یہ قہر سب ‌ تا کرے ایثار سرمائے سے اب

باز لطف آید برائے عذر او ‌ کہ بکردی غسل بر جستی ز جو

عذر پھر کرتا ہے لطف کبریا ‌ اب تو ندی سے نہا کر آ گیا

تا نہ خود گوید چہ بدی در بہار ‌ رنج مہمان تو شد نیکوش دار

وہ نہ بولے گا تو جیسا وقت بہار ‌ رنج ہے مہماں ترا اب ہوشیار

تا کہ مہماں باز گردد شکر ساز ‌ پیش شہ گوید ز ایثار تو باز

تا کہ مہماں شکریہ تیرا کرے ‌ دے خبر شہ کو ترے ایثار سے

تا بجائے نعمتت منعم رسد ‌ جملہ نعمتہا برد بر تو حسد

پھر جگہ پہ تیری منعم آ کے لے ‌ اور ہر نعمت حسد تجھ پہ کرے

من خلیلم تو پسر پیش بچک ‌ سر بنہ انی ارانی اذبحک

ہیں خلیلؑ اور تو پسر ہے ربیبہ و شک ‌ سر جھکا انی ارانی اذبحک

سلہ دیکھو صفحہ ۴۴۶ پر

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار — تا ببرّم حلقت اسمٰعیلؑ وار

قہر کے آگے تو اپنا سر جھکا — مثلِ اسمٰعیلؑ تا کاٹوں گلا

سر ببرّم لیک ایں سر آں سریست — کز بریدہ گشتن و کشتن بریست

سر میں کاٹوں ہے مگر یہ سر وہ سر — جو بری کٹ جانے سے ہے سر بسر

لیک مقصودم ازاں تعلیم تست — اے مسلماں بایدت تسلیم جست

اس سے ہے مقصود سمجھانا تجھے — خوئے تسلیم اے مسلماں چاہیئے

اے نخود می جوش اندر ابتلا — تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا

اے چنے یوں امتحاں میں جوش کھا — تیری ہستی کا نہ ہو تیرا پتا

اندر آں بستاں اگر خندیدۂ — تو گلِ بستانِ جان و دیدۂ

تو اگر اس باغ میں خنداں رہا — پھول باغِ جان و دیدہ کا بنا

گر جدا از باغِ آب و گل شدی — لقمہ گشتی اندر احیا آمدی

گر چھٹا اس باغ سے مٹی ہوا — لقمہ بن کر انتڑیوں میں آ گیا

شو غذا و قوت و اندیشہ ہا — شیر بودی شیر شو در بیشہ ہا

ہو غذا اور قوتِ اندیشہ بن — شیر تھا اور آج شیرِ بیشہ بن

از صفاتش رستۂ واللہ نخست — در صفاتش باز رو چالاک و چست

اس کی صفتوں سے تو پہلے تھا اگا — پھر انہیں صفتوں کی جانب تیز جا

ز ابر و خورشید و ز گردوں آمدی — پس شدی صاف و ز گردوں بر شدی

ابر و خورشید اور فلک سے آیا تھا — صاف ہو کر اب فلک سے چڑھ گیا

آمدی در صورتِ باران و آب — میروی اندر صفاتِ مستطاب

صورتِ باران و آب آیا ہے تو — اب صفاتِ پاک میں جاتا ہے تو

حاشیہ صفحہ گزشتہ: حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لڑکے اسمٰعیلؑ سے کہا تھا کہ تحقیق میں نے دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں ۔

جزو شمس و ابر و باراں ہا بدی ۔ نفس و فعل و قول و فکرت ہا شدی

جزو شمس اور ابر باراں تو رہا ۔ نفس و فعل و قول و فکر اب بن گیا

ہستی حیواں شد از مرگ نبات ۔ راست آمد اقتلونی یا ثقات[۱]

ہستی حیواں ہے سبزی کی فنا ۔ اقتلونی یا ثقات آیا بجا

چوں چنیں بردیست ما را بعد مات ۔ راست آمد ان فی قتلی حیات[۲]

بعد مرنے کے جو ہوتی ہے یہ بات ۔ راست ہے پھر ان فی قتلی حیات

فعل و قول و صدق شد قوت ملک ۔ تا بدیں معراج شد سوئے فلک

قول و فعل صدق ہے قوت ملک ۔ پہنچے اس معراج سے وہ تا فلک

آنچناں کاں طعمہ شد قوت بشر ۔ از جمادی بر شد و شد جانور

ایسا لقمہ جو بنا قوت بشر ۔ پھر کے مٹی سے ہوا وہ جانور

ایں سخن را ترجمہ پہناوری ۔ گفتہ آید در مقام دیگرے

اس سخن کی شرح میں لمبے بیاں ۔ دوسرے موقع پہ کہہ دونگا بیاں

کارواں دائم ز گردوں میرسد ۔ تا تجارت میکند وا میرود

آسماں سے آتا ہے اک قافلہ ۔ اور تجارت کر کے پھر سے لوٹتا

پس برو شیریں و خوش با اختیار ۔ نے بہ تلخی و کراہت دزد وار

تو چلو شیریں خوشی با اختیار ۔ نے کراہت سے مثل چوروں کے دار

زاں حدیث تلخ میگویم ترا ۔ تا ز تلخیہا فرو شویم ترا

کہہ رہا ہوں تلخ باتیں اس واسطے ۔ تاکہ وہ تلخی جو تجھ میں ہے چھٹے

[۱] اے پرہیزگارو مجھے قتل کر دو۔

[۲] تحقیق میرے قتل ہونے میں ایک زندگی ہے۔

ز آبِ سرد انگورِ افسردہ رہد ‏— سردی و افسردگی بیروں نہد

آب سرد انگور کا جب جوش کھائے ‏— سردی و افسردگی اپنی گنوائے

تو ز تلخی چونکہ دل پر خوں شوی ‏— پس ز تلخیہا ہمہ بیروں روی

تو بھی جب تلخی سے گھبرا جائیگا ‏— تلخیوں سے اپنی باہر آئیگا

آنزماں شیریں شوی ہمچوں عسل ‏— فارغ آئی گر بتو ریزند خل

میٹھا پھر اسوقت ہوگا شہد سا ‏— پھر اثر ہوگا نہ سرکے کا ذرا

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد ‏— مقبلِ ایں درگہِ فاخر نشد

جو بلاؤں میں نہیں صابر رہا ‏— وہ نہیں مقبول اس درگاہ کا

سگ شکاری نیست او را طوق نیست ‏— خام ناجوشیدہ جز بے ذوق نیست

سگ شکاری ہو تو ہو گردن میں طوق ‏— خام اور نااہل ہے محروم ذوق

مومن کا آگاہی بلا پر صابر ہونا

آں نخود گفت ار چنیں است اے ستی ‏— خوش بجوشم یاریم دہ راستی

وہ چنا کہنے لگا گر ہے یہ بات ‏— جوش دے خوب اے خدا دے دے ثبات

تو دریں جوشش چو معمارِ منی ‏— کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی

تو جو ہے اس جوش میں مونس مری ‏— چمچہ مارے جائیں خوش ہوں اتنی

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ ‏— تا نہ بینم خوابِ ہندستان و باغ[1]

مثلِ ہاتھی اب سر پہ دے تو زخم و داغ ‏— تا نہ دیکھوں خواب ہندستان و باغ

۱؎ یعنی شورش اور جوش مستی جاتا رہے۔ ہندوستان اور باغ سے دنیا مراد ہے چونکہ ایران میں ہاتھی نہیں ہوتا۔ اس لیئے جب کوئی شخص وہاں ہاتھی لیجاتا ہے اور وہ مستی کرنے لگتا ہے۔ تو ایرانی کہتے ہیں یہ ہندوستان کا خواب دیکھ رہا ہے یا اسے یاد کر رہا ہے۔

تا کہ خود را در وہم در جوشِ من ‏ ‏ ‏ تا رسے یابم در آں آغوشِ من

تا کہ خود اس جوش میں مٹ جاؤں میں ‏ ‏ ‏ اور اس آغوش میں جا پاؤں میں

زانکہ انساں در غنا طاغی شود ‏ ‏ ‏ ہمچو پیل خواب بیں یاغی شود

ہوتا ہے دولت سے یہ انساں خراب ‏ ‏ ‏ جیسے باغی پیل ہو دیکھے جو خواب

پیل چوں در خواب بیند ہند را ‏ ‏ ‏ پیلباں را نشنود آرد دغا

ہند جب سوتے میں ہاتھی دیکھ لے ‏ ‏ ‏ پھر نہ مانے پیلباں کی اور لڑے

خاتون کا جننے سے عذر کرنا

آں ستی گو پسر را کہ پیش ازیں ‏ ‏ ‏ من چو تو بودم ز اجزائے زمیں

بولی وہ خاتون اس سے پیشتر ‏ ‏ ‏ تھی میں جزوِ خاک تیری طرح پہ

چوں بپوشیدم جہازِ آذرے ‏ ‏ ‏ پس پذیرا گشتم و اندر خورے

میں نے جب پہنا لباس آتشی ‏ ‏ ‏ ہو گئی مقبول اس لائق بنی

مدتے جوشیدم اندر زمن ‏ ‏ ‏ مدتے دیگر درونِ دیگِ تن

میں بھی دنیا میں ہوں اُبلی مدتوں ‏ ‏ ‏ دیگِ تن میں جوش میں کتنی مدتوں

زیں دو جوشش قوتِ حسہا شدم ‏ ‏ ‏ روح گشتم پس ترا استا شدم

حس کی قوت دو اُبالوں سے بنی ‏ ‏ ‏ رُوح ہو کر تیری استانی بنی

در جمادی گفتمے زاں میروی ‏ ‏ ‏ تا شوی علم و صفاتِ معنوی

توڑا چھوڑا اس لیے میں نے تجھے ‏ ‏ ‏ تا ہو واقف معنوی اوصاف سے

چوں شدی تو روح پس بارِ دگر ‏ ‏ ‏ جوش دیگر کن ز حیوانی گذر

ہو گیا تو روح پھر اک جوش کھا ‏ ‏ ‏ حدِ حیوانی کو پیچھے چھوڑ جا

از خدا میخواہ تا زیں نکتہا ‏ ‏ ‏ در نلغزی و رسی در منتہا

نکتے یہ سن کر خدا سے کر دعا ‏ ‏ ‏ ہو نہ لغزش جائے تو تا منتہا

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شدند	زاں رسن قومے درون چہ شدند
کیونکہ قرآں سے بہت گمرہ ہوئے	تھام کر رسی کنوئیں میں جا گرے
مر رسن را نیست جرمے اے عنود	چوں ترا سودائے سر بالا نبود
اس میں کیا رسی کا ہے جرم و قصور	خود نہ تھا فکر علو اسے بے شعور

مہمان مسجد کا قصہ

آں غریب شہر سربالا طلب	گفت می‌خسپم دریں مسجد بہ شب
وہ مسافر اور وہ عظمت طلب	کہتا تھا مسجد میں سوؤں آج شب
مسجدا گر کربلائے من شوی	کعبۂ حاجت روائے من شوی
ہو جو اے مسجد تو میری کربلا	ہو یقیناً کعبۂ حاجت روا
ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار	تا رسن بازی کنم منصور وار
چھوڑ دے مجھ کو تو اے مقبول یار	تا رسن سے کھیلوں منصور وار
گر شدید اندر نصیحت جبرئیلؑ	می‌نخواہد غوث در آتش خلیل
ہو نصیحت میں اگر تم جبرئیلؑ	آگ سے کب ہوگا فریادی خلیلؑ
جبرئیلا رو کہ من افروختہ	بہترم چوں عود و عنبر سوختہ
جاؤ اے جبرئیلؑ ضد دینا مرا	مثل عنبر کے ہے جلنے سے بھلا
جبرئیلا گرچہ یاری می‌کنی	چوں برادر پاسداری می‌کنی
گو تو ہے ہمدرد میرا جبرئیلؑ	بھائی کی مانند ہے میرا وکیل
اے برادر من بر آذر چابکم	من نہ آں جانم کہ گردم نیش و کم
بھائی! ہیں ہم لپا تیز تر اس آگ سے	میں نہیں وہ جان جو گھٹتی رہے
جان حیوانی فزاید از علف	آتشے بود و چو ہیزم شد تلف
جانِ حیوانی تو چارے سے بڑھے	آگ ہو کہ مثل لکڑی کے نہ بجھے

گر نہ گشتے ہیزم او مثمر بدے ‏ ‏ ‏ ‏ تا ابد معمور و ہم عامر بدے

گر نہ لکڑی ہوتی تو پاتی ثمر ‏ ‏ ‏ ‏ تا ابد آباد رہتی اے پسر

باد سوزانست ایں آتش بداں ‏ ‏ ‏ ‏ پرتو آتش بود نے عین آں

بادِ سوزاں ہے یہ آتش بیگماں ‏ ‏ ‏ ‏ پرتو آتش ہے یہ آتش کہاں

عین آتش در اثیر آمد یقیں ‏ ‏ ‏ ‏ پرتو و سایہ ویست اندر زمیں

عین آتش ہے فلک پر اے فتا ‏ ‏ ‏ ‏ سایہ اُس کا ہے زمیں پر پڑ رہا

لاجرم پرتو نپاید ز اضطراب ‏ ‏ ‏ ‏ سوئے معدن باز میگردد شتاب

اس لئے سائے کو ہے اک اضطراب ‏ ‏ ‏ ‏ سوئے معدن لوٹ جاتا ہے شتاب

قامت تو بر قرار آمد بساز ‏ ‏ ‏ ‏ سایہ ات کوتہ دمے یکدم دراز

ہے ترا قد برقرار اے پاکباز ‏ ‏ ‏ ‏ سایہ کوتہ ہے کبھی ۔ گاہے دراز

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات ‏ ‏ ‏ ‏ عکسہا واگشت سوئے امہات

کوئی پرتو میں نہیں پاتا قرار ‏ ‏ ‏ ‏ عکس لوٹے اصل کو انجام کار

ہیں دہاں بربند فتنہ لب کشاد ‏ ‏ ‏ ‏ بازگو واللہ اعلم بالرشاد

چپ بھی رہ کھلتی ہے فتنوں کو کشاد ‏ ‏ ‏ ‏ پھر سنا واللہ اعلم بالرشاد

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب ‏ ‏ ‏ ‏ مشرق و مغرب فتاد اندر اضطراب

فتنہ نے اُٹھ کر کیا عالم خراب ‏ ‏ ‏ ‏ مشرق و مغرب کو ہے اک اضطراب

چوں مراتب گشت دلہا تنگ شد ‏ ‏ ‏ ‏ ہر یکے با دیگرے در جنگ شد

جب ملے مراتب ہوئے دل اور تنگ ‏ ‏ ‏ ‏ ایک سے تھا دوسرا مصروف جنگ

گفت و گو بسیار شد خامش شدم ‏ ‏ ‏ ‏ مسئلہ تسلیم کردم تن زدم

گفتگو لمبی ہوئی تا میں چپ ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ مسئلہ ۔ تسلیم میں نے کر لیا

ور تو گوئی موجب فتنہ چہ بود ‏ ‏ ‏ ‏ باز گویم گوش کن چوں غم فزود

گر تو پوچھے کیا تھا سبب فتنے کا کیا ‏ ‏ ‏ ‏ سن بتاتا ہوں کہ کیونکہ غم بڑھا

کم فہموں اور طعنہ زنوں کی بد اندیشی

پیش از آں کایں قصہ تا مخلص رسد ‏ دود گندے آمد از اہل حسد

پیشتر اس سے کہ پورا ہو بیاں ‏ دیکھ وہ اٹھا حسد کا اک دھواں

من نمی رنجم ازیں لیک ایں لگد ‏ خاطر سادہ دلے را پے کند

مجھ کو تو اس کی نہیں پروا مگر ‏ خاطر سادہ پہ ہو شاید اثر

خوش بیاں کرد آں حکیم غزنوی ‏ بہر محجوباں مثال معنوی

خوب کہتے ہیں حکیم[1] غزنوی ‏ اندھوں کے حق میں مثال معنوی

کہ ز قرآں گر نہ بیند غیر قال ‏ ایں عجب نبود ز اصحاب ضلال

صرف قرآں سے اگر وہ قال لے ‏ کچھ تعجب تو نہیں گمراہ سے

کز شعاع آفتاب پر ز نور ‏ غیر گرمی مے نیابد چشم کور

نور سے سورج کے مل سکتا ہے کیا ‏ اندھی آنکھوں کو حرارت کے سوا

خربطے ناگاہ از خرخانہ ‏ سر بروں آورد چوں طعانہ

ناگہاں اک گھر سے نکلا سرپھرا ‏ طعنہ زن کی طرح یوں کہنے لگا

کایں سخن پست است یعنی مثنوی ‏ قصہ پیغمبر است و پیروی

ہے یہ قصہ پست یعنی مثنوی ‏ داستاں نبیوں کی ۔ ذکر پیروی

نیست ذکر و بحث و اسرار بلند ‏ کہ دوانند اولیا زاں سو سمند

اس میں ہیں اسرار کی بحثیں کہاں ‏ اولیا ہوتے ہیں جس جانب رواں

از مقامات تبتل تا فنا ‏ پایہ پایہ تا ملاقات خدا

ترک سے دنیا کے لے کر تا فنا ‏ درجہ درجہ تا وصال کبریا

[1] حکیم سنائی غزنوی کی طرف اشارہ ہے ۔

شرح و حدِ ہر مقام و منزلے ۔۔۔ کہ بجہد و بر پرد صاحبدلے

حدِ منزل اور شرحِ ہر مقام ۔۔۔ جس سے اہلِ دل کو ہو پرواز تام

جملہ سرتا سر فسانہ است و فسوں ۔۔۔ کودکانہ قصۂ بیروں و دروں

سر بسر افسوں ہے اور افسانہ ہے ۔۔۔ باہر اندر قصۂ طفلانہ ہے

چوں کتابُ اللہ بیامد ہم بر آں ۔۔۔ ہمچنیں طعنہ زدند آں کافراں

جبکہ قرآں خلق پر نازل ہوا ۔۔۔ کافروں نے اس پہ بھی طعنہ کیا

کہ اساطیر است و افسانہ نژند ۔۔۔ نیست تعمیقے و تحقیقے بلند

بس یہ قصے اور افسانے ہیں چند ۔۔۔ ہیں نہ نکتے اور نہ تحقیق بلند

کودکانِ خرد فہمش میکنند ۔۔۔ نیست جز امرِ پسند و ناپسند

چھوٹے بچے ہیں سمجھ لیتے اسے ۔۔۔ اس میں بس کچھ حکم ہیں اچھے بُرے

ذکرِ آدمؑ گندم و ابلیس و مار ۔۔۔ ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار

ذکرِ آدمؑ، ذکرِ ابلیس اور مار ۔۔۔ ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار

ذکرِ نوحؑ و کشتی و طوفانِ بن ۔۔۔ ذکرِ کنعان و سر از خط تافتن

نوحؑ کی کشتی کا اور طوفاں کا ذکر ۔۔۔ اور نافرمانیِ کنعاں کا ذکر

ذکرِ یوسفؑ ذکرِ زلفِ پرچمش ۔۔۔ ذکرِ یعقوبؑ زلیخا و غمش

ذکرِ یوسفؑ اور ان کی زلف کا ۔۔۔ ذکرِ یعقوبؑ اور زلیخا کا گلا

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذبح و جبرئیلؑ ۔۔۔ ذکرِ قصہ کعبہ و اصحابِ فیل

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذکرِ جبرئیلؑ ۔۔۔ کعبہ کا قصہ ہے اور اصحابِ فیل

ذکرِ بلقیسؑ و سلیمانؑ و سبا ۔۔۔ ذکرِ داؤدؑ و زبور و اوریا[1]

ذکرِ بلقیس و سلیمانؑ و سبا ۔۔۔ ذکرِ داؤدؑ و زبور و اوریا

[1] حضرتِ داؤدؑ کا برادرِ نسبتی۔

اولیاؒ و انبیاؑ کا پہاڑوں اور غاروں میں رہنا

پیش خلق ایشاں فرازِ صد کُہ اند	گامِ خود بر چرخِ ہفتم مے نہند
پیشِ خلقت ہو کے بھی وہ ہیں پرے	چرخِ ہفتم اُن کے زیرِ پا رہے
پس چرا پنہاں شود کُہ جُو بود	کہ ز صد دریا و کہ آنسو بود
پس پہاڑوں میں چھپے وہ کس لئے	جو پرے صد کوہ و دریا سے رہے
حاجتش نبود بسوئے کہ گریخت	کز پیش کرّہ فلک صد نعل ریخت
کوہ جانے کی اسے حاجت ہی کیا	آسماں جب اس سے ہے چکرا گیا
چرخ گردید و ندید او گردِ شاں	تعزیت جامہ بپوشید آسماں
چرخ نے پائی نہ ان کی گرد بھی	لی پہن پوشاک آخر ماتمی
گر بظاہر آں پری پنہاں بود	آدمی پنہاں تر از پریاں بود
گو بظاہر ہوتی ہیں پریاں نہاں	آدمی اُن سے بھی پنہاں تر ہے ہاں
نزدِ عاقل آں پری کہ مضمر است	آدمی صد بار خود پنہاں تر است
نزدِ عاقل جو پری پوشیدہ ہے	اس سے بڑھ کر آدمی پوشیدہ ہے
آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفی ست	چوں بود آدم کہ در غیب او صفی ست
آدمی جو نزدِ عاقل ہے خفی	صورتِ آدمؑ ہے وہ۔ جو ہے صفی
آں یکے بشنید از گرگے سخن	رفت پیشِ خواجہ کاے مقتدو کن
بھیڑیے سے ایک نے باتیں سنیں	جا کے خواجہ سے کہا اے مردِ دیں
اینچنیں گرگے سخن با من بگفت	خواجہ را با طرب دل گشت جفت
مجھ سے یوں کرتا تھا باتیں بھیڑیا	یہ سنا خواجہ نے تو خوش ہو گیا
گفت ایماں آورید من بریں	ہمچو من صدیقؓ و فاروقؓ مہیں
بولا میں ایماں لایا یہ ملا	صورتِ صدیقؓ و فاروقؓ اے فتا

خواجہ لُتے کہ در بےچون و چند	مدورا ایشاں مخالف نیستند
جانتا تھا خواجہ سے چون و چرا	یہ مخالف مردکے ہیں کب بھلا

اولیاؒ و کلام اللہ کی تشبیہ

آدمی ہمچوں عصائے موسیٰ است	آدمی ہمچوں فسون عیسیٰ است
آدمی مثل عصائے موسوی	آدمی مثل فسون عیسوی
درکف حق بہر داد و بہر زین	قلب مومن ہست بین الاصبعین [۵۲]
دست خالق میں ہے بہر داد و زین	قلب ہے مومن کا بین الاصبعین
ظاہرش چوبے ولیکن پیش او	کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
ظاہرا لکڑی ہے۔ باطن دیکھنا	اک جہاں لقمہ ہو جب کھولے گلا
تو مبیں زافسون عیسیٰ حرف و صوت	آں ببیں کز وے گریزاں گشت موت
دم میں عیسیٰ کے نہ ڈھونڈو حرف و صوت	تم یہ دیکھو بھاگتی تھی اس سے موت
تو مبیں افسون آں لہجات پست	آں نگر کہ مردہ برجست و نشست
پست لہجے پہ نہ اس کے کر نظر	مردے ہو جاتے تھے زندہ غور کر
تو مبیں مر آں عصا را سہل یافت	آں ببیں کہ بحر اخضر را شگافت
یہ نہ دیکھ آساں تھا مل جانا عصا	دیکھ پھاڑا اسنے دریا نیل کا
تو ز دوری دیدۂ چتر سیاہ	یک قدم با پیش نہ بنگر سپاہ
دیکھتا ہے دور سے چتر سیاہ	بڑھ کے آگے دیکھ ہے کتنی سپاہ
تو ز دوری جز نہ بینی غیر گرد	اندکے پیش آ ببیں در گرد مرد [۵۳]
دور سے جز گرد کیا آئے نظر	پاس آ تا مرد دیکھے جلوہ گر

۵۱ یعنی مرد خدا ۔ ۵۲ انگلیوں کے درمیان ۔
۵۳ یعنی آدمی کا آب و گل ۔

دیدہ ہا را گر دو اور روشن کند	کوہہا را امر وی او بر کند
گرد اس کی آنکھوں کو روشن کرے	کوہ کو قوت اُٹھا کر پھینکدے

یا جبال اوبی معہ والطیر کی تفسیر

چون برآمد موسیٰ از اقصاے دشت	کوہ طور از مقدمش رقاص گشت
جبکہ موسیٰ جانب صحرا گئے	طور آیا رقص میں انکے لئے
روئے داؤد از فرش تابان شدہ	کوہہا اندر پیش نالان شدہ
چمکا اس کے فر سے منہ داؤد کا	کوہ ان کے سامنے نالاں ہوا
کوہ با داؤد گشتہ ہمرہے	ہر دو مطرب مست در عشق شہے
کوہ وہ داؤد کا ہمرہ ہوا	دونوں مطرب عشق شہ میں مبتلا
یا جبال اوبی امر آمدہ	ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ
یا جبال اوبی حق نے کہا	دونوں ہم پردہ ہوئے اور ہم صدا
گفت داؤدا تو ہجرت دیدہ	بہر من از ہمدماں ببریدہ
بولا اے داؤد ہجرت تو نے کی	میری خاطر سب کی یاری چھوڑ دی
اے غریب فرد بے مونس شدہ	آتش شوق از دلت شعلہ زدہ
اے مسافر بے تری بے مونسی	آگ بھڑکی تیرے دل میں شوق کی
مطرباں خواہی و قوال و ندیم	کوہہا را پیشت آرد آں قدیم
مطرب و قوال چاہے اور ندیم	کوہ تیرے پاس لائے وہ کریم

۱ اے پہاڑو اور طیر تم حضرت داؤد کی طرف رجوع کرو ۱۲

۲ ہم آہنگ ۱۲

۳ قولہ تبارک و تعالیٰ عزوجل یا جبال اوبی معہ والطیر والنا لہ الحدید
یعنی اے پہاڑو اس کے ساتھ تم پرندوں کے بازگشت کرو اور ہم نے اسکے لئے لوہے کو نرم کیا ۱۲

تا قیامت میزند قرآں ندا ——— کاے گروہے جہل را گشتہ فدا

تا قیامت ہے یہ قرآں کی ندا ——— اے وہ لوگو! جہل پر جو ہو فدا

مر مرا افسانہ مے پنداشتید ——— تخم طعن و کافری میکاشتید

تم مجھے افسانہ تھے سمجھے ہوئے ——— بیج تم بوتے تھے طعن و کفر کے

خود بدیدید اے خسیسان زمن ——— کہ شما بودید افسانہ نہ من

اے خسیسو! ہے تمہیں عین الیقیں ——— تھے بس اس دنیا کا افسانہ تمہیں

تا بدید آید کہ طعنہ میزدید ——— کہ شما فانی و افسانہ بدید

کچھ ہوا معلوم اے طعنہ زنو! ——— تم تھے فانی اور افسانہ دیکھ لو

من کلام حقم و قائم بذات ——— قوت جان جان و یاقوت زکات

میں کلام حق ہوں اور قائم بذات ——— قوتِ جانِ جاں ہوں مثلِ یاقوتِ زکات

نور خورشیدم فتادہ بر شما ——— لیک از خورشید ناگشتہ جدا

میرے سورج کا پڑا تھا تم پہ نور ——— ہاں مگر خورشید سے کب تھا وہ دور

نک منم ینبوع آں آب حیات ——— تا رہانم عاشقاں را از ممات

چشمۂ آبِ بقا کہئے مجھے ——— عاشقوں کو ہوں بچاتا موت سے

گر چناں گند آزتاں ننگیختے ——— جرعہ بر گورتاں حق ریختے

حرص کی بدبو نہ پھیلاتے اگر ——— ڈالتا حق ایک جرعہ قبر پر

نے بگیرم گفت و پند آں حکیم ——— دل نگردانم ز ہر قولے سقیم

کیوں نہ یاں آخر سنوں پند حکیم ——— کیوں نہ دل پھیروں جو ہو قول سقیم

تا بیابد درد من زاو دوا ——— فارغ آیم من ز ہر طعنے جدا

اس سے میرا درد تا پائے دوا ——— اور میں طعنوں سے ہو جاؤں جدا

آنکہ فرمودست او اندر خطاب ——— کرہ و مادر ہمے خوردند آب

کیونکہ فرماتے ہیں وہ کر کے خطاب ——— بچہ اور ماں دونوں پیتے تھے بس آب

پانی پینے سے گھوڑے کے بچے کا بھاگنا

می‌شخولیدند ہر دم آں نفر — بہر اسپاں کہ ہلا زیں آب خور

جب نفر پانی پلاتے گھوڑوں کو — کہتے یہ ہے آب خور[1] آگے رہو

آں شخولیدن بکرہ می‌رسید — سر ہمے برداشت و از خور می‌رمید

سُنتا جب للکار بچہ بر ملا — سر اُٹھا کر بھاگتا وہ ہر دم چونکتا

مادرش پرسید کاے کرہ چرا — می‌رمی ہر ساعتے زیں استقا

ماں نے پوچھا اے مرے بچے تو کیوں — بھاگتا ہے ہر گھڑی پانی سے یوں

گفت کرہ می‌شخولند آں گروہ — ازنفاق بانگ شاں ترسم ز شکوہ

بولا وہ للکارتے ہیں یہ نفر — لگتا ہے ان کی صدا سے مجھ کو ڈر

پس دلم میلرزد از جا می‌رود — ز آں نفاق نعرہ خوفم می‌رسد

دل لرز جاتا ہے ہو کر بے قرار — شور سے اک خوف سا ہے بار بار

گفت مادر تا جہاں بود است ایں — کار افزایاں بدند اندر زمیں

بولی ماں جب سے ہے قائم یہ جہاں — لوگ ایسے ہوتے آئے ہیں یہاں

ہیں تو کار خویش کن اے ارجمند — زود کایشاں ریش برخود می‌کنند

میرے بچے! ختم کر تو اپنا کام — اپنی ڈاڑھی نوچتے ہیں یہ تمام

وقت تنگ و میرود آب فراخ — پیش از آں کز ہجر گردی شاخ شاخ

وقت کم ہے کام کر پانی چلا — پیشتر اس سے کہ ہو اس سے جدا

شہرہ کاریزیست[2] پر آب حیات — آب کش تا بر دمد از تو نبات[3]

شہرہ ہے کاریز لبریز حیات — کھینچ پانی تا اُگے تیری نبات

---

[1] پانی پلانے کی جگہ ۔

[2] زمین کے نیچے بہنے والی نہر ۔ [3] روئیدگی ۔ سبزی ۔

آبِ خضر از جوئے نطقِ اولیا | میخوریم اے تشنۂ غافل بیا
آبِ حیواں اولیا کے نطق سے | ہم تو بس پیتے ہیں پیاسے او بھی لے

گر نہ بینی آب کورانہ بہ فن | سوئے جُو آور سبو در جوئے زن
اندھے پن سے گر نہ آب آئے نظر | ڈال ندی میں سبو کو۔ لا ادھر

چوں شنیدی کاندریں جُو آب ہست | کور را تقلید باید کار بست
پانی اس ندی میں ہے جب تو سنے | اندھے کو تقلید کرنی چاہیے

جُو فرو بر مشک آب اندیش را | تا گراں بینی تو مشکِ خویش را
نہر میں تو مشک اپنی اب ڈبو | تا گراں دیکھے تو اپنی مشک کو

چوں گراں بینی شوی تو مستدل | رست از تقلیدِ خشک آنگاہ دل
جب گراں دیکھے یقیں آئے تجھے | دل رہا ہو خشکیٔ تقلید سے

گر نہ بیند کور آبِ جُو عیاں | لیک بیند چوں سبو گردد گراں
دیکھتا ہے کور کب آبِ رواں | دیکھ لیکن جبکہ مٹکا ہو گراں

کہ ز جُو اندر سبو آبے برفت | کایں سبک بُد و گراں شد ز آبِ زفت
ندی ہی سے پانی مٹکے میں گیا | پہلے یہ ہلکا تھا اب بھاری ہوا

زانکہ ہر بادے مرا در مے ربود | باد مے نربایدم ثقلم فزود
پہلے لے جاتی تھی مجھ کو ہر ہوا | اب نہ لے جاسکے کہ ہیں بھاری ہوا

مر سفیہاں را رباید ہر ہوا | زانکہ نبودشاں گرانیٔ قوی
ہلکے لوگوں کو ہے لے جاتی ہوا | کیونکہ ہلکے ہوتے ہیں ان کے قویٰ

کشتیٔ بے لنگر آمد مردِ شر | کہ ز بادِ کژ نیابد او حذر
ہیں یہ بے لنگر کی کشتی اہلِ شر | ہے ہوائے تند سے ان کو حذر

لنگرِ عقلست عاقل را اماں | لنگرے دریوزہ کن از عاقلاں
عقل کا لنگر ہے عاقل کی اماں | عاقلوں سے مانگ لنگر لے جواں

از مدد ہاے خرد چوں در ربود — از خزینهٔ دُرِّ آں دریاے جود
عقل کی امداد سے جیسے لیے — موتی اس بحر کرم کے گنج سے

زاینچنیں امداد دل پُرفن شود — بجهد از دل چشم هم روشن شود
دل ہو پُر فن ایسی ہی امداد سے — دل سے بڑھ کر آنکھ کو روشن کرے

زانکه نور از دل بریں دیده نشست — تا چو دل شد دیدهٔ تو عاطلست
نور آنکھوں کو جو ہے دل سے ملا — دل نہ ہو تو آنکھ ہیں نا د نور کیا

دل چو بر انوار عقل پیر زد — زآں نصیبے هم بدو دیده رسد
دل کیا پُر نور عقل پیر سے — اس سے آنکھوں کو بھی کچھ حصے ملے

پس بداں کآب مبارک ز آسماں — وحی دلہا باشد و صدق بیاں
چرخ کا آب مبارک اسے جواں — وحی دل ہوتا ہے اور صدق بیاں

ما چو آں کرّه هم آب جو خوریم — سوے آں وسواس طاعن ننگریم
پانی بچے کی طرح پیتے ہیں ہم — کیوں کریں طعنوں کی پروا بیش و کم

پیرو پیغمبرانی ره سپر — طعنهٔ خلقاں همه بادے شمر
تو ہے پیرو انبیا کا ۔ چل فنا — خلق کے طعنوں کو باور کر ہوا

آں خداونداں که ره طے کرده اند — گوش کے با بانگ سگاں کرده اند
طے جو ان لوگوں نے ہے رستہ کیا — بھونکنے کو کتوں کے کب ہے سنا

مہمان مسجد کا باقی قصہ

باز گو کآں پاکباز شیر مرد — اندراں مسجد چه بنمود و چه کرد
پھر سُنا ہاں پاکباز اس شخص نے — کیا کیا مسجد میں، تھے کیا واقعے

خفته در مسجد خود او را خواب کو — مرد غرقه گشته چوں خسپد بجو
سویا مسجد میں مگر سویا کہاں — ہو جو شیر مست کو سونا کہاں

خواب مرغ و ماہیاں باشد همه — عاشقاں را زیر غرقابے سته
مرغ و ماہی کا وہ گویا خواب ہے — عاشق اپنے غم میں یوں غرقاب ہے

نیم شب آواز با ہولے شنید | کآیم آیم بر سرت اے مستفید

نصف شب کو اک مہیب آئی صدا | آؤں تیرے سر پر اے مردِ خدا

پنج کرت اینچنیں آواز سخت | میرسید و دل ہمے شد لخت لخت

سخت یہ آواز آئی پانچ بار | جس سے اس مہمان کا دل تھا فگار

واجلب[1] علیہم برجلک وخیلک کی تفسیر

تو کہ عزم دیں کنی با اجتہاد | دیو بانگت برزند اندر نہاد

تو جو عزم اجتہادِ دیں کرے | آئیں شیطاں کی صدائیں پھر تجھے

کہ مرو زاں سو بیندیش اے غوی | کہ اسیر رنج و درویشی شوی

ہاں نہ جا اس سمت غور و فکر کر | رنج و درویشی سے پہنچیگا ضرر

بینوا گردی زیاراں وابری | خوار گردی و پشیمانی خوری

بینوا ہو کر چھٹے احباب سے | خوار ہو تو ہو پشیمانی تجھے

تو زبیم بانگِ آں دیوِ لعیں | وا گریزی در ضلالت از یقیں

خوف ہو تو جب سنے بانگِ لعیں | گمرہی میں جا پڑے چھوڑے یقیں

کہ ہلا فردا و پس فردا تراست | راہِ دیں پویم کہ مہلت پیش ماست

آجکل پرسوں چلوں گا تو کہے | دین پر چلنے کی مہلت ہے مجھے

مرگ بینی باز کو از چپ و راست | میکشد ہمسایہ را تا بانگ خاست

دائیں بائیں دیکھے حملے موت کے | مارے ہمسائے کو اور وہ غل کرے

باز عزم دیں کنی از بیم جاں | مردہ سازی خویشتن را یکزماں

خوفِ جاں سے پھر تو عزمِ دیں کرے | اک گھڑی اپنے کو مردہ جان لے

[1] یعنی اُن پر اپنے سواروں اور پیادوں سے حملہ کر دے۔

پس سلاح بر بندی از علم و حکم — که من از خوفے نیارم پائے کم

علم و حکمت کے تو پھر ہتھیار لے — ہاں نہ میرا پاؤں دہشت سے ہٹے

باز بانگے بر زند بر تو ز مکر — که بترس و باز گرد از تیغ فقر

آئے پھر وہ مکرِ شیطاں کی صدا — فقر سے ڈر اور واپس لوٹ جا

باز بگریزی ز راہِ روشنی — آں سلاح علم و دیں را افگنی

پھر تو لوٹے روشنی کی راہ سے — اور سب ہتھیار اپنے ڈال دے

سالہا او را بہ بانگے بندۂ — در چنیں ظلمت نمد افگندۂ

تو ہو پابند اس صدا کا سالہا — ایسی ظلمت میں پڑے پھر برملا

ہیبتِ بانگِ شیاطیں خلق را — بندہ کردست و گرفتہ حلق را

ہیبتِ بانگِ شیاطیں خلق کو — کرتی ہے عاجز پکڑ کر حلق کو

تا چناں نومید شد جانش ز نور — که رواں کافراں ز اہلِ قبور

نور سے مایوسیاں ہوں یوں سمجھ — روح کافر جیسے اہلِ قبر سے

آں شکوہِ بانگِ آں ملعون بود — ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بود

بانگِ شیطاں میں ہے جب یہ کروفر — ہو کی بانگِ حق میں ہیبت کس قدر

ہیبتِ باز است بر کبکِ نجیب — مر مگس را نیست زاں ہیبت نصیب

ہے چکوروں کو جو ہیبت باز کی — مکھیوں کو کب ہے حاصل واقعی

زانکه نبود باز صیادِ مگس — عنکبوتاں مے مگس گیرند و بس

باز ہے صیاد مکھی کا کہاں — مکھیوں کو ہیں پکڑتی مکڑیاں

عنکبوتِ دیو بر چوں تو ذباب — کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب

عنکبوت دیو مکھی جان کر — تجھ پہ غالب ہے نہ کبک و باز پر

بانگِ دیواں گلہ بانِ اشقیاست — بانگِ سلطاں پاسبانِ اولیاست

بانگِ شیطاں اشقیا کی گلہ باں — بانگِ سلطاں اولیا کی پاسباں

تا نیامیزد بدین دو بانگ دور / قطرۂ از بحر خوش با بحر شور

تا نہ ان آوازوں سے ہرگز ملے / قطرہ بحر خوش کا بحر شور سے

مہمانِ مسجد کو آوازِ طلسم سنائی دینا

بشنو اکنون قصۂ آں بانگ سخت / کہ نرفت از جا بداں آں نیکبخت

سن وہ قصہ آئی جو آواز سخت / پیدا نہ سرکا اس جگہ سے نیک بخت

گفت چوں ترسم چو ہست آں طبل عید / تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید

بولا کیا ڈر، ڈھول ہے یہ عید کا / ڈھول پیٹے سے ڈرے تو ہے بجا

اے تہیہائے تہی پر زکوب / قسمتاں از عید چوں شد زخم چوب

خالی ڈھولو! تم ہو ٹھیکریوں سے بھرے / عید پہ کیوں زخم ہے تم کو ملے

شد قیامت عید و بیدیناں دہل / ما چو اہل عید خنداں ہمچو گل

ہے قیامت عید کافر ہیں ڈھول / ہم ہیں اہل عید خنداں مثل گل

بشنو اکنوں ایں دہل چوں بانگ زد / دیگ دولت با چگونہ مے پزد

سن ذرا جو ڈھول نے آواز کی / دیگ آتش دولت اپنی کیسی پکی

چونکہ بشنود آں دہل آں مرد دید / گفت چوں ترسد دلم از طبل عید

جب سنی اس مرد نے آواز یوں / بولا طبل عید سے ہیں کیوں ڈروں

گفت با خود ہیں ملرزاں دل کہ ایں / مرد جانِ بددلانِ بے یقیں

یوں کہا خود سے کہ دل مضبوط کر / ہیں جو بد دل بے یقیں جاتے ہیں مر

وقت آں آمد کہ حیدروار من / ملک گیرم یا بپردازم بدن

وقت آیا ہے کہ حیدروار میں / ملک لوں یا دیدوں جان زار میں

بر جہید و بانگ زد کاے کیا / حاضرم اینک اگر مردی بیا

اُٹھ کھڑا اور ہو کے مخاطب یوں کہا / میں ہوں حاضر مرد ہے تو آگے آ

در زماں بشکست نے آواز آں طلسم — زر ہمے ریزید بر ہر سو قسم قسم

اس نے توڑا وہ طلسم خوف زا — سونا برسا مختلف اقسام کا

ریخت چنداں زر کہ تر سیدن کشم — تا بگیرد زر نہ بندی راہ و در

سونا برسا اور ڈرا وہ مرد وہیں — بند ہو جائے نہ دروازہ کہیں

پُر شد آں مسجد ز زر ہر جایگاہ — مرد حیراں شد ز تعدید آہ

ہر جگہ مسجد وہ زر سے بھر گئی — اپنی قسمت پہ آئے حیرت ہوئی

بعد از آں خاست آں شیر غلید — تا سحر گہ زر بہ بیروں میکشید

بعد ازاں اٹھا وہ شیر خشمگیں — صبح تک سونے کو ڈھویا بالیقیں

دفن میکرد و ہمے آمد بہ زر — با جوال و توبرہ ہا بی دگر

دفن کرتا تھا وہ سونا بیشمار — خورجی ہیں اور توبرے ہیں بار بار

گنجہا بنہاد آں جانباز تام — کوری و ترسانی و ابلہی ان

اس دلاور نے خزانے بھر لئے — کور اور بزدل ڈر اتنے ہی رہے

ایں زر ظاہر بخاطر آمدہ است — در دل ہر کور دون زر پرست

یہ زر ظاہر بہ ہر عنوان تھا — زر پرستا اندھوں کے دلمیں پڑا

کودکاں سفالہا را بشکنند — نام زر بنہند و در دامن کنند

توڑتے ہیں بچے اکثر ٹھیکرے — بھرتے ہیں دامن میں سونا جان کے

اندر آں بازی چو گوئی نام زر — آں کند در خاطر کودک گذر

کھیل میں ان کے جو لے تو نام زر — دل میں ان بچوں کے اسکا ہو اثر

بل زر مضروب ضرب ایزدی — کو نگردد کاسد آمد سرمدی

ہاں وہ زر جس پہ ہو سکہ ایزدی — جو نہ کھوٹا ہو وہ زر ہے سرمدی

آں زرے کایں زر از آں بہا یافت — کو ہر و تابندگی و آب یافت

زر وہ، اس زر کو ملی جس سے ضیا — یہ چمک یہ جوہر اور آب لے لیا

آں زرے کو دل از دو گردد غنی | غالب آمد بر قمر در روشنی

ہاں وہ سونا دلکو جو کر دے غنی | چاند پر غالب ہے جس کی روشنی

شمع بود آں مسجد و پروانہ او | خویشتن انداخت آں پروانہ خو

شمع وہ مسجد تھی۔ وہ پروانہ تھا | مثلِ پروانہ وہ تھا اس میں پڑا

سوخت پرّش او ولیکن ساختش | پس مبارک آمد آں انداختش

اسکا جلنا گویا اس کا ساز تھا | تھی مبارک اس کی افتادِ بلا

ہمچو موسیٰؑ بود آں مسعود بخت | کآتشے دید او بسوئے آں درخت

مثلِ موسیٰؑ تھا مگر وہ نیک بخت | آگ دیکھی اُسنے بالائے درخت

چوں عنایتہا بر او موفور بود | نار مے پنداشت و آں خود نور بود

تھی عنایت اُس پہ خالق کی بڑی | آگ جانا جس کو وہ خود نور تھی

مردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر | تو گماں آری بر او نارِ بشر

مردِ حق کو جب تو دیکھے اے پسر | ہو گماں تجھ کو کہ ہے نارِ بشر

تو ز خود مے آئی و او در تو است | نار و خارِ ظن و باطل ز آں سو است

تو خودی سے آیا۔ وہ تجھ میں نہاں | ہے خودی کی سمت سے نار گماں

او درخت موسیٰؑ است پُر ضیا | نور خواں نارش مخواں باری بیا

وہ ہے موسیٰؑ کا درخت پُر ضیا | نور کہہ نار اس کو کہنا ہے بُرا

نے قطام ایں جہاں نار مے نمود | سالکاں را فقد آں خود نور بود

ترکِ دنیا کی ہوس ناری نہ تھی | گذرے سالک۔ نور تھی وہ نار ہی

پس بدانکہ شمعِ دیں بر مے شود | آں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود

شمع جیسی دم دین کی روشن ہو گئی | کب ہے وہ جیسی ہیں آگیں دوسری

ایں نماید نور و سوزد یار را | واں بصورت نار و گل زوّار را

یہ بنے نور اور جلا دے یار کو | وہ مگر ہو مثلِ گل زوّار کو

این چه سازنده و لے سوزنده — وان گہِ وصلت دلِ افروزنده

یہ ہے مثلِ ساز لیکن سوز بھی — وہ ہے وقتِ وصل دل کی روشنی

شکلِ شعلہ نورِ پاک سازوار — حاضراں را نور و دوراں را چو نار

نورِ پاک اک مثلِ شعلہ سازگار — حاضروں کو نور اور دوروں کو نار

حاضراں از غائباں خوشحال تر — غائبانرا نیست توفیقِ خبر

غائبوں سے ہیں یہ حاضر خوب تر — غائبوں کو کب ہے توفیقِ خبر

ایں سخن را نیست پایاں پدید — گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید

یہ سخن تو ختم ہوتا ہی نہیں — صدر و عاشق کا سُنا قصہ یہیں

صدرِ جہاں سے عاشق کی ملاقات

آں بخاری نیز خود بر شمع زد — گشتہ بود از عشقش آساں آں کبد

وہ بخاری بھی فدا تھا شمع پر — عشق میں مشکل ہوئی آسان تر

آہ سوزانش سوئے گردوں شدہ — در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ

آہ جب اُس کی گئی سوئے سما — تھا دلِ صدرِ جہاں مہر آشنا

گفت با خود در سحرگہ کاے احد — حالِ آں آوارۂ ما چوں بود

صبحدم اللہ سے کہنے لگا — ہے اس آوارہ کا یارب! حال کیا

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک — رحمتِ ما را امیدانست نیک

میں نے دیکھا اُس نے ہے شک کی خطا — وہ نہ میرے رحم سے آگاہ تھا

خاطرِ مجرم ز ما ترساں شود — لیک صد امید در ترسش بود

ہم سے ہو مجرم کو خوف و بیدلی — خوف ہو لیکن رہے امید بھی

من نترسانم وقیح یاوہ را — وانکہ ترسد من چہ ترسانم ورا

بے حیاؤں کو ہوں میں ہیبت نما — جو ڈرے خود ہی ڈراؤں اسکو کیا

ہمچو دیگے سر برآوردہ رود
نے پراں کہ جوشش از سر برود

آگ ٹھنڈی دیگ کے نیچے واسطے
ہو جو پر جوش آگ اسکو کیا کرے

امتحان این بتر سازم بظلم
خاکشان از ترس دارم از تعلم

ہیں ڈراؤں غصے سے بے خوف کو
ڈر سنا دوں علم سے ڈرتا ہو جو

پارہ دوزم پارہ بر موضع شوم
پیرہنے از صبر سازم اندر روم

دکھتا ہیں پیوند اس کی جا پہ ہو جو
جو ہو جیسا ویسا شربت اسکو دیں

ہست شیر و جوہر چوں بیخ درخت
زاں بروید برگہاش از جوہرش

راز ہے انسان کا مانند درخت
دیکھتے ہی پتے ہیں جیسی جڑ ہو

در خور آں بیخ رستہ برگہا
در درخت و در نفوس و در نہا

جیسی جڑ ہو ویسے ہی پتے آگیں
پیڑ میں اور نفس میں اور عقل میں

بر فلک پر ہاست ز اشجار وفا
اصلہا ثابت و فرعہ فی السما

چرخ پر ہے پھل وفا کے نخل کا
جڑ زمیں پر شاخیں گردوں پر تنا

چوں برست از عشق بر گرد آسماں
چوں نروید در دل صد جہاں

آسماں پہ جب اگے پھل عشق کا
کیوں نہ دل صد جہاں میں ہو ہرا

موج میزد در دلش عفو گنہ
کہ ز ہر دل تا دل آمد روزنہ

دل میں تھا عفو گنہ لہرا رہا
دل سے دل تک ایک روزن ہے کھلا

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود
نے جدا و دور چوں دو تن بود

دل سے دل تک ایک ہے روزن ضرور
مثل دو تن کب جدا ہیں اور دور

متصل نبود سفال دو چراغ
نورشان ممزوج باشد در مساغ

دور کو مٹی سے رکھیں دو دیے
ایک ہوئی روشنی گھر میں ملے

قولہ تبارک و تعالیٰ عز و جل: مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء یعنی خدائے تعالیٰ نے کلمہ پاک کو ایک پاک درخت کی طرح بنایا ہے جسکی جڑ زمین میں ثابت اور شاخیں آسمان پہ ہیں

هیچ عاشق خود نباشد وصل جو — که نه معشوقش بود جویای او

وصل جو عاشق نہیں ہوتا کوئی — ڈھونڈتا جب تک نہ ہو معشوق بھی

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند — عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

عاشقوں کو عشق کر دیتا ہے زار — اور معشوقوں کو فربہ اسکے نگار

چوں دریں دل برق مہر دوست جست — اندر آں دل دوستی می داں کہ ہست

کوندے برق مہر جیسے دل میں جب — عاشقی اُس کے دل میں بھی ہے نہاں

در دل تو مہر حق چوں شد دوتو — ہست حق را بیگمانے مہر تو

تیرے دل میں ہو اگر عشق خدا — حق کو بھی ہوگی محبت بر ملا

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر — از یکے دستے تو بے دست دگر

کب نکلتی آتی ہے تالی کی صدا — ہاتھ اگر دونوں نہیں ملتے بتا

تشنہ می نالد کہ کو آب گوار — آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار

پیاسا روتا ہے کہ پانی ہے کہاں — پانی روتا ہے کہاں ہے تشنہ جاں

جذب آب است ایں عطش در جان ما — ما از آن او و او ہم زان ما

جذب ہے پانی کا اپنی تشنگی — ہم ہیں اُس کے وہ ہماری واقعی

حکمت حق در قضا و در قدر — کرد ما را عاشقان یکدگر

حکمت اپنی خدا نے ہے ملا — دوسرے پہ ایک کو عاشق کیا

جملہ اجزا ئے جہاں زاں حکم پیش — جفت جفت و عاشقان جفت خویش

جملہ ہیں اجزا اسی اُس کے حکم سے — عاشق اپنے اپنے جوڑے پہ ہوئے

ہست ہر جزوے ز عالم جفت خواہ — راست ہمچوں کہربا و برگ کاہ

جفت ہے اپنے جفت پہ ہے شیدا — جیسے ہے تنکا کاہ ہے اور کہربا

آسماں گوید زمیں را مرحبا — با توام چوں آہن و آہن ربا

چرخ کہتا ہے زمیں سے مرحبا — ہم ہیں مثل آہن و آہن ربا

آسماں مرد و زمیں زن در خرد | ہرچہ آن انداخت ایں مے پرورد
آسماں ہے مرد، عورت ہے زمیں | اس سے جو گرتا ہے پلتا ہے یہیں

چوں نماند گرمیش بفرستد او | چوں نماند تریش نم بدہد او
کم ہو گرمی تو وہ گرمی بھیجدے | جب نہ ہو باقی تری، تو تر کرے

برج خاکی جزو ارضی را مدد | برج آبی تریش اندر دہد
برج خاکی سے مدد ہے خاک کی | برج آبی اس کو دیتا ہے تری

برج بادی ابر سوئے وے برد | تا بخارات وخم را بر رد
برج بادی ابر ہے پھر بھیجتا | تا کرے گندہ بخاروں کو جدا

برج آتش گرمی خورشید ازو | ہمچو تابہ سرخ ز آتش پشت و رو
برج آتش خور کو گرمی دے کمال | ہے توے کی طرح منہ اور پیٹھ لال

ہست سرگرداں فلک اندر زمن | ہمچو مرداں گرد مکسب بہر زن
آسماں دنیا کے چکر میں پھرے | مرد جیسے کسب بہر زن کرے

ویں زمیں کدبانوئیہا میکند | بر ولادت و رضاعش مے تند
اس زمیں میں ہے نسائیت تمام | ہے ولادت اور رضاعت اسکا کام

پس زمین و چرخ را داں ہوشمند | چونکہ کار ہوشمنداں میکنند
کہ زمین و چرخ کو دانا شمار | کیونکہ دانائی ہے ان کا کاروبار

گر نہ از ہم ایں دو دلبر مے مزند | پس چرا چوں جفت در ہم مے خزند
دونوں یہ دلبر اگر لذت نہ لیں | کیوں یہ جوڑے کی طرح باہم ملیں

بے زمیں کے گل بروید و ارغواں | پس چہ زاید ز آب و تاب آسماں
بنتے زمیں سے کب گل و لالہ اگر | آب و تاب چرخ سے کیا ہوسکے

بہر آں میلست در مادہ بہ نر | تا بود تکمیل کار ہمدگر
مادہ میں خواہش ہے نر کی اسلئے | تا کہ مل کر کام دونوں کا بنے

میل اندر مرد و زن حق زاں نہاد	تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد
مرد و زن میں میل یوں حق نے رکھی	تا کہ مل جل کر بقا ہو دہر کی
میل ہر جزوے بجزوے ہم نہد	ز اتحاد ہر دو تولیدے جہد
جزو ہر اک جزو سے رغبت رکھے	تا کہ اس ملنے سے پیدائش بڑھے
شب چنیں با روز اندر اعتناق	مختلف در صورت اما اتفاق
رات بھی دن سے یونہی ہے ہمکنار	مختلف شکلیں مگر دونوں ہیں یار
روز و شب ظاہر دو ضد و دشمنند	لیک ہر دو یک حقیقت می‌تنند
روز و شب گو ہیں بظاہر دو ضدیں	ہیں مگر وہ ایک دونوں اصل میں
ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش	از پئے تکمیل کار و فعل خویش
ایک کا خواہاں ہے دل سے دوسرا	تا ہو اپنا کام پورا بر ملا
زانکہ بے شب دخل نبود طبع را	پس چہ اندر خرج آرد روزہا
کیونکہ بے شب کیا ہے آمد طبع کو	وقت دن کے خرچ میں وہ لائے جو

ہر عنصر کا اپنی جنس کو جذب کرنا

خاک گوید خاک تن را باز گرد	ترک جاں کن سوئے ما آ ہمچو گرد
خاک تن سے خاک کہتی ہے پھر آ	ترک جاں کر ہم سے مل اے بیوفا
جنس مائی پیش ما اولیٰ تری	بہ کہ زاں تن وا رہی و زو بری
پاس ہے ہمجنس کے رہنا بھلا	قطع کر اس تن سے اور اس سمت آ
گوید آرے لیک من پابستہ ام	گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام
یہ کہے ہاں ہیں مگر پابستہ ہوں	ہجر سے تیری طرح گو خستہ ہوں
تری تن را بجویند آبہا	کاے تری باز آ ز غربت پیش ما
پانی کہتے ہیں تری سے جسم کی	اب تو واپس آ سفر سے اے تری

گرمی تن را همی جنباند اثیر ‏ ‏ ‏ که ز ناری راه اصل خویش گیر

گرمی تن کو ہلاتا ہے اثیر[1] ‏ ‏ ‏ آگ سے ہے تو اودھر ہو راہگیر

هست هفتاد و دو علت در بدن ‏ ‏ ‏ از کششهای عناصر بے رسن

اس بدن میں ہیں بہتر علتیں ‏ ‏ ‏ بے رسن کے عنصروں کے جذب سے

علت آید تا بدن را بگسلد ‏ ‏ ‏ تا عناصر همدگر را وا هلد

علت آئے تا بدن کو توڑ دے ‏ ‏ ‏ تا کہ ہر عنصر کو عنصر چھوڑ دے

چار مرغند این عناصر بسته پا ‏ ‏ ‏ مرگ و رنجوری و علت پا گشا

چار یہ عنصر ہیں چڑیاں بستہ پا ‏ ‏ ‏ موت اور بیماری ہے عقدہ کشا

پایشان از همدگر چون باز کرد ‏ ‏ ‏ مرغ هر عنصر یقین پرواز کرد

پاؤں جب آپس میں انکا کھل گیا ‏ ‏ ‏ مرغ ہر عنصر کا بے شک اڑ چلا

جذبهٔ این اصلها و فرعها ‏ ‏ ‏ هر دمی رنجی نهد در جسم ما

فی الحقیقت جذبہ اصل و فرع کا ‏ ‏ ‏ جسم کو دیتا ہے ہر دم دکھ نیا

تا که این ترکیبها را بر درد ‏ ‏ ‏ مرغ هر جزوی باصل خود پرد

تا کہ ان ترکیبوں کو برہم کرے ‏ ‏ ‏ اور ہر مرغ اصل کو اپنی اڑے

حکمت حق مانع آید زین عجل ‏ ‏ ‏ جمعشان دارد بصحت تا اجل

حکمت حق منع جلدی سے کرے ‏ ‏ ‏ مرغ کو دم تک جمع صحت سے رکھے

گوید ای اجزا اجل مشهود نیست ‏ ‏ ‏ پر زدن پیش اجلتان سود نیست

اور کہے موت آ نہیں سکتی نظر ‏ ‏ ‏ کچھ نہیں پیش اجل تم کیوں اڑو

چونکه هر جزوی بجوید ارتفاق ‏ ‏ ‏ چون بود جان غریب اندر فراق

جبکہ ہر جزو ڈھونڈتا ہے اتفاق ‏ ‏ ‏ جان کیونکر جھیلتی ہو گی فراق

---

[1] کرۂ آتشیں جو آسمان پر ہے ۔

جانِ جاں چوں وا نخواند نیز ہم	کہ بیا آیید واپس شو نہ قدم
جان کو جب بلاتا جانِ جاں	رکھ قدم اس سمت اور آ جا یہاں
چونکہ جاں را ایں ندا آید بگوش	ز اشتیاقِ حق بدزدیں عقل و ہوش
روح جب سنتی ہے اسکی یہ صدا	شوقِ حق میں ہوش کرتی ہے فنا

عالمِ ارواح کی طرف روح کا کھچنا

گوید اے اجزائے پست فرشیم	غربتِ من تلخ تر من عرشیم
روح کہتی ہے کہ اے اجزائے فرش	تلخ ہے غربت مرا مسکن ہے عرش
میلِ تن در سبزہ و آبِ رواں	زاں بود کہ اصل او آمد ازاں
سبزہ اور آبِ رواں سے میلِ تن	اس سبب سے ہے کہ وہیں اس کا وطن
میلِ جاں اندر حیات و در حی است	زانکہ جانِ لامکاں اصلِ وی است
زندگی و زیست میں ہے میلِ جاں	کیونکہ اس کی اصل ہے وہ لامکاں
میلِ جاں در حکمت است و در علوم	میلِ تن در باغ و راغ و در کروم
علم و حکمت میں ہے رغبت جان کی	رغبتِ تن باغ و صحرا میں رہی
میلِ جاں اندر ترقی و شرف	میلِ تن در کسبِ اسباب و علف
ہے ترقی و شرف میں میلِ جاں	میلِ تن اسباب میں ہے بیگماں
میل و عشق آں شرف ہم سوئے جاں	زیں یحبہم و یحبونہ بداں
ہے شرف کا میل سوئے جاں اگر	ہے یحبہم یحبونہ سے یہی
گر بگویم شرح ایں بیحد شود	مثنوی ہشتاد من کاغذ شود
گر کہوں میں شرح تو بیحد بنے	مثنوی کا بوجھ ہشتاد من بنے

قولہ تبارک و تعالیٰ عز و جل یحبہم و یحبونہ یعنی خدا مومنوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں ۱۲

آدمی حیواں نباتے و جماد	ہر مرادے عاشق ہر بے مراد
آدمی، حیواں نباتات اور جماد	بے مرادی پر ہے عاشق ہر مراد
بے مراداں بر مرادے مے تنند	واں مراداں جذب ایشاں مے کنند
بے مراد الفت مرادوں سے رکھیں	اور مرادیں جذب پھر انکو کریں
لیک میل عاشقاں لاغر کند	میل معشوقاں خوش و با فر کند
عاشقوں کا عشق انہیں لاغر کرے	اور معشوقوں کو فربہ تر کرے
عشق معشوقاں دو رخ افروختہ	عشق عاشق جان او را سوختہ
عشق معشوق اس کی رعنائی بڑھائے	عشق عاشق جان کو اسکی جلائے
کہربا عاشق بہ شکل بے نیاز	کاہ مے کوشد در آں راہ دراز
کہربا عاشق ہے مثل بے نیاز	کاہ طے کرتی ہے وہ راہ دراز
ایں رہا کن عشقِ آں [illegible]	تافت اندر سینۂ صدر جہاں
چھوڑ اس کو دیکھ عشق ناتواں	سینۂ صدرِ جہاں میں ہے تپاں
دود آں عشق و غم آتشکدہ	رفتہ در مخدوم او مشفق شدہ
عشق کی آتش سے جو اٹھا دھواں	اس نے آقا کو بنایا مہرباں
لیکش از ناموس و پوشش آبرو	شرم مے آمد کہ وا جوید ازو
تھی مگر فکر اس کو ننگ و نام کا	ڈھونڈنے میں حائل آئی شرم سی
رحمتش مشتاق آں مسکیں شدہ	سلطنت زیں لطف مانع آمدہ
رحمتیں مشتاق تھیں مسکین کی	سلطنت اس لطف سے مانع ہوئی
عقل حیراں کایں عجب او را کشید	یا کشش زاں سو بدیں جانب رسید
عقل حیراں ہے یہ ہے اسکی کشش	یا اُدھر سے ہے اِدھر آئی کشش
ترک جلدی کن کزیں ناواقفی	لب ببند اللہ اعلم بالخفی
چھوڑ جلدی اس سے ہے ناواقفی	چپ ہی رہ، واللہ اعلم بالخفی

لب بہ بندم ہر دمے زینسان سخن ۔ توبہ آرم ہر زماں صد بار من

اختیار اس بات سے کی خامشی ۔ توبہ اور سو بار توبہ ہے مری

کایں سخن را بعد ازیں فوں کنم ۔ آں کشندہ میکشد من چوں کنم

بعد ازیں اس بات کو دفنا ہی دوں ۔ کھینچنے والا جو کھینچے کیا کروں

کیست کت آں میکشد اے مفتنی ۔ آنکہ مے نگذاردت کہ دم زنی

کون ہے وہ جو تجھے ہے کھینچتا ۔ تا کہ تو دم بھی نہ مارے اک ذرا

صد عزیمت میکنی بہر سفر ۔ میکشاند مر ترا جائے دگر

سو ارادے کرتا ہے بہر سفر ۔ اور لے جائے کہیں وہ کھینچ کر

زاں بگرداند بہر سو آں لگام ۔ تا خبر یابد ز فارس اسپ خام

اس لئے ہے پھیرتا ہر سو لگام ۔ واقفِ اسوار ہو تا اسپِ خام

اسپ زیرک سار زاں نیکو پے است ۔ کو ہمیداند کہ فارس بر وے است

اسپِ دانا نیک پے ہے سازگار ۔ جو ہے واقف اس پہ کوئی ہے سوار

او دلت را بر دو صد سودا ببست ۔ بیمرادت کرد پس دل را شکست

سو امید دل پر ہے باندھا دل ترا ۔ دل شکستہ بے مرادی سے کیا

چوں شکست او بالِ آں رائے نخست ۔ چوں نشد ہستی بال اشکن درست

اس نے بازو توڑا تیری رائے کا ۔ پھر وہ بازو توڑ ہستی سے بچا

چوں قضایش حبل تدبیرت شکست ۔ چوں نشد بر تو قضائے او درست

جب قضا نے توڑیں تدبیریں تری ۔ کیوں نہ ٹھیک اسکی قضا تجھ پہ ہوئی

ارادوں کا توڑنا انسان کو تنبیہ کرنا ہے

عزمہا و قصدہا در ماجرا ۔ گاہ گاہے راست مے آید ترا

عزم بھی اور قصد بھی لے با صفا ۔ گاہے گاہے راست آتا ہے ترا

تا بہ طمع آں دلت نیت کند | بارِ دیگر نیتت را بشکند

تاکہ دل اس طمع سے نیت کرے | اور اس نیت کو پھر وہ توڑ دے

ور بکلی بے مرادت داشتے | دل شدے نومید امل کے کاشتے

گر وہ رکھتا تجھ کو بالکل بے مراد | ہوتا نا امید دل ایسے خوش نہاد

ور نکاریدے امل از عورِ خویش | کے شدے پیدا برو مقہوریش

کچھ نہ بوتے دہقاں گر محرومیاں | ہوتی مقہوری اس کی کب عیاں

عاقلاں از بے مرادی ہائے خویش | باخبر گشتند از مولائے خویش

عاقل اپنی بے مرادی سے ہوئے | باخبر مولا سے اپنے دیکھ لے

بے مرادی شد قلاؤزِ بہشت | حفت الجنہ شنو اے خوش سرشت

بے مرادی ہو گئی خضرِ بہشت | حفت الجنہ کو سن اے خوش سرشت

چوں مراداتت ہمہ اشکستہ پاست | پس کسے باشد کہ کامِ او رواست

جب مرادیں ہیں شکستہ پا تری | کامیاب آرزو ہوگا کوئی

پس شدند اشکستہ وش ایں عاقلاں | لیک کو خود آں شکستِ بیدلاں

ہیں شکستہ وش ہیں جملہ عاقلاں | ہے مگر یہ کب شکستِ بیدلاں

عاقلاں اشکستہ اش از اضطرار | عاشقاں اشکستہ با صد اختیار

ہے شکستِ عاقلاں بہرِ اضطرار | ہے شکستِ عاشقاں با اختیار

عاقلانش بندگانِ بند بند | عاشقانش شکری و قندیند

عاقل اس کی بندگی کے ہیں غلام | اور عاشق قند و شکر ہیں تمام

ائتیا کرہاً مہارِ عاقلاں | ائتیا طوعاً بہارِ بیدلاں

ائتیا کرہاً ہے عاقل کی مہار | ائتیا طوعاً ہے بیدل کی بہار

سلہ امید ۔ سلہ حدیث شریف ہے کہ انما الجنۃ حفت بالمکارہ یعنی بہشت ناگواریوں سے گھیری گئی ۔ سلہ تو ہمارے پاس آ ۔ سلہ جبر و اکراہ سے ۔ سلہ خوشی و رغبت سے

آنحضرتؐ کا قیدیوں کو دیکھکر تبسم فرمانا

دید پیغمبر یکے جوقِ اسیر	کہ ہمے بردند و ایشاں در نفیر
دیکھے کچھ قیدی پیمبرؐ نے رواں	جا رہے تھے اور تھے گریہ کناں
دیدشاں و رفتند آں آگاہ شیر	مے نظر کردند در وے زیر زیر
دیکھا جب اُن قیدیوں کو آپؐ نے	تھے کنکھیوں سے وہ قیدی دیکھتے
تا ہمے خائید ہر یک زغضب	بر رسولِ صدق دندانہا و لب
اور چباتا تھا وہ ہر اک پُر غضب	سرورِ کونین پہ دانت اور لب
زہرہ نے با آں تعنت دم زنند	زانکہ در زنجیرِ قہرِ دہ من اند
باوجود اس کے نہ تھے دم مارتے	کیونکہ زنجیروں میں تھے جکڑے پڑے
میکشند شاں موکّل سوئے شہر	مے برد از کافرستاں شاں بقہر
کھینچتے اُن کو سپاہی سوئے شہر	لے چلے تھے کافرستاں سے بہ قہر
نے فدائے مے ستانند نے زرے	نے شفاعت میرسد از سرورے
کوئی فدیہ اُن سے لیتا تھا نہ زر	تھی سفارش بنی نہ کوئی کارگر
رحمتِ عالم ہمے گویند و او	عالمے را مے برد حلق و گلو
رحمتِ عالم تو کہلاتا ہے وہ	اور گلے خلقت کے کٹواتا ہے وہ
با ہزار انکار مے رفتند راہ	زیرِ لب طعنہ زناں بر کارِ شاہ
کفر میں چلے کر رہے تھے رہگذر	طعنہ زن تھے زیرِ لب سرکار پر
چارہا کردیم و اینجا چارہ نیست	خود دلِ این مرد کم از خارہ نیست
اب یہاں چلتی نہیں اپنی کوئی	کم نہیں پتھر سے دل اس کا کبھی

؎۵۱ یہ اُن قیدیوں کے طعنے تھے ۔

؎۵۲ یہاں سے اُن کی گفتگوئے طعن ہے ۔

ما ہزاراں مرد شیر الپ ارسلاں — با دو سہ عریان سست و نیم جاں

ہم ہزاروں شیر تن اور شیر گیر — ہیں فقط دو تین بھوکوں کے اسیر

اینچنیں در ماندہ ایم از کجروئیست — یا ز اختر ہاست یا خود جادوئیست

کج روی سے ایسے عاجز ہم ہوئے — یا کسی جادو سے یا تقدیر سے

بخت ما را بر درید آں بخت او — تخت ما شد سرنگوں از تخت او

ہم ہوئے بد بخت اُن کے بخت سے — تخت اُلٹے اپنے اُنکے تخت سے

کار او از جادوئے گر گشت زفت — جادوئے کردیم ما ہم چوں نرفت

کام اُن کا گر ہے جادو سے بنا — کیوں نہ سحر ان پہ ہمارا کچھ چلا

از بتان و از خدا درخواستیم — کہ بکن ما را اگر نا راستیم

کی بتوں سے اور خدا سے التجا — بس مٹا ہم کو جو ہم ہیں کج ادا

اِن تستفتحوا فقد جاءکم الفتح[1] کی تفسیر

آنکہ حق و راستست از ما و او — نصرتش دہ نصرت او را بجو

ہم میں ان میں ہو جو حق پر برملا — اس کو نصرت فتحمندی ہو عطا

ایں دعا بسیار کردیم و صلوٰۃ — پیش لات و پیش عزّیٰ و مناۃ

یہ دعائیں مانگیں اور سجدے کیے — سامنے عزّیٰ، مناۃ اور لات کے

کہ اگر حق است او پیدا ش کن — ور نباشد حق زبون ما ش کن

وہ اگر حق پر ہے۔ تو کر آشکار — ورنہ کر دے بس اسے رسوا و خوار

چونکہ وا دیدیم او منصور بود — ما ہمہ ظلمت بُدیم او نور بود

ہم نے جب دیکھا تو وہ منصور تھا — ہم تو سب ظلمت تھے اور وہ نور تھا

[1] یعنی اگر تم فتح طلب کرو گے تو تم کو فتح ہو گی۔

این جواب ماست کانجا خواستید — گشت پیدا کہ شما نا راستید

یہ جواب اپنا بلا ہے بالیقیں — ہو گیا ظاہر کہ تم سچے نہیں

باز این اندیشہ را از فکر خویش — کور میکردند و دفع از ذکر خویش

پھر اس اندیشے کو اپنی فکر سے — اندھا کر کے دور رہتے ذکر سے

کاین تفکرمان ہم از ادبار ماست — کہ صواب و شنود در دل دوست

یہ تفکر ہے سبب ادبار کا — تا کہ نیکی اس کی دل میں ہو بجا

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار — ہر کسے را غالب آرد روزگار

کیا ہوا گر غالب آیا چند بار — کرتا ہے غالب سبھی کو روزگار

ما ہم از ایام بخت آور شدیم — بارہا بر وے مظفر آمدیم

اک زمانے میں تھے ہم بھی بخت ور — بارہا اُس پر ملی ہم کو ظفر

باز میگفتند اگرچہ او شکست — چون شکست ما بُود او زشت و پست

پھر یہ بولے گو کہ دی اسکو شکست — کب ہماری طرح وہ تھا خوار و پست

زانکہ بخت نیک او را در شکست — داد صد شادی نہان زیر دست

انکی قسمت نے شکست فاش میں — سو طرح کی عشرتیں دیدیں انہیں

کو با شکستہ نے مالست ہیچ — کہ نہ غم بودش در آن نے پیچ پیچ

کیا شکستوں سے اسے دیجے مثال — کیونکہ کاوش ہے نہ ہے رنج و ملال

چون نشان مومنان مغلوبی است — لیک در اشکستہ مومن خوبی است

گرچہ مغلوبی ہے مومن کا نشان — ہیں شکستوں میں بھی اسکی خوبیاں

گر تو مشک و عنبرے را بشکنی — عالمے از بوئے ریحان پر کنی

مشک و عنبر کو اگر تو توڑ دے — اک جہاں کو اس کی خوشبو سے بھرے

ور شکستی ناگہان سرگین خر — خانہا پر گند گردد سر بسر

اور جو توڑے ناگہاں سرگین خر — گند کی پھیلے گھروں میں سر بسر

کہ کند خود مشک با سرگیں قیاس | آب با بول و اطلس با پلاس

مشک کا سرگیں پہ ہو کیونکر قیاس | پانی اور پیشاب اور اطلس اور پلاس[۱]

آنحضرتؐ کی جنگِ حدیبیہ سے واپسی

وقت واگشتن ز حدیبیہ رسولؐ | در تفکر بود و غمگین و ملول

جب حدیبیہ سے لوٹ آئے رسولؐ | فکر میں تھے اور غمگین و ملول

ناگہاں اندر حق سمع رسل | دولت انا فتحنا زد دہل

ناگہاں اللہ نے ان کو دیا | دولت "انا فتحنا" کی عطا

آمدش پیغام از دولت کہ رو | تو ز منع ایں ظفر غمگیں مشو

آیا یہ پیغام حق کا آپ کو | تو شکست جنگ سے غمگیں نہ ہو

کاندریں خواری بنقدت فتحہاست | نک فلاں قلعہ فلاں قلعہ تراست

یہ شکست اب ہے خزانہ فتح کا | یہ فلاں قلعہ، فلاں قلعہ ترا

بنگر آخر چونکہ واگردید و گفت | بر قریظہ و بر نضیر از وے چہ رفت

دیکھ آخر تو نے جب دم مصطفیٰ[۲] | کیا نضیر اور کیا قریظہ سے ہوا

قلعہا ہم گرد آں بد لقمہا | شد مسلم و ز غنایم نفعہا

قلعے بھی اور شہر بھی ہاتھ آ گئے | فائدے مال غنیمت سے ہوئے

ور نباشد آں تو بنگر ایں فریق | بر غم و رنجند مفتون و عشیق

یہ نہیں تو دیکھ لے تو یہ فریق | بحر رنج و غم کا ہے گویا غریق

زہر خواری را چو شکر میخورند | خار غمہا را چو اشتر میچرند

زہر خواری کھاتے شکر کی طرح | خارِ غم چرتا ہے اشتر کی طرح

[۱] ٹاٹ ۔

[۲] یہودیوں کی دو جماعتیں ہیں ۔

بہرِ عین غم نہ از بہرِ فرج — این تسافل پیش ایشان چون درج

عیش میں کب ہیں وہ ہیں آلام میں — انکی پستی بھی بلندی ہے انہیں

آنچنان شادند اندر قعرِ چاہ — کہ ہمے ترسند از تخت و کلاہ

خوش ہیں یوں تہ میں کنوئیں کی وہ بھی — خوف کھاتے ہیں وہ تخت و تاج سے

در فقیری ہر یکے صد شہریار — در خزان فاقہ صد ہمچون بہار

وہ فقیری میں ہیں مثلِ شہریار — اور خزانِ فاقہ میں مثلِ بہار

ہر کہ با دلبر بود او ہمنشین — فوق گردون است نے زیرِ زمین

ہو گیا دلبر کا جو پہلو نشیں — چرخ پر ہے کب ہے بالائے زمیں

لا تفضلونی علیٰ یونس کی تفسیر

گفت پیغمبر کہ معراجِ مرا — نیست از معراجِ یونس اجتبا

بولے پیغمبر مری معراج بھی — کچھ نہیں معراجِ یونس سے بڑی

آن من بالا و آن او نشیب — زانکہ قربِ حق برونست از حسیب

اُن کی نیچے فلک اُوپر ہے مری — قربتِ اللہ ہے حد سے بری

قرب نے پائین بہ بالا رفتن است — قربِ حق از حبسِ ہستی رستن است

قربِ حق اُڑنا نہیں کچھ جست سے — قربِ حق چھٹنا ہے قیدِ ہست سے

نیست را چہ جائے بالا است و زیر — نیست را نے زود نے دور و نہ دیر

نیست کو کیا گر ہو بالا اور زیر — نیست میں جلدی نہیں کچھ اور نہ دیر

کارگاہِ صنعِ حق در نیستیست — غرہ ہستی چہ دانی نیست چیست

نیستی ہے کارگاہِ کبریا — جانے تو مغرورِ ہستی نیست کیا

حاصل این اشکستِ ایشان اے کیا[1] — مے نماند ہیچ با اشکستِ ما

قصہ کوتاہ اور ہے انکی شکست — کب مشابہ اس سے ہے اپنی شکست

[1] وہی قیدی کہہ رہا ہے

آنچناں شادند در ذل و تلف	ہمچو ما در وقت اقبال و شرف
خوش ہیں وہ یوں نقص جان و مال میں	جس طرح ہم دولت و اقبال میں
برگ بے برگی ہمہ اقطاع او ست	فقر و خواری افتخار ست و علو ست
کھیتیاں ہیں ان کی بے سامانیاں	فقر و خواری میں ہے فخر بیکراں
آں یکے گفتا زحبانش از مزید	چوں بخندید او کہ ما را بستہ دید
بولا اک قیدی۔ وہ ایسا ہے اگر	کیوں ہنسا یوں قید ہم کو دیکھ کر
چونکہ او مبدل شد است و شادیش	نیست از زندان کنوں آزادیش
کیونکہ ہے اس کی خوشی بدلی ہوئی	کب ہے اس زنداں سے آزادی ملی
ایں بقہر دشمنان چوں شاد شد	چوں ازیں فتح و ظفر پر باد شد
قہر پہ دشمنوں کے کیوں مسرور ہے	کیوں وہ ایسی فتح سے مغرور ہے
شاد شد جانش کہ بر شیران نر	یافت آساں نصرت و فتح و ظفر
شاد ہے شاید کہ ایسے شیروں پر	مل گئی آسانی سے فتح و ظفر
پس بدانستیم کو آزاد نیست	جز بدنیا دلخوش و دلشاد نیست
جانا ہے ہم نے نہیں آزاد وہ	صرف دنیا سے ہے خوش اور شاد وہ
ورنہ چوں خندد کہ اہل آں جہاں	بد و نیکند مشفق مہرباں
کیوں ہنسے ورنہ کہ جو ہیں انبیاء	نیک و بد پر مہرباں ہیں برملا

طعنوں کے طعنے سے آنحضرت کی آگاہی

ایں بگفتند در زیر زباں	آں اسیراں باہم اندر بحث آں
باتیں سب کرتے تھے وہ زیر زباں	قیدی تھے اس بحث میں مصروف ہاں

تا مؤکل نشنود بر ما جہد | خود سخن در گوش آں سلطاںؐ نہد

تا سپاہی سن نہ لے اور ہو خفا | اور کہے سلطانؐ سے سارا ماجرا

گرچہ نشنید آں مؤکل ایں سخن | رفت در گوشے کہ آں گوش من لدن

گو نہ سن پایا سپاہی یہ سخن | پہنچا لیکن تا بہ گوش من لدن

بوئے پیراہان یوسفؑ اندید | آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید

آئی کب پیراہن یوسفؑ کی بو | پاسباں کو پہ ملی یعقوبؑ کو

آں شیاطیں بر عنان آسماں | نشنوند آں سرّ لوح غیب‌داں

آسماں پہ کب شیاطیں سن سکے | بھید اسے ہمراز، لوح غیب کے

آں محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ | آمدہ سر گرد او گرداں شدہ

سو رہے تھے جب محمدؐ مصطفیٰ | "بھید" آیا اور طواف اُنکا کیا

آں خورد حلوا کہ روزیش است باز | آں نہ کانگشتان او باشد دراز

کھائے وہ حلوا جسے روزی ہوا | انگلیاں لمبی کسی کی ہوں تو کیا

نجم ثاقب گشتہ حارس دیو راں | کہ بہل دزدی ز احمدؐ سر ستاں

نجم ثاقب حارس شیطاں کے | چھوڑ چوری مصطفیٰؐ سے بھید لے

اے دویدہ سوئے دکاں از پگاہ | ہیں بمسجد رو بجو رزق از الٰہ

اٹھ کے بھاگا تو دکاں کو صبح سے | رزق تو مسجد میں جا کر رب سے لے

آنحضرتؐ کی طرف سے قیدیوں کے ضمیر کا جواب

پس رسولؐ آں گفت شاں را فہم کرد | گفت آں خندہ نبودم از نبرد

سمجھے ان کی گفتگو کو مصطفیٰؐ | بولے وہ ہنسنا لڑائی سے نہ تھا

۱ یعنی آنحضرتؐ + ۲ معرفت کا رازداں والا کان یعنی رسول مقبول کا گوش مبارک + ۳ چوری نہ کر ؛

مردہ اند ایشاں و پوسیدہ فنا | مردہ کشتن نیست مردی پیش ما

مردہ ہیں وہ اور مقہورِ فنا | ہاں نہیں مردی مردوں کو مارنا

خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف | چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف

وہ تو کیا ہیں چاند کو ٹکڑے کروں | پاؤں میداں میں اگر میں گاڑ دوں

آنگہے کازاد بودید و مکیں | من شما را بستہ می دیدم چنیں

جبکہ تم آزاد تھے اور تھے رہا | دیکھتا تھا میں یونہی تم کو بندھا

اے بنازیدہ بہ ملک و خانماں | نزدِ عاقل اشترے بر نردباں

ہے جو تم کو نازِ ملک و خانماں | عاقل اس کو جانتے ہیں رائگاں

نقشِ تن را تا فگند از بام طشت | پیش چشمم کل آتٍ آت گشت

فاش رازِ نقشِ تن جب ہو گیا | حال پھر [illegible] شے کا مجھ پر کھل گیا

بنگرم در غورہ مے بینم عیاں | بنگرم در نیست شے بینم عیاں

غورہ[1] میں میں دیکھتا ہوں مے عیاں | نیست میں ہستی کے ملتے ہیں نشاں

بنگرم سر عالمے بینم نہاں | آدم و حوا نرستہ از جہاں

دیکھتا ہوں راز میں اس وقت کے | جبکہ پیدا آدم و حوا نہ تھے

من شما را وقتِ ذراتِ الست | دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست

میں نے تم کو اولاً وقتِ الست | سرنگوں دیکھا ہے اور پابند و پست

از حدوثِ آسمانِ بے عمد | آنچہ دانستہ بدم افزوں نشد

جب سے ہے یہ آسمان بے ستوں | کچھ نہیں دانست سے میری فزوں

من شما را سرنگوں می دیدہ ام | پیش از آں کز آب و گل بالیدہ ام

پہلے میں نے سرنگوں دیکھا تمہیں | پھر پڑا ہوں آب و گل کے دام میں

[1] کچا انگور

تو ندیدم تا کنم شادی بدان — این همی دیدم ز آن اقبال تان

ہے سنی کیا بات جس کی ہو خوشی — تھا تمہارے اور جی میں دیکھا یہی

بستۂ قہر خفی آنکہ چو قہر — قند میخوردید و در وی گنج زہر

مبتلا جس میں تھے مخفی قہرا وہ قہر — قند کھاتے تھے مگر تھا اس میں زہر

چون چنین قندے پر از زہر عدو — خوش بنوشید چون حسد آید بہو

قند اک پر زہر کھاتے اک عدو — کیا کرے اس پر حسد اور رشک تو

با نشاط آن زہر میکردید نوش — مرگ تان خفیہ گرفتہ ہر دو گوش

زہر کھاتے تھے جو تم با صد خوشی — کان پکڑے موت نے اور جان لی

من ہمے کردم غزا از بہر آن — تا ظفر یابم فرا گیرم جہان

میں نہ کرتا تھا لڑائی اس لئے — تا کہ لیلوں ساری دنیا فتح سے

اینجہان جیفہ است و مردار و رخیص — بر چنین مردار چون باشم حریص

یہ جہاں ناقص بھی ہے مردار بھی — حرص کیا ہو مجھ کو اس مردار کی

سگ نیم تا پیرہم مردہ کنم — عیسیم آیم کہ تا زندہ اش کنم

سگ نہیں تو کھینچے جو مُردوں کے کروں — مثلِ عیسیٰ زندگی مُردوں کو دوں

زان ہمیکردم صفوف جنگ چاک — تا رہانم مر شما را از ہلاک

میں صفوف جنگ اس لئے کرتا تھا چاک — تا بچو تم اور نہ ہو جاؤ ہلاک

زان نمے برم گلوہاے بشر — تا مرا باشد کر و فر و حشم

کاٹتا ہوں کب گلے میں اس لئے — تا ہو شہرت اور کرّ و فر مجھے

زان ہمے برم گلوئے چند تا — زان گلوہا عالمے یابد رہا

کاٹتا ہوں اس لئے میں کچھ گلے — تا کہ دنیا کو نجات ان سے ملے

کہ شما پروانہ وار از جہل خویش — پیش آتش میکنید اینجملہ کیش

جاہلوں کی طرح تم پروانہ وار — پیش آتش کرتے ہو یہ دوڑ شعار

من ہمے انم شمارا ہیچو سست	از درافتادن در آتش باد و دست
ہوں بلگا تا مست کی صورت نہیں	تاکہ تم سب گر نہ جاؤ آگ میں
آنکہ خود را فتحہا پنداشتید	تخم منحوسی خود میکاشتید
فتح کا کرتے تھے تم اپنی گماں	بیج بوتے تھے نحوست کے یہاں
یکدگر را چند جد مے خواندید	سوئے اژدرہا فرس میراندید
گو سے اک دوسرے کے جد کو تھے	جاتے تھے تم اژدہوں کے سامنے

باغی آسودگی میں بھی مقہور ہے

قہر میکردید و اندر عین قہر	خود شما مقہور قہر شیر دہر
قہر تم کرتے تھے۔ خود تھے قہر میں	اور بہت مقہور تھے اس دہر میں
دزد قہر خواجہ کرد و زر کشید	او بداں مشغول بد والی رسید
چور لے خواجہ کا مال و زر لیا	وہ تھا مصروف اس میں۔ مالک گیا
گر ز خواجہ آں زماں بگریختے	کے بر او والی حشر انگیختے
بھاگتا اسوقت خواجہ سے اگر	ظلم کرتا خواجہ کیوں اس چور پر
قاہری دزد مقہوریش بود	زانکہ قہر او سر او را ربود
چور کا قہر اس کی مقہوری بنا	قہر اس کا اس کے سر کو لے اڑا
غالبی بر خواجہ دام او شود	تا رسد والی و بستاند قود
حملہ کرنا خواجہ پر تھا اسکا دام	خواجہ اس سے لینے آیا انتقام
اینکہ تو بر خلق چیرہ گشتہ	در نبرد و غالبی آغشتہ
ایک تو غالب ہوا ہے خلق پر	جنگ اور غلبے میں ہے آلودہ سر
آں بقاصد منہزم کردستشاں	تا ترا در حلقہ مے آرد کشاں
بالارادہ وہ بھگاتا ہے انہیں	تاکہ تجھ کو کھینچ کے گھیرے ہیں

ہین عناں درکش پئے این منہزم ۔ در مراں تا تو نگردی منہزم

ان کا پیچھا تو نہ کر اے مرد ہوش ۔ تا نہ جا جائے کہیں حلقہ بگوش

چوں کشا شدت بدیں حیلہ بدام ۔ جملہ بینی بعد ازاں اندر زحام

دام میں پھانسیں جو تجھ کو حیلہ گر ۔ بعد ازاں وہ سب تجھے آئیں نظر

عقل ازیں غالب شدن کے گشت شاد ۔ چوں ازیں غالب شدن پیدا فساد

عقل اس غلبے سے کب ہوتی ہے شاد ۔ جبکہ اس غلبے میں ہے یکسر فساد

تیز چشم آمد خرد بینائے بیش ۔ کہ خدا ایش سرمہ کرد از کحل خویش

تیز آنکھیں ہیں خرد کی دوربیں ۔ سرمۂ حق سے ہوئی ہیں سرمگیں

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنوں ۔ اہل جنت در خصومتہا زبوں

بولے پیغمبرؐ کہ از راہِ فنون ۔ اہل جنت ہیں خصومت سے زبوں

از کمال حزم و سوء الظن خویش ۔ نے ز نقص و بددلی و ضعف کیش

کیونکہ وہ ہشیار ہیں اور بدگماں ۔ بددلی اور ضعفِ مذہب ہے کہاں

در فرہ دادن شنودہ در کمون ۔ حکمتِ لولا رجالؒ مومنون

شادمانی جب ملی اُن کو فزوں ۔ تو سنا لولا رجالؒ مومنون

دست کوتاہی ز کفارِ لعیں ۔ فرض شد بہر خلاص مومنیں

ہاتھ رکنا کافروں کے قتل سے ۔ فرض تھا تا ہر مسلماں بچ سکے

قصۂ عہدِ حدیبیہ بخواں ۔ گفت ایدیکم تمامت ان بداں

ہاں حدیبیہ کی تو پڑھ داستاں ۔ قول ایدیکمؐ سے ہو جا رازداں

ا؎ قولہ تعالیٰ لولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منہم معرۃ بغیر علم یعنی اگر مکہ میں مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں کہ تم انکو نہیں جانتے تھے تو تمہیں لاعلمی کے باعث انہیں ہلاک کرنے کی صورت میں رنج پہنچتا ۔

ا؎ قولہ تعالیٰ ھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم اللہ ایسا ہے جس نے کافروں کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ کافروں سے باز رکھے ۔

نیز اندر غالبی ہم خویش را — دید او مغلوب دام کبریا

غالبی میں تھا اپنی دیکھتا — اپنے کو مغلوب دام کبریا

ما رمیت اذ رمیت آمد خطاب — گم شد او واللہ اعلم بالصواب

ما رمیت[1] اذ رمیت آیا خطاب — گم ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

زاں نمی خندم من از زنجیرتاں — کہ بگیرم ناگہاں شبگیرتاں

لب ہوں زنجیروں پہ ہنستا اسلیے — تا کروں حملہ ہیں شبخوں مار کے

زاں ہمے خندم من از زنجیر و غل — میکشنم تاں سوئے سروستان و گل

طوق اور زنجیر پر ہنستا ہوں یوں — تا تمہیں گلشن کی جانب کھینچ لوں

ای عجب کز آتش بے زینہار — بستہ مے آریمتاں تا سبزہ زار

ہے تعجب اسقدر سخت آگ سے — کھینچتا ہوں تم کو جانب باغ کے

از سوئے دوزخ بزنجیر گراں — میکشم تاں تا بہشت جاوداں

سمت دوزخ سے بزنجیر گراں — کھینچتا ہوں تا بہشت جاوداں

ہر مقلد را دریں رہ نیک و بد — ہمچناں بستہ بحضرت میکشد

ہر مقلد ہو بھلا یا ہو برا — کھینچتا ہے اللہ کی جانب بندھا

جملہ در زنجیر بیم و ابتلا — میروند ایں رہ بغیر اولیا

بستہ زنجیر خوف و ابتلا — جاتے ہیں اس راہ میں بے اولیا

میکشند ایں راہ را بیگار وار — جز کسانے واقف از اسرار کار

وہ ہیں جوں بیگار اس رہ میں رواں — ماسوا اُن کے جو ہیں اسرار داں

جہد کن تا نور تو رخشاں شود — تا سلوک و خدمتت آساں شود

سعی کر تا نور ہو تاباں ترا — اور سلوک راہ آساں ہو ذرا

[1] ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی یعنی تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا۔ مگر اللہ نے پھینکا۔

کودکاں را می بری مکتب بزور | زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
بچوں کو لے جائیں مکتب جبر سے | وہ کب اس کے جانتے ہیں فائدے

چوں شود واقف بمکتب میدود | جانش از رفتن شگفتہ میشود
جب ہو واقف جائے مکتب دوڑتا | ہو شگفتہ روح اس کی برملا

میرود کودک بمکتب پیچ پیچ | چوں ندید از مزد کار خویش ہیچ
جاتا ہے مکتب کو بچہ تھرتھرا | کام کا پاتا نہیں جب کچھ صلا

چوں کند در کیسہ دانگے دستمزد | آنگہے بیخواب گردد شب چو دزد
جیب میں اپنی جو کچھ پیسے وہ پاسکے | چور کی صورت نہ شب کو نیند آسکے

جہد کن تا مزد طاعت در رسد | بر مطیعاں آنگہت آید حسد
سعی کرتا جا کہ طاعت کا صلا | ورنہ نیکوں پہ حسد ہو ہے بلا

ائتیا کرہا[۱] مقلد گشتہ را | ائتیا طوعا صفا بسرشتہ را
ائتیا کرہا مقلد کے لئے | ائتیا طوعا ولی سچے کے واسطے

ایں محب حق ز بہر علتے | واں دگر را بے غرض خود خلتے[۲]
دوست وہ حق کا ہے علت کے لئے | بے غرض یہ صرف خلت کے لئے

ایں محب دایہ لیک از بہر شیر | واں دگر دلدادہ بہر ایں ستیر
عشق دایہ کا ہے بہر شیر اسے | دوسرا دلدادہ دایہ کے لئے

طفل را از حسن او آگاہ نے | غیر شیر او را ازو دلخواہ نے
طفل اسکے حسن سے ہے بے خبر | دودھ ہی صرف اس کو چاہئے مد نظر

واں دگر خود عاشق دایہ بود | بے غرض در عشق یکرایہ بود
دوسرا خود عاشق دایہ ہوا | بے غرض یکرنگ الفت میں رہا

۱؎ وہ ہمارے پاس مجبوراً آ گئے ۔

۲؎ خلوص ۔

پس محبِ حق بامید و بترس | دفتر تقلید میخواند بدرس

دوست جو حق کا ہے باامید و ترس | دفتر تقلید کا لیتا ہے درس

وآں محبِ حق ز بہرِ حق کجاست | کہ ز اغراض و ز علتہا جداست

وہ محبت حق ہے کب بہر خدا | بلکہ وہ اغراض سے جو ہے جدا

گر چنین و گر چنان چوں طالب است | جذبِ حق او را سوئے حق جاذبست

ایسا اور ویسا جو ہے طالب ہوا | جذب ہو حق اس کو سوئے حق لیگیا

گر محبت حق بود لغیرہ | کے ینال دائما من خیرہ

گر محبت حق ہو غیروں کے لئے | بہرہ ور نیکی سے کب دائم ہے یہ

یا محبت حق بود لعینہ | لاسواہ خائفا من بینہ

ہو اگر الفت ہے عین خدا | پھر ہو اس کو دوسرے کا خوف کیا

عاشق کو معشوق کا جذب کرنا

ہر دو را ایں جستجوہا زاں سرست | ایں گرفتاری دل زاں دلبرست

ہیں متلاشی دونوں اس دربار سے | ہے گرفتاری دل اس یار سے

آمدیم آنجا کہ در صدرِ جہاں | گر نبودے جذبِ آں عاشق نہاں

دل میں اس صدرِ جہاں کے بیگماں | گر نہ ہوتا جذب عاشق کا نہاں

ناشکیبا کے بُدے او از فراق | کے دواں باز آمدے سوئے وثاق

پھر وہ کیوں بے صبر ہوتا ہجر سے | جانب قید آتا پھر کیوں دوڑ کے

میل معشوقاں نہانست و ستیر | میل عاشق با دو صد طبل و نفیر

رغبت معشوق رہتی ہے نہاں | رغبت عاشق ہے پر شور اور عیاں

یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار | لیک عاجز شد بخاری ز انتظار

اک حکایت اور بھی تھی معتبر | منتظر ہے حد بخاری ہے مگر

ترکِ آں کردم کہ او در جستجو ست — تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست

اس لئے چھوڑا کہ وہ ہے بیقرار — تا کہ پیش از مرگ دیکھے روئے یار

تا رہد از مرگ و یابد او نجات — زانکہ دیدِ دوست ہست آبِ حیات

تا کہ چھوٹے موت سے پائے نجات — کیونکہ دیدِ دوست ہے آبِ حیات

ہر کہ دیدِ او نباشد دفعِ مرگ — دوست نبود کہ نہ میوہ ش نہ برگ

دید ہے جس کی نہ ہو دفعِ اجل — دوست وہ کیا اس میں پتے ہیں نہ پھل

کارِ آنکار ہست اے مشتاق مست — کاندر آں کار ار رسد مرگت خوش است

کام ہے وہ کام اے مشتاق یار — موت جس میں آئے تو ہو خوشگوار

شد نشانِ صدقِ ایمان اے جواں — آنکہ آید خوش ترا مرگ اندر آں

ہے نشانِ صدقِ ایماں اے جواں — ہو جو وقتِ مرگ بھی تو شادماں

گر نشد ایمانِ تو اے جاں چنیں — نیست کامل رو بجو اکمالِ دیں

صاحبِ ایماں نہیں ایسا جو تو — جا کمالِ دیں کی کر پھر جستجو

ہر کہ اندر کارِ تو شد مرگ دوست — بر دلِ تو بے کراہت دوست اوست

جس نے تیرے کام میں کی جاں فدا — دوست بس وہ بے کراہت ہے ترا

چوں کراہت رفت آں خود مرگ نیست — صورتِ مرگ است و نقلاں کردنیست

جب کراہت ہی نہیں پھر موت کیا — موت کی صورت ہے صرف اک نقلِ جا

چوں کراہت رفت مردن نفع شد — پس درست آمد کہ مردن دفع شد

جب مٹی نفرت ہے مرنا کام کا — اس کو دفعِ مرگ کہنا ہے بجا

دوست حق ست و کسے کش گفت او — کہ توئی آنِ من و من آنِ تو

دوست حق کا وہ جسے حق نے کہا — تو مری میں ملک تیری برملا

بخاری عاشق کا صدر جہاں کے پاس پہنچنا

گوش او را اکنوں کہ عاشق میرسد ۔ بستۂ عشق او را حبل من مسد

سُن کہ اب پہنچا وہ عاشق بے دو ۔ تھا جو پابستہ بحبلٍ من مسد

چوں بدید او چہرۂ صدر جہاں ۔ گوئیا پرید از تن مرغ جاں

جبکہ دیکھا چہرۂ صدر جہاں ۔ اُڑ گیا اُس کے بدن سے مرغ جاں

جاں بجاناں داد او از خود باز رست ۔ بر سریر ملک جاویداں نشست

جاں دی جاناں کو خود سے چھُٹ گیا ۔ تخت مالک جاودانی کا ملا

ہمچو چوب خشک افتاد آں تنش ۔ سرد شد از فرق سرتا ناخنش

سوکھی لکڑی کی طرح تن گر پڑا ۔ سر سے ناخن تک وہ تھا ٹھنڈا ہوا

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب ۔ نے بجنبید و نہ آمد در خطاب

دھونیاں دیں اور سنگھایا گلاب ۔ کی نہ حرکت اور نہ کچھ منہ سے کہا

کار نامد از بخار و از بخور ۔ جز کہ بوئے آں شہ با فر و نور

بے اثر تھے یہ بخار اور یہ بخور ۔ ماسوائے بوئے شاہ فر و نور

شاہ چوں دید آں مزعفر روئے او ۔ پس فرود آمد ز مرکب سوئے او

زرد چہرہ اسکا دیکھا شاہ نے ۔ آیا پاس اسکے اُتر کر اسپ سے

گفت عاشق دوست میجوید بتفت ۔ چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت

بولا عاشق ڈھونڈتا معشوق تھا ۔ جبکہ معشوق آیا عاشق چل بسا

عاشق حقی و حق آنست کو ۔ چوں بیاید از تو نبود تار مو

عاشق حق تو ہے اور حق سے ملا ۔ جب وہ آئے ہو نہ باقی بال بھی

لہ کھجور کی چھال کی رسّی ہے ۔

صد چو تو فانیست پیش آں نظر ‌ ‌ ‌ عاشقی بر نفی خود خواجہ مگر

اس نظر میں تجھ سے فانی ہیں ہزار ‌ ‌ ‌ عاشق اپنی نفی پہ شاید ہے بار

سایۂ و عاشقی بر آفتاب ‌ ‌ ‌ شمس آید سایہ لا گردد شتاب

تو ہے سایہ اور عاشق مہر کا ‌ ‌ ‌ شمس اگر نکلے تو سایہ ہو فنا

چونکہ سر بر زد ز مشرق قرص خور ‌ ‌ ‌ نہ ستارہ ماند و نہ از شب اثر

جب درخشاں شرق سے سورج ہوا ‌ ‌ ‌ پھر ستاروں اور شب کا کیا پتا

از درِ دل چونکہ عشق آید درون ‌ ‌ ‌ عقل رخت خویش اندازد برون

عشق جس دم دل میں اپنا گھر کرے ‌ ‌ ‌ اپنا ساماں عقل باہر پھینک دے

ہمچو شیرے خوردہ با آہو دوچار ‌ ‌ ‌ گشت آہو بیخبر افتاد و زار

جس طرح ہو شیر آہو سے دوچار ‌ ‌ ‌ اور ہرن بیہوش ہو زار و نزار

ہمچو زورِ پشہ پیش تند باد ‌ ‌ ‌ فہم کن واللہ اعلم بالسداد

زورِ پشہ جس طرح پیش ہوا ‌ ‌ ‌ غور کر واللہ اعلم اے فتا

دربارِ سلیمانؑ میں مچھر کی فریاد

پشہ آمد از حدیقہ وز گیاہ ‌ ‌ ‌ وز سلیمانؑ نبی شد دادخواہ

مچھر آیا باغ سے اور گھاس سے ‌ ‌ ‌ داد خواہی تا سلیمانؑ سے کرے

کاے سلیمانؑ معدلت میپروری ‌ ‌ ‌ بر شیاطین آدمی زاد و پری

اے سلیمانؑ! تم ہو عادل سربسر ‌ ‌ ‌ ہر پری اور دیو اور انسان پہ

مرغ و ماہی در پناہِ عدل تست ‌ ‌ ‌ کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست

عدل سے پلتے ہیں مرغ اور مچھلیاں ‌ ‌ ‌ فضل ہر کھو جانے والے پر عیاں

داد دہ ما را کہ بس زاریم ما ‌ ‌ ‌ بے نصیب از باغ و گلزاریم ما

دو ہماری داد، ہم بھی زار ہیں ‌ ‌ ‌ بے نصیب گلشن و گلزار ہیں

مشکلاتِ ہر ضعیفے از تو حل | پشہ باشد در ضعیفی خود مثل

مشکلیں کمزور کی ہیں تم سے حل | پشہ کمزوری میں ہے ضرب المثل

شہرہِ ما در ضعف و اشکستہ پری | شہرہ تو در لطف و مسکیں پروری

مشتہر ہے اپنی بے بال و پری | اور تمہارا لطف و مسکیں پروری

اے تو در اطباقِ قدرت منتہی | منتہی ما در کمی و کمرہی

تم ہو قدرت اور قوی کی انتہا | ہم کمی و گمرہی کی انتہا

داد دہ ما را ازیں غم کن جدا | دستگیر اے دست تو دستِ خدا

داد دو ہم کو۔ کرو غم سے جدا | دستگیری ہو کہ ہو دستِ خدا

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جو | داد و انصاف از کہ میخواہی بگو

پھر سلیمانؑ بولے۔ اے انصاف جو | بول کس سے چاہتا ہے داد تو

کیست آں ظالم کہ از باد و بروت | ظلم کردست و خراشیدست روت

کون وہ ظالم ہے جس نے ظلم سے | کر دیا ہے اس طرح زخمی تجھے

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست | کو نہ اندر حبس و در زنجیرِ ماست

ہیں ہمارے عہد میں ظالم کہاں | جو نہیں زنجیر میں قیدی یہاں

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مرد | پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش برد

ہم جب آئے۔ ظلم اسی دن مر گیا | ظلم پھر اس عہد میں کس نے کیا

چوں برآمد نور ظلمت نیست شد | ظلم را ظلمت بود اصل و عضد

نور جب نکلا۔ ہوئی ظلمت فنا | ظلم کی ظلمت ہی ہوتی ہے بنا

نک شیاطیں کسب و خدمت میکنند | دیگراں بستہ باصفاد و بند

ہیں شیاطیں کسب و خدمت میں لگے | بعض زنجیروں میں ہیں جکڑے پڑے

اصلِ ظلمِ ظالماں از دیو بود | دیو در بندست استم چوں نمود

ظلم کی ان ظالموں سے تھی بنا | قید ہیں وہ ظلم پھر کس نے کیا

ملک زاں دادست ما را کن فکاں ‏ ‏ تا ننالد خلق سوئے آسماں

ہے ہمیں ملک اس لئے حق نے دیا ‏ ‏ تا کرے کوئی نہ گردوں سے گلا

تا بہ بالا بر نیاید دودہا ‏ ‏ تا نگردد مضطرب چرخ و سہا

آسماں پر تا نہ جائے دودِ آہ ‏ ‏ اور نہ ہو چرخ و سہا اس سے سیاہ

تا نلرزد عرش از نالۂ یتیم ‏ ‏ تا نگردد از ستم جانے سقیم

تا نہ عرش آہِ یتیماں سے ہلے ‏ ‏ تا نہ ہو بد حال کوئی ظلم سے

زاں نہادیم از ممالک مذہبے ‏ ‏ تا نیاید بر فلکہا یاربے

اس لئے ملکوں میں اک مذہب رکھا ‏ ‏ تا نہ آئے کوئی "یا رب" کی صدا

منگر اے مظلوم سوئے آسماں ‏ ‏ کآسمانی شاہ داری در زماں

کر نظر اپنی نہ سوئے آسماں ‏ ‏ آسمانی شاہ ہے موجود یاں

گفت پشہ دادِ من از دستِ باد ‏ ‏ کو دو دستِ ظلم بر ما برکشاد

بولا مچھر، ہے گلہ اس باد سے ‏ ‏ جس نے ہم پر ہاتھ کھولے ظلم کے

ما ز ظلمِ او بہ تنگی اندریم ‏ ‏ با لبِ بستہ از و خوں میخوریم

ظلم سے اس کے ہوئے ہیں تنگ ہم ‏ ‏ چپ ہیں اور پیتے ہیں خونِ دل بہم

ظلمِ او بر ما صریحست و عیاں ‏ ‏ نیست ما را چارہ جز کردن بیاں

ظلم اس کا ہم پہ ہے بالکل عیاں ‏ ‏ تھا یہی چارہ، کیا ہم نے بیاں

دادِ ما و انصافِ ما بستاں ازو ‏ ‏ اے کریمِ عادلِ اکرام خو

داد دیجے، چارہ جوئی کیجئے ‏ ‏ آپ منصف اور عادل ہیں بڑے

حضرت سلیمانؑ کا مچھر کو حکم دینا

پس سلیمانؑ گفت اے زیبا ودی ‏ ‏ امرِ حق باید کہ از جاں بشنوی

پس سلیمانؑ نے کہا اے خوش صدا ‏ ‏ حکمِ حق بھی چاہئے سننا ذرا

حق بمن گفتہ است ہاں اے داد ور
مشنو از خصمے تو بے خصم دگر
حق نے یوں مجھ سے کہا اے پیشوا
سن نہ یک طرفہ نہ ہو گر دوسرا

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور
حق نیاید پیش حاکم در ظہور
دونوں دشمن ہوں نہ جب تک سامنے
پیش حاکم جھوٹ سچ کیونکر کھلے

خصم تنہا گر بر آرد صد نفیر
ہان وہاں بے خصم قول او مگیر
دشمن تنہا کرے سو زاریاں
کر یقیں بے دوسرے کے تو نہ ہاں

من نیارم رو ز فرمان تافتن
خصم خود را رو بیاور سوئے من
حکم حق سے منہ نہ پھیروں گا کبھی
جا تو میرے پاس لا دشمن کو بھی

گفت قول تست برہان و درست
خصم من باد است و او در حکم تست
بولا پشہ سچ کہا اے نیک نام
وہ ہوا ہے جو تمہاری ہے غلام

بانگ زد آن شہ کہ اے باد صبا
پشہ افغان کرد از ظلمت بیا
دی صدا آخر کہ اے باد صبا
پشہ فریادی ہے تجھ سے، آ بھی آ

ہین مقابل شو تو با خصم و بگو
پاسخ خصم و بکن دفع عدو
سامنے دشمن کے آ کر کر بیاں
مدعی کا دے جواب آ کر یہاں

باد چون بشنید آمد تیز تیز
پشہ بگرفت آن زمان راہ گریز
جب ہوا نے یہ سنا آئی وہ تیز
پشہ نے اس وقت لی راہ گریز

پس سلیمان گفت کاے پشہ کجا
باش تا بر ہر دو رانم من قضا
پس سلیماں بولے اے مچھر کہاں
ہاں ٹھہر دونوں کا میں لونگا بیاں

گفت اے شہ مرگ من از بود اوست
خود سیاہ این روز من از دود اوست
بولا مچھر جب وہ ہے تو میں کہاں
ہے سیہ روزی مری اس کا دھواں

او چو آمد من کجا یابم قرار
کو بر آرد از نہاد من دمار
جب ہوا آئی تو کہاں مجھ کو قرار
ہے ہلاکت پھر مری بے اختیار

همچنیں جویائے درگاہِ خدا | چوں خدا آید شود جوینده لا

ایسے ہی جو جائے درگاہِ خدا | جب خدا ملتا ہے، ہوتا ہے فنا

گرچہ آں وصلت بقا اندر بقاست | لیک از اوّل بقا اندر فناست

گو ہے وصل اسکا بقا اندر بقا | پھر فنا ہی میں بقا ہے [illegible]

سایہ ہائے کہ بود جویائے نور | نیست گردد چوں کند نورش ظہور

سارے سائے ڈھونڈتے رہتے ہیں نور | نیست ہوں جب نور کا دیکھیں ظہور

عقل کے ماند چو باشد سردہ او | کل شیءٍ ہالک الا وجہہ[1]

عقل کیا ٹھہرے جو ہو وہ رو برو | کل شیءٍ ہالک الا وجہہ

ہالک آید پیش وجہش ہست و نیست | ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست

فانی اس کے سامنے ہر خشک و تر | نیست میں ہے ہست، یہ ہے طرفہ تر

اندریں محضر خردہا شد ز دست | چوں قلم اینجا رسید و سر شکست

اس جگہ ہے عقل کا گم راستا | جب قلم پہنچا یہاں سر رکھ دیا

باز گردم جانب صدرِ جہاں | در نوازش عاشق تو در نہاں

پھر چلوں میں جانب صدرِ جہاں | ہے نوازش میں جو عاشق کی وہاں

میکشد از بیہشی اش در بیاں | اندک اندک از کرم صدرِ جہاں

بیہشی میں کھینچتی ہے پھر بیاں | رفتہ رفتہ الفتِ صدرِ جہاں

عاشق بیہوش پہ معشوق کی نوازش

بر گرفتش سر نہاد اندر کنار | بر رخش میکرد انشاندہ نثار

ہو گیا اس سے لپٹ کر ہمکنار | اس کے منہ پہ اشک برساتا تھا یار

[1] یعنی ذاتِ وحدہٗ لاشریک کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہو جانے والی ہیں۔

بانگ زد در گوش او شه کای گدا ... زر نثار آوردمت دامن گشا

کان میں آواز دی ہاں لے گدا ... کھول دامن میں ہوں مصروف عطا

جان تو کاندر فراقم می‌طپید ... چونکه زنهارش رسیدم چون رمید

میری فرقت میں تپاں تھی جاں تری ... جب پناہ جاں تھا پھر کیوں جان دی

ای بدیده در فراقم گرم و سرد ... با خود آ از بیخودی و باز گرد

ہجر میں میرے سہا اچھا برا ... بیخودی کو چھوڑ اب آپے میں آ

مرغ خانه اشتری را بیخرد ... رسم مهمانش بخانه می‌برد

اک شتر کو ایک مرغ خانہ زاد ... لے چلا مہماں بنا کر شاد شاد

چون بخانه مرغ اشتر پا نهاد ... خانه ویران گشت و سقف اندر فتاد

اونٹ نے جب پاؤں اس گھر میں رکھا ... گر پڑی چھت اور گھر ویراں ہوا

خانه مرغست عقل و هوش را ... هوش صالح طالب ناقه خدا

ہاں یہ عقل و ہوش ہیں گھر مرغ کا ... ہوش طالب ناقۂ حق کا ہوا

ناقه چون سر کرد در آب و گلش ... نی گل آنجا ماند نی جان و دلش

آب و گل میں جب جگہ ناقے نے کی ... پھر نہ جاں باقی نہ گل باقی رہی

کرد فضل عشق انسان را فضول ... زین فزون جویی ظلومست و جهول

عشق نے بربا انساں کو کیا ... وہ اسی سے ظالم و جاہل بنا

جاهلست و اندرین مشکل شکار ... می‌کشد خرگوش شیری در کنار

جاہلی یہ ہے کہ ہے مشکل شکار ... شیر سے خرگوش ہے اک ہمکنار

کی کنار اندر کشیدی شیر را ... گر بدانستی و دیدی شیر را

شیر کو آغوش میں کب کھینچتا ... شیر سے ہوتا اگر وہ آشنا

ظالمست او بر خود و بر جان خود ... ظلم بین کز عدلها گو می‌برد

ظالم اپنا ہے اور اپنی جان کا ... ظلم غالب عدل پر ہے بر ملا

جہل او مر علمہا را اوستاد ۔ ظلم او مر عدلہا را شد رشاد

جہل اسکا علم کا استاد ہے ۔ مرشد انصاف ہر بیداد ہے

١ دست او بگرفت کاین رفتہ دمش ۔ آنگہے آید کہ من دم بخشمش

ہاتھ پکڑا اور کہا دم اسمیں ہاں ۔ آئیگا جب بخششوں میں دم بیگماں

چون بمن زندہ شود این مردہ تن ۔ جان من باشد کہ رو آرد بمن

مُردہ کو مجھ سے ملی گر زندگی ۔ ہو گا میرا دوست، میری جان بھی

من کنم او را ازین جان محتشم ۔ جاں کہ من بخشم ببیند بخششم

جان دیکر اس کو بخشوں عزتیں ۔ جاں میں دوں، اور وہ دیکھے بخششیں

جان نامحرم نہ بیند روئے دوست ۔ جز ہماں جان کاصل او از کوئے اوست

جان نامحرم نہ دیکھے روئے یار ۔ ہاں مگر وہ جس کا گھر ہے کوئے یار

در دمم قصاب وار این دوست را ۔ تا ہلد آن مغز نغزش پوست را

جوں قصائی دوست میں پھونکوں گا دم ۔ پوست چھوڑا مغز نے ۔ تو کیا ہے غم

گفت اے جان رمیدہ از بلا ۔ وصل ما را در گشادیم الصلا

بولا اے جاں جو بلا سے ہے رہا ۔ وصل کا در کھل گیا اندر آ

اے خود ما بیخودی و مستیت ۔ اے ز ہستے ما ہمارہ ہستیت

اے خودی میری ہے تیری بیخودی ۔ اے مری ہستی سے تیری زندگی

با تو بے لب این زماں من نو بنو ۔ رازہائے کہنہ میگویم شنو

بے زبان و لب میں تجھ سے اس گھڑی ۔ کہہ رہا ہوں چند راز کہنہ

زانکہ این لبہا از آن دم میرمند ۔ بر لب جوئے نہاں بر میدمند

کیونکہ یہ لب ان دموں سے ہیں رماں ۔ ساحل جوئے نہاں پر ہیں عیاں

١ یہاں سے پھر قصہ شروع ہوا ۔

٢ بھاگنے والا ۔ ٣ جان سے مراد ہے ۔

گوش بے گوشی دریں دم بر کشا ‌ ‌ ‌ بہرِ رازِ یفعل اللہ ما یشا
گوش بے گوشی کو کھول اب تُو ذرا ‌ ‌ ‌ بہرِ رازِ یفعل اللہ ما یشا[1]

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت ‌ ‌ ‌ اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت
جب صدائے وصل کانوں میں پڑی ‌ ‌ ‌ تھوڑی تھوڑی مُردے میں جنبش ہوئی

نے کم از خاکست کز عشوۂ صبا ‌ ‌ ‌ سبز پوشد سر بر آرد از فنا
خاک سے وہ کم ہے کیا۔ بادِ صبا ‌ ‌ ‌ سبز پوشی جس کو کرتی ہے عطا

کم ز آبِ نطفہ نبود کز خطاب ‌ ‌ ‌ یوسفاں زایند رخ چوں آفتاب
کم نہیں نطفے سے جس سے کبریا ‌ ‌ ‌ کر دے پیدا یوسفانِ مہ لقا

کم ز بادے نے کہ شد از امرِ کن ‌ ‌ ‌ در رحم طاؤس مرغِ خوش سخن
باد سے کیا کم ہے۔ جب دم "کن" کہا ‌ ‌ ‌ مور بھی پیدا رحم میں ہو گیا

کم ز نارے نیست کز امرِ سلام ‌ ‌ ‌ گلستاں شد بہرِ خلیلؑ خوش کلام
آگ سے کیا کم ہے جب بھیجا سلام ‌ ‌ ‌ تو وہ ابراہیمؑ پر ٹھہری حرام

کم ز چوبے نیست در دفعِ عدو ‌ ‌ ‌ گشت اژدرہائے منکر زامرِ ہو
کم ہے کیا لکڑی سے دشمن کے لیے ‌ ‌ ‌ حکمِ حق پاتے ہی جو اژدر بنے

کم ز کوہ و سنگ نبود کز ولاد ‌ ‌ ‌ ناقہ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد
کم نہیں ہرگز وہ کوہ و سنگ سے ‌ ‌ ‌ اونٹنی کی طرح جو ناقہ جنے

زاں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم ‌ ‌ ‌ عالمے زاد و بزاید دم بدم
چھوڑ ان سب کو عدم سے کیا ہے کم ‌ ‌ ‌ جس سے اک عالم ہے پیدا دمبدم

[1] یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔

عاشق بیہوش کا ہوش میں آنا

بر جہید و بر طپید و شاد شاد ‌ ‌ ‌ یک دو چرخے زد و سجود اندر فتاد

تھر تھرایا اور تڑپا خوش ہوا ‌ ‌ ‌ گھما کے چند سجدے میں وہ گر پڑا

بشگفید از روئے او دلشاد شد ‌ ‌ ‌ در وصال از بند ہجر آزاد شد

دیکھ کر اس کو ہوا دل شاد وہ ‌ ‌ ‌ قید فرقت سے ہوا آزاد وہ

گفت اے عنقائے حق جاں را مطاف ‌ ‌ ‌ شکر کہ باز آمدی زاں کوہ قاف

بولا۔ اے عنقائے حق کرکے طواف ‌ ‌ ‌ شکر ہے۔ لوٹا ز راہ کوہ قاف

اے سرافیل قیامت گاہِ عشق ‌ ‌ ‌ اے تو عشق عشق و اے دلخواہ عشق

اے سرافیل قیامت گاہِ عشق ‌ ‌ ‌ عشق کے عشق اور اے دلخواہ عشق

اولیں خلعت کہ خواہی اد نم ‌ ‌ ‌ گوش خواہم کہ نہی بر روزنم

پہلا خلعت چاہے گر دینا مجھے ‌ ‌ ‌ چاہتا ہوں بات تو میری سنے

گرچہ میدانی بصفوت حال من ‌ ‌ ‌ بندہ پرور گوش کن اقوال من

گو کہ تو واقف ہے میرے حال سے ‌ ‌ ‌ بندہ پرور اب ہو واقف قال سے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید ‌ ‌ ‌ ز آرزوئے گوش تو ہوشم پرید

ہوش لاکھوں بار اے صدرِ جہاں ‌ ‌ ‌ تیری باتیں سننے کو تھے رائگاں

آں سمیعی تو و آں اصغائے تو ‌ ‌ ‌ واں تبسم ہائے جاں افزائے تو

وہ ترا سننا وہ گوشش آشنا ‌ ‌ ‌ اور وہ تیرا مسکرانا جانفزا

آں نیوشیدن کم و بیش مرا ‌ ‌ ‌ عشوۂ جان بد اندیش مرا

اور وہ سننا ترا کم اور سوا ‌ ‌ ‌ عشوہ میری جان بد اندیش کا

قلبہائے من کہ آں معلوم تست ‌ ‌ ‌ پس پذیرفتی تو چوں نقد درست

کھوٹ جتنے تھے۔ تجھے معلوم تھے ‌ ‌ ‌ تو نے مثل نقد وہ سب چن لئے

بہر گستاخے و شوخے غرۂ ۔۔۔ حلمہا در پیش حلمت ذرۂ

بے ادب کو حلم کر کے چھوڑ دے ۔۔۔ حلم ذرّہ آگے تیرے حلم کے

اولاً بشنو کہ چوں ماندم ز شست ۔۔۔ اول و آخر ز پیش من بجست

پہلے یہ سن جب میں نکلا شست سے ۔۔۔ اول و آخر سے چھٹکارے سے

ثانیاً بشنو تو اے صدر ودود ۔۔۔ کہ بسے گشتم ترا ثانی نبود

دوسرے اے صدر میں ہر سو پھرا ۔۔۔ کوئی گو نیا میں تیرا ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ ام ۔۔۔ گوئیا ثالث ثلاثہ گفتہ ام

تیسرے جب سے میں تجھ سے ہوں پھرا ۔۔۔ تین گویا کر لئے میں نے خدا

رابعاً چوں سوخت ما را مزرعہ ۔۔۔ مے ندانم خامسہ از رابعہ

چوتھے یہ جب وہم مری کھیتی جلی ۔۔۔ چار کی اور پانچ کی حس ہی نہ تھی

خامساً در ہجرت اے صدر جہاں ۔۔۔ از حواس خمسہ بودم در زیاں

پانچویں غم میں ترے صدر جہاں! ۔۔۔ تھا حواس خمسہ کا میرے زیاں

سادساً از شش جہت بے پیرِ تو ۔۔۔ گوئیا بارید بر من غم دو تو

اور چھٹے یہ شش جہت سے بے ترے ۔۔۔ مجھ پہ برسے تیشہ غم و اندوہ کے

سابعاً از شام من ندانم ضالہ ام ۔۔۔ خوں ہمے گرید فلک از نالہ ام

ساتویں ہوں آنکھوں سے بے خبر ۔۔۔ ہے فلک خوں بار میرے نالے پہ

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا ۔۔۔ پے بری باشد یقیں از چشم ما

جس جگہ تو خاک پہ خوں پائے گا ۔۔۔ میری آنکھوں سے وہ ہے برسا ہوا

گفت من رعد ست و ایں بانگ و حنیں ۔۔۔ زابر خواہد تا ببارد بر زمیں

نطق میرا رعد ہے نالے مرے ۔۔۔ ابر کو بھی ہیں رُلانا چاہئے

من میان گفت و گریہ مے تنم ۔۔۔ یا بگریم یا بگویم چوں کنم

درمیان نطق و گریہ ہوں یہاں ۔۔۔ روؤں یا باتیں کروں ہیں خستہ جاں

گر بگویم قوت میگردد بکا — ور بگریم چوں کنم مدح و ثنا
کچھ کہوں تو فوت ہوتی ہے بکا — روؤں تو کیونکر کروں مدح و ثنا

مے فتد از دیدہ خونِ دل شہا — بیں چہ افتادست از دیدہ مرا
خونِ دل جاری ہے آنکھوں سے شہا — دیکھ ان آنکھوں سے کیا پیش پڑا

ایں بگفت و گریہ در شد آں نحیف — کہ بر او بگریست ہم دوں ہم شریف
یہ کہا اور ایسا رویا وہ نحیف — اس پہ روئے سارے ادنیٰ اور شریف

از دلش چنداں بر آمد ہائے ہو — حلقہ کرد اہلِ بخارا گرد او
ہاؤ ہو سے اس قدر نالے کیئے — جمع سب اہلِ بخارا ہو گئے

خیرہ گویاں خیرہ گریاں خیرہ خند — مرد و زن خورد و کلاں جمع آمدند
روتے تھے ہنستے تھے یا تھے طعنہ زن — جمع تھے جتنے وہاں سب مرد و زن

شہر ہم ہمرنگِ او شد اشک ریز — مرد و زن درہم شدہ چوں رستخیز
اہلِ شہر اس کی طرح رونے لگے — مرد و زن سب درہم و برہم ہو گئے

آسماں میگفت آندم با زمیں — گر قیامت را ندیدستی ببیں
آسماں کہتا تھا فرشِ خاک سے — گر نہیں دیکھی قیامت تو دیکھ لے

عقل حیراں کہ چہ عشق است و چہ حال — یا فراقِ او عجب تر یا وصال
عقل حیراں تھی یہ کیا ہے عشق و حال — ہجر اس کا ہے نرالا یا وصال

چرخ بر خواندہ قیامت نامہ را — یا مجرہ بر دریدہ نامہ را
آسماں نے حشر نامہ پڑھ دیا — کہکشاں نے یا ہے خط پرزے کیا

با دو عالم عشق را بیگانگیست — واندر آں ہفتاد و دو دیوانگیست
عشق کو کونین سے بیگانگی — ہے بہتر قسم کی دیوانگی

سخت پنہانست و پیدا حیرتش — جانِ سلطاناں جاں در حسرتش
حیرتیں اس کی نہاں ہیں اور عیاں — اس کی حسرت میں ہے ہر سلطانِ جاں

غیر هفتاد و دو ملت کیش او — تخت شاهان تخته بندی پیش او

اس کا مذہب ہے بہتر سے جدا — تخت شاہی اس کے آگے چیز کیا

مطرب عشق این زند وقت سماع — بندگی بند و خداوندی صداع

عشق یوں گاتا ہے ہنگام سماع — بندگی قید اور آقائی صداع

پس چه باشد عشق دریای عدم — درشکسته عقل را آنجا قدم

عشق کیا ہے۔ ایک دریائے عدم — عقل کے اس جا شکستہ ہیں قدم

بندگی و سلطنت معلوم شد — زین دو پرده عاشقی مکتوم شد

بندگی و سلطنت معلوم ہے — عشق انہیں پردوں میں تو معدوم ہے

کاشکی هستی زبانی داشتی — تا ز هستان پرده‌ها برداشتی

کاش ہستی کی زباں ہوتی کوئی — پردے مستوں کے اٹھا دیتی کبھی

هرچه گویم ای دم هستی از آن — پرده دیگر برو بستی بدان

ہے مری باتوں سے ہستی پر ملا — دوسرا پردہ یہ اس پر پڑ گیا

آفت ادراک آن حال است قال — خون بخون شستن محالست و محال

حال کے ادراک کی آفت ہے قال — خون سے ہے خون کا دھونا محال

من چو با سودائیانش محرمم — روز و شب اندر قفص در میدمم

محرم سودائیان حق ہوں ہاں — پھونکوں ہاں افسوں قفس میں ہر زماں

سخت مست و بیخود و آشفته‌ای — دوش ای جان بر چه پهلو خفته‌ای

ہے تو اتنی مست و بیخود ہر گھڑی — کل تو اے جاں سو گئی کس کروٹ پہ تھی

هان هان هشدار بر ناری دمی — اولا بر جه طلب کن محرمی

دم نہ ہرگز مار ہاں ہشیار ہو — ڈھونڈ پہلے محرم اسرار کو

سلہ یعنی بہتر فرقوں سے ۔ سلہ دردسر ۔

سلہ یعنی جسم کے پنجرے میں ۔

عاشق و مستی و بگشادہ زباں ۔ اللہ اللہ اشترے بر نردباں[1]

مست و عاشق ہو کے یوں کھولے زباں ۔ اللہ اللہ اونٹ ہو اور نردباں

چوں ز راز و ناز او گوید زباں ۔ یا جمیل الستر خواند آسماں

اس کے راز و ناز جب کھولے زباں ۔ یا جمیل الستر[2] بولے آسماں

ستر چہ در پشم و پنبہ آذر است ۔ تو ہمے پوشیش او رسواتر است

ستر کیا ہے آگ روئی کے لیے ۔ وہ ہے رسوا تو چھپاتا ہے اسے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم ۔ سر برآرد چوں علم کاینک منم

میں کروں کوشش سے گر اسکو نہاں ۔ یوں کہے مثل علم میں ہوں یہاں

رغم انفم گیرد او ہر دو گوش ۔ کاے مدمغ چونش میپوشی بپوش

خوار کر کے کان پکڑے میرے ہاں ۔ اے مدمغ کر جو کرتا ہے نہاں

گویمش رو گرچہ بر جوشیدۂ ۔ ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ

میں کہوں جا، جوش میں ہے بیقرار ۔ مثل جاں تو ہے نہاں اور آشنا

گوید او محبوس خنب است ایں تنم ۔ چوں مے اندر بزم خنبک میزنم

وہ کہے محبوس خم ہے تن مرا ۔ بزم میں ہوں مثل مے جوش آشنا

گویمش زاں پیش کہ گردی گرو ۔ تا نیاید آفت مستی برو

میں کہوں تو ہو نہ جائے مبتلا ۔ آفت آ جائے نہ اس مستی میں جا

گوید از جام لطیف آشام من ۔ یار روزم تا نماز شام من

وہ کہے ہے جام میرا بادہ بار ۔ صبح سے تا شام میں ہوں گھلا

چوں بیاید شام و دزدد جام من ۔ گویمش وا دہ کہ نامد شام من

شام میرے جام کو جب لے چرا ۔ میں کہوں ہے شام دور اب جام لا

[1] سیڑھی ۔ [2] یعنی اسے اللہ چھپائے ۔

زاں عرب بنہاد نام مے مدام	زانکہ سیری نیست مے خور را مدام
مے کو کہتے ہیں عرب والے "مدام"	کیونکہ سیری اس سے ہے بس ناتمام
عشق جوشد بادۂ تحقیق را	او بود ساقی نہاں صدیق را
عشق اُبالے بادۂ تحقیق کو	چھپ چھپا کر دے پلا صدیق کو
چوں بجوئی تو بہ توفیق حسن	بادہ آبِ جاں بود ابریق تن
جب تو ڈھونڈے پا سکے توفیق حسن	آبِ جاں بادہ ہو، پیمانہ بدن
چوں بیفزاید مئے توفیق را	قوت مے بشکند ابریق را
جب مئے توفیق میں جوش آ گیا	ظرف مے کے زور سے ٹکڑے ہوا
آب گردد ساقی و ہم مست آب	خود بگو واللہ اعلم بالصواب
آب ہو ساقی بنے خود مست آب	اب تو کہہ واللہ اعلم بالصواب
پرتو ساقیست کاندر شیرہ رفت	شیرہ بر جوشید رقصاں گشت و زفت
پرتو ساقی ہے جو شیرے میں ملا	شیرہ رقص و جوش میں ہے آ گیا
اندریں معنی بپرس آں خیرہ را	کہ چناں کے دیدہ بودی شیرہ را
پوچھ اب اُس سے جسے ہے خیرگی	ایسا بھی دیکھا تھا شیرے کو کبھی
بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست	آنکہ با گردندہ گرداننده ہست
بے تأمل جانے ہر دانا اسی	جو شے ہے گردندہ ہے گرداننده بھی

ایک مہجور و آفت زدہ عاشق کی حکایت

یک جوانے بر زنے عاشق شدہ است	روز و شبہا بیخواب و بیخور آمدست
اک جواں تھا ایک عورت پر فدا	رات دن بے خواب اور بے خور رہا

سلہ یعنی جو چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل جاتی ہے۔ وہ اور کو بھی بدل دیتی ہے - جیسا کہ شیرۂ انگوری سے ظاہر ہے ؛

بیدل و شوریده و مجنون و مست | مے ندادش روزگار وصل دست

بیدل و شوریده اور مجنوں ہوا | وصل حاصل اسکو ہوتا ہی نہ تھا

بس شکنجه کرد عشقش بر زمین | خود چرا دارد ز اوّل عشق کین

عشق نے کھینچا شکنجے میں اسے | عشق کو کینہ ہے جانے کس لیے

عشق از اوّل سرکش و خونی بود | تا گریزد آنکه بیرونی بود

عشق خونی روزِ اوّل سر اٹھائے | تا کہ جو ہو بوالہوس وہ بھاگ جائے

چوں فرستادے رسولے پیش زن | آں رسول از رشک گشتے راہزن

بھیجتا جب کوئی قاصد سوئے زن | رشک سے ہوتا وہ اس کا راہزن

ور بسوئے زن نبشتے نامہ‌اش | نامہ را تصحیف خواندے ناکسش

نامہ عورت کو جو کوئی بھیجتا | پڑھنے والا اور کچھ دیتا سنا

ور صبا را پیک کردے در وفا | از غبارے تیرہ گشتے آن صبا

نامہ بر ہوتی اگر بادِ صبا | گرد سے ہوتی وہ تیرہ جابجا

رقعه گر بر پرّ مرغے دوختے | پرّ مرغ از آتش رقعه سوختے

باندھتا رقعہ جو پرّ مرغ پر | سوزشِ الفت سے جلجاتے تھے پر

راہہائے چارہ را غیرت ببست | لشکر اندیشہ را رایت شکست

راہیں چارہ کی حیا نے بند کیں | ٹوٹا فوجِ فکر کا جھنڈا وہیں

بود اوّل مونسِ غم انتظار | آخرش بشکست کلہ ہم انتظار

اوّل اوّل ہمنشیں تھا انتظار | ٹوٹا اس سے گو وہ غم انجام کار

گاہ گفتے کایں بلائے بیدواست | گاہ گفتے کایں حیاتِ جان ماست

گاہ کہتا یہ بلا ہے لا دوا | اور کبھی کہتا کہ یہ ہے جانفزا

گاہ ہستی زو برآوردے سرے | گاہ او از نیستی خوردے برے

وہ کبھی ہستی سے تھا جھنجھلا ہوا | اور کبھی تھا نیستی سے آشنا

گاہ فریادش بگردوں بر شدے	گہ خیال لبرش ہمدم بدے
نالہ اس کا تھا کبھی چرخ آشنا	اور کبھی ہمدم خیال یار تھا
چونکہ بر وے سرد گشتے این نہاد	جوش کردے گرم چشمہ اتحاد
سرد ہو جاتا تھا جب اسکا نہاد[1]	جوش دیتی اس کو جوئے اتحاد
چونکہ با بے برگی غربت بساختے	برگ بے برگی بسوئے او بتاختے
چونکہ وہ غربت میں بے ساماں تھا	تھیں وہ بے سامانیاں برگ و نوا
خوشہائے فکرتش بیگاہ شد	شبروان را رہنما چوں ماہ شد
فکر کا یہ خوشہ جب کملا گیا	رہنما شب کے مسافر کا ہوا
اے بسا طوطی گویائے خمش	اے بسا شیریں روان رو ترش
ہیں بہت سے طوطی گویا خموش	ہیں بہت ترش طبع جو ہیں قند جوش
رو بگورستان دمے خامش نشیں	آں خموشان سخن گو را ببیں
بیٹھ گورستان میں خاموش جا	سن خموشی کہ رہی ہے تجھ سے کیا
لیک اگر یکرنگ بینی خاکشاں	نیست یکساں حالت چالاکشاں
خاک ان کی دیکھے تو یکرنگ اگر	ایک حالت ہے کبھی باور نہ کر
شحم و لحم زندگاں یکساں بود	آں یکے غمگیں دگر شاداں بود
جسم یکساں جینے والوں کا ہے پر	ایک غمگیں دوسرا ہے شاد تر
تو چہ دانی تا ننوشی قالشاں	زانکہ پنہانست بر تو حالشاں
کس طرح سمجھے نہ جب تک ہو بیاں	کیونکہ اُن کا حال تجھ سے ہے نہاں
بشنوی از قال ہائے و ہوے را	کے ببینی حالت صد توئے را
گفتگو سے رازِ ہا و ہو سمجھے	حال پوشیدہ تو کیونکر دیکھ لے

[1] اصل یعنی عشق۔

نقشہا یکساں بضدہا متصف	خاک ہم یکساں روانشاں مختلف
نقش یکساں ہیں ضدوں سے متصف	خاک یکساں۔ پر ہیں جانیں مختلف
ہمچنیں یکساں بود آوازہا	آں یکے پُر درد و آں پُر نازہا
جملہ آوازیں ہیں یکساں بالیقیں	اک مگر ہے درد۔ اک ناز آفریں
بانگِ اسپاں بشنوی اندر مصاف	بانگِ مرغاں بشنوی اندر طواف
جنگ میں سنتا ہے گھوڑوں کی صدا	طوف میں سنتا ہے چڑیوں کی نوا
آں یکے از حقد و دیگر ز ارتباط	آں یکے از رنج و دیگر از نشاط
اس میں کینہ اور اس میں انبساط[1]	اس میں ہے رنج اور اس میں آغاز نشاط
ہر کہ دور از حالتِ ایشاں بود	پیشش آں آوازہا یکساں بود
دور ہے جو انکی حالت سے کوئی	ہیں اسے یہ سب صدائیں ایک سی
آں درختے جنبد از زخمِ تبر	واں درختِ دیگر از بادِ سحر
پیڑ اک زخمِ تبر سے ہل پڑے	دوسرا جھونکے نسیمِ صبح سے
بس غلط گشتم ز دیگِ مردہ ریگ	زانکہ سرپوشیدہ می‌جوشید دیگ
دیگ سے مفلس کی دھوکا کھا گیا	دیگ کا منہ بند وقتِ جوش تھا
جوش و نوشِ ہر کست گوید بیا	جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا
سب بلاتا جوش ہر اک چیز کا	جوشِ صدق اور جوشِ تزویر و ریا
گر نداری نورِ جاں روشن شناس	رو دماغے دست آور بوشناس
نورِ جاں سے گر نہیں تو روشناس	جا دماغ اب لا کہیں سے بوشناس
آں دماغے کہ بر آں گلشن تند	چشمِ یعقوباں ہم او روشن کند
ایسا جس پر گلستاں اکڑے تنے	چشمِ یعقوباں[2] کو جو روشن کرے

[1] ربط محبت ؎

[2] یعنی عاشق لوگ ؎

عاشق کا معشوق کو پانا

ہیں بگو احوالِ آں خستہ جگر ۔ کز بخاری دور ماندیم اے پسر

حال اُس خستہ جگر کا اب سنا ۔ ہم بخاری سے ہیں عرصے سے جدا

کایں جواں در جستجو بد ہشت سال ۔ از خیالِ وصل گشتہ چوں خیال

اسکو گذرے جستجو میں آٹھ سال ۔ تھا خیالِ وصل میں یکسر خیال

سایۂ حق بر سرِ بندہ بود ۔ عاقبت جوئندہ یابندہ بود

حق کا سایہ ہے سرِ مخلوق پر ۔ جس نے ڈھونڈا اُس نے پایا سر بسر

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے ۔ عاقبت زاں در بروں آید سرے

بولے پیغمبر جو تو کھٹکائے در ۔ آخر اُس سے جلد نکلے کوئی سر

چوں نشینی بر سرِ کوئے کسے ۔ عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

جب کسی کے کوچے میں بیٹھے گا تو ۔ مُنہ کسی کا بالیقیں دیکھے گا تو

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک ۔ عاقبت اندر رسی در آب پاک

جب کنوئیں سے روز تو کھینچے گا خاک ۔ نکلے گا آخر کو اس میں آبِ پاک

جملہ دانند ایں اگر تو نگروی ۔ ہرچہ میکاریش روزے بدروی

سب ہیں واقف جا ہے تو منکر ہے ۔ تو نے جو بویا ہے۔ کاٹے گا اُسے

سنگ بر آہن زدی آتش جہید ۔ ایں بباشد ور نباشد نادرست

آگ نکلی لوہے پہ پتھر لگا ۔ ایسا ہوگا اور نہ ہو تو بات کیا

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات ۔ ننگرد عقلش مگر در نادرات

اور جسے حاصل نہیں بخت و نجات ۔ دیکھے اس کی عقل کیا جز نادرات

کاں فلانکس کشت کرد و بر نداشت ۔ واں صدف برد و صدف گوہر نداشت

یہ کہ اُسنے بویا کچھ حاصل نہ تھا ۔ لی صدف لیکن نہ گوہر مل سکا

بلعم باعور و ابلیس لعین[۱] | سود نامدشاں عبادتہا و دیں

بلعم باعور و ابلیس لعین | طاعتیں دونوں کی ناکارہ رہیں

صد ہزاراں انبیا و رہرواں | ناید اندر خاطر آں بدگماں

انبیا لاکھوں ہزاروں پیشوا | بدگماں کے دل میں کب پاتے ہیں جا

ایں دو را گیرد کہ تاریکی دہد | در دلش ادبار جز ایں کے نہد

لے انہیں کے حال سے تاریکیاں | دوسروں کی دل میں گنجائش کہاں

بس کسا کز ناں خورد دلشاد او | مرگ او گردد بگیرد در گلو

ہیں بہت سے جو کہ روٹی کھاتے تھے | حلق میں اٹکی جو روٹی۔ مر گئے

پس تو اے ادبار رو ناں ہم مخور | تا نیفتی ہمچو او در شور و شر

تو بھی اسکے بدبخت روٹی چھوڑ دے | شور و شر میں تا نہ مثل اسکے رہے

صد ہزاراں خلق ناںہا میخورند | زور مییابند و جاں مےپرورند

لاکھوں انساں روز و شب کھاتے ہیں ناں | زور پاتے اور پالیں اپنی جاں

تو بداں نادر کجا افتادۂ | گر نہ محرومی و ابلہ زادۂ

تو سمجھ اس نادر میں کیوں الجھا ہوا | گر نہیں نادان و محروم صفا

ایں جہاں پر آفتاب و نور ماہ | تو بہشتہ سر فرو بردہ بچاہ

روشنی سے آفتاب و ماہ ہیں | سر جھکا کے تو پڑا ہے چاہ میں

کہ اگر حق ست کو آں روشنی | سر ز چہ بردار و بنگر اے دنی

کہتا ہے حق ہے تو کہاں وہ روشنی | سر اٹھا کر چاہ سے دیکھ لے دنی!

جملہ عالم شرق و غرب آں نور یافت | تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت

ساری دنیا اس سے روشن ہو گئی | تو ہے جب تک چہ میں ہے محروم ہی

۱۔ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا زاہد تھا جو سگ نا چیز ہو

چوں رہیدی زاں چہ ایوان و کروم	کم ستیزہ اینجا بداں کاں[1] شوم
ہاں نکل کر چاہ سے دنیا میں گھوم	کر نہ جھگڑا اس جگہ کا[1] شوم
ہیں مگو کایں فلانے کشت کرد	در فلاں سال و ملخ کشتش بخورد
یہ نہ کہہ کھیتی فلاں نے کی وہاں	کھا گئیں کھیتی کو اس کی ٹڈیاں
پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست	پس چرا افشانم ایں گندم ز دست
کیوں کروں کھیتی اگر ہے یہ خطر	گیہوں بھی ضائع کروں یوں پھینک کر
ہیں مکن استیزہ رو رو کار کن	با توکل کشت کن بشنو سخن
ہاں نہ کر جھگڑا - تو اپنا کام کر	کاشت کر اس کے توکل پہ مگر
ہر کہ استیزہ کند بر رو نشد	آنچناں کو بر نہ خیزد تا ابد
جو کرے جھگڑا - وہ سر کے بل گرے	تا ابد گر کر نہ وہ پھر اٹھ سکے
وانکہ او نگذاشت کشت و کار را	پر کند کوری تو انبار را
جس نے کی کھیتی - نہ چھوڑا کاروبار	فائدہ اس نے ہے اٹھایا بے شمار
زیں بیاں بگذر زمانے باز راں	جانب احوال آں عاشق جواں
چھوڑ اس کو اور ذرا اب غور کر	اس جواں عاشق کے حال زار پر
چوں بسے سوخت او زسلوتے	عاقبت دریافت روزے خلوتے
تھا جو در ہجراں وہ اطمینان سے	آخر اس نے پائے خلوت کے مزے
جست از بیم عسس او شب بباغ	یار خود را یافت با شمع و چراغ
خوف سے بچکر گیا جب سوئے باغ	مل گیا یار اس کا با شمع و چراغ
گفت سازندہ سبب را آں نفس	اے خدا تو رحمتے کن بر عسس
التجا کی اے خدائے دادگر	کوتوال اچھا ہے اس پر رحم کر

[1] یعنی جھگڑا اور مبالغہ نہایت شوم باتیں ہیں:

پادشاہا تو سبب ہا کردہ ‏— از در دوزخ بہشتم بردہ

تو نے اسے شہ کر دیئے پیدا سبب ‏— لایا دوزخ سے مجھے جنت میں اب

پھر آں کردی سبب ایں کار را ‏— تا ندارم خوار من یک خار را

کام کا اسباب یہ تھا یوں مدار ‏— تا نہ جانوں خار کو ہرگز میں خوار

در شکست پائے بخشد حق پرے ‏— ہم ز قعر چاہ بکشاید درے

وہ شکستہ پائی کو دیتا ہے پر ‏— کھلوا دیتا ہے کنوئیں کی تہ میں در

ہر چہ آں بر تو کراہیت بود ‏— چوں حقیقت بنگری رحمت بود

ہے بظاہر جس سے اک نفرت تجھے ‏— وہ ہے رحمت اصل میں تیرے لئے

تو مبیں کہ بر درختی یا بچاہ ‏— تو مرا بیں کہ منم مفتاح راہ

دیکھ مت سے پیڑ پر یا چاہ میں ‏— دیکھ مجھ کو حل کروں میں مشکلیں

گر تو خواہی باقی ایں گفتگو ‏— اے اخی در دفتر چارم بجو

گفتگو باقی اگر ہو دیکھنی ‏— چوتھے دفتر میں ملیگی اسے اخی

تمت